قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہلِ بیت اطہار
بزرگانِ دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفرین، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

۲۰۰ ایمان افروز واقعات

تصنیف لطیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

پیشکش

اکبر بک سیلرز لاہور

قرآن و حدیث، انبیائے کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان، اہل بیت اطہار
بزرگان دین، اولیائے کرام اور مسلمان حکمرانوں کے ایمان افروز، باطل سوز،
وجد آفریں، اور انتہائی دلنشین ۲۰۰

کیف آور

تصنیف لطیف

الحافظ القاری مولانا غلام حسن قادری

مفتی دار العلوم حزب الاحناف لاہور

ناشر

اکبر بک سیلرز

زبیدہ سنٹر ۴۰ اردو بازار لاہور Ph: 37352022

الصلوۃ والسلام علیك یا سیدی یا رسول اللّٰہ

وعلی آلك واصحابك یا حبیب اللّٰہ

نام کتاب .... ۲۰۰ کیف آور واقعات

مؤلف .... الحافظ القاری مفتی غلام حسن قادری
مفتی دار العلوم حزب الاحناف' لاہور

پروف ریڈنگ .... مولانا قاری محمد اصغر نورانی

خصوصی دعا .... پیر سیّد طاہر حسین شاہ کاظمی' پاک پتن شریف

حسبِ فرمائش .... پیر حافظ محمد عثمان نوشاہی قادری
الحافظ القاری محمد اختر سیالوی' گڑھی شاہو لاہور

صفحات 696

تعداد 600

کمپوزنگ .... کاشف حفیظ

اشاعت .... جنوری 2015ء

ناشر .... محمد اکبر قادری

قیمت .... 450 روپے

ناشر
اکبر بُک سیلرز
زبیدہ سنٹر
اردو بازار
لاہور

الانتساب

پیکر محبت و مودت، سراپائے شفقت و شرافت، فخر السادات محترم المقام واجب الاحترام حضرت پیر سیّد صداقت علی شاہ کرمانی بن حضرت پیر سیّد اصغر علی شاہ کرمانی کے جداعلیٰ وامجد سلطان المشائخ، سیّد الاولیاء، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، حجۃ الکاملین، امام الواصلین سیّد السادات حضرت سیّد داؤد بندگی حسینی کرمانی رحمۃ اللہ علیہ (شیر گڑھ شریف) کے نام نامی اسم گرامی کی طرف اس پیغام کے ساتھ کہ

بے حبّ اہل بیت عبادت حرام ہے
زاہد تیری نماز کو میرا سلام ہے

اور

بے ادب گستاخ فرقہ کو سنادے اے حسنؔ
لعنۃ اللہ علیکم دشمنانِ اہلِ بیت

اور

اہلِ سنت کا ہے بیڑا پار اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

الاهداء

منبع رشد و ہدایت فخر خاندانِ عالیہ نقشبندیہ خواجہ خواجگان
مؤلف کتاب ہدایۃ الانسان الی سبیل العرفان
حافظ عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ
آستانہ عالیہ عیدگاہ شریف (راولپنڈی)

خواجگانِ نقشبندیہ کی محبت کر عطا
حشر میں بھی ساتھ انہی کے اے خداوندا اٹھا
حافظ عبدالکریم رہنما کے واسطے

راہ سنت پر مجھے چلنے کی طاقت کر عطا
آتش عشق نبی میں جان و دل میرا جلا
عبدالرحمٰن رشد راہِ ھدیٰ کے واسطے

کر عطا محبوب رحمٰن کو رضا اپنی کریم
اور ہم سب پر بھی ہو ہر دم تیرا لطف عمیم
انبیاء و اولیاء و اصفیاء کے واسطے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ عَزَّ جَلَالُہٗ فَلَا تُدْرِکُہُ الْاَوْہَامُ ○ وَسَمَا کَمَالُہٗ فَلَا تُحِیْطُ بِہِ الْاَفْہَامُ وَشَہِدَتْ اَفْعَالُہٗ اَنَّہُ الْوَاحِدُ الْحَکِیْمُ الْعَلَّامُ ○ وَاَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ اَرْسَلَہٗ وَقَدِ ارْتَفَعَ مِنْ غُبَارِ الشِّرْکِ قَتَامٌ ○ فَجَاہَدَ فِی اللّٰہِ بِحَدِّ الْحِسَامِ ○ فَاَرْدَ الْکَفَرَۃَ اللِّئَامَ ○ وَاَرْضَی الْمَلِکَ الْعَلَّامَ ○ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْبَرَرَۃِ الْکِرَامِ ○

اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

طغریٰ درود شریف

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا

الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی

یا رسول اللہ

وعلیٰ آلک واصحابک یا سیدی یا حبیب اللہ

فہرست

عنوان — صفحہ

(۱)

معراجِ عدل وانصاف

بدر کی لڑائی کے لئے جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لئے دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ جِیَاعٌ فَاشْبِعْھُمْ اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ حُفَاۃٌ فَاحْمِلْھُمْ، اَللّٰھُمَّ اِنَّھُمْ عُرَاۃٌ فَاکْسِھِمْ "اے اللہ! یہ بھوکے ہیں انہیں سیر فرما، یہ پیدل ہیں ان کو سواریاں نصیب فرما، بے لباس ہیں ان کو لباس عطا فرما۔" اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمالی۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بدر سے فاتحانہ واپس آئے تو ہر ایک کے پاس مالِ غنیمت کا وافر حصہ موجود تھا۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی 38/3، سنن ابی داؤد 2747)

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عدل وانصاف ملاحظہ فرمائیں کہ وہ لوگ جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر مدینہ منورہ میں رہے یا جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض معاملات کے لئے روانہ فرمایا تھا اور وہ ان امور کی وجہ سے ہی جنگ میں شریک نہیں ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بھی مالِ غنیمت میں سے حصہ مرحمت فرمایا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ بھی انہی لوگوں میں شامل ہیں۔ حضرت عثمان کو حضور علیہ السلام نے اپنی بیٹی کی خدمت وتیمارداری کے لیے مدینہ میں رہنے کا حکم دیا اور حضرت ابولبابہ کو مدینہ منورہ کا عامل بنایا گیا تھا۔

سیرت نگاروں نے چار اور افراد کا بھی ذکر کیا ہے جن کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف کام سونپ رکھے تھے۔ انہیں بھی مالِ غنیمت سے حصہ دیا گیا۔ ایک بہترین قائد اور اس کی رعیت کے درمیان جس قسم کے تعلقات ہونے چاہئیں اس کی ایک مثال

ابو امامہ بن ثعلبہ انصاری کے واقعہ سے ملتی ہے۔ ان کی والدہ بیمار تھیں اور ان کی دیکھ بھال کے لئے گھر کے کسی فرد کا گھر پر رہنا ضروری تھا۔ مجاہدین بدر کے لئے نکلے تو ان میں ابو امامہ بھی شامل تھے۔ ان سے ان کے ماموں ابو بردہ بن نیار کہنے لگے تم اپنی والدہ کی دیکھ بھال کے لئے رک جاؤ۔ ابو امامہ نے گزارش کی ماموں جان! اپنی بہن کی تیمارداری کے لئے آپ کیوں نہیں رک جاتے؟ سبحان اللہ! کتنا مبارک دور تھا' کیا پیارا ماحول تھا کہ ہر کوئی دوسرے سے بڑھ کر جذبۂ جہاد اور شوق شہادت سے سرشار تھا۔ بات اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ دیا کہ بیٹا اپنی والدہ کے پاس ٹھہرے گا۔ (اسد الغابہ 5/6آ)

یہاں والدہ کے مقام اور مرتبہ پر بھی غور فرمائیں' حق و باطل کا معرکہ تھا۔ نہایت نازک وقت تھا۔ ایک ایک آدمی کی اشد ضرورت تھی مگر ابو امامہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت میں رہیں۔ ان کے ماموں بردہ بدر میں شریک ہوئے۔ ابو امامہ کی والدہ اس دوران وفات پا گئیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی۔ واپسی پر اس کی قبر پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔ اللہ اللہ! ایک ایک ساتھی کی پوری خبر گیری' ان کے رنج و راحت میں شریک رہنے کا بھرپور اہتمام اور فرداً فرداً ہر ساتھی پر اپنی بے لوث محبت نچھاور کرنے کا ایسا بے مثل التزام! ہمارے پیارے رہبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کامل معنوں میں قائد انسانیت اور رحمۃ للعالمین ہیں۔

(2)

پیکر ہمت واخلاص مبلّغ

حضرت سیّدنا خالد بن صفوان الاھتم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ (یمن کے گورنر) یوسف بن عمر نے مجھے عراق کے ایک وفد کے ساتھ خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس بھیجا۔ جب میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ خلیفہ ہشام بن عبدالملک اپنے لشکر' اہل و عیال' خادموں اور غلاموں کے ساتھ سیر وسیاحت کے لئے روانہ ہو رہا ہے چنانچہ میں بھی اس سفر میں لشکر کے ساتھ شامل ہو گیا۔ خلیفہ نے ایک ایسی وادی میں لشکر کے پڑاؤ کا حکم دیا جو نہایت وسیع و عریض' خوبصورت اور صاف ستھری تھی۔ موسم بہار میں وہاں کئی بارشیں ہو چکی تھیں جس کی وجہ سے وادی پھولوں اور مختلف قسم کے نباتات سے آراستہ و پیراستہ تھی۔ وہ وادی ایسی خوبصورت اور دل کو لبھانے والی تھی کہ اُسے دیکھتے ہی وہاں قیام کرنے کو جی چاہتا تھا اور ویسے بھی وہ ہر اعتبار سے قیام کے لئے موزوں تھی۔ وہاں کی مٹی ایسی تھی جیسے کافور کی ڈلیاں اور وہاں کے ڈھیلے ایسے صاف وشفاف تھے کہ اگر انہیں اٹھا کر پھینکا جائے تو ہاتھ بالکل گرد آلود نہ ہوں۔ وہاں خلیفہ کے لئے وہ ریشمی خیمے نصب کئے گئے جنہیں یوسف بن عمر نے یمن سے بھجوایا تھا پھر ان خیموں میں سرخ ریشم کے چار بستر لگائے گئے اور ایسے ہی سرخ ریشمی تکیے ان پر رکھے گئے۔

تمام انتظامات کے بعد جب محفل سج گئی اور تمام لوگ اپنی اپنی نشستوں پر بیٹھ گئے تو میں نے سر اٹھا کر خلیفہ کی طرف دیکھا۔ اس کی نظر بھی مجھ پر پڑ گئی۔ اس کے دیکھنے کا انداز ایسا تھا گویا وہ کہہ رہا ہو "بولو! کیا بولنا چاہتے ہو؟" میں نے کہا: "اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کو نعمتوں پر شکر کرنے کی توفیق عطا

فرمائے اور امور خلافت میں اللہ تعالیٰ آپ کو سیدھی راہ پر رکھے اور آپ کا انجام ایسا فرمائے جو قابل تعریف ہو۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ نعمتیں اس لئے دی ہیں تا کہ آپ ان کے ذریعے تقویٰ اختیار کریں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بکثرت پاکیزہ نعمتیں عطا کی ہیں۔ ان میں کوئی کدورت (میل) نہیں اور ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جن میں خوشیاں ہیں، غم نہیں۔

بادشاہ کو شکرِ نعمت کی دعوت

آپ مسلمانوں کے لئے ایک قابل اعتماد خلیفہ ہیں اور آپ ان کے لئے خوشی اور سرور کا باعث ہیں۔ جب انہیں کوئی مصیبت درپیش ہوتی ہے تو وہ آپ ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ہر مشکل کے وقت آپ ان کے لئے جائے پناہ ہیں۔ اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ مجھے آپ پر فدا کرے، جب مجھے آپ کی ہم نشینی اور زیارت کا موقع مل ہی گیا ہے تو اب میرا حق بنتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر جو نعمتیں نچھاور فرمائی ہیں اور جو کمالات عطا کئے ہیں میں آپ کو ان کی یاد دہانی کراؤں اور آپ کو ان نعمتوں پر شکر کرنے کی ترغیب دلاؤں۔ اس کا سب سے بہترین طریقہ یہ ہے کہ میں آپ کو سابقہ بادشاہوں کے قصے سناؤں۔ کیا آپ کی طرف سے مجھے اس بات کی اجازت ہے؟ یہ سن کر خلیفہ ہشام بن عبدالملک سیدھا ہو گیا۔ سب تکیے ایک طرف رکھ دیئے اور کہا: ''اب مجھے سابقہ بادشاہوں کے حالات بتاؤ۔''

میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! سابقہ بادشاہوں میں ایک بادشاہ تھا۔ وہ بھی سیر وسیاحت کے لئے ایسے ہی موسم میں نکلا جیسا اب موسم ہے۔ اس سال بھی خوب بارشیں ہوئی تھیں۔ زمین پھولوں اور نباتات سے مزین ہو گئی تھیں۔ جب اس بادشاہ نے ان تمام نعمتوں، اپنے مال ومتاع، خدام اور لشکر کی طرف نظر کی تو بڑے فخر سے کہنے لگا ''جیسی نعمتیں میرے پاس ہیں کیا کسی اور کو بھی ایسی عظیم الشان نعمتیں ملی ہیں؟'' اس وقت اس کے لشکر میں ایک حق گو مردِ مجاہد بھی موجود تھا۔ اس نے بڑے دلیرانہ انداز میں کہا: ''اے بادشاہ! تو نے ایک بہت بڑے امر کے متعلق سوال کیا ہے۔ اگر اجازت ہو تو اس کا

جواب دوں؟'' بادشاہ نے کہا: ''ہاں! تم جواب دو۔'' چنانچہ اس مردِ مجاہد نے فرمایا: ''اے بادشاہ! یہ جو نعمتیں تمہارے پاس موجود ہیں کیا یہ تمام کی تمام ہمیشہ تمہارے پاس رہیں گی' کیا ان میں کمی واقع نہ ہوگی' کیا یہ تجھے بطور میراث نہیں پہنچیں' کیا تجھ سے زائل ہو کر یہ تیرے بعد والوں کو نہ مل جائیں گی؟''

اعترافِ حقیقت

جب بادشاہ نے اس باہمت ومخلص مبلغ کی حقیقت پر مبنی گفتگو سنی تو کہنے لگا ''اے نوجوان! تو نے جو باتیں کیں وہ بالکل برحق ہیں کیونکہ ان نعمتوں میں کمی بھی ہو جائے گی اور جس طرح یہ مجھے میراث میں ملی ہیں اسی طرح میرے مرنے کے بعد میرے ورثاء کو مل جائیں گی۔

یہ سن کر اس باہمت مبلغ نے کہا: ''اے بادشاہ! جب یہ سب باتیں حق ہیں تو پھر ان معمولی نعمتوں پر فخر کرنا ایک تعجب خیز بات نہیں؟ اے بادشاہ! یہ نعمتیں تیرے پاس بہت کم عرصہ رہیں گی اور جب تو اس دنیا سے جائے گا تو خالی ہاتھ جائے گا اور کل بروز قیامت تجھ سے ان نعمتوں کا حساب لیا جائے گا (اور یہ انتہائی سخت امر ہے) پھر بھی اس دنیائے فانی میں تیرا دل کیونکر لگا ہوا ہے؟''

دین کا درد رکھنے والے مبلغ کی یہ باتیں بادشاہ کے دل میں تاثیر کا تیر بن کر پیوست ہو گئیں۔ اس کی آنکھوں سے غفلت کا پردہ ہٹ گیا اور اس نے بے چین ہو کر کہا: ''اے نوجوان! پھر تم ہی مجھے بتاؤ کہ میں ان مصائب سے نجات پا کر کس طرح اپنے مقصد اصلی تک پہنچ سکتا ہوں؟'' اس پر اس خیر خواہ مبلغ نے کہا: ''اے بادشاہ! تیرے لئے نجات کے دو راستے ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ تو اپنی بادشاہت قائم رکھ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر' تمام فیصلے شریعت کے مطابق کر' عدل و انصاف سے کام لے' خوشی وغمی' تنگی اور فراخی ہر حال میں اپنے رب تعالیٰ کا شکر ادا کر۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تو تاج وتخت چھوڑ کر درویشی لباس اختیار کر لے اور کسی پہاڑ کے دامن میں گوشہ نشین ہو کر اپنے پاک پروردگار کی عبادت میں مشغول ہو جا۔ تیری نجات کے یہی دو راستے ہیں' تو جس کو چاہے

اختیار کرلے۔" بادشاہ نے کہا: "اے نوجوان! کل میرے پاس آنا' آج رات میں غور کروں گا کہ کون سا راستہ اختیار کروں۔ اگر میں نے بادشاہت والا راستہ اختیار کیا تو تجھے اپنا وزیر بناؤں گا اور ہر معاملے میں تیری اطاعت کروں گا' کبھی بھی تیری نافرمانی نہ کروں گا۔

اور اگر بادشاہت چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کروں گا تو تو میرے ساتھ میرا رفیق بن کر رہنا۔ میں تیری ہر بات مانوں گا۔" اتنا کہنے کے بعد بادشاہ اپنے خیمے کی طرف چلا گیا۔

بادشاہ نے تخت وتاج کو الوداع کہہ دیا

صبح کے وقت جب وہ مخلص مبلغ بادشاہ کے پاس گیا تو اس نے دیکھا کہ بادشاہ نے شاہی تاج اور شاہی لباس اتار کر فقیروں والا لباس پہنا ہوا ہے۔ اس بادشاہ نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ خلوت میں رہ کر اپنے رب تعالیٰ کی عبادت کرے گا چنانچہ وہ تاج وتخت اور دنیا کی رنگینیوں کو چھوڑ کر اس مخلص مبلغ کے ساتھ جنگل کی طرف چلا گیا اور وہ دونوں آخری وقت تک وہیں ایک پہاڑ پر اپنے خالق حقیقی کی عبادت میں مشغول رہے۔

بنو تمیم کے مشہور شاعر "عدی بن زید العیادی المرادی" نے ان کی شان میں چند اشعار کہے جن کا مفہوم کچھ اس طرح ہے:

ترجمہ: 1- اے زمانے کو گالی دینے والے! کیا تو ہر چیز میں کامل اور ہر عیب سے بری ہے۔

2- یا تو نے زمانے سے پختہ عہد لے رکھا ہے؟ یا تو جاہل اور مغرور ہے؟

3- کیا کوئی ایسا شخص بھی ہے جسے موت نے چھوڑ دیا ہو یا کوئی ایسا شخص ہے جو (تجھے) موت سے بچالے؟

4- کہاں ہے کسریٰ' فارس کے بادشاہ اور ان سے پہلے کے بادشاہ؟ ابو ساسان اور سابور کہاں گئے؟

5- بہت شان وشوکت والے بادشاہ اور رومی بادشاہ کہاں ہیں؟ ان میں سے کوئی ایک بھی تو باقی نہ رہا۔

6- وہ بادشاہ کہاں ہے جس نے ایک محل بنایا جس کے ایک جانب سے دریا دجلہ اور دوسری جانب سے دریائے "خلبوز" بہتا تھا۔

7- اور اس نے محل کو سنگ مرمر سے آراستہ کیا اور اسے مختلف رنگوں سے مزین کیا اور اس میں ایسے باغات لگائے جن میں پرندوں کے گھونسلے تھے (باغ میں ہر وقت پرندے چہچہاتے رہتے تھے)

8- موت نے اسے بھی نہ چھوڑا اور اس کی بادشاہت جاتی رہی اور وہ عظیم الشان محل بھی ویران ہو گیا۔

9- خورنق کے بادشاہ نے جب ایک دن غور وفکر کیا (تو اسے ہدایت کی راہ ملی) لہٰذا ہدایت پانے کے لئے غور وفکر ضروری ہے۔

10- جب اس نے اپنی حالت پر غور کیا اور ان کثیر نعمتوں میں غور وفکر کیا جو اسے عطا کی گئیں اور جب اس نے وسیع وعریض سمندر کو عبرت کی نگاہ سے دیکھا۔

11- تو اس کا دل ڈر گیا اور کہا: ایسی زندگی پر کیا اترانا اور کیا غرور کرنا جو موت کی طرف لے جا رہی ہے۔

12- بالآخر اسے حکومت، کامیابی اور سرداری کے بعد قبر میں دفن کر دیا گیا۔

بادشاہ کی آہ وبکا

حضرت سیدنا خالد بن صفوان بن الاہتم رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی خورنق کے بادشاہ کا واقعہ سن کر خلیفہ ہشام بن عبدالملک رونے لگا اور اتنا رویا کہ اس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی اور اس کا عمامہ بھی آنسوؤں سے بھیگ گیا۔ پھر خلیفہ نے حکم دیا "تمام خیمے اکھاڑ دیئے جائیں اور تمام بستر اٹھا لئے جائیں اور تمام لشکر فوراً محل کی طرف روانہ ہو جائے۔"

چنانچہ خلیفہ اپنے سارے لشکر کو لے کر روتا ہوا محل کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہاں پہنچ کر اس نے (تمام امور مملکت اپنے بھائیوں کے سپرد کئے اور خود) محل کا ایک کونہ سنبھال لیا اور تمام دنیاوی آسائشوں کو چھوڑ کر اپنے مالک حقیقی کی عبادت میں مشغول ہو گیا۔ جب اس کے اہل خانہ اور خدام وغیرہ نے خلیفہ کی یہ حالت دیکھی تو وہ سب کے سب

حضرت سیّدنا خالد بن صفوان بن الاھتم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئے اور کہنے لگے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین کی کیا حالت کر دی ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تمام لذات ختم کر دی ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں سن کر اس نے سیر و سیاحت کو بھی ترک کر دیا ہے۔

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تم سب مجھ سے دور ہو جاؤ' بے شک میں نے اپنے پروردگار سے وعدہ کیا ہے کہ جب بھی میں کسی بادشاہ سے ملوں گا تو اسے نیکی کی دعوت دوں گا اور بری باتوں سے منع کروں گا اور اسے اللہ تعالیٰ کی یاد ضرور دلاؤں گا۔'' چنانچہ خلیفہ کو نصیحت کر کے میں نے اللہ تعالیٰ سے کیا ہوا اپنا وعدہ پورا کیا ہے' کوئی برائی کا کام نہیں کیا۔ (عیون الحکایات لابن الجوزی)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ
فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ
اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ

(3)

بدعت اور ڈاکو؟ یہ نہیں ہو سکتا

مشہور مالکی عالم ابن ماجشون کے پاس ان کا ایک ساتھی آ کر کہنے لگا اے ابومروان! آج ایک عجیب قصہ پیش آیا۔ میں جنگل میں واقع اپنے باغ کی طرف جانے کے لئے نکلا کہ اچانک ایک ایسا شخص میرے سامنے آدھمکا اور کہنے لگا ''اپنے کپڑے اتار دو۔'' میں نے کہا: کیوں؟ کہنے لگا ''اس لئے کہ میں تمہارا بھائی ہوں اور میں ننگا ہوں۔'' میں نے کہا: ''یہ کیسی بھائی چارگی ہے؟'' کہنے لگا ''تم ایک مدت تک ان کپڑوں کو پہنچ چکے ہو اب میری باری ہے۔'' میں نے کہا: ''کیا تم مجھے برہنہ کرنا چاہتے ہو؟'' کہنے لگا ''ہمیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے روایت پہنچی ہے کہ برہنہ حالت میں غسل کرنے میں کوئی حرج نہیں اور آپ غسل کرنے جا رہے ہیں۔'' میں نے کہا ''تم مجھے لوگوں کے سامنے برہنہ کرنا چاہتے ہو۔'' کہنے لگا ''اگر یہاں کسی کے آنے کا امکان ہوتا تو میں اس طرح تمہارے گلے نہ پڑتا۔'' میں نے کہا: ''اچھا مجھے باغ میں تو جانے دو میں تمہارے لئے کپڑے بھجواتا ہوں۔'' کہنے لگا ''ہرگز نہیں' کیا تم اپنے غلاموں کو بھیج کر مجھے گرفتار کروانا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''میں قسم کھاتا ہوں۔'' وہ کہنے لگا تمہاری قسم کسی ڈاکو کے لئے باعث اطمینان نہیں بن سکتی۔ میں نے قسم کھا کر کہا: میں ضرور بھجوں گا اور اپنی خوشی سے بھیجوں گا۔ وہ کچھ دیر خاموش رہا پھر بولا ''میں نے عہد رسالت سے لے کر آج تک کے ڈاکوؤں کے بارے میں بڑی سوچ بچار کی مگر مجھے ایسا کوئی ڈاکو نہیں ملا جس نے ادھار کا معاملہ کیا ہو لہٰذا میں نہیں چاہتا کہ میں اس بدعت کا ارتکاب کروں۔'' اس کی یہ دلیل سن کر با دل نخواستہ میں نے کپڑے اتار کر اس کے حوالے کر دیئے۔

(سیر اعلام النبلاء ج 11' ص 521)

(4)

اللہ والوں کی آنکھوں کے آنسو

ابن مبارک کہتے ہیں: میں لبنان کے پہاڑوں میں پھر رہا تھا۔ میں نے ایک شخص کو دیکھا جس پر صوف کا جبہ تھا۔ اس پر لکھا ہوا تھا لاتباع و لا تشتری۔ اس نے خشوع کی لنگی باندھی ہوئی تھی اور قناعت کی چادر اوڑھے ہوئے اور توکل کا عمامہ باندھے ہوئے تھا۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو درخت کے پیچھے چھپ گیا۔ اس کو میں نے نکلنے کی قسم دی۔ جب وہ سامنے آیا تو میں نے کہا: اے عابدوں کی جماعت! تم وحدت پر صبر کرتے ہو اور وحشت ناک جنگلوں میں پھرتے ہو۔ یہ سن کر وہ مسکرایا اور اپنا ہاتھ سر پر رکھا اور چل دیا اور یہ اشعار پڑھے:

یاحبیب القلوب من لی خواعا
ارحم الیوم مذنبا قد اتاکا

انت سؤلی وبغیتی وسروری
قدابی القلب ان یحب سواعا

یامنای وسیدی واتعمادی
طال شوقی متی یکون لقاعا

لیس سؤلی من الجنان نعیم
غیرانی اریدھا لأراکا

ترجمہ: اے دلوں کی دھڑکن تیرے سوا میرا کوئی نہیں تو آج گناہگار پر رحم کر۔ وہ تیرے پاس حاضر ہے۔

تو ہی تو میرا مقصود اور مطلوب اور خوشی ہے۔ میرے دل نے کسی اور کی محبت کرنے سے انکار کر دیا۔

اے میری تمنا اور میرے سردار اور وہ ذات جس پر میرا اعتماد ہے۔ میرا ذوق طویل ہو گیا ہے تیری ملاقات کب ہوگی۔

میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں کا سوال نہیں کرتا۔ صرف میرا مقصود تیرا دیدار ہے۔

پھر وہ مجھ سے غائب ہو گیا۔ ایک سال تک میں اسے جنگل میں تلاش کرتا رہا لیکن ملاقات نہ ہوئی۔ پھر میری ملاقات ابی سلیمان دارانی رحمۃ اللہ علیہ کے غلام سے ہوئی۔ میں نے اس سے دریافت کیا اور اس شخص کی علامت بتائی۔ یہ سن کر وہ رو پڑا۔ پھر کہا ہائے کاش! میں اس کو ایک مرتبہ دیکھ لیتا۔ میں نے کہا: وہ کون تھا؟ اس نے کہا: وہ عباس المجنون تھا' مہینہ میں ایک مرتبہ پھل یا سبزی سے دو لقمے کھاتا ہے اور اسے ساٹھ سال ہو گئے عبادت کرتے۔ (حلیہ' ج 10' صفحہ 145)

معمولی گناہ پر عظیم توبہ

خیر النساج کہتے ہیں: میں حضرت امیہ بن صامت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا' ان کی نظر ایک لڑکے پر پڑی تو اس نے یہ آیت تلاوت کی هُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ (وہ (اللہ) تمہارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو اور اللہ تعالیٰ تمہیں دیکھتا ہے) پھر کہا اللہ تعالیٰ کے قید خانہ سے کہاں بھاگ جاؤ گے اس کے ایسے فرشتے حفاظت کرتے ہیں جو سخت مزاج ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! کسی حکم میں نافرمانی نہیں کرتے بلکہ جو انہیں حکم دیا جائے کر گزرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پاک ہیں عظیم ہیں' جس نے میرے ساتھ تیرا امتحان کیا۔ تجھ جیسوں کی

نظر نہیں بھرتی مگر جہنم کی آگ سے۔ پھر فرمانے لگے: استغفر اللہ میں اللہ تعالیٰ سے پناہ پکڑتا ہوں جس نے میری آنکھ کی وجہ سے میرے دل کی آزمائش کی۔ مجھے تو یہ خوف ہے کہ کہیں میں اس عار اور گناہ سے نہ چھوٹ سکوں گا۔ اگرچہ میرا عمل ستر نبیوں کے عمل کے برابر ہو جائے پھر رونے لگے۔ قریب تھا کہ فوت ہو جائیں اور روتے روتے یہ کہتے تھے: اے آنکھو! میں نے تمہیں مصیبت سے بچا کر رونے میں مشغول کر دیا۔

(حلیۃ الاولیاء ج 10 ص 154)

ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تو ہمیں نہیں بھولا

ابو موسیٰ کہتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت شبل کو گوشت کھانے کی خواہش ہوئی تو انہوں نے گوشت خریدا اور چل دیئے۔ ایک چیل راستہ سے اچک کر لے گئی اور یہ اس روز روزہ دار تھے۔ سیدھے مسجد کی طرف لوٹ آئے۔ اس چیل کے مقابلہ میں ایک دوسری چیل آ گئی۔ وہ دونوں لڑ پڑیں اور گوشت حضرت شبل کے گھر پر گر پڑا ان کو خبر نہ تھی کہ کہاں گرا صرف چیلوں کو لڑتے دیکھا تھا) ان کی بیوی نے پکایا۔ جب شام کو حضرت شبل رحمۃ اللہ علیہ گھر افطار کے لئے آئے تو ان کی بیوی نے گوشت پیش کیا۔ پوچھا: یہ کہاں سے آیا؟ اس نے دو چیلوں کے لڑنے کا واقعہ سنایا تو سن کر رونے لگے پھر فرمایا تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے شبل کو نہیں بھلایا، اگرچہ شبل نے اس کو بھلا دیا ہے۔

(حلیہ ج 10 صفحہ 162)

☆ ابن مبارک کہتے ہیں: میں 250ھ میں حج کے ارادہ سے نکلا۔ ہمیں راستہ میں ایک نوجوان ملا۔ نہ اس کے پاس سواری تھی اور نہ توشہ تھا۔ میں نے کہا: اے پیارے! اس بیابان میں بغیر سواری اور توشہ کے کس طرح گزرے گی؟

میں نے کٓھٰیٰعٓصٓ کی تلاوت شروع کی تو اس نے چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب اسے افاقہ ہوا تو اس نے کہا: تو ہلاک ہو پتہ ہے تو نے کیا پڑھا ہے؟ کاف سے مراد کافی، ھا سے مراد ہادی، عین سے مراد علیم، صاد سے مراد صادق، جب میرے ساتھ

کافی، ہادی، علیم اور صادق ہے تو سواری اور توشہ کیا کروں گا؟ پھر اس نے یہ اشعار کہے اور چلا گیا:

یا طالب العلم ھاھنا وھنا
ومعدن العلم بین جنبیکا

ان کنت ترجوا الجنان تسکنھا
فشل العرض نصب عینیکا

ان کنت ترجا الحسان تخطبھا
فاسبل الدمع فوق خدیکا

وقم اذا قام کل مجتھد
وادعوہ کما یقول لبیکا

ترجمہ: 1- اے اِدھر اُدھر سے علم حاصل کرنے والے علم کا خزانہ تو تیرے اندر ہے۔

2- اگر تو جنت میں رہنے کا خواہش مند ہے تو اس کے بیابانوں میں اپنی آنکھوں کو تھکا دے۔

3- اگر تو حور عین سے منگنی کا طالب ہے تو اپنے رخساروں کو آنسوؤں سے تر کر دے۔

4- رات کو اٹھ جب ہر طالب اٹھتا ہے تو اس کو اس طرح پکار جس طرح لبیک اللھم لبیک میں پکارتا ہے۔ (حلیہ ج 10 صفحہ 175)

بیمار دلوں کے طبیب

عبداللہ بن عبدالملک کہتے ہیں: ہم حج کے لئے نکلے۔ ہم نے ایک بزرگ کا تذکرہ

سنا۔ ہم کئی دن ان کے دروازے پر رہے تا کہ استفادہ ہو سکے۔ کئی دن کے بعد کامیابی ہوئی' ان کا رنگ زرد تھا۔ بغیر کسی مرض کے آنکھیں چھوٹی معلوم ہوتی تھیں۔ اگر چہ وہ چھوٹی نہیں تھیں لیکن خوف خدا کی وجہ سے ایسے معلوم ہوتی تھیں' بغیر کسی مرض کے کمزور جسم تھے۔ خلوت پسند کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے ابھی قریب ہی میں ان پر کوئی مصیبت آئی ہے۔ وہ بزرگ جمعہ کی نماز کے لئے نکلے۔ جب ہم سب ان کے پیچھے ہوئے تو ایک نوجوان آگے بڑھا اور سلام کیا اور مصافحہ کیا اور مرحبا کہا۔ پھر عرض کیا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور احسان ہے کہ آپ کو اور آپ کے ہم مثل لوگوں کو دلوں کی بیماریوں کا طبیب بنایا ہے اور گناہوں کے دردوں کا ڈاکٹر بنایا ہے۔

میں زخمی ہوں میرا مرض لمبا ہو گیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ آپ نرمی اور مہربانی سے میرا علاج فرمائیں گے۔ اس بزرگ نے کہا: پوچھ کیا چاہتا ہے۔

اس نے کہا: اللہ تعالیٰ کے خوف کی علامتیں کیا ہیں؟ فرمایا تو ہر چیز سے بے خوف ہو جا۔ صرف اللہ تعالیٰ کا خوف باقی رہے۔ یہ سن کر نوجوان اس طرح تڑپنے لگا جیسے مچھلی پانی سے باہر تڑپتی ہے۔ جب افاقہ ہوا تو نوجوان نے کہا بندہ کے لئے اللہ تعالیٰ کا خوف کب ظاہر ہوتا ہے؟

فرمایا جب دنیا سے اس طرح بچے جس طرح بیمار مرض کے طویل ہونے کے خوف سے ہر قسم کے کھانے سے پرہیز کرتا ہے۔ یہ سن کر جوان نے چیخنا شروع کر دیا۔ پھر کہا تو نے پریشان کیا اور غمگین کیا۔ شیخ نے کہا نہیں بلکہ میں نے علاج کیا اور اچھا علاج کیا۔ میں نے علاج کیا اور نرمی سے علاج کیا۔ جب جوان کو افاقہ ہوا تو کہا اللہ تعالیٰ کی محبت کی علامات کیا ہیں؟

خود طبیب بھی رو پڑا

یہ سوال سن کر بزرگ رو پڑے۔ ان طرح آنسو ان کے رخسار پر جاری تھے جس طرح موتیوں کی لڑی ہوتی ہے۔ اس نے کہا: اے جوان! محبت کے درجات بہت بلند

ہیں، بہت وسیع ہیں۔ بہت وسیع ہیں۔ جوان نے کہا تو مجھ سے بیان کر۔ شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے شکستہ دل ہوتے ہیں اور ان کی عقل نورانی ہوتی ہے۔ وہ فرشتوں کی صفوں میں سیر و تفریح کرتے ہیں۔ تم اللہ تعالیٰ کے لئے عبادت کرو نہ حصول جنت کی نیت ہو اور نہ خوف جہنم سے۔ جوان نے ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ ہم نے اسے حرکت دی تو وہ مر چکا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر شیخ نے اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور رو پڑے اور فرمایا یہ خائفین کی نشانی ہے۔ (حلیہ ج 10، صفحہ 180)

(5)
حرص وطمع کا وبال

یہ بھی بہت ہی خبیث وقبیح عادت ہے۔ یہ چوری، ڈاکہ، غصب خیانت، قتل وغارت وغیرہ سیکڑوں ایسے ایسے بدترین گناہوں کا سرچشمہ ہے جو جہنم میں لے جانے والے گناہ کبیرہ ہیں اسی لئے حدیثوں میں بکثرت اس کی قباحت ومذمت کا بیان آیا ہے۔

1- حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابن آدم بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس کی دو خصلتیں ہمیشہ جوان رہتی ہیں ایک مال کی حرص دوسری عمر کی حرص۔ (مشکوٰۃ، ج2، ص449، بحوالہ بخاری ومسلم)

2- حدیث: حضرت عمرو بن شعیب سے ان کی سند کے ساتھ روایت ہے کہ اس امت کی سب سے پہلی صلاح یقین وزہد ہے اور اس امت کا سب سے پہلا فساد بخیلی اور امید ہے۔ (مشکوٰۃ، ج2، ص540، بحوالہ بیہقی)

3- حدیث: حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ لالچی ایسی کمائی طلب کرتا ہے جو حلال نہ ہو۔ (کنز العمال، ج3، ص262)

4- حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ طمع علماء کے دلوں سے علم شریعت کو دور کر دیتی ہے۔ (کنز العمال، ج3، ص282)

5- حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مرسل مروی ہے کہ چکنی اور پھسلا دینے والی ہر چیز کہ جس پر علماء کے قدم ٹھہر نہیں سکتے وہ طمع (لالچ) ہے۔

(کنز العمال، ج2، ص282)

(6)

اہل جنت کا حال

فِی الْخَبَرِ اَنَّ وَرَآءَ الصِّرَاطِ صَحَارِیْ فِیْهَا اَشْجَارٌ طَیِّبَةٌ وَتَحْتَ كُلِّ شَجَرَةٍ عَیْنَانِ مَآؤُهُمَا انْفَجَرَتْ مِنَ الْجَنَّةِ اِحْدَاهُمَا عَنِ الْیَمِیْنِ وَالْاُخْرٰی عَنِ الشِّمَالِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ یَجُوْزُوْنَ مِنَ الصِّرَاطِ وَقَدْ قَامُوْا مِنَ الْقُبُوْرِ وَقَامُوْا فِی الْحِسَابِ وُقِفُوْا فِیْ حَرِّ الشَّمْسِ فَیَجِیْئُوْنَ وَیَشْرَبُوْنَ مِنْ اِحْدَی الْعَیْنَیْنِ فَاِذَا بَلَغَ الْمَآءُ صُدُوْرَهُمْ یَزُوْلُ مِنْهُ كُلُّ مَا كَانَ فِیْهَا مِنْ غِلٍّ وَخِیَانَةٍ وَحَسَدٍ وَاِذَا بَلَغَ الْمَآءُ فِیْ بُطُوْنِهِمْ یَزُوْلُ مِنْهُ كُلُّ مَا كَانَ فِیْهَا مِنْ قَذَرٍ وَدَمٍ وَبَوْلٍ فَیَطْهُرُ ظَاهِرُهُمْ وَبَاطِنُهُمْ ثُمَّ یَجِیْئُوْنَ اِلٰی حَوْضٍ اٰخَرَ فَیَغْسِلُوْنَ فِیْهِ رُؤُوْسَهُمْ وَنُفُوْسَهُمْ فَیَصِیْرُ وُجُوْهُهُمْ كَالْقَمَرِ لَیْلَةَ الْبَدْرِ وَتَلِیْنُ نُفُوْسُهُمْ كَالْحَرِیْرِ وَتَطِیْبُ اَجْسَادُهُمْ كَالْمِسْكِ فَیَنْتَهُوْنَ اِلٰی بَابِ الْجَنَّةِ وَاِذْ رَاَی الْمُؤْمِنُوْنَ لِلْجَنَّةِ حَلْقَةً مِّنْ یَاقُوْتَةٍ حَمْرَآءَ فَیَضْرِبُوْنَهَا بِصَفْقَتِهِمْ فَیَسْمَعُ مِنْهُ الطَّنِیْنُ فَبَلَغَ كُلَّ حُوْرٍ اِنَّ زَوْجَهَا قَدْ اَقْبَلَ فَیَخْرُجُ الْحُوْرُ وَتُعَانِقُ زَوْجَهَا وَتَقُوْلُ لَهُ اَنْتَ حَبِیْبِیْ وَاَنَا رَاضِیَةٌ عَنْكَ لَا اَسْخَطُ اَبَدًا وَیَدْخُلُوْنَ فِی الْجَنَّةِ بَیْتَهُمَا وَكَانَ فِی الْبَیْتِ سَبْعُوْنَ سَرِیْرًا وَعَلٰی كُلِّ سَرِیْرٍ سَبْعُوْنَ فِرَاشًا وَعَلٰی كُلِّ فِرَاشٍ سَبْعُوْنَ زَوْجَةً وَعَلٰی كُلِّ زَوْجَةٍ سَبْعُوْنَ حُلَّةً یُرٰی مُخُّ

سَاقَيْهَا مِنْ وَّرَآءِ الْحُلَلِ ۔

حورانِ جنت کا استقبال

ترجمہ: حدیث میں ہے کہ پل صراط کے پیچھے صحراء ہیں جن میں اشجار کثیرہ و پاکیزہ ہیں اور ہر درخت کے نیچے دو پانی کے چشمے ہیں جو جنت سے جاری ہیں ایک جنت کے دائیں اور دوسرا اس کے بائیں جانب ہے اور مومنین گزریں گے صراط سے تحقیق کھڑے ہوں گے وہ قبروں سے اور کھڑے ہوں گے وہ حساب میں اور رکیں گے وہ سورج کی گرمی میں تو جب وہ آئیں گے اور پئیں گے وہ دو چشموں میں سے ایک سے پس جب پانی ان کے سینوں تک پہنچے گا زائل ہو جائے گا سب جو اس میں کھوٹ خیانت اور حسد تھا اور جب پانی ان کے پیٹوں میں پہنچے گا تو خارج ہو جائے گا سب جو اس میں گندگی اور خون اور پیشاب تھا پس پاک ہو جائے گا ان کا ظاہر و باطن پھر دوسرے چشمے کے پاس آئیں گے تو اس میں اپنے سر اور بدن دھوئیں گے تو ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن ہو جائیں گے اور بدن ان کے ریشم کی طرح اور ان کے اجساد کی خوشبو کستوری کی مانند ہو گی پھر جب وہ باب جنت کے پاس آئیں گے اور مومنین جب دیکھیں گے کہ جنت کے لئے سرخ یاقوت سے حلقہ ہے تو اسے وہ اپنی ہتھیلیوں سے ماریں گے پس اس حلقہ سے باریک آواز سنیں گے تو وہ آواز ہر حور کو پہنچے گی جس سے وہ جان لے گی کہ اس کا شوہر آیا ہے۔

تو حور نکل کر اپنے شوہر سے بغلگیر ہو گی اور اسے کہے گی کہ تو میرا محبوب ہے اور میں تجھ سے خوش ہوں اور کبھی غصہ نہیں کروں گی اور وہ جنت میں اپنے گھر داخل ہو جائیں گے جس گھر میں ستر تخت اور ہر تخت پر ستر بچھونے اور ہر بچھونے پر ستر بیبیاں اور ہر بی بی پر ستر لباس اور ان کی پنڈلی کی چمک لباسوں سے صاف دکھائی دے گی۔ (دقائق الاخبار امام غزالی)

(7)

اللہ والے روشن ضمیر ہوتے ہیں

بیت المقدس اور اس کی نواحی پہاڑیاں ہزاروں انبیائے کرام اور صاحبان باطن کے خروش روحانی سے معمور ہیں۔ آج بھی ان سنگلاخ خطہ ارض کی خاک میں خوف خدا سے پگھلنے والے قلوب کی نزہت جاں فزا کا احساس ہوتا ہے۔ ایک بار حضرت ذوالنون مصری سنگ زاروں میں عشق و عرفان کے گل بوٹے چن رہے تھے کہ انہوں نے ایک آواز سنی جس کا مفہوم یہ تھا۔ بندوں کے اجسام سے مصائب کی کلفتیں ڈھل گئیں۔ وہ طاعت ربانی میں کھو کر خورد و نوش سے بے نیاز ہو گئے اور ان کے پیکر جسمانی مالک حقیقی کے حضور قیام کی عادت سے آشنا ہو چکے۔

حضرت ذوالنون نے اس آواز کا تعاقب کیا تو اس نوجوان کو پایا جس کے رخسار پر ابھی جوانی کا غازہ بھی نمودار نہ ہوا تھا۔ نحیف بدن، زردی مائل، شاخ نازک کی طرح لچکتا قد، جسم پر چادروں کا لباس آہٹ پا کر چھپنے لگا۔ حضرت ذوالنون نے آواز دی کہ اس درجہ اظہار تنفر اور بد خلقی شان مومن کے خلاف ہے۔ مجھ سے ہم کلام ہو اور مجھے کچھ نصیحت کر۔ یہ سن کر وہ سجدہ میں گر کر مناجات کرنے لگا جس کا مفہوم یہ ہے۔

اے اللہ! یہ مقام اس شخص کا ہے جس نے میرے ساتھ قرار پکڑا۔ تیری پناہ معرفت میں آیا۔ تیری محبت کا شیدا ہوا تو اے مالک قلوب! اور دلوں میں بسنے والے جلال و عظمت کے مالک جو مجھے تجھ سے الگ کرنے والے ہیں تو مجھے ان سے پوشیدہ رکھ۔ شیخ ذوالنون فرماتے ہیں: اس کے بعد وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

☆ ایک ابدال مرد کا ایک ابدال خاتون سے نکاح تھا۔ مجلس میں اجلہ اولیائے

کرام تشریف فرماتھے۔ تصرف روحانی کا یہ عالم تھا کہ ہر شریک بزم فضا میں کچھ اپنا ہاتھ بلند کرتا اور قیمتی تحفہ پیش کر دیتا۔ اسی طرح کسی نے لعل و یاقوت پیش کئے۔ کسی نے اور کچھ' امام الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دست مبارک کو بلند کیا اور زعفران پیش کیا۔ وہاں خضر علیہ السلام بھی موجود تھے۔ انہوں نے فرمایا آپ نے شادی کی مناسبت سے سب سے اچھا تحفہ دیا۔

☆...... ایک عارف حق فرماتے ہیں: میں نے چالیس حوروں کو سنہرے اور نقرئی لباس زیب تن کئے ہوئے فضا میں محو پرواز دیکھا۔ میری نظر کچھ دیر ان پر ٹھہر گئی۔ اس کی وجہ سے چالیس روز عتاب رہا اس کے بعد ایک بار اسی حوریں جو حسن و جمال میں ان سے فزوں تر تھیں فضا میں نظر آئیں۔ میں نے فوراً نگاہیں جھکالیں' سجدے میں گر پڑا اور عرض گزار ہوا:

اعوذبك مما سواك لاحاجة لی بهذا الٰہی! میں تیرے سوا (ہر شے) سے تیری پناہ مانگتا ہوں مجھے ان کی حاجت نہیں۔ اللہ کریم نے میری عاجزی کو قبول فرمایا اور انہیں ہٹا دیا۔

غائبانہ انعامات کی بارش

عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ اپنے وقت کے عظیم بزرگ ہوئے ہیں۔ انہوں نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھی۔ دن خدا کی رضا میں اور راتیں ریاضت و مجاہدے اور سجدہ گزاری میں بسر ہوتیں۔ ایک بار ان کی ٹانگوں میں شدید درد ہوا جس کی تکلیف سے نمازوں میں خلل ہونے لگا۔ ایک شب نماز کے لئے اٹھے مگر درد اس شدت کا تھا کہ بمشکل دو رکعتیں پوری کر سکے۔ وہیں لیٹ گئے' آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتے ہیں: ایک حسین و جمیل دوشیزہ چند ہجولی سہیلیوں کے ساتھ آئی اور سلیقہ سے میرے قریب بیٹھ گئی۔ اس کی سہیلیاں بھی اس کے پیچھے بیٹھ گئیں۔ اس نے سہیلیوں سے کہا اس کے لئے بستر لگا کر آہستگی سے اس پر لٹاؤ۔ دیکھو بیدار نہ ہو جائے۔ ان سبوں نے نرم و نازک سات تہوں کا بستر بچھا کر اس پر مجھے لٹایا' سبز تکئے لگائے اور میرے گرد

خوشنما پھلواریاں سجا دیں۔ اس کے بعد وہ خوب رو میرے قریب آئی اور اپنے ہاتھ سے درد والی پنڈلی سہلائی اور بولی: قم شفاك الله الى صلوتك غير مضرور۔

''اٹھ آرام سے اپنی نماز میں مشغول ہو اللہ نے تجھے شفا بخشی۔''

یہ سن کر میں بیدار ہو گیا اور درد کا کہیں دور دور پتہ نہیں تھا اس کے بعد پھر میں اس تکلیف میں کبھی مبتلا نہیں ہوا۔ اس کے یہ الفاظ آج بھی میرے کانوں میں رس گھول رہے ہیں۔

جن کی راتیں یادِ خدا میں بسر ہوتی ہیں

شیخ مظہر سعدی رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں ساٹھ سال تک گریہ وزاری فرماتے رہے۔ ایک شب انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نہر کے کنارے یہ ہیں۔ نہر میں مشک خالص بہہ رہا ہے۔ کنارے پر جواہرات کے درخت ہیں جن کی شاخیں سونے کی ہیں، شاخیں لہرا رہی ہیں۔ اتنے میں چند حسین و جمیل آراستہ پیراستہ لڑکیاں وہاں آئیں جو مل کر یہ نغمہ سنجی کر رہی تھیں۔

سبحان المسبح بكل لسان سبحانه سبحان الموجود بكل مكان سبحانه سبحان الدائم في كل الازمان سبحانه۔

''پاک ہے وہ ذات جس کی پاکی ہر زبان بیان کرتی ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا وجود ہر جگہ کو محیط ہے، پاک ہے وہ ذات جس کا دوام ہر زمانے پر چھایا ہوا ہے، پاک ہے وہ ذات۔''

انہوں نے پوچھا: تم کون ہو اور کیا کرتی ہو؟ انہوں نے آپ کو دو شعروں میں جواب دیا، جن کا مفہوم یہ ہے کہ ''ہمیں رب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کے واسطے پیدا کیا جو شب کو قیام کرتے ہیں، مناجات کرتے ہیں اور اس کی محبت میں رات گزار دیتے ہیں جبکہ لوگ خواب غفلت میں پڑے رہتے ہیں۔''

☆ شیخ ابوبکر ضریر رحمۃ اللہ علیہ کے جوار میں ایک نہایت خوبصورت، حسین و جمیل جوان تھا۔ پرہیزگار اور عبادت گزار تھا کہ ہر دن روزہ رکھتا اور شب بھر مشغول

عبادت رہتا۔ ایک روز اس نے بیان کیا کہ آج کی شب میں غفلت میں سو گیا۔ خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے سے محراب کی دیوار شق ہوئی۔ وہاں سے چند حسین و جمیل لڑکیاں نمودار ہوئیں۔ انہی کے ہمراہ ایک نہایت کریہہ المنظر لڑکی بھی ہے۔ میں نے ان لڑکیوں سے پوچھا: تم لوگ کون ہو اور کس کے لئے پیدا کی گئی ہو اور یہ کون ہے؟ انہوں نے جواب دیا "ہم تمہاری روشن و منور عبادت کی معمور راتیں ہیں اور یہ بدشکل تمہاری آج کی رات ہے اگر تم آج کی رات مر جاؤ تو یہ تمہارے حصہ میں آئے گی۔ یہ خواب بیان کرنے کے بعد غلام نے ایک چیخ ماری اور انتقال فرمایا۔

خواب غفلت چھوا ور تہجد و قرآن پڑھ

ایک عارف کا واقعہ ہے کہ ایک شب ان پر نیند کا غلبہ ہوا یہاں تک کہ معمول کے اوراد و وظائف بھی چھوٹ گئے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں: ایک پری پیکر دوشیزہ سامنے کھڑی ہے، خوبصورت ایسی کہ انہوں نے ایسی حسین صورت عمر بھر نہیں دیکھی تھی۔ اس کے جسم سے خوشبو کے آبشار پھوٹے پڑ رہے ہیں۔ اس نے انہیں ایک رقعہ دیا اور کہا: اسے پڑھ لے۔ رقعہ میں یہ اشعار تھے:

لذذت بنومة عن خير عيش

مع الولدان في عرف الجنان

تو لذت خواب میں مشغول ہو گیا اور جنتی بالا خانوں کے عمدہ عیش و آرام اور وہاں کے خدام سے غافل ہو گیا۔

تعيش مخلدا لا موت فيها

وتبقى في الجنان مع الحسان

جہاں تجھے ایسی دائمی زندگی ملے گی کہ موت کا گزر نہ ہو اور خوبروؤں کے ساتھ بقائے دوام نصیب ہو۔

تيقظ من منامك ان خيرا

لنوم التهجد بالقران

اٹھ خواب غفلت سے بیدار ہو سونے سے تہجد اور قرآن کی تلاوت بہتر ہے۔

فرماتے ہیں: اس کے بعد میرا یہ حال ہو گیا کہ جب مجھے یہ اشعار یاد آجاتے ہیں آنکھوں سے نیند اڑ جاتی ہے۔

ترکِ لذات کے ثمرات

ایک روز کا ماجرا ہے کہ امام الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ عنہ حضرت سری سقطی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ حضرت رونے میں مشغول ہیں۔ وجہ دریافت کی تو فرمایا رات گرمی زیادہ تھی، میری بیٹی آئی اور کہا: ابا جان! آج گرمی کی شدت ہے میں یہ صراحی یہاں لٹکا دیتی ہوں تاکہ پانی ٹھنڈا ہو جائے۔ میں نے کہا: اچھا۔ پھر نیند مجھ پر غالب آئی۔ میں نے دیکھا کہ ایک حسین وجمیل عورت آسمان سے اتر آئی جو اپنے حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ میں نے اس سے پوچھا: تو کس کے لئے ہے؟ اس نے کہا: اس کے لئے جو صراحی میں ٹھنڈا کیا ہوا پانی پینے والا نہیں۔ میں خواب سے بیدار ہوا اور اس صراحی کو زمین پر دے مارا۔ شکستہ صراحی اسی طرح پڑی رہی۔ کسی نے اس کے ٹھیکروں کو سمیٹنے کی ہمت نہیں کی۔

☆..... شیخ ابو سلیمان درانی بہت عظیم ولی اللہ ہیں۔ ان کو ایک رات نیند آ گئی اور عبادت و وظائف رہ گئے۔ انہوں نے خواب میں ایک جنتی حور کو دیکھا وہ کہہ رہی تھی "ابو سلیمان! تم میٹھی نیند لے رہے ہو اور میں تمہارے لئے پانچ سو برس سے آراستہ کی جا رہی ہوں۔" (روض الریاحین فی حکایات الصالحین)

(8)

بلاضرورت کتّا پالنے کی نحوست

شکار کرنے کے لئے' کھیتی کی حفاظت کرنے کے لئے' مکان کی حفاظت کے لئے' ان چاروں مقصد کے لئے کتا پالنا جائز ہے۔ باقی ان کے سوا مثلاً کھیلنے کے لئے' دل بستگی اور تفریح کے لئے' لڑانے یا دوڑانے کے لئے یا کسی اور کام کے لئے کتا پالنا ناجائز و ممنوع ہے چنانچہ بہت سی حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

1- حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص شکار یا مویشیوں کی حفاظت کے علاوہ (کسی فضول کام) کے لئے کتا پالے گا تو اس کے ثواب میں سے روزانہ دو قیراط گھٹتا رہے گا۔

(الترغیب والترھیب' ج 4' ص 65' بحوالہ بخاری و مسلم وغیرہ)

2- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کھیتی اور مویشی کی حفاظت کے علاوہ اگر کوئی شخص کسی دوسرے مقصد سے کتا پالے تو اس کا ثواب ایک قیراط گھٹتا رہے گا۔

(الترغیب والترھیب' ج 4' ص 67' بحوالہ بخاری و مسلم)

3- حدیث: حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: حضرت جبرائیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے سے رک گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا: کس چیز نے آپ کو آنے سے روک دیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہم فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا ہو۔

(الترغیب والترھیب' ج 4' ص 68' بحوالہ احمد)

4- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: حضرت جبرائیل علیہ السلام میرے پاس آئے اور یہ کہا: میں شب گزشتہ بھی آیا تھا مگر میرے مکان میں داخل ہونے میں یہ رکاوٹ پڑ گئی کہ مکان کے دروازے پر کچھ آدمیوں کی تصویریں تھیں اور گھر کے اندر ایک کتا بھی تھا تو آپ حکم دیجئے کہ تصویروں کے سر کاٹ ڈالے جائیں تا کہ وہ درخت کے مثل ہو جائیں اور پردے کے بارے میں یہ حکم دیجئے کہ اس کو پھاڑ کر دو مسندیں بنالی جائیں جو زمین میں پڑی رہیں اور روندی جاتی رہیں اور حکم دے دیجئے کہ کتا مکان سے نکال دیا جائے۔ یہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کا کتا تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تخت کے نیچے تھا چنانچہ وہ کتا نکال دیا گیا۔ (الترغیب والترہیب، ج 4، ص 69، بحوالہ ابوداؤد و ترمذی)

ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

کاشانہ نبوت میں حضرت حسن وحضرت حسین رضی اللہ عنہما کے کتے اور تصویروں کا موجود رہنا اس وقت تھا جب کہ تصویروں اور کتوں کا مکان کے اندر رہنا حرام نہیں ہوا تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام کے اسی واقعہ کی وجہ سے تصویروں اور کتوں کا مکانوں میں رکھنا ناجائز قرار دے دیا گیا۔ اس ممانعت کے بعد اب کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں کہ وہ مکان یا کپڑوں پر کوئی جاندار کی تصویر رکھے۔ اسی طرح شکار کے لئے اور کھیتی و مویشی و مکان کی حفاظت کے لئے تو کتا پالنا شریعت میں جائز ہے۔ باقی ان کے سوا اور دوسرے تمام کتوں کا پالنا ناجائز ہے لہٰذا مسلمانوں کو ان خلاف شرع کاموں سے بچنا لازم ہے کیونکہ شریعت ہی مسلمانوں کے لئے دونوں جہان میں صلاح وفلاح کا واحد ذریعہ ہے۔ مغربی تہذیب کے دلدادوں کی ہرگز ہرگز پیروی نہیں کرنی چاہئے جو کتوں کو اپنی اولاد کی طرح پالتے اور گود میں لئے پھرتے ہیں بلکہ جوش محبت میں کتوں کا منہ بھی چومتے رہتے ہیں۔ (لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ)

(۹)

جنگی مجرم اپنے انجام کو پہنچے

غزوۂ بدر کے قیدیوں میں بڑے بڑے جنگی مجرم بھی شامل تھے۔ قائد لشکر اسلامی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے راستہ میں حکم صادر فرمایا: نضر بن حارث کو قتل کر دیا جائے۔ بدر کے مشرکین کا جھنڈا اسی کے پاس تھا۔ یہ بد بخت اسلام دشمنی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذا رسانی میں پیش پیش رہتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس کی گردن اڑا دی۔ قارئین کرام! آپ کو وہ بد بخت شخص تو نہ بھولا ہو گا جس نے مکہ مکرمہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پیٹھ پر نماز کی حالت میں اونٹ کی اوجھڑی ڈال دی تھی۔ اس بد بخت کا نام عقبہ بن ابی معیط تھا۔ یہ سرکشی اور بغاوت میں سب سے آگے بڑھ گیا تھا اور بے حد شریر اور بد اخلاق تھا۔ ایک مرتبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ رہے تھے۔ قریش کا ایک گروہ موجود تھا۔ اونٹ کی اوجھڑی قریب پڑی تھی۔ قریش کے لوگ آپس میں کہنے لگے کہ یہ اوجھڑی اس کی پیٹھ پر کون ڈالے گا۔ اس بد بخت نے کہا: یہ کام میں سر انجام دوں گا اور پھر جب آپ سجدہ میں گئے تو اس عاقبت نا شناس نے یہ اوجھ آپ کی پشت مبارک پر رکھ دی۔ آپ برابر سجدہ کی حالت میں رہے۔ کسی نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اطلاع دی۔ وہ بھاگی بھاگی آئیں، فوراً اوجھ اتار دی اور ان شریروں کو برا بھلا کہا۔ ایک مرتبہ اس ملعون نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن پر چادر لپیٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنا چاہا۔ عین اس وقت تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ پہنچے۔ انہوں نے اس بد بخت کو زور سے دھکا دے کر پیچھے ہٹایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس بد بخت عقبہ کو بھی قتل کر دیا جائے۔ جب اس نے اپنے قتل کا حکم

سنا تو کہنے لگا اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے بچوں کے لئے کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آگ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ یا عاصم بن ثابت نے اس کی گردن ماردی۔ جنگی نقطہ نظر سے ان دونوں ظالموں کو قتل کرنا ضروری تھا کیونکہ یہ صرف جنگی قیدی ہی نہیں تھے بلکہ نہایت خطرناک جنگی مجرم بھی تھے۔ دونوں بے حد شریر، بدفطرت اور بداخلاق تھے۔ کفر وعناد، سرکشی کا مجسمہ تھے۔ ان کی اصلاح کا کوئی امکان باقی نہ رہا تھا۔ یہ ملعون اسلام اور اہل اسلام کی ہجو کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہ دیتے تھے۔ (البدایہ والنہایہ 318/3)

(10)

درویش کی بادشاہ کو نصیحت

حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی خلیفۃ المسلمین ہارون رشید رحمۃ اللہ علیہ کو نصیحت۔

فضل بن ربیع کا بیان ہے جب خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ حج ادا کرنے کے لئے مکہ المکرّمہ آئے تو ان دنوں میں اپنے گھر ہی میں موجود تھا۔ اچانک مجھے اطلاع ملی کہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس تشریف لا رہے ہیں۔ اطلاع ملتے ہیں میں فوراً حاضر خدمت ہوا اور عرض کی ''حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں زحمت فرمائی' مجھے پیغام بھجوا دیا ہوتا میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔''

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے ابن ربیع! میرے دل میں ایک بات کھٹک رہی ہے' تم جلدی سے مجھے کسی ایسے بزرگ کے پاس لے چلو جو میری مشکل کو آسان کر دے' کیا تمہاری نظر میں کوئی ایسا شخص ہے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں! حضرت سیّدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ مکہ مکرمہ میں موجود ہیں۔'' خلیفہ نے کہا: ''مجھے فوراً ان کے پاس لے چلو۔''

چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ اندر سے آواز آئی ''کون ہے؟'' میں نے کہا: ''خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے ہیں۔ جلدی سے حاضر خدمت ہو جاؤ۔'' ہارون الرشید کا نام سنتے ہیں ہی حضرت سیّدنا سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فوراً باہر آئے اور کہا: ''حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تکلیف کیوں کی' مجھے حکم نامہ بھیجا ہوتا میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔'' خلیفہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ہم

جس مقصد کے لئے آئے ہیں اس کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے۔'' پھر خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا اور دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔

بادشاہ مطمئن نہ ہو سکا

پھر ان سے پوچھا: ''کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کا قرض ہے؟'' کہا: ''جی ہاں! میں مقروض ہوں۔'' خلیفہ نے فرمایا: ''اے عباس! ان کا قرض ادا کر دینا۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے لے کر وہاں سے آگے چل دیئے اور فرمایا: ''میں ان سے مطمئن نہیں ہوا' مجھے کسی اور بزرگ کے پاس لے چلو۔''

میں نے عرض کی ''حضرت سیّدنا عبدالرزاق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ کے پاس چلتے ہیں۔'' فرمایا: ''جلدی کرو۔'' چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے اور دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر سے آواز آئی ''کون ہے؟'' میں نے کہا: ''جلدی باہر تشریف لایئے' خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ آپ سے ملنے آئے ہیں۔'' یہ سنتے ہی حضرت سیّدنا عبدالرزاق ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ باہر تشریف لائے اور کہنے لگے ''حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کیوں زحمت فرمائی' مجھے پیغام بھیجا ہوتا میں خود حاضر ہو جاتا۔'' خلیفہ نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک مقصد کے لئے حاضر ہوئے ہیں' ہماری پریشانی دور فرما دیجئے۔''

پھر خلیفہ نے ان کے سامنے اپنا مسئلہ پیش کیا اور کچھ دیر ان سے باتیں کرتے رہے۔ پھر فرمایا: ''کیا تم پر کسی کا قرض ہے؟'' انہوں نے جواب دیا ''جی ہاں۔'' خلیفہ نے کہا: ''اے عباس ان کا قرض ادا کر دینا۔'' یہ کہہ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ آگے بڑھے اور مجھ سے فرمانے لگے: ''ان کے پاس آنے سے بھی میرا مسئلہ حل نہیں ہوا۔ اے ابن ربیع! مجھے کسی بہت کامل بزرگ کی بارگاہ میں لے چلو۔''

میں نے عرض کی ''حضور اب ہم حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔'' (وہاں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ ضرور حل ہو جائے گا) خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ٹھیک ہے انہیں کی بارگاہ میں چلتے ہیں۔''

حاکم کی اطاعت کا مسئلہ

چنانچہ ہم ان کے گھر پہنچے تو وہ نماز میں مشغول تھے اور بار بار قرآن پاک کی کسی آیت کو پڑھ رہے تھے۔ میں نے دروازہ پر دستک دی۔ اندر سے پوچھا گیا: ''کون ہے؟'' میں نے کہا: ''حضور! باہر تشریف لائیں' خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملنا چاہتے ہیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''مجھے امیر المومنین سے کیا غرض؟ اور انہیں مجھ سے کیا کام ہے؟'' میں نے کہا: ''سبحان اللہ تعالیٰ! کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ پر امیر کی اطاعت واجب نہیں؟ کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پاک نہیں سنی کہ مومن کے لئے یہ جائز نہیں کہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے۔''

(جامع الترمذی' ابواب الفتن' باب لا یتعرض من البلاء لما لا یطیق' الحدیث 2254' ص 1879)

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سنتے ہی آپ رحمۃ اللہ علیہ نیچے تشریف لے آئے اور چراغ بجھا دیا پھر کمرے کے ایک کونے میں جا کر چھپ گئے۔ ہم کمرے میں داخل ہوئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو ڈھونڈنے لگے۔ اچانک خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کی ہتھیلی آپ رحمۃ اللہ علیہ کے جسم سے لگی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''اے امیر المومنین! آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ہتھیلی کتنی نرم و نازک ہے' اے کاش! یہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔'' یہ سن کر میں نے دل میں کہا: ''آج آپ رحمۃ اللہ علیہ خوب وعظ و نصیحت فرمائیں گے اور امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ سے (خوف خدا کے متعلق) خوب کھل کر بات کریں گے۔''

پھر خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کی ''حضور! ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں ایک مسئلہ لے کر حاضر ہوئے ہیں' خدارا ہمارا مسئلہ حل فرما دیجئے تاکہ میرے بیقرار دل کو قرار آ جائے۔''

تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''جب حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بنے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سیدنا سالم بن عبداللہ' حضرت سیدنا محمد بن

کعب قرظی اور حضرت سیّدنا رجاء بن حیوۃ رحمہم اللہ کو اپنے پاس بلایا اور ان سے کہنے لگے ''میں تو اس خلافت کی وجہ سے سخت مصیبت میں گرفتار ہو گیا ہوں' مجھے امورِ خلافت کے بارے میں کچھ مشورہ دیجئے۔''

تو کیوں پھرتا ہے سودائی عمل نے کم کرنا ہے

پھر حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! دیکھئے! حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت کو مصیبت سمجھا لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے ساتھی اسے نعمت سمجھتے ہیں۔''

اے امیر المومنین! جب حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے ان حضرات سے مشورہ لیا تو حضرت سیّدنا سالم بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اگر تو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچنا چاہتا ہے تو مسلمانوں میں سے جو بزرگ ہیں' ان کی عزت اپنے باپ کی طرح کر اور جو درمانی عمر کے ہیں انہیں اپنے بھائیوں کی طرح جان اور جو تجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں' انہیں اپنی اولاد کی طرح سمجھ۔''

حضرت سیّدنا رجاء بن حیاۃ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے عمر بن عبدالعزیز! اگر تو عذاب الٰہی سے بچنا چاہتا ہے تو مسلمانوں سے محبت کر اور ان کے لئے بھی وہی پسند کر جو اپنے لئے پسند کرتا ہے تو دنیا و آخرت میں مامون رہے گا۔''

اس کے بعد حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے خلیفہ! میں بھی تجھے سمجھا رہا ہوں اور میں تیرے بارے میں اس دن کی سختی سے شدید خوف زدہ ہوں جس دن قدم پھسل رہے ہوں گے۔ ذرا سوچ! کیا وہاں تجھے کوئی مشورہ دینے والا ہوگا؟ کیا وہاں تیرے وزیر مشیر تیرا ساتھ دیں گے؟''

نہ بیلی ہو سکے بھائی نہ بیٹا باپ تے مائی
تو کیوں پھرتا ہے سودائی' عمل نے کام آنا ہے

خلیفۂ وقت پہ رو رو کر غشی طاری ہوگئی

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ اتنا روئے کہ ان پر غشی طاری ہوگئی۔ میں نے کہا: ''حضور! خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر کچھ نرمی فرمائیے۔'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے ربیع! میں ان پر نرمی ہی تو کر رہا ہوں جبھی تو ایسی باتیں کی ہیں۔ اے ابن ربیع! حقیقت تو یہ ہے کہ تو اور تیرے دوستوں نے تو خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو برباد کر دیا ہے۔''

جب خلیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمایا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اے امیر المومنین! مجھے خبر پہنچی ہے کہ حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گورنر نے شکایت کی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے خط بھیجا جس میں لکھا تھا:

''میں تجھے جہنمیوں کی اس شدید بے چینی و بے آرامی سے ڈراتا ہوں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہوگی۔ خبردار! ایسے کاموں سے کوسوں دور بھاگنا جو تجھے اللہ تعالیٰ کی یاد سے دور کر دیں۔ یاد رکھ! آخری لمحات میں امیدیں ختم ہو جاتی ہیں۔''

جب اس گورنر نے یہ خط پڑھا تو فوراً حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی طرف چل دیا۔ جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا: ''تجھے کس چیز نے یہاں آنے پر مجبور کیا؟'' اس نے عرض کی ''حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خط نے میرا دل پارہ پارہ کر دیا ہے، اب میں کبھی بھی گورنری کا عہدہ قبول نہیں کروں گا یہاں تک کہ مجھے موت آجائے۔'' یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید پھر زور زور سے رونے لگے اور فرمایا: اے فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے، مزید کچھ نصیحت فرمائیے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین! جب ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے چچا حضرت سیّدنا عباس رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی ''یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کسی شہر کا حاکم بنا دیں تو حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک امارت (حکومت) حسرت وندامت ہے' اگر تجھ سے ہو سکے تو کبھی بھی (کسی پر) امیر نہ بننا۔'' (سنن النسائی' کتاب آداب القضاۃ' باب النھی عن مسألۃ الامارۃ' الحدیث 5387' ص 2431' حلیۃ الاولیاء' الفضیل بن عیاض' الحدیث' 11536' ج 8' ص 109)

اور بادشاہ مطمئن ہو گیا

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر پھر رونے لگے اور عرض کی اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے' مزید کچھ ارشاد فرمائیں۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے حسین وجمیل چہرے والے! یاد رکھ! کل بروزِ قیامت اللہ تعالیٰ تجھ سے مخلوق کے بارے میں سوال کرے گا۔ اگر تو چاہتا ہے کہ تیرا یہ خوبصورت چہرہ جہنم کی آگ سے بچ جائے تو کبھی بھی صبح یا شام اس حال میں نہ کرنا کہ تیرے دل میں کسی مسلمان کے متعلق کینہ یا عداوت ہو۔ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اس حال میں صبح کی کہ وہ کینہ پرور ہے تو وہ جنت کی خوشبو بھی نہ سونگھ سکے گا۔'' (حلیۃ الاولیاء' الفضیل بن عیاض' الحدیث 11536' ج 8' ص 110)

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے اور عرض کی ''حضور! آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی کا کوئی قرض وغیرہ ہے؟'' تو آپ نے فرمایا: ''جی ہاں! میرے پروردگار کا مجھ پر قرض ہے لیکن اس نے ابھی تک میرا محاسبہ نہ کیا۔ اگر اس نے مجھ سے سوال کر لیا یا میرا حساب لے لیا تو میرے لئے ہلاکت ہو گی' اور اگر مجھے جواب دینے کی توفیق نہ دی گئی تو میری تباہی و بربادی ہے۔'' خلیفہ نے کہا: ''حضور! میری مراد یہ ہے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پر کسی بندے کا تو کوئی قرض وغیرہ نہیں؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میرے رب تعالیٰ نے مجھے اس کا حکم نہیں دیا۔ بے شک مجھے تو یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں اس کی اطاعت کروں اور اس کا مخلص بندہ بن جاؤں۔'' اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○ مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَا اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○

(پ 27' الذٰریٰت 56 تا 58)

''اور میں نے جن اور آدمی اسی لئے بنائے کہ میری بندگی کریں۔ میں ان سے کچھ رزق نہیں مانگتا اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھانا دیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا رزق دینے والا' قوت والا' قدرت والا ہے۔''

حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت آموز باتیں سن کر خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر بہت گہرا اثر ہوا۔ پھر خلیفہ نے ایک ہزار دینار آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیتے ہوئے عرض کی ''حضور! یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرما لیں' انہیں اپنے اہل وعیال پر خرچ کریں اور ان کے ذریعے عبادت پر قوت حاصل کریں۔''

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''سبحان اللہ! میں تجھے نجات کا راستہ بتا رہا ہوں اور تو اس کے صلہ میں مجھے یہ (حقیر) دولت دے رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ تجھے نیک اعمال کی توفیق دے اور تجھے سلامت رکھے۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش ہو گئے اور ہم سے کوئی کلام نہ فرمایا۔ فضل بن ربیع کہتے ہیں پھر ہم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ جب ہم دروازے پر پہنچے تو خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے کہا: ''اے عباس! جب بھی مجھے کسی کے پاس لے جانا چاہو تو ایسے ہی پاکباز اولیاء کرام کے پاس لے جایا کرو' بے شک ایسے لوگ ہی مسلمانوں کے سردار ہیں۔''

اور ہارون رشید بادشاہ واپس آ گیا

ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کے اہل خانہ میں سے ایک عورت آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی اور کہنے لگی ''آپ رحمۃ اللہ علیہ جانتے ہی ہیں کہ ہم کیسے تنگ حالات میں زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ رقم قبول کر لیتے تو اس میں کیا حرج تھا۔ ہمارے حالات کچھ بہتر ہو جاتے۔'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس عورت سے فرمایا: ''میری اور تم لوگوں کی مثال اس قوم کی سی ہے جن کے پاس اونٹ ہو اور وہ اس کے ذریعے روزی حاصل کرتے ہوں پھر جب وہ اونٹ بوڑھا ہو جائے تو اسے ذبح کر لیں اور اس کا گوشت کھا لیں۔ خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ

علیہ نے جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو سنی تو مجھ سے کہا: ''آؤ ہم دوبارہ انہیں مال پیش کرتے ہیں شاید اب قبول فرما لیں۔''

جب حضرت سیّدنا فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ ہم دوبارہ آ رہے ہیں تو آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے اٹھے اور جا کر چھت پر بیٹھ گئے۔

خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ بھی آپ کے پاس چھت پر پہنچ گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہی زمین پر بیٹھ گئے۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ سے گفتگو کرنا چاہی مگر آپ رحمۃ اللہ علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دیا۔

اتنی دیر میں ایک سیاہ فام لونڈی آئی اور کہنے لگی ''آپ لوگ ساری رات انہیں تنگ کرتے رہے ہیں' خدارا! اب آپ یہاں سے تشریف لے جائیں' اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔'' چنانچہ ہم وہاں سے واپس پلٹ آئے۔ (عیون الحکایات)

ان اللہ جمیل ویحب الجمال

(11)

بت خانہ بھی رہا، کبھی یہ کعبۂ دل

علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت حلبیہ میں مشہور صحابی حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ کے متعلق لکھا ہے کہ اسلام لانے سے قبل ایک دن وہ چند عورتوں کے پاس سے گزرے تو ان عورتون کے حسن نے دل موہ لیا۔ ان کے پاس بیٹھنے کے لئے یہ بہانہ تراشا کہ میرا اونٹ بھاگ گیا ہے۔ میرے ساتھ تم رسی بٹ دو۔ اس بہانہ سے حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ ان عورتوں کے پاس بیٹھ گئے۔ اتفاقاً ادھر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم حقیقت حال سمجھ گئے لیکن خاموشی کے ساتھ وہاں سے گزر گئے۔ بعد میں جب حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے ان سے پوچھا: **ما فعل بعيرك الشارد** ؟ اور آپ کے بھاگنے والے اونٹ کا کیا بنا؟ حضرت خوات بن جبیر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریض (اشارہ) سمجھ گئے اور بڑا خوبصورت جواب دیا۔ کہا: یارسول اللہ! قیدہ الاسلام یعنی یارسول اللہ! اس کو تو اسلام نے باندھ لیا اندازہ لگایئے اسلام کی آمد سے زندگی کی اخلاقی قدریں کس طرح بدلیں۔ (سیرت حلبیہ ج 2 ص 147)

لمحۂ فکریہ اور نوائے دل:

آج کون ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح دوسروں کے دکھ سہہ کر ان کے سکھ کا ساماں کرے؟

کون ہے جو دشمن سے پتھر کھا کر انہیں دعائیں دے؟

کون ہے جو دختر حاتم طائی کا سر اپنی چادر حیا سے ڈھانپ دے؟

کون ہے جو سرِ شام پریشان حال بڑھیا کا سامان اٹھا کے اسے منزل تک پہنچا آئے؟

کون ہے جو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرح رات کی تاریکی میں معذور بڑھیا کا گھر سنوار آئے؟

کون ہے جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی طرح اپنا سارا مالِ تجارت جہاد میں خرچ کر ڈالے؟

کون ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح دشمن کے سینے سے صرف اس لئے اٹھ آئے کہ کہیں اللہ کے حکم میں ذاتی اغراض کی آمیزش نہ ہو جائے؟

ہے کوئی ایسا جو اپنے ملازم کو سواری پر بٹھا کر خود پیدل چلے؟

ہے کوئی ایسا جو مہمان کو کھلا کر خود بھوکا سو جائے؟

ہے کوئی ایسا جو غریبوں کی مجلس میں بیٹھ بیٹھ کر ان کی دلجوئی کرے؟

ہے کوئی ایسا جو محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح مظلوم خواتین کی پکار پر لبیک کہے؟

ہے کوئی ایسا جو عہدۂ چیف جسٹس قبول نہ کرے اور جیل کی سلاخوں کو چوم لے؟

ہے کوئی ایسا جو امام مدینہ بن کر حق گوئی کی خاطر کوڑے کھائے؟

ہے کوئی ایسا جو ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اپنے جسم پر کوڑے کھا کر دین حق کی حفاظت کرے؟

ہے کوئی ایسا جو مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرح شاہی درباروں میں اپنی جبین کو غیر اللہ کے سامنے جھکنے سے بچا لے؟

(12)

ایک صالحہ اور ایک عابدہ کا ذکر

شیخ ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں: میں نے زخلۃ العابدہ کو عرفات میں دیکھا۔ وہ دعا مانگ رہی تھی۔ (اے رب) مجھے گناہوں نے بوجھل کر دیا اور میرے ایام کی گردش نے مجھے تیرے سامنے کھڑا کر دیا۔ اے لوگوں کے مولیٰ میری آنکھ میں غم کا سرمہ لگایا گیا ہے جس کی وجہ سے مجھے راحت نہیں ملتی اور میں تجھ سے وعدہ کرتی ہوں کہ میں اس وقت تک نہ ہنسوں گی جب تک جنت یا جہنم میں مجھے اپنا ٹھکانا معلوم نہ ہو جائے۔

جب لوگوں نے دعا کے لئے ہاتھ بلند کئے تو کہنے لگیں اے رب یہ لوگ جہنم کے خوف سے یہاں کھڑے ہیں' تیری رضا اور فضل کے امیدوار ہیں' تو میرے لئے اپنی اطاعت کو زینت کی چیز بنا دے اور اپنی رضامندی کو میرے لئے ثابت قدمی کا سبب بنا دے اور تو میرے دل کو خوف سے ڈرنے والا بنا دے۔ جب لوگ عرفات سے روانہ ہونے لگے تو اس نے اپنا ہاتھ اپنے رخسار پر رکھا اور کہنے لگی لوٹ رہے ہیں لیکن میرے دل کو خبر نہ ہوئی کہ میرے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ یہ کہہ کر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑی۔ (حلیہ ج 10 صفحہ 183)

☆......حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ایک روز میں دریائے نیل کے کنارہ پر چل رہا تھا ایک لڑکی دعا مانگ رہی تھی۔ (اور رو رہی تھی) یہ کہتی تھی اے وہ ذات جو بولنے والوں کی زبان کے پاس ہوتی ہے اور اے وہ ذات جو ذاکرین کے دلوں کے پاس ہوتی ہے اور اے وہ ذات جو جابروں اور سرکشوں پر قادر ہے۔ تجھے میری آرزوئیں معلوم ہیں' پھر ایک چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ (حلیہ ج 10 صفحہ 183)

(13)

حسد، بغض اور کینہ

حسد یہ ہے کہ کسی کی نعمتوں کے زوال و بربادی کی تمنا کرنا یہ بھی بڑی ہی مہلک اور بہت ہی موذی دل کی بیماری ہے اور حرص ہی کی طرح یہ بھی بڑے بڑے گناہوں کا سر چشمہ ہے اسی لئے خداوند قدوس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو حسد سے خدا کی پناہ مانگنے کا حکم فرمایا اور قرآن مجید میں نازل فرمایا:

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۔ (الناس)

اور میں حاسد کے شر سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں۔

اور حدیثوں میں بھی اس کی ہلاکت خیز مضرت کا بڑے ہی عبرت انگیز الفاظ میں بیان آیا ہے۔

1- حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک دوسرے پر حسد مت کرو اور ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور اے اللہ کے بندو! تم آپس میں ایک دوسرے کے بھائی بھائی بن کر رہو۔ (مشکوٰۃ ج 2، ص 427 بحوالہ بخاری و مسلم)

2- حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا ڈالتی ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا ڈالتی ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور نماز مومن کا نور ہے اور روزہ جہنم سے ڈھال ہے۔ (کنز العمال ج 2، ص 263)

3- حدیث: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: آہستہ آہستہ تمہارے اندر اگلی امتوں کی بیماریاں پھیل رہی ہیں یعنی حسد اور بغض۔ یہ دین کو مونڈنے والی بیماریاں ہیں۔ بال کو مونڈنے والی نہیں۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے کہ تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوسکو گے جب تک کہ مومن نہ ہو جاؤ اور تم لوگ اس وقت تک مومن نہ ہو گے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تمہیں وہ کام نہ بتادوں کہ جب تم لوگ اس کو کرو گے تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو گے۔ وہ کام یہ ہے کہ تم لوگ آپس میں سلام کا چرچا کرو۔ (کنز العمال، ج 3، ص 264)

4- حدیث: حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد کرنے والے اور چغلی کھانے والا اور کاہن (نجومی) مجھ کو ان لوگوں سے اور ان لوگوں کو مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔ (کنز العمال، ج 3، ص 264)

5- حدیث: حضرت ضمرہ بن ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگ اس وقت تک ہمیشہ خیریت اور اچھی حالت میں رہیں گے جب تک کہ ایک دوسرے پر حسد نہ کریں گے۔ (کنز العمال، ج 3، ص 264)

یہ نہیں بخشا جائے گا

مسلمانوں سے بغض اور کینہ رکھنا بھی حرام اور گناہ ہے۔ اس بارے میں یہ چند حدیثیں خاص طور پر بغور پڑھیے:

1- حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور ایک دوسرے سے قطع تعلق نہ کرو اور تم بھائی بھائی بن کر رہو۔ (مشکوٰۃ، ج 2، ص 427، بحوالہ بخاری و مسلم)

2- حدیث: حضرت ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شب برأت میں اللہ تعالیٰ تمام بخشش مانگنے والوں کی مغفرت فرما دیتا ہے اور رحمت طلب کرنے والوں پر رحمت نازل فرما دیتا ہے لیکن کینہ رکھنے والے کا معاملہ مؤخر اور ملتوی فرما دیتا ہے۔ (کنز العمال، ج 3، ص 264)

3- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہر ہفتہ میں دو مرتبہ بندوں کے اعمال اللہ تعالیٰ کے دربار میں پیش کیے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر بندہ مومن کو بخش دیتا ہے لیکن اس بندے کو کہ اس کے اور اس کے (دینی) بھائی کے درمیان بغض و کینہ ہو۔ اس کی اللہ تعالیٰ مغفرت نہیں فرماتا۔ (کنزالعمال' ج2' ص265)

4- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: ہر دو شنبہ اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ مشرک کے سوا اپنے ہر بندے کو بخش دیتا ہے مگر اس شخص کو نہیں بخشتا جو اپنے بھائی سے بغض و کینہ رکھتا ہو بلکہ اس کے بارے میں یہ فرمان صادر فرماتا ہے کہ ابھی ان دونوں کو یوں ہی رہنے دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کر لیں۔ (کنزالعمال' ج3' ص265)

5- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ حلال نہیں ہے کہ مسلمان (بغض و کینہ کے سبب سے) تین دن سے زیادہ تعلق کاٹ کر اس کو چھوڑ دے جو تین دن سے زیادہ اس طرح تعلق چھوڑے رہے گا اور اسی حالت میں مر جائے گا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ (مشکوۃ' ج2' ص428' بحوالہ ابو داؤد)

6- حدیث: حضرت ابو خراش سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو ایک سال تک اپنے (دینی) بھائی کو چھوڑے رہے تو یہ اتنا بڑا گناہ ہے کہ گویا اس کا خون بہا دیا۔

(مشکوۃ' ج2' ص428' بحوالہ ابوداؤد)

(14)

جنتی عورت کا بال اور جنت کا حال

وَفِی الْخَبَرِ لَوْ اَنَّ شَعْرَۃً مِّنْ شَعْرَاتِ نِسَآءِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ سَقَطَتْ اِلَی الْاَرْضِ لَاَضَاءَتْ اَھْلَ الْاَرْضِ وَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْجَنَّۃُ بَیْضَآءُ یَتَلَاْلَؤُ لَا یَنَامُ اَھْلُھَا وَلَا شَمْسَ وَلَا قَمَرَ وَلَا یَوْمَ وَلَا لَیْلَۃَ وَلَا نَوْمَ فِیْھَا لِاَنَّ النَّوْمَ اَخُ الْمَوْتِ وَوَرَآءُ الْجَنَّۃِ سَبْعُ حَوَائِطَ مُحِیْطَۃٌ بِالْجِنَانِ کُلِّھَا فَالْاَوَّلُ مِنْ فِضَّۃٍ وَّالثَّانِیْ مِنْ ذَھَبٍ وَّالثَّالِثُ مِنْ یَّاقُوْتٍ وَّالرَّابِعُ مِنْ لُؤْلُؤٍ وَّالْخَامِسُ مِنْ دُرٍّ وَّالسَّادِسُ مِنْ زَبَرْجَدٍ وَّالسَّابِعُ مِنْ نُّوْرٍ یَتَلَاْلَؤُ وَمَا بَیْنَ کُلِّ حَائِطَیْنِ مَسِیْرَۃُ خَمْسَ مِائَۃِ عَامٍ وَّاَمَّا اَھْلُ الْجَنَّۃِ فَجُرْدٌ مُرْدٌ مُّکْحُوْلُوْنَ وَلِلرِّجَالِ شَوَارِبُ خَضْرَآءَ وَھُوَ اَمْلَحُ مَا یَکُوْنُ عَلَی الْاَمْرَدِ وَذٰلِکَ لِتَمَیُّزِ الرِّجَالِ مِنَ النِّسَآءِ۔

ترجمہ: اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ اگر جنتی عورتوں کے بالوں سے ایک بال زمین پر گر جائے تو تمام زمین روشن ہو جائے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت سفید روشن ہے اور اہل جنت سوئیں گے نہیں اور نہ اس میں آفتاب و ماہتاب اور نہ رات و دن اور نہ اس میں نیند کیونکہ نیند موت کی بہن ہے اور جنت کے پیچھے سات دیواریں ہیں کہ سب جنتوں کا احاطہ کیے ہوئے ہیں پس پہلی دیوار چاندی سے ہے اور دوسری سونے سے اور تیسری یاقوت سے اور چوتھی مروارید سے اور پانچویں موتیوں سے اور چھٹی زبرجد

سے اور ساتویں درخشاں نور سے اور ہر دو دیواروں کے درمیان پانچ سو سال چلنے کی راہ ہے اور بہر حال اہل جنت بے ریش سرمیلی آنکھوں والے اور امردوں کے لئے ابروئیں ہوگی سبز رنگ کی اور وہ ملاحت کا حُسن ہے جو کہ بے ریش کے لئے ہوتا ہے اور یہ سبز ابرو عورتوں سے مردوں کے امتیاز کے لئے ہیں۔

(دقائق الاخبار)

(15)

تم نے خرید کر مجھے انمول کر دیا

مسیحی رومیوں کی سرحد پر مسلمان مشغول جہاد تھے۔ چودہ پندرہ سال کا ایک نوجوان مجنونانہ انداز میں چیخ رہا تھا۔ اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے؟ اب تیری فرقت مجھے گوارا نہیں۔ اہل قافلہ حیران تھے کہ اس کو یک بیک کیا ہو گیا۔ نوجوان کی حالت میں یہ تغیر اس وقت سے ظہور پذیر ہوا جب وہ حضرت شیخ عبدالواحد بن زید کے قافلہ مجاہدین کے ہمراہ روم پر پہنچا تھا۔ وہ راتوں کو متواتر جاگتا رہتا اور نمازیں پڑھتا' دن کو روزے رکھتا اور ان کی سواریوں کی خدمت کرتا۔ سرحد پر پہنچنے کے بعد ایک رات اس پر غنودگی طاری ہوئی۔ کیا دیکھتا ہے کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے کہا: عیناء مرضیہ تیرا انتظار کر رہی ہے۔ چلو اس کے پاس چلیں۔ وہ نوجوان کو لے کر ایک خوبصورت باغ میں داخل ہوا جہاں صاف وشفاف نہریں جاری تھیں۔ نہروں کے کنارے حسین وجمیل لڑکیاں زیور اور لباس سے آراستہ موجود تھیں۔ ان لڑکیوں نے جب نوجوان کو دیکھا تو باہم سرگوشی کرنے لگیں کہ یہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے پوچھا: تم میں عیناء مرضیہ کون ہے؟ جواب ملا ہم سب تو اس کی کنیزیں ہیں۔ نوجوان اور آگے بڑھا تو پہلے باغ سے زیادہ مرصع خوبصورت باغ ملا جہاں دودھ کی نہریں جاری تھیں۔ وہاں بھی پہلی عورتوں سے زیادہ حسین وجمیل لڑکیاں تھیں۔ انہوں نے بھی نوجوان کو دیکھ کر باہم کہنا شروع کیا کہ یہ عیناء مرضیہ کا شوہر ہے۔ نوجوان نے ان لڑکیوں سے عیناء مرضیہ کے بارے میں دریافت کیا۔ انہوں نے بھی وہی بات کہی کہ ہم سب اس کی خادمائیں ہیں۔ آپ اور آگے تشریف لے جائیں۔ نوجوان آگے بڑھا تو اسے تیسرا باغ ملا اور اس باغ کی تزئین

دونوں باغوں سے زیادہ تھی۔ وہاں شہد کی نہر جاری تھی اور خوبصورت دوشیزاؤں کی جماعت موجود تھی جن کے حسن و جمال گزشتہ دونوں باغ والیوں سے فزوں تر تھے۔ انہوں نے بھی نوجوان کا اسی طرح خندہ پیشانی سے استقبال کیا اور کہا اے اللہ کے ولی! ہم سب اس کی خادمہ ہیں۔ آپ آگے تشریف لے جائیں۔ اس کے بعد نوجوان آگے بڑھا تو سفید موتیوں کا ایک محل نظر آیا۔ ایک ماہ وش اس کے دروازے پر خدمت اور دربانی انجام دے رہی تھی اور وہ ایسے لباس وزیورات سے مزین تھی جس کا آج تک نوجوان نے تصور بھی نہیں کیا تھا۔ جب اس دربان خادمہ نے نوجوان کو آتے ہوئے دیکھا تو باادب استقبال کیا اور خیمہ کے اندر جا کر عیناء مرضیہ کو آمد کی خبر دی۔ اس کے بعد نوجوان خیمہ کے اندر داخل ہوا تو وہاں دیکھا کہ سونے کا مرصع تخت بچھا ہوا ہے اور اس پر ایک حسن و جمال کی ملکہ متمکن ہے۔ نوجوان اسے دیکھتے ہی مفتون ہوا۔ اس نے استقبال کیا اور کہا: مرحبا اے اللہ کے ولی! ہمارے پاس آپ کی آمد کا وقت قریب ہے۔ نوجوان بے قرار ہوا اور چاہا کہ اس کے قریب جائے مگر عیناء مرضیہ نے روکا اور کہا: صبر کیجئے ابھی آپ میں حیات دنیوی کا اثر باقی ہے۔ اس لئے ہمارا وصال ناممکن ہے مگر ہاں! انشاء اللہ آج شام آپ یہیں آ کر روزہ افطار کریں گے۔

اور مطلوب حاصل ہو گیا

نوجوان اس خواب سے بیدار ہوا تو اس کی حالت متغیر تھی۔ سکون و چین غائب، صبر رخصت، دیوانوں کی طرح پکارتا تھا۔ اے عیناء مرضیہ تو کہاں ہے؟ تمام رفقائے جہاد نوجوان کی حالت سے متفکر ہیں۔

یہ وہی نوجوان ہے کہ ایک دن جب حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رفقاء کے ہمراہ جہاد کی تیاری کی اور آپ نے فرمایا جہاد کے فضائل میں قرآن مجید کی دو آیتوں کی تلاوت کی جائے۔ رفقاء میں سے ایک نے قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کی:

اِنَّ اللّٰہَ اشۡتَرٰی مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اَنۡفُسَہُمۡ وَ اَمۡوَالَہُمۡ بِاَنَّ لَہُمُ

الْجَنَّةَ ط (التوبہ 9'112)

"بیشک اللہ نے مومنوں کی جان اور مال کو خرید لیا ہے اس قیمت پر کہ ان کے لئے جنت ہے۔"

عجب چیز ہے لذتِ آشنائی

ان رفقاء میں چودہ پندرہ سال کا ایک لڑکا بھی تھا جس کا باپ بہت ساری دولت چھوڑ کر مرا تھا۔ یہ آیت سن کر اس نے شیخ سے پوچھا: کیا واقعی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی جان اور مال کو جنت کے عوض خرید فرمایا ہے۔ شیخ عبدالواحد نے فرمایا بے شک اللہ نے خرید لیا ہے۔ اس نے کہا: پھر آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے اپنی جان اور مال جنت کے بدلے بیچی۔ شیخ نے اولاً تو اسے بہت فہمائش کی کہ اس راہ میں بے شمار مصائب ہیں مگر اس نے ایک نہ مانی اور سامان جہاد کے سوا تمام مال و دولت راہ خدا میں لٹا کر حضرت شیخ اور ان کے رفقاء کی فوج کے ہمراہ سرحد روم کی جانب چل پڑا۔

نوجوان کی اس حالت کی خبر جب شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی اور انہوں نے نوجوان سے ماجرا دریافت کیا تو اس نے مذکورہ بالا خواب ذکر کیا۔ حضرت شیخ کا بیان ہے کہ ابھی نوجوان اپنی داستان ختم کر کے میری مجلس سے اٹھا بھی نہیں تھا کہ رومیوں کے ایک لشکر نے مسلمانوں پر حملہ کیا۔ نوجوان نے اٹھ کر ان سے مقابلہ کیا اور 9 کافروں کو مار ڈالا۔ اس کے بعد دسواں یہ خود تھا۔ زخم کھا کر زمین پر آ رہا۔ شیخ نے دیکھا کہ اس کا پورا جسم خون میں لت پت ہے اور وہ زور زور سے ہنس رہا ہے۔ مسرت و شادمانی کی ہنسی اور چند لمحے بعد اس کی روح قید جہاں سے آزاد ہو گئی۔ (روض الریاحین)

دو عالم سے کرتی ہے بیگانہ دل کو
عجب چیز ہے لذت آشنائی

(16)

اُمتِ محمدیہ کے فرعون کا عبرتناک حشر

بدر کے میدان میں ابو جہل کا جو حشر ہوا اس کے بارے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں لشکرِ اسلام کی صفوں میں تھا' دائیں طرف دیکھا تو ایک نوعمر لڑکا اور بائیں طرف دیکھا تب بھی ایک نوعمر لڑکا موجود پایا۔ ایک لڑکے نے مجھ سے پوچھا: چچا! ابو جہل کہاں ہے؟ میں نے کہا: بھتیجے تمہیں ابو جہل سے کیا سروکار؟ اس نے کہا: میں نے سنا ہے کہ وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے۔ اللہ کی قسم! اگر مجھے معلوم ہو جائے تو میں اس کا خاتمہ کر دوں۔ اتنے میں دوسرے نوعمر انصاری لڑکے نے بھی یہی بات کہی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا ہے۔ میں نے انہیں اشارے سے بتایا: وہ ابو جہل کھڑا ہے۔ وہ دونوں اس پر بجلی کی طرح جھپٹ پڑے' معرکہ ختم ہوا۔ امام کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کون ہے جو دیکھے کہ ابو جہل کا انجام کیا ہوا؟ صحابہ روانہ ہوئے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اسے اس حالت میں پایا کہ ابھی اس کا سانس چل رہا تھا۔ انہوں نے اس کی گردن پر پاؤں رکھا اور اس کی داڑھی سے پکڑ کر سر کاٹنے لگے۔ ابو جہل اس جانکنی کے عالم میں بھی رعونت کے مظاہرے سے باز نہ آیا۔ کہنے لگا اور بکری کے چرواہے! تو بڑی اونچی اور کٹھن جگہ پر چڑھ گیا ہے۔ انہوں نے اس کا سر کاٹا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نعرہ تکبیر لگا کر اللہ کی بڑائی بیان فرمائی۔

حضور علیہ السلام نے ابو جہل کو کشتی میں پچھاڑ دیا

بعد میں لاشوں کی پڑتال ہوئی۔ ابو جہل کی لاش گردن کے بغیر تھی اس لئے پہچانی

نہ جاتی تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی لاش تلاش کرو۔ عرض کیا گیا کہ اس کی کوئی نشانی ہے؟ ارشاد فرمایا: ہاں' اس کے گھٹنے میں زخم ہے۔ جوانی کے عالم میں ہم دونوں عبداللہ بن جدعان کے دستر خوان پر مدعو تھے۔ وہاں میری اس سے کشتی ہو گئی تو۔ میں نے اسے پچھاڑ ڈالا۔ اس موقع پر اس کو زخم لگا تھا چنانچہ اسی نشانی کی بدولت اس کی لاش کا سراغ ملا۔

(صحیح البخاری' حدیث 3961' 3963 والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام 2/246' 248' والبدایۃ والنہایۃ' 3/301' 302)

(17)

تیری سادگی پہ لاکھوں سلام

فضل بن ربیع کا بیان ہے میں ایک مرتبہ سفرحج میں خلیفہ ہارون الرشید کے ساتھ تھا۔ واپسی پر جب ہمارا گزر ''کوفہ'' سے ہوا تو دیکھا کہ حضرت سیّدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ کھڑے ہیں اور بہت بلند آواز سے چیخ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا: ''خاموش ہو جائیے۔'' خلیفۃ المسلمین رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں۔ یہ سن کر وہ خاموش ہو گئے۔ پھر جب خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کی سواری قریب آئی تو آپ نے زور سے کہا: ''اے امیر المومنین! ذرا میری بات سنئے۔'' خلیفہ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی آواز سنی تو رک گئے۔

حضرت سیّدنا بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ مجھے ''ایمن بن نایل'' نے حدیث سنائی کہ حضرت سیّدنا قدامہ بن عبداللہ عامری رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ''وادی منیٰ'' میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک سادے سے کجاوے میں تشریف فرما تھے اور وہاں نہ مارنا تھا' نہ اِدھر اُدھر ہٹانا تھا اور نہ ہی یہ کہ (ہٹو بچو) ایک طرف ہو جاؤ۔''

(جامع الترمذی ابواب الحج' باب ماجاء فی کراھیۃ طرد الناس...... الخ' حدیث 903' ص 1727)

تیری سادگی پہ لاکھوں تیری عاجزی پہ لاکھوں
ہوں سلام عاجزانہ مدنی مدینے والے!

بہلول دانا کی ہارون الرشید کو نصیحت

فضل بن ربیع کا بیان ہے میں نے امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''حضور! یہ

بہلول دیوانہ ہے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "میں نہیں جانتا ہوں۔ پھر کہا: "اے بہلول! مجھے کچھ اور نصیحت کرو۔" چنانچہ انہوں نے یہ دو عربی اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے:

1- (بالفرض) اگر تجھے ساری دنیا کی حکومت مل جائے اور تمام لوگ تیرے مطیع و فرماں بردار بن جائیں۔

2- پھر بھی کیا تیرا آخری ٹھکانہ تنگ و تاریک قبر نہیں؟ (تیرے مرنے کے بعد) لوگ باری باری تجھ پر مٹی ڈالیں گے۔

یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "اے بہلول! آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حق بات کو پہچان لیا' مجھے کچھ اور نصیحت فرمایئے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اے امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے جس کو حسن و جمال اور مال دیا پھر اس نے اپنے آپ کو گناہوں سے محفوظ رکھا اور اپنے مال کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کیا تو اس کا نام نیک لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔"

ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا

فضل بن ربیع کا بیان ہے یہ گفتگو سن کر خلیفہ ہارون الرشید سمجھے کہ شاید یہ کچھ مال وغیرہ طلب کر رہے ہیں لہٰذا ان سے کہنے لگے "اے بہلول! اگر آپ پر کسی کا قرض وغیرہ ہو تو وہ میں ادا کر دوں گا۔" تو انہوں نے فرمایا: "اے امیر المومنین! ایسا ہرگز نہ کر۔ کیا تو قرض کو قرض کے بدلے ادا کرنا چاہتا ہے؟ جا اور جا کر حق داروں کو ان کا حق ادا کر اور پہلے اپنے نفس کا قرض اتار۔ بے شک تیرے پاس ایک ہی زندگی ہے۔ جب تو مر جائے گا تو پھر دوبارہ دنیا میں نہ بھیجا جائے گا۔" پھر امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "اے بہلول! میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے کچھ وظیفہ مقرر کرنا چاہتا ہوں۔" تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اے امیر المومنین! ایسا ہرگز نہ کر۔ مجھے میرا اجر وہی پروردگار دے گا جو مجھے نوازتا ہے' ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میرا پروردگار تجھے تو رزق دے اور مجھے میرے رزق سے محروم رکھے۔" اتنا کہنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ یہ اشعار پڑھتے ہوئے واپس پلٹ

گئے:

تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ وَمَا اَرْجُوْ سِوَى اللهِ
وَمَا الرِّزْقُ مِنَ النَّاسِ بَلِ الرِّزْقُ عَلَى اللهِ

ترجمہ: میں نے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیا اور میں اس کے سوا کسی اور سے امید نہیں رکھتا لوگوں کے پاس رزق نہیں بلکہ رزق کے خزانے تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں۔" (عیون الحکایات)

(18)

ہونا ہے تمہیں خاک سب خاک سمجھنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعید بن عامر رضی اللہ عنہ کو حمص کا امیر (گورنر) بنایا۔ ایک عرصہ بعد اہل حمص حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: ''اپنے فقراء کے نام لکھ دو تا کہ ہم ان کی مدد کر سکیں۔'' انہوں نے فقراء حمص کے نام لکھ کر پیش کیے تو ان میں ایک نام سعید بن عامر رحمۃ اللہ علیہ کا تھا۔ پوچھا ''کون سعید بن عامر؟'' کہا: ''ہمارا امیر'' پوچھا: ''تمہارا امیر فقیر ہے؟'' کہا: ''جی ہاں! کئی دن گزر جاتے ہیں اور ان کے گھر آگ نہیں جلتی۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور ایک ہزار دینار ان کے لئے بھیجے۔

جب وہ دینار ان کو ملے تو یک دم ''انا للہ'' پڑھنے لگے۔ بیوی نے کہا کیا بات ہے۔ امیر المومنین انتقال کر گئے؟ کہا: ''معاملہ اس سے بھی بڑھ کر ہے' دنیا میرے پاس آنے لگی' فتنہ میرے پاس آنے لگا' مجھ پر چھانے لگا۔'' کہنے لگی اس کا تو حل ہے' راہ خدا میں تقسیم کر دیجئے۔'' چنانچہ اگلے دن وہ ساری رقم مجاہدین میں تقسیم کر دی۔

(اسد الغابۃ' ج 2' ص 463)

تخت سکندری پہ وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تیری گلی میں

(19)

وہ جو بیچتے تھے دوائے دل

حکیم بن جعفر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ابو ہاشم نے قاضی شریک کو دیکھا کہ یحییٰ بن خالد کے گھر سے نکل رہے تھے تو یہ رو پڑے اور فرمایا اعوذ بك من علم لاینفع اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں ایسے علم سے جو نفع نہ دے۔ ابو ہاشم یہ بھی فرمایا کرتے تھے: پہاڑ کا سوئی کے سوراخ سے گزرنا آسان ہے لیکن تکبر کا دل سے نکلنا مشکل ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے: اگر دنیا میں محلات اور باغات ہوتے اور آخرت میں مٹی کے مکانات تب بھی آخرت اختیار کرنا عقل مندی تھی کیونکہ یہ دنیا عارضی و فانی ہے اور وہ دائمی ہے۔ (حلیہ ج 10 'صفحہ 225)

☆..... محمد بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: جب حضرت شبلی رحمۃ اللہ علیہ کی موت کا وقت قریب آیا تو ان کی زبان بند ہوگئی اور پیشانی پر پسینہ آ گیا تو اشارے سے فرمایا مجھے نماز والا وضو کراؤ۔

میں نے وضو کروایا لیکن ان کی داڑھی کا خلال بھول گیا۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور میری انگلیوں سے خلال کیا۔ یہ منظر دیکھ کر میں رو دیا اور مجھے تعجب ہوا کہ موت کے وقت کس چیز نے انہیں خلال پر ابھارا۔ (معلوم ہوا کہ یہ اتباع سنت کا جذبہ تھا)۔

(حلیہ ج 10 'صفحہ 371)

تلاوت قرآن کی تاثیر

حضرت جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب ہم لوگ حبشہ ہجرت کر کے گئے تو مکہ والوں کو یہ بات گوارہ نہ تھی کہ ہم وہاں سکون کی زندگی بسر کریں۔ اس لئے انہوں نے

ایک وفد تیار کیا جو بادشاہ اور اس کے مشیروں کے لئے ہدیہ لے کر گیا۔ بادشاہ کو تحائف دے کر کہا: ان کو ہمارے حوالے کر دو۔ بادشاہ نے کہا: بغیر تحقیق کے ان کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا چنانچہ مسلمانوں کو بلایا گیا۔ بادشاہ نے ان سے حالات دریافت کیے۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ آگے بڑھے اور فرمایا ہم لوگ جہالت میں پڑے ہوئے تھے۔ نہ اللہ تعالیٰ کو جانتے تھے نہ اس کے رسولوں سے واقف تھے۔ پتھروں کی پوجا کرتے تھے' مردار کھاتے تھے' برے کام کرتے تھے' رشتے ناتوں کو توڑتے تھے' ہم میں قوی ضعیف کو ہلاک کر دیتا تھا۔ ہم اسی حال میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھیجا جس کے نسب کو اس کی سچائی کو' اس کی امانت داری کو' پرہیز گاری کو ہم خوب جانتے ہیں۔

اس نے ہم کو ایک اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کی طرف بلایا اور بتوں کے پوجنے سے منع فرمایا۔ اس نے ہم کو اچھے کام کرنے کا حکم دیا۔ برے کاموں سے منع کیا۔ ہم کو قرآن پاک کی تعلیم دی۔ ہم اس پر ایمان لائے جس سے ہماری قوم ہماری دشمن ہوئی اور ہم کو ہر طرح سے ستایا گیا۔ ہم لوگ مجبور ہو کر تمہاری پناہ میں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے آئے ہیں۔ نجاشی بادشاہ نے کہا جو قرآن تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ہیں وہ کچھ مجھے سناؤ۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی اول آیات پڑھیں جن کو سن کر بادشاہ بھی رو دیا اور اس کے پادری بھی جو کثرت سے موجود تھے۔ سب کے سب اس قدر روئے کہ داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اس کے بعد بادشاہ نے کہا یہ کلام اور موسیٰ علیہ السلام کا کلام ایک ہی نور سے نکلے ہیں۔

اور مکہ کے وفد سے صاف انکار کر دیا کہ ان لوگوں کو میں تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ مشرکین کو بڑی ذلت اور رسوائی سے لوٹنا پڑا۔ (حکایات صحابہ' ص 25)

وہ دُکان اپنی اُٹھا گئے

حضرت ثابت بنانی حافظ حدیث ہیں۔ اس قدر کثرت سے اللہ کے سامنے روتے تھے کہ حد نہیں۔ کسی نے عرض کیا: آنکھیں جاتی رہیں گی۔ فرمایا ان آنکھوں سے اگر رویا نہ جائے تو فائدہ ہی کیا۔

ایک مرتبہ حضرت ثابت بنانی کی آنکھیں دکھنے لگیں۔ طبیب نے کہا: ایک بات کا وعدہ کرو، آنکھیں اچھی ہو جائیں گی کہ رویا نہ کرو۔ فرمانے لگے: آنکھ میں کوئی خوبی ہی نہیں اگر وہ روئے نہیں۔

اور یہ دعا کیا کرتے تھے: یا اللہ اگر کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہو سکتی ہو تو مجھے بھی مرحمت فرما۔ ابوسنان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: خدا کی قسم! میں ان لوگوں میں تھا جنہوں نے ثابت رضی اللہ عنہ کو دفن کیا۔ دفن کرتے ہوئے لحد کی ایک اینٹ گر گئی تو میں نے دیکھا کہ وہ کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔

(اقامۃ الحجۃ، فضائل قرآن، صفحہ 73، کذا فی حکایات الصحابہ، صفحہ 43)

☆......ابوسعد اصبہانی سولہ سال کی عمر میں ابونصر محدث کی احادیث سننے کے لئے بغداد پہنچے۔ راستہ میں ابونصر کی وفات کی خبر ملی۔ بے ساختہ رو پڑے اور چیخیں نکل گئیں۔ کہتے تھے: ان کی سند کہاں ملے گی۔ اتنا رنج کہ چیخیں نکل جائیں جب ہی ہو سکتا ہے جب کسی چیز کا عشق ہو جائے۔ ان کو مسلم شریف پوری حفظ تھی اور حفظ ہی طلبہ کو لکھواتے تھے۔ گیارہ حج کئے اور جب کھانا کھانے بیٹھتے تو آنکھوں میں آنسو بھر آتے۔

(حکایات صحابہ، صفحہ 114)

☆......حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ بن منبہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ سے حاجتیں نماز کے ذریعہ طلب کی جاتی ہیں۔ پہلے لوگوں کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ جلدی سے نماز کی طرف رجوع کرتے۔

نماز کی مدد

کہتے ہیں کوفہ میں ایک صالح مزدور تھا جس پر لوگوں کو بہت اعتماد تھا۔ امین ہونے کی وجہ سے تاجروں کا سامان روپیہ وغیرہ بھی لے جاتا۔ ایک مرتبہ وہ سفر میں جا رہا تھا۔ راستہ میں ایک شخص ملا۔ پوچھا کہاں کا ارادہ رکھتا ہے؟ مزدور نے کہا فلاں شہر کا۔ اس نے کہا مجھے بھی جانا ہے۔ اگر پیدل چل سکتا تو تیرے ساتھ چلتا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ اجرت کے بدلہ میں مجھے خچر پر سوار کر لے۔ مزدور نے منظور کر لیا۔ وہ شخص سوار ہو گیا۔ راستہ میں

ایک دوراہا ملا۔ سوار نے پوچھا: کدھر کو چلنا چاہئے۔ مزدور نے شارع عام کا راستہ بتلایا۔ سوار نے کہا یہ دوسرا راستہ قریب کا ہے اور جانور کے لئے بھی سہولت کا ہے کہ سبزہ اس پر خوب ہے۔ مزدور نے کہا میں نے راستہ نہیں دیکھا۔ سوار نے کہا میں کئی مرتبہ اس راستہ پر چلا ہوں۔ مزدور نے کہا اچھی بات ہے۔ اسی راستہ کو چلئے۔ تھوڑی دور جا کر وہ راستہ ایک وحشت ناک جنگل پر ختم ہو گیا جہاں بہت سے مردے پڑے تھے۔ وہ شخص سواری سے اترا اور خنجر نکال کر مزدور کے قتل کا ارادہ کیا۔ مزدور نے کہا ایسا نہ کر یہ خچر اور سامان لے لے یہی تیرا مقصود ہے۔ مجھے قتل نہ کر۔ اس نے کہا: پہلے تجھے ماروں گا پھر یہ سب کچھ لوں گا۔ اس نے بہت عاجزی کی مگر اس ظالم نے ایک بھی نہ مانی۔

مزدور نے کہا اچھا مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دے۔ اس نے قبول کر لیا اور ہنس کر کہا جلدی سے پڑھ لے اور ان مردوں نے بھی یہی درخواست کی تھی مگر ان کی نماز نے کچھ بھی کام نہ دیا۔

مزدور نے نماز شروع کر دی۔ الحمدللہ شریف پڑھ کر سورہ بھی یاد نہ آئی۔ بے اختیار اس کی زبان پر اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ جاری ہو گیا۔ وہ پڑھ رہا تھا اور رو رہا تھا۔ اچانک ایک سوار نمودار ہوا اور اس ظالم کے ایک نیزہ مارا جس سے اس کا کام تمام ہو گیا۔ (فضائل الصلوٰۃ، صفحہ 14)

(20)

کسی کو دھوکا نہ دو

مسلمانوں کے ساتھ مکر یعنی دھوکہ بازی اور دغا بازی کرنا قطعاً حرام اور گناہ کبیرہ ہے جس کی سزا جہنم کا عذاب عظیم ہے۔ اس کی ممانعت و حرمت کے بارے میں چند حدیثیں بڑی ہی رقت خیز و عبرت آموز ہیں۔

1- حدیث: امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مومن کو ضرر پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر اور دھوکہ بازی کرے وہ ملعون ہے۔ (مشکوٰۃ' ج' 2 ص 428 'بحوالہ ترمذی)

2- حدیث: حضرت ابوصرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو مسلمان کو ضرر پہنچائے اللہ تعالیٰ ضرور اس کو ضرر پہنچائے گا اور جو مسلمانوں کو مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ ان کو مشقت میں ڈالے گا۔

3- حدیث: حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو ہمارے ساتھ دھوکہ بازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور مکر و دھوکہ بازی جہنم میں ہے۔ (کنز العمال' ج 3' ص 310)

4- حدیث: امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو کسی مسلمان کے ساتھ مکر کرے یا نقصان پہنچائے یا دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ (کنز العمال' ج 3' ص 310)

5- حدیث: امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین شخص جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔

(1) دھوکہ باز۔ (2) بخیل۔ (3) احسان جتانے والا۔

(کنز العمال' ج 3' ص 310)

(21)

لذاتِ اہل جنت

وَفِی الْخَبَرِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّ اَھْلَ الْجَنَّۃِ یَکُوْنُ عَلٰی کُلِّ وَاحِدٍ سَبْعُوْنَ حُلَّۃً یَنْقَلِبُ کُلُّ حُلَّۃٍ فِیْ کُلِّ سَاعَۃٍ سَبْعُوْنَ لَوْنًا وَّیَرٰی وَجْھَہٗ فِیْ وَجْھِھَا وَصَدْرِھَا وَسَاقَیْھَا وَتَرٰی وَجْھَھَا وَتَرٰی فِیْ وَجْھِہٖ وَصَدْرِہٖ وَسَاقَیْہِ وَلَا یَبْزُقُوْنَ وَلَا یَمْخَطُوْنَ وَلَا یَکُوْنُ لَھُمْ شَعْرَ الْاِبْطِ وَالْعَانَۃِ اِلَّا الْحَاجِبَیْنَ وَشَعْرُ الرَّاْسِ وَالْعَیْنِ ثُمَّ یَزْدَادُوْنَ کُلَّ یَوْمٍ جَمَالًا وَّحُسْنًا کَمَا یَزْدَادُوْنَ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ مَا فِی الدُّنْیَا وَیُعْطٰی لِلرَّجُلِ قُوَّۃَ مِائَۃِ رَجُلٍ فِی الْاَکْلِ وَالشُّرْبِ وَالْجِمَاعِ وَیُجَامِعُوْنَ کَمَا یُجَامِعُ اَھْلُ الدُّنْیَا مِنَ الرَّجُلِ وَالْمَرْاَۃِ الْحُقْبَا وَالْحُقْبُ ثَمَانُوْنَ سَنَۃً وَّلَا نَمَلَ وَلَا قَمْلَۃَ عَلٰی ذٰلِکَ الْفِرَاشِ فَاِذَا جَامَعَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّجَدَھَا عَذْرَآءَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ مَا سُمِعَ مِثْلُھَا فِی الْحُسْنِ وَعَنْ عَلِیٍّ اَنَّہٗ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ فِی الْجَنَّۃِ شَجَرَۃً تَخْرُجُ اَعْلَاھَا الْحُلَلُ وَمِنْ اَسْفَلِھَا الْخَیْلُ ذَوَاتُ اَجْنِحَۃٍ سُرُجُھَا مُرَصَّعَۃٌ مُکَلَّلَۃٌ بِالدُّرِّ وَالْیَاقُوْتِ وَلَا تَرُوْثُ وَلَا تَبُوْلُ فَیَرْکَبُ عَلَیْھَا اَوْلِیَآءُ اللّٰہِ فَتَطِیْرُ بِھِمْ فِی الْجَنَّۃِ فَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ اَسْفَلَ مِنْھُمْ یَارَبِّ بِمَا بَلَغَ عِبَادَکَ ھٰؤُلَاءِ بِھٰذِہِ الْکَرَامَۃِ یَقُوْلُ لَھُمْ اِنَّکُمْ کُنْتُمْ تَنَامُوْنَ وَھُمْ یُصَلُّوْنَ وَکَانُوْا یَصُوْمُوْنَ وَاَنْتُمْ تَفْطُرُوْنَ وَاَنَّھُمْ کَانُوْا یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُمْ وَاَنْتُمْ

تَمسکُونَ وَتبخلونَ وَکَانُوا یُجَاهِدُونَ وَاَنتُم تَجبُنُونَ وَعَنْ اَبِی هُرَیرَةَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً لَوْ یُسِیرُ الرَّاکِبُ فِی ظِلِّهَا مِائَةَ عَامٍ مَا یَقطَعُهَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَظِلٍّ مَّمدُودٍ وَّنَظِیرُهٗ فِی الدُّنیَا الْوَقْتُ الَّذِیْ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَبَعْدَ غُرُوْبِهَا اِلٰی اَنْ یَّدْخُلَ سَوَادُ اللَّیلِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی: اَلَمْ تَرَ اِلٰی رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ یَعْنِیْ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَبَعْدَ غُرُوْبِهَا وَرُوِیَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ سَاعَةً هِیَ اَشْبَهُ بِسَاعَاتِ الْجَنَّةِ وَهِیَ السَّاعَةُ الَّتِیْ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَبَعْدَ غُرُوْبِ ظِلُّهَا دَائِمٌ وَرَاحَتُهَا بَاسِطَةٌ وَبَرَكَتُهَا كَثِيْرَةٌ وَّرُوِیَ اَیْضًا اِنَّ فِی الْجَنَّةِ شَجَرَةً ثَمَرُهَا اَلْیَنُ مِنَ الزُّبْدِ وَاَحْلٰی مِنَ الْعَسَلِ وَاَطْیَبُ مِنَ الْمِسْكِ وَلَا یَاكُلُهَا اِلَّا الْمُصَلُّوْنَ ۔

جنتی کا لباس اور دیگر نعمتیں

ترجمہ: اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ بلاشبہ اہل جنت میں سے ہر ایک پر ستر لباس ہوں گے اور ہر لباس ہر گھڑی رنگ بدلے گا اور شوہر اپنا چہرہ اس کے چہرہ اور سینے اور پنڈلیوں میں دیکھے گا اور زوجہ اپنا چہرہ شوہر کے چہرے اور سینے اور پنڈلیوں میں دیکھے گی اور نہ جنتیوں کو آب دھن آئے اور نہ آب ناک اور نہ ان کی بغلوں کے بال اور نہ زیر ناف بال سوائے ابرو اور سر کے اور آنکھوں کے بالوں کے پھر ہر دن ان کا حسن و جمال بڑھتا رہے گا جس طرح کہ وہ زیادہ ہوتے ہیں ہر دن دنیا میں اور ہر جنتی کو دنیا کے سو مردوں کے برابر قوت دی جائے گی کھانے پینے اور جماع کرنے میں اور جنتی بیویوں سے جماع کریں گے جیسے کہ اہل دنیا عورتوں سے جماع کرتے ہیں ایک حب اور حب اسّی سال کا ہوگا اور اس کے بستر پر نہ چیونٹی اور نہ جوں ہوگی جب ہر دن اس سے جماع کرے گا اسے کنواری پائے گا۔

عبادات کی جزا

اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حور کی مثل حسن کبھی نہیں سنا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک درخت ہے جس کے بالائی حصے میں حلہ جات اور زیرین حصہ سے پروں والے گھوڑے نمودار ہوں گے اور ان کی زینیں مرصع ہیں موتیوں اور یاقوت سے تو نہ وہ گھوڑے لید کریں گے اور نہ پیشاب پس ان پر اولیاء اللہ سوار ہوں گے تو وہ انہیں لے کر جنت میں اڑیں گے پس کہیں گے وہ جوان سے پیچھے ہوں گے اے پروردگار کس سبب سے تیرے ان بندوں نے یہ کرامت پائی اللہ فرمائے گا تحقیق تم سوتے تھے اور وہ نماز پڑھتے تھے اور روزہ رکھتے تھے اور تم کھاتے تھے اور پیتے تھے اور بے شک وہ اپنے مال خرچ کرتے تھے اور تم روکے رکھتے اور بخل کرتے تھے اور وہ جہاد کرتے تھے اور تم بزدلی کرتے تھے اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے کہ جنت میں درخت ہے کہ اگر سوار اس کے سایہ میں سو سال بھی چلتا رہے پھر بھی اس کا سایہ عبور نہ کر پائے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سایہ پھیلا ہوا ہے اور اس کی مثال دنیا میں وہ وقت جو طلوع آفتاب سے پہلے رات کی سیاہی آنے تک اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا آپ نے نہ دیکھا کہ تیرے رب نے سایہ کس طرح پھیلا دیا یعنی طلوع آفتاب سے پہلے اور اس کے غروب کے بعد اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ کیا تمہیں وہ وقت نہ بتاؤں جو جنت کے وقتوں کے مشابہ ہے اور وہ وقت طلوع آفتاب سے پہلے کا اور اس کے غروب سے بعد کا ہے کہ اس وقت میں سایہ مسلسل ہوتا ہے اور راحت اس کی فراخ ہے اور برکت اس کی بہت ہے اور اسی طرح مروی ہے کہ بے شک جنت میں درخت ہے کہ پھل اس کا مکھن سے نرم تر، شہد سے میٹھا اور کستوری سے بڑھ کر خوشبودار اور اسے نمازیوں کے سوا کوئی نہ کھائے گا۔ (دقائق الاخبار)

(22)

جلوۂ جنت اور نومسلم عارف

ایک بندۂ حق نے چالیس سال تک عبادت وریاضت کی۔ ایک روز عرض گزار ہوا اے مالک ومولا! تیرے فضل وکرم سے مجھے جنت میں جو کچھ ملنے والا ہے اس کی مجھے کوئی جھلک دکھا دے۔ ناگہاں کیا دیکھتا ہے کہ محراب شق ہوئی اور اس میں سے ایک حور برآمد ہوئی، حسین وجمیل ایسی کہ دنیا والے دیکھ لیں تو سب والہ وشیدا ہو جائیں۔ عابد نے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے جواب دیا مجھے پروردگار عالم نے شب بھر تیری مؤانست کے لئے بھیجا ہے۔ میں تیرے لئے ہوں۔ جنت میں مجھ جیسی سوا حوریں تجھے دی جائیں گی۔ ان تمام حوروں میں سے ہر ایک کی سو خادمائیں اور ہر خادمہ کی سو کنیزیں ہوں گی اور ہر کنیز کی نائب سو سو ہوں گی۔ عابد یہ باتیں سن کر خوشی سے حیران رہ گیا اور سوال کیا کہ کیا کسی کو جنت میں مجھ سے زیادہ بھی ملے گا؟ جواب ملا کہ اتنا تو ہر اس عام جنتی کو ملے گا جو صبح وشام استغفر اللہ العظیم پڑھ لیا کرتا ہے۔ اونچے درجہ والوں کی شان تو اس سے بہت بلند ہوگی۔ (روض الریاحین)

☆..... حضرت شیخ عبدالواحد بن زید رحمۃ اللہ علیہ سمندری سفر فرما رہے تھے۔ ان کے ہمراہ فقراء کی ایک جماعت تھی۔ سمندر میں طوفان اٹھا اور جہاز ایک جزیرہ سے جا لگا۔ حضرت شیخ نے وہاں ایک بت پرست کو دیکھا۔ اس سے پوچھا: تم کس کی عبادت کرتے ہو؟ اس نے اپنے بت کی جانب اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ بت جو خود کسی کے ہاتھ کا بنا ہوا ہے معبود نہیں ہوسکتا۔ ایسا تو ہم بھی بنا سکتے ہیں۔ اس نے پوچھا: آپ لوگ کس کی عبادت کرتے ہیں؟ شیخ نے فرمایا ہمارا معبود وہ ہے جس نے اس بت اور ساری

کائنات کو تخلیق فرمایا ہے۔ جس کا عرش آسمان پر، جس کا حکم زمین پر، جس کا اختیار زندوں اور مردوں پر جاری ہے۔

بت پرست کی توبہ

اس نے پوچھا: تمہیں یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟ شیخ نے فرمایا اس بادشاہ حقیقی نے ہم میں ایک سچا رسول بھیجا۔ اس نے ہمیں خدائے تعالیٰ کی جانب بلایا۔ اس نے سوال کیا وہ رسول کہاں ہیں؟ شیخ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے انہیں جس کام کے لئے معبوث فرمایا تھا جب وہ اسے پورا کر چکے تو خدا نے انہیں اٹھا لیا۔ اس نے پھر پوچھا آپ کے پاس کیا ان کی کوئی نشانی بھی ہے؟ شیخ نے فرمایا بے شک ان کی نشانی کتاب اللہ ہے اور پھر اسے قرآن مجید کی ایک سورہ پڑھ کر سنائی۔ وہ سن کر اشکبار ہوا اور کہنے لگا یہ جس کا مقدس کلام ہے اس کی فرمانبرداری تو دل و جان سے کرنی چاہئے اور مسلمان ہو گیا۔ شیخ اور ان کے رفقاء نے اسے قرآن کی کچھ سورتیں اور دین کے احکام سکھائے۔ رات کے وقت لوگ سو رہے تھے۔ اس نے پوچھا: کیا وہ معبود سوتا بھی ہے۔ جواب ملا "وہ سونے سے پاک ہے۔ وہ ہمہ وقت زندہ اور قائم ہے۔" اس نے کہا: جس کا آقا نہ سوتا ہو اس کے بندوں کا سونا کیسی بے نصیبی ہے۔ لوگ متعجب ہوئے۔ شیخ کا قافلہ جزیرہ سے روانہ ہوا تو اس نے بھی ہمراہ چلنے کی درخواست کی۔ لوگوں نے اسے بھی ساتھ لے لیا۔ وہاں سے آبادان پہنچے۔ ان لوگوں نے سوچا یہ اپنا نادار نومسلم بھائی ہے ہم چندہ کر کے اس کی کچھ مالی مدد کریں مگر اس نے پیسے نہیں لیئے اور کہنے لگا "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، عجیب معاملہ ہے آپ ہی لوگوں نے مجھے راہ راست دکھائی اور آپ ہی بھٹک رہے ہیں۔ یارو! جب میں سنسان جزیرہ میں رہ کر بت پرستی کرتا تھا اس وقت جب اس نے مجھے ضائع ہونے سے بچایا تو اب جبکہ میں اسے پہچان چکا ہوں وہ مجھے کیوں محفوظ نہیں فرمائے گا؟ اس کے بعد تین روز گزرے تھے کہ رفقاء نے شیخ کو خبر دی کہ نومسلم عالم جانکنی میں ہے۔ شیخ پہنچے اور پوچھا: "کوئی خواہش ہو تو بتاؤ۔" جواب دیا "جس مالک الملک کے کرم نے آپ لوگوں کے ذریعہ جزیرہ میں دولت ایمان دی اسی نے میری تمام حاجتیں پوری کر

دیں۔"

آخرت کا گھر کیا ہی اچھا ہے

شیخ فرماتے ہیں: مجھے وہیں بیٹھے بیٹھے نیند کا غلبہ ہوا اور میں نے خود کو ایک سرسبز باغ میں پایا جہاں ایک خوبصورت قبہ کے اندر تخت کے اوپر نہایت حسین و جمیل نوعمر لڑکی بیٹھی ہے اور وہ مجھ سے مخاطب ہو کر کہتی ہے "خدارا اس نومسلم کو جلد ہمارے پاس بھیجو میں اس کی جدائی میں اور زیادہ صبر نہیں کر سکتی۔" آنکھ جو کھلی تو اس کی روح پرواز کر چکی تھی۔ غسل و کفن کے بعد اسے دفن کر دیا گیا۔ شیخ نے رات پھر اسی قبہ اور باغ کو خواب میں دیکھا اور دیکھا کہ اسی عورت کے پہلو میں نومسلم موجود ہے اور قرآن مجید کی یہ آیت مبارکہ تلاوت کر رہا ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ۝ (الرعد' 13' 24)

"اور فرشتے ان پر ہر دروازے سے (یہ کہتے ہوئے) داخل ہوں گے تم پر سلامتی ہو اس لئے کہ تم نے صبر کیا تو کیا ہی اچھا ہے آخرت کا گھر۔" (ایضاً)

(23)

لو آپ اپنے دام میں صیّاد آ گیا!

غزوۂ بدر ہوئے تھوڑے ہی دن گزرے تھے کہ مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے سائے تلے حطیم میں دو شخص بیٹھے تاریخ انسانی کا مکروہ ترین منصوبہ تیار کرنے لگے۔

ان کا مذموم پروگرام یہ بنا کہ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو معاذ اللہ غافل پا کر قتل کر دیا جائے۔ بدر کے میدان میں جو بڑے بڑے سردار واصل جہنم ہوئے ان میں ایک شخص امیہ بن خلف بھی تھا۔ یہ وہی شخص ہے جو کبھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا آقا تھا۔ امیہ ان پر اسلام لانے کی وجہ سے جو ظلم وستم ڈھاتا تھا' وہ سیرت کے قاری کے لئے مخفی نہیں۔ امیہ کا بیٹا صفوان غصے سے بھرا بیٹھا تھا۔ اس کے سامنے اس کا چچازاد عمیر بن وہب موجود تھا۔ اس کا بیٹا وہب بدر کے قیدیوں میں سے ایک تھا اور ابھی تک مدینہ منورہ میں مسلمانوں ہی کی قید میں تھا۔ بدر کی ہزیمت آسانی سے بھلا دی جانے والی چیز نہیں تھی۔ مقتولین کا ذکر کرتے ہوئے صفوان نے کہا خدا کی قسم! ان بزرگوں کے دنیا چھوڑ جانے کے بعد اب جینے کا کوئی مزہ نہیں۔ عمیر نے کہا سچ کہتے ہو۔ اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور یہ خوف نہ ہوتا کہ میرے مرنے کے بعد بچوں کی دیکھ بھال کرنے والا کوئی نہیں تو میں فوراً مدینہ جا کر شمع محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ روشنی گل دیتا۔

کیا تم واقعی یہ کارنامہ انجام دے سکتے ہو؟ صفوان نے بے تاب ہو کر پوچھا۔ عمیر نے جواب دیا ہاں بالکل! کیوں نہیں؟ بس ادائے قرض اور میرے بچوں کی کفالت کا مسئلہ حائل ہے۔

صفوان بولا: تم اس کی فکر نہ کرو۔ یہ تو بہت معمولی سی بات ہے۔ میں قرض اور

کفالت کی پوری ذمہ داری لیتا ہوں۔ بس تم یہ کام کردو اور ہاں دیکھو! یہ نہایت راز داری سے کرنے کا کام ہے۔ روئے زمین پر اس منصوبے کا میرے اور تمہارے سوا کسی کو علم نہیں ہونا چاہئے۔

عمیر بولا: بالکل یہ راز راز ہی رہے گا۔ تم فکر نہ کرو۔ اچھا تو پھر ہاتھ ملاؤ اور وعدہ کرو کہ اس بات کی کسی کو ہوا بھی نہیں لگے گی۔ میں اس منصوبے پر فوری عمل شروع کر رہا ہوں۔ میرا بیٹا وہب مسلمانوں کی قید میں ہے۔ اس سے ملاقات کرنے کا بہانہ..... اس نے اپنے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے کہا۔

صفوان گھر آیا۔ اپنی تلوار میان سے نکالی تو ذرا زنگ آلود نظر آئی۔

اس نے اسے خوب تیز کرنے کے بعد زہر میں بجھانا شروع کیا اور زیر لب بڑبڑایا۔ آہا! اب اس تلوار سے میرے باپ کے قتل کا بدلہ لیا جائے گا۔

پھر اس نے اپنی زہر میں بجھی ہوئی تلوار عمیر کے حوالے کر دی اور اسے جلد از جلد مدینہ روانہ ہونے کی تاکید کی۔ عمیر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوا۔ ان دنوں مکہ کی ہر مجلس میں ہر گھر میں بدر ہی کا قصہ موضوع گفتگو تھا۔ صفوان لوگوں سے بڑے اعتماد سے کہتا بس چند روز کی بات ہے۔ میں ایسی زبردست خبر سناؤں گا کہ تم لوگ بدر کا غم بھول جاؤ گے۔

سازش ناکام ہوئی

عمیر بن وہب اپنی چالاکی، سفاکی، شرارت طبع اور بدباطنی کے باعث ''شیطانِ قریش'' کے لقب سے مشہور تھا۔ وہ مکہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو تکلیف دینے میں بھی پیش پیش رہتا تھا۔ بدر کے روز اس کے بیٹے وہب کو ایک انصاری صحابی رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ نے گرفتار کر لیا تھا۔ عمیر بن وہب مدینہ منورہ پہنچا۔ مسجد نبوی کے سامنے اپنی اونٹنی بٹھائی اور نیچے اترا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مسجد کے ایک کونے میں بیٹھے بدر کی باتیں کر رہے تھے کہ کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انہیں عزت و وقار بخشا اور کفار کو ذلیل و خوار کیا۔ اچانک آپ رضی اللہ عنہ کی نگاہ عمیر پر پڑی جو تلوار لٹکائے اندر

کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بڑھتا جا رہا تھا۔ کہنے لگے ہو نہ ہو اللہ کا یہ دشمن کسی خطرناک ارادے سے یہاں آیا ہے۔ یہ بدر کے روز لوگوں کو جنگ کے لئے بھڑکانے والوں میں پیش پیش تھا۔ اسی نے اندازہ لگا کر کافروں کو مسلمانوں کی تعداد بتائی تھی۔ جناب عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے گلے میں لٹکی ہوئی تلوار کی نیام کی پٹی سے اس کی گردن دبوچ لی اور اسے لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یہ دشمن خدا تلوار لٹکائے آ رہا ہے۔ ارشاد ہوا عمر! اسے چھوڑ دو' آگے آنے دو۔ فاروق اعظم نے صحابہ سے کہا تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہی رہنا اور اس خبیث پر نگاہ رکھنا۔ یہ نہایت خطرناک آدمی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمیر میرے قریب آؤ۔ وہ قریب ہو کر جاہلیت کے طریقے کے مطابق کہنے لگا انعموا صباحا "آپ لوگوں کی صبح بخیر ہو۔" (Good Morning) ارشاد ہوا اللہ تعالیٰ نے ان جاہلانہ الفاظ کے بدلے ہمیں ایک ایسے تحیہ سے مشرف کیا ہے جو تمہارے اس تحیہ سے کہیں بہتر ہے۔ یعنی سلام سے' جو اہل جنت کا تحیہ ہے۔ عمیر! بتاؤ کیسے آنا ہوا؟ اس نے کہا: میں اپنے قیدی بیٹے وہب کا حال معلوم کرنے کے لئے آیا ہوں۔ برائے مہربانی اس کے بارے میں احسان فرما دیجئے۔ فرمایا یہ تمہارے گلے میں تلوار کیسی لٹک رہی ہے؟ وہ بولا اللہ ان تلواروں کو غارت کرے۔ انہوں نے ہمیں کیا فائدہ پہنچایا ہے؟ ارشاد ہوا عمیر! سچ سچ بتاؤ تم کس مقصد کے لئے آئے ہو؟ کہنے لگا سچ کہتا ہوں میں صرف اپنے قیدی بیٹے ہی کے لئے آیا ہوں۔

پڑھ کر کلمہ مسلماں ہو گیا

ارشاد ہوا کیا یہ سچ نہیں کہ تم اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے تھے۔ تم دونوں نے بدر کے کنویں میں پھینکے جانے والے مقتول سرداروں کا تذکرہ کیا۔ پھر تم نے کہا اگر مجھے ادائے قرض اور اہل وعیال کی کفالت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں مدینہ جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دیتا اور پھر صفوان بن امیہ نے تمہارا قرض چکانے کی اور تمہارے بچوں کی کفالت کرنے کی ذمہ داری قبول کر لی۔ اس شرط پر کہ تم مجھے قتل کر دو۔ یاد رکھو عمیر! اللہ

میرے اور تمہارے درمیان حائل ہے۔ عمیر نے یہ سنا تو بے اختیار پکار اٹھا اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللهِ۔ اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے پاس آسمانوں کی جو خبریں لایا کرتے تھے ہم انہیں جھٹلایا کرتے تھے لیکن یہ معاملہ تو ایسی خفیہ راز داری کا تھا کہ میرے اور صفوان کے علاوہ کسی کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔ اللہ کی قسم! مجھے یقین ہے کہ رب کائنات کے علاوہ کسی نے آپ کو یہ بات نہیں پہنچائی۔ اس اللہ کا شکر ہے کہ جس نے مجھے اسلام کی ہدایت عطا فرمائی اور صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق دی۔

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

علامہ ابن الاثیر کے بیان کے مطابق عمیر بن وہب کے اسلام لانے کے بعد عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! عمیر بن وہب سے مجھے اس قدر شدید نفرت تھی کہ وہ مجھے خنزیر سے بھی بدتر لگتا تھا مگر اسلام لانے کے بعد یہ مجھے اپنے بچوں سے بھی زیادہ پیارا لگنے لگا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل اور بردباری ملاحظہ فرمائیے کہ ایسے خطرناک مجرم کو بھی معاف فرما دیا۔ ارشاد ہوا میرے صحابہ! اپنے اس بھائی کو دین سکھاؤ، اسے قرآن پڑھاؤ اور اس کے قیدی (بیٹے) کو رہا کر دو۔ عمیر اس حسن سلوک کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ اب وہ اپنی گزشتہ حرکات پر نادم ہے۔ ان کی تلافی کا خواہش مند ہے۔ عرض کرتا ہے اللہ کے رسول! میں نے اللہ کے نور کو بجھانے کی بہت کوشش کی اب اس کا مداوا کرنا چاہتا ہوں۔ مجھے مکہ میں رہنے کی اجازت عطا فرمائیں۔ میں اہل مکہ کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کی طرف دعوت دوں گا۔ ان کی یہ درخواست منظور ہوئی۔ پھر وہ دین حق کے داعی بن کر مکہ میں مقیم رہے اور بہت سے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ ادھر صفوان بے چینی سے اپنی مطلوبہ و پسندیدہ خبر کا منتظر تھا۔ وہ مدینہ سے آنے والے ہر مسافر سے کسی نئے واقعہ کے بارے میں پوچھتا تھا۔ ایک دن اسے کسی سوار نے بتایا صفوان! تمہارے لئے خبر یہ ہے کہ عمیر مسلمان ہو گیا ہے۔ اس کے پاؤں تلے سے زمین کھسک گئی۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ عمیر سے ساری زندگی کلام کرے گا نہ اس کے کسی کام آئے گا۔ (الکامل فی التاریخ لابن الاثیر 2/30، 31 والبدایۃ والنہایۃ 3/326، 327 والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام 2/272، 274)

(24)

باکمال و بے مثال لوگ

حضرت سیّدنا ابوجہم بن حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ یرموک کے دن میں اپنے چچازاد بھائی کو تلاش کر رہا تھا اور میرے پاس ایک برتن میں پانی تھا۔ میرا یہ ارادہ تھا کہ میں زخمیوں کو پانی پلاؤں گا۔ اتنی ہی دیر میں مجھے میرے چچازاد بھائی نظر آئے۔ میں ان کی طرف لپکا، دیکھا تو وہ زخموں سے چور چور اور خون میں لت پت تھے۔ میں نے ان کے چہرے سے خون صاف کیا اور پوچھا: ''کیا تم پانی پیو گے؟'' انہوں نے گردن کے اشارے سے ہاں کی تو میں نے پانی کا پیالہ ان کی طرف بڑھا دیا۔

ابھی انہوں نے برتن منہ کے قریب ہی کیا تھا کہ اچانک کسی زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ فوراً پیالہ میری طرف بڑھایا اور کہا: ''جاؤ پہلے اس زخمی کو پانی پلاؤ۔'' میں دوڑ کر وہاں پہنچا تو دیکھا کہ وہ حضرت سیّدنا عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بھائی حضرت سیّدنا ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے ان سے پوچھا: ''کیا تم پانی پینا چاہتے ہو؟'' انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔ میں نے ان کو پانی دیا۔ اتنے میں ایک اور زخمی کی آواز آئی تو انہوں نے فرمایا: ''جاؤ پہلے میرے اس زخمی بھائی کو پانی پلاؤ۔'' میں دوڑ کر وہاں پہنچا تو وہ بھی جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ میں واپس حضرت سیّدنا ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو وہ بھی اپنے خالق حقیقی کی بارگاہ میں جا چکے تھے۔ پھر میں اپنے چچازاد بھائی کے پاس آیا تو وہ بھی واصل بحق ہو چکے تھے۔

تم جیسے عظیم لوگوں پر میری جان قربان

امام واقدی اور حضرت سیّدنا الاعرابی رحمہم اللہ سے مروی ہے'' حضرت سیّدنا عکرمہ

بن ابوجہل رضی اللہ عنہ کو جب پانی دیا گیا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سیّدنا سہل بن عمر رضی اللہ عنہ بھی شدید پیاس میں مبتلا ہیں اور ان کی طرف دیکھ رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے پانی نہ پیا اور فرمایا جاؤ پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ۔"

جب ان کو پانی دیا گیا تو انہوں نے دیکھا کہ حضرت سیّدنا حارث بن ہشام رضی اللہ عنہ بھی شدید زخمی حالت میں ہیں اور شدت پیاس کی وجہ سے ان کی طرف دیکھ رہے ہیں تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جاؤ پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ۔ جب ان کے پاس پہنچے تو وہ بھی دم توڑ چکے تھے۔ دوبارہ جب حضرت سیّدنا سہل بن حارث اور حضرت سیّدنا عکرمہ بن ابوجہل رضی اللہ عنہما کے پاس گئے تو وہ بھی جاں بحق ہو چکے تھے۔

حضرت سیّدنا خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جب ان کے پاس سے گزرے تو ارشاد فرمایا: "تم جیسے عظیم لوگوں پر میری جان قربان ہو۔" (عیون الحکایات)

(25)
تلخ نوائی مری چمن میں گوارا کر

مشہور عباسی خلیفہ منصور ایک رات طواف کر رہا تھا کہ اچانک اس کے کان میں آواز پڑی ”اے اللہ! میں تیری ہی بارگاہ میں ظلم وزیادتی کے عام ہونے، حق اور اہل حق کے درمیان حرص وطمع کے داخل ہونے کا شکوہ کرتا ہوں۔“ یہ سن کر خلیفہ منصور وہاں سے نکل کر مسجد کے ایک کونے میں آ کر بیٹھ گیا اور خادم کو حکم دیا کہ اس شخص کو میرے پاس حاضر کرو۔ اس شخص کو جب خلیفہ کا پیغام ملا تو اس نے دو رکعت نماز پڑھ کر استیلام رکن کیا اور خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا۔ خلیفہ نے اس سے مخاطب ہو کر کہا: ”یہ ہم نے تمہیں کیا کہتے سنا کہ زمین میں ظلم وزیادتی عام ہوگئی ہے اور حق اور اہل حق کے درمیان حرص وطمع داخل ہوگئی۔ بخدا تمہاری اس بات سے ہمیں بڑی تکلیف ہوئی۔“ اس شخص نے کہا: ”اے امیر المومنین! اگر جان کی امان پاؤں تو حقیقت حال عرض کروں؟“ خلیفہ نے کہا: ”ہم نے تمہیں امان دی۔“ وہ شخص کہنے لگا:

اے امیر المومنین! خود آپ ہی کی ذات حرص وطمع اور دنیوی لالچ کا شکار ہوگئی ہے۔ حرص وطمع کے اس مکروہ جذبے نے آپ کو ظلم وزیادتی کا سدباب کرنے سے روکے رکھا ہے۔ خلیفہ نے کہا تیرا برا ہو میرے اندر لالچ اور حرص کیونکر داخل ہو سکتی ہے جب کہ میں سیاہ وسفید کا مالک ہوں اور سونا و چاندی میری مٹھی میں ہے۔ اس شخص نے کہا: ”آپ جس دنیوی اغراض ومفادات کا شکار ہوئے ہیں اس طرح کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے کندھے پر مسلمانوں کے جان ومال کی حفاظت کی ذمہ داری ڈالی ہے مگر آپ اس کی انجام دہی سے غفلت برت رہے ہیں اور مال ودولت

جمع کرنے میں مگن ہیں' آپ نے چونے اور پکی اینٹوں کی دیواریں کھڑی کر کے' مضبوط آہنی دروازے لگا کر' مسلح پہرے دار اور دربان بٹھا کر مظلوموں پر اپنے دربار تک رسائی کی تمام راہیں مسدود کر دی ہیں' لوگوں سے ٹیکسوں کی شکل میں مال و دولت سمیٹنے کے لئے اپنے عمال کو کیل کانٹے سے لیس کر کے روانہ کر رکھا ہے' آپ کی رعایا میں سے صرف مخصوص طبقے کو ہی دربار شاہی میں شرف باریابی کا پروانہ حاصل ہے' کمزوروں' غریبوں اور ستم رسیدہ لوگوں کے لئے آپ کے دروازے بند ہیں۔

بادشاہ کو کھری کھری سنا دیں

یہ طبقہ اشرافیہ جسے آپ کا تقرب حاصل ہے اور جسے دربار میں بلا روک ٹوک رسائی حاصل ہے' جب آپ کو مال و دولت تقسیم کرنے کی بجائے دونوں ہاتھوں سے سمیٹتے دیکھتا ہے تو اسے وجہ جواز بنا کر خود اس بندر بانٹ کے ارتکاب پر کمربستہ ہو جاتا ہے اور اس بات کا اہتمام کرتا ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر لوگوں کے احوال کی صحیح خبر آپ تک پہنچنے نہ پائے۔ اگر اقتدار میں موجود کوئی نیک بندہ اس طبقے کی غلط روش کی مخالفت کرے تو اس پر الزام تراشیاں اور دشنام طرازیاں کر کے ذلیل و رسوا کرنے کا کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا جاتا اور جب وہ راہ سے ہٹ جاتا ہے تو لوگ اس طبقے کی ہیبت اور اثر و رسوخ سے مزید مرعوب ہو جاتے ہیں اور اس سے پناہ رکھنے کے لئے مال و دولت اور ہدایہ کا سہارا لیتے ہیں اس طرح اس طبقہ کے لوگ رعایا پر ظلم کرنے میں پہلے سے زیادہ مستعد ہو جاتے ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو اثر و رسوخ اور جاہ و مرتبہ کے مالک ہیں۔ اسی کا نتیجہ ہے کہ شہر ظلم و زیادتی اور فساد کی آماجگاہ بن گئے ہیں۔ طبقہ اشرافیہ کے افراد عملاً آپ کی سلطنت میں شریک ہو گئے ہیں جبکہ آپ اس ساری صورت حال سے بے پرواہ ہیں۔ جب کوئی مظلوم ظلم کی شکایت لے کر آپ کے دربار میں آنا چاہتا ہے تو اس کی راہ روکی جاتی ہے اور اگر آپ کے باہر آنے پر اپنا مقدمہ آپ کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کرے تو آپ کا اتنا کہہ دینا اسے مایوسی کے غار میں دھکیلنے کے لئے کافی ہے کہ "یہ وقت فریاد سننے کا نہیں" اسی طرح اگر آپ ظالموں کے احتساب کے لئے کوئی محتسب مقرر

کریں اور مقربین کو خبر ہو جائے تو وہ اسے مجبور کرتے ہیں کہ ان کی شکایات آپ تک نہ پہنچائے' وہ بے چارہ ان کے خوف سے زبان بند رکھتا ہے اور یوں مظلوم شخص شکوۂ ظلم لئے اس کے یہاں چکر پہ چکر لگاتا ہے مگر کچھ شنوائی نہیں ہوتی۔ آخرکار جب ہر طرف سے تنگ آ کر وہ آپ کے نکلنے پر بے اختیار تڑپ کر فریاد کرتا ہے تو اسے اذیت ناک سزا دے کر دوسروں کے لئے نمونہ عبرت بنا دیا جاتا ہے۔ یہ سب کچھ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوتا ہے مگر آپ کی پیشانی پر بل تک نہیں آتا کیا یہی اسلام ہے؟

چین کے بہرے بادشاہ کا انصاف

امیر المومنین! میرا ملک چین آنا جانا رہتا تھا' ایک مرتبہ میں وہاں گیا تو معلوم ہوا کہ بادشاہ کی قوت سماعت جواب دے گئی ہے اور وہ کانوں سے بہرہ ہو گیا ہے۔ اس دن بادشاہ نے بھری مجلس میں دھاڑیں مار مار کر رونا شروع کر دیا۔ اہل مجلس اس مصیبت پر صبر کی تلقین کرنے لگے تو اس نے سر اٹھایا اور کہا: میرا رونا اس لئے نہیں کہ مجھ پر مصیبت پڑی ہے میں تو اس مظلوم کے غم میں رو رہا ہوں جو ظالم کے خلاف فریاد لے کر میرے در پر دستک دے گا مگر میں سن نہ پاؤں گا۔ کچھ دیر ٹھہر کر کہنے لگا خیر اگر سماعت چلی گئی مگر آنکھیں تو سلامت ہیں' جاؤ' رعایا میں اعلان کرا دو کہ آج کے بعد ملک میں مظلوم فریادی کے سوا کوئی سرخ کپڑے نہ پہنے تاکہ مظلوم کے سرخ کپڑے دیکھ کر میں اس کی دادرسی کر سکوں۔ پھر وہ ہاتھی پر سوار ہو کر نکل کھڑا ہوتا اور مظلوموں کی دادرسی کرتا۔

امیر المومنین! اس بادشاہ نے مشرک ہونے کے باوجود اپنی قوم کے ساتھ ہمدردی کو ذاتی مفاد پر مقدم رکھا اور ایک آپ ہیں کہ خدائے واحد پر ایمان رکھنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت کا فرد ہونے کے باوجود اپنی خواہش نفس کو مسلمان رعایا کی خیر خواہی پر قربان نہیں کر سکتے' اگر تو آپ مال و دولت اپنے بیٹے کے لئے جمع کر رہے ہیں تو دنیا میں جو بھی بچہ آتا ہے اس کا کوئی مال و متاع نہیں ہوتا مگر خدائے بزرگ و برتر کا سایۂ عاطفت مسلسل اس پر دراز ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ لوگ اس بچے کی عظمت کے گن گانے لگتے ہیں۔ آپ کسی کو کچھ نہیں دے سکتے اور اللہ جس کو جو چاہے عطا

فرماتا ہے اور اگر مال و دولت جمع کرنے سے آپ کا مقصد سلطنت کی مضبوطی اور استحکام ہے تو بنوامیہ کی مثال اور تاریخ آپ کے سامنے ہے کہ ان کا جمع کردہ لاؤلشکر اور مال و دولت ان کے کسی کام نہ آیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ جیسا معاملہ کرنا چاہے گا اسے کوئی روک نہیں سکتا اور نہ ہی مال و دولت کے انبار لگا کر آپ اپنے موجودہ رتبے سے بلند کوئی مرتبہ حاصل کر سکتے ہیں۔

خلیفہ منصور رو پڑا

اے امیر المومنین! کیا اپنی نافرمانی کرنے والے کو آپ قتل سے بڑھ کر کوئی سزا دے سکتے ہیں؟'' خلیفہ نے کہا ''نہیں۔'' اس شخص نے کہا تو پھر آپ کا اس بادشاہ کے بارے میں کیا خیال ہے جس نے آپ کو دنیا کی بادشاہت سے سرفراز فرمایا اور وہ اپنے نافرمان کو قتل نہیں بلکہ دائمی دردناک عذاب کی سزا دیتا ہے۔ وہ بخوبی واقف ہے کہ کس چیز کی محبت میں آپ کا دل جکڑا ہوا ہے اور وہ کیا چیز ہے جو آپ کا مطمع نظر قرار پائی ہے کہ اسی کے حصول کے لئے آپ کے ہاتھ بڑھتے اور قدم اٹھتے ہیں۔ دنیا کی جس بادشاہت پر آپ فریفتہ ہیں کیا وہ اس وقت آپ کے کام آسکے گی۔ جب وہ قادر مطلق ذات اسے آپ سے چھین لے گی اور آپ کو حساب کے لئے لا کھڑا کرے گی۔

اس شخص کی باتیں سن کر خوف آخرت سے خلیفہ منصور کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ بے اختیار اس کی زبان سے نکلا ''کاش! میں پیدا ہی نہ ہوتا۔'' پھر اس شخص سے مخاطب ہو کر کہنے لگا ''اچھا اب تم ہی کوئی تدبیر بتاؤ کہ میں کیا کروں۔'' وہ شخص کہنے لگا ''اے امیر المومنین! دنیا میں کچھ ہستیاں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کی طرف لوگ اپنے دینی معاملات میں رجوع کرتے ہیں اور ان کی رہنمائی سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ آپ بھی ایسے ہی لوگوں کو اپنا مقرب بنائیے۔ وہ آپ کی درست رہنمائی کریں گے۔ اپنے معاملات میں ان سے مشورہ لیجئے۔ وہ آپ کو لغزش سے بچائیں گے۔'' خلیفہ نے کہا ''میں نے اس کی کوشش کی تھی مگر وہ مجھ سے دور بھاگتے تھے۔'' اس شخص نے کہا ''انہیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں آپ انہیں اپنی راہ پر چلنے کے لئے مجبور نہ کریں۔ آپ

اپنے دروازے کھلے رکھیں، رکاوٹیں ہٹادیں، مظلوم کے ساتھ انصاف اور ظلم کا خاتمہ کریں غنیمت اور صدقات کا مال وصول کر کے ضرورت منداور مستحقین میں عدل وانصاف کے ساتھ تقسیم کریں تو میں آپ کو ضمانت دیتا ہوں کہ وہ ہستیاں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کرامت کی فلاح و بہبود کے لئے آپ کے ساتھ تعاون کریں گی۔"

گفتگو جاری تھی کہ اس دوران مؤذن نے آکر سلام کیا اور اذان دی۔ خلیفہ منصور نماز پڑھ کر اپنی مجلس میں چلا آیا اور اس شخص کو بلانے کے لئے آدمی بھیجا تو تلاش کے باوجود اس کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔ (عیون الاخبار، جلد 2، ص 333)

(26)

کچھ ہاتھ نہیں آتا ہے بے آہِ سحر گاہی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ صاحب لاہوری نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: جنت میں نماز نہ ہوگی؟ کسی نے عرض کیا: حضرت جنت میں نماز کیوں ہو وہ تو اعمال کے بدلہ کی جگہ ہے نہ کہ عمل کی۔ اس پر ایک آہ کھینچی اور رونے لگے اور فرمایا: بغیر نماز جنت میں کس طرح گزارا ہوگا۔

(فضائل الصلوٰۃ' صفحہ 26)

☆......ایک عورت کا انتقال ہوگیا۔ اس کا بھائی دفن میں شریک تھا۔ اتفاق سے دفن کرتے ہوئے ایک تھیلی نہایت قیمتی قبر میں گر گئی۔ اس وقت خیال نہیں آیا بعد میں یاد آئی تو بہت رنج ہوا۔ چپکے سے قبر کھول کر نکالنے کا ارادہ کیا۔ قبر کو کھولا تو وہ آگ کے شعلوں سے بھڑک رہی تھی۔ روتا ہوا ماں کے پاس آیا اور حال بیان کیا اور پوچھا: کیا بات تھی؟ ماں نے کہا وہ نماز میں سستی کرتی تھی اور قضاء کر دیتی تھی۔ اعاذنا اللہ منہا۔

(فضائل الصلوٰۃ' صفحہ 332)

☆......حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ بازار گیا وہاں ایک باندی فروخت ہو رہی تھی جو دیوانی بتلائی جاتی تھی۔ میں نے سات دینار میں خرید لی اور گھر لے آیا۔ جب رات کا کچھ حصہ گزرا تو میں نے دیکھا کہ وہ اٹھی وضو کیا۔ نماز شروع کر دی اور نماز میں اس کی یہ عادت تھی کہ روتے روتے اس کا دم نکلا جاتا تھا۔

(فضائل الصلوٰۃ' صفحہ 357)

آنکھ کے ضائع ہونے پہ تبصرہ

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ ایک عورت کا حال بیان فرماتے ہیں: جب وہ تہجد

کی نماز کو کھڑی ہوتی تو کہتی کہ اے اللہ ابلیس بھی تیرا ایک بندہ ہے اس کی پیشانی بھی تیرے قبضے میں ہے۔ وہ مجھے دیکھتا ہے اور میں اسے نہیں دیکھ سکتی تو اسے دیکھتا ہے اور اس کے سارے کام پر قادر ہے اور تیرے کسی کام پر بھی وہ قدرت نہیں رکھتا۔

اے اللہ! اگر وہ میری برائی چاہے تو تو اس کو دفع کر اور اگر وہ میرے ساتھ مکر کرے تو تو اس کے مکر کا انتقام لے۔ میں اس کے شر سے تیری پناہ مانگتی ہوں اور تیری مدد سے اس کو دھکیلتی ہوں۔ اس کے بعد وہ روتی رہتی حتیٰ کہ روتے روتے اس کی آنکھ جاتی رہی۔ لوگوں نے اس سے کہا خدا سے ڈر کہیں دوسری آنکھ نہ جاتی رہے۔ (زیادہ نہ رویا کر) اس نے کہا: اگر یہ جنت کی آنکھ ہے تو اللہ جل شانہ اس سے بہتر عطا فرمائے گا اور اگر دوزخ کی آنکھ ہے تو اس کا دور ہونا ہی اچھا ہے۔ (فضائل الصلوٰۃ' صفحہ 358)

☆...... ابو عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ایک باندی کو دیکھا جو بہت کم داموں میں فروخت ہو رہی تھی' جو نہایت پتلی تھی' اس کا پیٹ کمر سے لگ رہا تھا' بال بکھرے ہوئے تھے۔ میں نے اس پر رحم کھا کر اس کو خرید لیا۔ ایک دن میں نے اس سے کہا ہمارے ساتھ بازار چل' رمضان المبارک کے لئے کچھ سامان خرید لیں۔

کہنے لگی اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے میرے سارے مہینے برابر کر دیئے۔ وہ ہمیشہ دن کو روزہ رکھتی اور رات بھر نماز پڑھتی۔ جب عید قریب آئی تو میں نے کہا: کل صبح بازار چلنا ہے تاکہ عید کے لئے سامان خریدیں۔ کہنے لگی میرے آقا تم دنیا میں مشغول ہو۔ پھر اندر گئی اور نماز شروع کر دی۔ ایک ایک آیت کو مزے سے پڑھتی تھی یہاں تک کہ اس آیت پر پہنچی وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ اس کو بار بار پڑھتی اور روتی' پھر چیخ ماری اور مر گئی۔ (فضائل الصلوٰۃ' صفحہ 352)

جن کو مل کر زندگی سے پیار آ جائے

حضرت ہناد رحمۃ اللہ علیہ بڑے محدث ہیں۔ ان کے شاگرد کہتے ہیں: وہ بہت ہی زیادہ روتے تھے۔ ایک مرتبہ صبح کو ہمیں سبق پڑھاتے رہے اس کے بعد وضو وغیرہ سے فارغ ہو کر زوال تک نفلیں پڑھتے رہے۔

دوپہر کو گھر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر میں آ کر ظہر کی نماز پڑھی اور عصر تک نفلوں میں مشغول رہے پھر عصر کی نماز پڑھائی اور قرآن کی تلاوت مغرب تک فرماتے رہے۔ مغرب کے بعد واپس چلا آیا۔ میں نے ان کے ایک پڑوسی کو تعجب سے کہا: یہ شخص اس قدر عبادت کرتا ہے۔ اس نے کہا: ستر برس سے اس کا یہی معمول ہے اور اگر تم ان کی رات کی عبادت دیکھ لو تو اور بھی تعجب کرنے لگو۔ (فضائل الصلوٰۃ، صفحہ 74)

کاش زندگی میں ایک ہی ایسی نماز نصیب ہو جائے

حضرت عصام رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حاتم زاہد بلخی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا: آپ نماز کس طرح پڑھتے ہیں؟ فرمایا جب نماز کا وقت ہوتا ہے اول نہایت اطمینان سے وضو کرتا ہوں پھر اس جگہ پہنچتا ہوں جہاں نماز پڑھنی ہے پھر اطمینان سے کھڑا ہوتا ہوں۔ گویا کعبہ میرے منہ کے سامنے ہے اور پھر میرا پاؤں پل صراط پر ہے۔ داہنی طرف جنت ہے بائیں طرف دوزخ ہے۔ موت کا فرشتہ میرے سر پر ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ میری آخری نماز ہے پھر کوئی اور نماز شاید میسر نہ ہو اور میرے دل کی حالت اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اس کے بعد نہایت عاجزی سے اللہ اکبر کہتا ہوں پھر معنی کا سوچ کر نماز پڑھتا ہوں۔

تواضع کے ساتھ رکوع کرتا ہوں۔ عاجزی کے ساتھ سجدہ کرتا ہوں اور اطمینان سے نماز پوری کرتا ہوں اس طرح اللہ تعالیٰ کی رحمت سے اس کے قبول ہونے کی امید رکھتا ہوں اور اپنے اعمال کے مردود ہو جانے کا خوف کرتا ہوں۔ حضرت عصام رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کتنے برس سے تم یہ نماز پڑھ رہے ہو؟ فرمایا تیس برس سے۔ حضرت عصام رحمۃ اللہ علیہ رونے لگے کہ مجھے ایک بھی نماز ایسی نصیب نہ ہوئی۔ (فضائل الصلوٰۃ، صفحہ 92)

☆...... کہتے ہیں۔ حضرت حاتم کی ایک مرتبہ جماعت فوت ہو گئی جس کا بے حد اثر تھا۔ ایک دو ملنے والوں نے تعزیت کی۔ اس پر رونے لگے اور فرمایا: اگر میرا ایک بیٹا مر جاتا تو آدھا بلخ تعزیت کرتا۔ جماعت فوت ہونے پر ایک دو آدمیوں نے تعزیت کی۔ یہ صرف اس وجہ سے کہ دین کی مصیبت لوگوں کی نگاہ میں دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔

(فضائل الصلوٰۃ، صفحہ 92)

نماز ہو تو ایسی ہو

حضرت سعید تنوخی رحمۃ اللہ علیہ صالحین میں سے ہیں۔ بہت بڑے عابد و زاہد تھے۔ اکثر اوقات نماز میں شریک ہوتے۔ جب تک نماز پڑھتے رہتے مسلسل آنسوؤں کی لڑی رخساروں پر جاری رہتی۔ (فضائل الصلوٰۃ صفحہ 92)

☆...... شیخ ابو یزید قرطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے سنا کہ جو شخص ستر ہزار مرتبہ لَآ اِلٰــہَ اِلَّا اللّٰہُ پڑھے اس کو دوزخ کی آگ سے نجات ملے۔ میں نے یہ سن کر ایک نصاب بیوی کے لئے پڑھا اور کئی نصاب اپنے لئے ذخیرہ آخرت بنائے۔ ہمارے پاس ایک نوجوان رہتا تھا جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس کو کشف ہوتا ہے اور اس کو جنت دوزخ کا بھی کشف ہوتا ہے۔

مجھے اس پر کچھ شک تھا۔ ایک مرتبہ وہ نوجوان ہمارے ساتھ کھانے میں شریک تھا۔ اچانک اس نے ایک چیخ ماری اور سانس پھولنے لگا اور آنسو جاری ہو گئے اور کہا: میری ماں دوزخ میں جل رہی ہے۔ اس کی حالت مجھے نظر آئی۔ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں نے فوراً ایک نصاب ستر ہزار کا اس کی ماں کی بخش دیا تا کہ اس کی سچائی کا علم بھی ہو جائے اور ستر ہزار وظیفہ کا بھی تجربہ ہو جائے حالانکہ یہ پڑھنے کی خبر سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کو نہیں معلوم تھی۔ وہ فوراً کہنے لگا چچا جان میری ماں سے دوزخ کا عذاب ہٹا دیا گیا۔ (فضائل الذکر صفحہ 100)

☆...... احمد بن خضرویہ بہت بڑے بزرگوں میں سے ہیں۔ ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتے۔ جب ان کے انتقال کا وقت آیا تو کسی پاس بیٹھنے والے نے کوئی بات پوچھی۔ آنکھوں سے آنسو نکل پڑے۔ کہنے لگے (چپ رہو) پچانوے برس سے ایک دروازہ کھٹکھٹا رہا ہوں وہ اس وقت کھلنے والا ہے۔ معلوم نہیں کہ وہ سعادت کے ساتھ کھلتا ہے یا بدبختی کے ساتھ۔ (فضائل الذکر صفحہ 191)

نوجوان کی نماز نے حضرت ذوالنون مصری کو حیران کر دیا

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک دفعہ ملک شام میں گیا تو وہاں

ایک سبز و شاداب باغ پر میرا گزر ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ سیب کے درخت کے نیچے ایک جوان نماز پڑھ رہا ہے۔ میں نے آگے بڑھ کر اسے سلام کیا۔ اس نے کچھ جواب نہ دیا۔ دوسری مرتبہ پھر میں نے سلام کیا تو اس نے اپنی نماز کو ختم کر کے زمین پر انگلی سے یہ شعر لکھے:

منع اللسان من الکلام لانہ کھف البلاء وجالب الافات

فاذا نطقت تکن لربك ذاکرًا لاتنسہ واحمدہ فی الحالات

ترجمہ: زبان بولنے سے اس لئے رک گئی ہے کہ وہ طرح طرح کی بلیات کا غار ہے اور آفات کو کھینچنے والی ہے، اس لئے تمہیں چاہئے کہ جب بولو اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر کرو اسے کسی وقت بھی نہ بھولو اور ہر حالت میں اس کی حمد کرتے رہو۔

حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں یہ دیکھ کر بہت دیر تک روتا رہا پھر میں نے بھی جواب میں زمین پر انگلی سے یہ شعر لکھ دیئے:

ومامن کاتب الاسیبلیٰ ویبقی الدھر ماکتبت یداہ

فلاتکتب بکفك غیر شئی یضرك فی القیامۃ ان تراہ

یعنی ہر لکھنے والا ایک دن قبر میں خاک ہو جائے گا اور اس کا نوشتہ ہمیشہ باقی رہے گا اس لئے تمہیں لازم ہے کہ اپنے ہاتھ سے ایسی شے کے سوا کہ جس کے دیکھنے سے قیامت میں خوشی و مسرت ہو کچھ نہ لکھ۔

ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس جوان نے یہ دیکھ کر ایک چیخ ماری اور جان بحق تسلیم کی۔ میں نے چاہا کہ اسے غسل دے کر دفن کر دوں کہ یکایک آواز آئی کہ کوئی پکار رہا ہے۔ ذوالنون اسے چھوڑ دے حق تعالیٰ نے اس سے وعدہ فرمالیا ہے کہ اس کی تجہیز و تکفین فرشتے کریں گے۔ ذوالنون کہتے ہیں: میں یہ سن کر الگ ہو گیا اور درخت کے نیچے جا کر نماز پڑھنے لگا۔ چند رکعتیں پڑھ کر جو میں گیا تو وہاں اس کا نشان تک نہ پایا اور نہ اس کی کچھ خبر ملی۔

(27)

کسی کا مذاق مت اُڑاؤ

اہانت اور تحقیر کے لئے زبان یا اشارات یا کسی اور طریقے سے مسلمان کا مذاق اڑانا حرام و گناہ ہے کیونکہ اس سے ایک مسلمان کی تحقیر اور اس کی ایذاء رسانی ہوتی ہے اور کسی مسلمان کو حقیر کرنا اور دکھ دینا سخت حرام اور جہنم میں لے جانے والا کام ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں ارشاد فرمایا:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝

(الحجرات رکوع 2)

”اے ایمان والو! نہ مرد مردوں کا مذاق اڑائیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسی اڑانے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں کچھ بعید نہیں کہ وہ ان ہنسی اڑانے والیوں سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو۔ کیا ہی برا نام ہے مسلمان ہو کر فاسق کہلانا اور جو توبہ نہ کریں وہی ظالم ہیں۔“

اس کی ممانعت اور شناخت کے بارے میں حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں۔ جو لوگ دوسروں کا تمسخر اور استہزاء کرتے اور مذاق اڑاتے رہتے ہیں اور قسم قسم کے دل آزار القاب سے یاد کرتے رہتے ہیں۔ کبھی طعنہ زنی کرتے ہیں۔ کبھی عار دلاتے ہیں۔ یہ

سب حرکتیں حرام و گناہ اور جہنم میں لے جانے والے کام ہیں۔

کہ چپ کی دار غفور ور حیم دیتا ہے

لہٰذا ان حرکتوں سے توبہ لازم ہے ورنہ یہ لوگ فاسق ٹھہریں گے۔ اسی طرح سیٹھوں اور مالداروں کی عادت ہے کہ وہ غریبوں کے ساتھ تمسخر اور اہانت آمیز القاب سے ان کو عار دلاتے اور طعنہ زنی کرتے رہتے ہیں اور طرح طرح سے ان کا مذاق اڑایا کرتے ہیں جس سے غریبوں کی دل آزاری ہوتی رہتی ہے مگر وہ اپنی غربت اور مفلسی کی وجہ سے مالداروں کے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ ان مالداروں کو ہوش میں آجانا چاہیے کہ اگر وہ اپنے ان کرتوتوں سے توبہ کر کے باز نہ آئے تو یقیناً وہ قہر قہار و غضب جبار میں گرفتار ہو کر جہنم کے سزاوار بنیں گے اور دنیا میں ان غریبوں کے آنسو قہر خداوندی کا سیلاب بن کر ان مالداروں کے محلات کو خس و خاشاک کی طرح بہا لے جائیں گے کیونکہ

بشر کو صبر نہیں ورنہ یہ مثل سچ ہے
کہ چپ کی داد غفور و رحیم دیتا ہے

(28)

جنت کی حور

فِی الْخَبَرِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ خَلَقَ اللّٰہُ وَجْہَ الْحُوْرِ مِنْ اَرْبَعَۃِ اَلْوَانٍ اَبْیَضَ وَاَخْضَرَ وَاَصْفَرَ وَاَحْمَرَ وَخَلَقَ بَدَنَہَا مِنَ الزَّعْفَرَانِ وَالْمِسْكِ وَالْعَنْبَرِ وَالْكَافُوْرِ .... فَلَمَّا كَفَّ عَنْ ذِكْرِ اللّٰہِ كَفَفْنَا عَنْ بِنَائِہٖ .

حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے: فرمایا اللہ تعالیٰ نے حور کا چہرہ چار رنگوں میں بنایا' سفید' سبز' زرد اور سرخ اور اس کا جسم زعفران' کستوری' عنبر اور کافور سے پیدا کیا اور ان کے بال قرنفل سے اور ان کے پاؤں کی انگلیوں سے گھٹنوں تک خوشبودار زعفران سے اور ان کے گھٹنوں سے پستانوں تک کستوری سے اور پستانوں سے گردنوں تک عنبر سے اور گردنوں سے ان کے سروں تک کافور سے پیدا کیا اور حور دنیا میں لعاب دھن پھینک دے تو سب دنیا خوشبو سے معطر ہو جائے اور اس کے سینہ پر اس کے شوہر کا نام اور اللہ کے ناموں سے ایک نامہ لکھا ہوا ہے اور اس کے دونوں ہاتھوں میں سے ہر ہاتھ میں دس سونے کے کنگن ہوں گے اور ان کی انگلیوں میں دس انگوٹھیاں اور اس کے پاؤں میں دس پازیب جواہرات اور موتیوں سے ہوں گی۔

لعبہ حور کا تذکرہ

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک جنت میں ایک حور ہے اسے لعبہ کہا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اسے چار

چیزوں سے پیدا کیا ہے۔ کستوری و کافور و عنبر اور زعفران سے اور اس کی مٹی آب حیات سے خمیرہ کی گئی ہے اور تمام حوریں اس کی عشاق ہیں اور اگر وہ سمندر میں تھوک ڈال دے تو اس کی تھوک سے سمندر کا سب پانی میٹھا ہو جائے۔ اس کے سینہ پر لکھا ہے کہ جو چاہتا ہے کہ اس کے پاس میری مثل ہو پس اسے چاہئے کہ اپنے رب کی فرمانبرداری کرے اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تحقیق اللہ تعالیٰ نے جب جنت عدن کو پیدا کیا تو جبرائیل کو بلایا اور اسے فرمایا: جاؤ اور دیکھو جو میں نے اسے نیک بندوں اور اپنے ولیوں کے لئے پیدا کیا پس جبرائیل گئے اور اس جنت میں گھومے تو جنتی محلات سے حور العین میں سے ایک نے سر اٹھا کر مسکراتے ہوئے جبرائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا تو سب جنت عدن اس کے دانتوں کی روشنی سے روشن ہو گئی پس جبرائیل علیہ السلام اپنے رب کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہو گئے اور گمان کیا کہ یہ نور رب العزت کے نور سے ہے تب حور نے آواز دی کہ اے اللہ کے امین اپنا سر اٹھا پھر جبرائیل نے اپنا سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھا اور کہا: پاکی ہے اس ذات کو جس نے تجھے پیدا کیا تو حور نے کہا: اے اللہ کے امین کیا آپ جانتے ہیں کہ میں کس کے لئے پیدا کی گئی ہوں؟ جبرائیل علیہ السلام نے کہا نہیں پس حور بولی بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شخص کے لئے پیدا کیا جس نے اپنی نفسانی خواہشوں پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو اختیار کیا اور اسی بناء پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ فرمایا میں نے جنت میں ملائکہ کو محلات بناتے دیکھا کہ سونے کی اینٹ کے ساتھ چاندی کی اینٹ لگاتے ہیں اور ایسے ہی وہ بناتے رہے پس اچانک تعمیر سے رک گئے تو میں نے انہیں کہا تم تعمیر سے کیوں رکے وہ بولے ہمارا خرچہ ختم ہو گیا ہے میں نے ان سے پوچھا تمہارا کیا خرچہ ہے وہ بولے بے شک صاحب محل اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا رہا تھا جب وہ اللہ کے ذکر سے رکا تو ہم اس کی تعمیر سے رک گئے۔ (دقائق الاخبار)

(29)

نمونۂ قدرت

شیخ ابوعبداللہ قرشی بیان کرتے ہیں ابواسحاق ابراہیم بن ظریف کی خدمت میں ایک شخص نے آکر سوال کیا کہ حضرت کیا کوئی ایسا انسان اگر خود سے یہ عہد کرے کہ میں فلاں کام فلاں مقصد حاصل کیے بغیر نہیں کروں گا تو ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ شیخ نے فرمایا: حضرت ابولبابہ انصاری رضی اللہ عنہ جنہوں نے خود کو مسجد نبوی شریف کے ستون سے باندھ لیا تھا ان کے واقعہ سے ثابت ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ راوی (ابوعبداللہ قرشی) فرماتے ہیں: یہ مسئلہ سننے کے بعد میں نے اپنے دل میں تہیہ کرلیا کہ جب تک میں قدرت الٰہیہ کا نمونہ نہ دیکھ لوں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا۔ تین دن گزر گئے۔ میں اپنی دکان کی کرسی پر بیٹھا تھا۔ ایک شخص ظاہر ہوا' اس کے پاس ایک پیالہ تھا۔ اس نے مجھے عشاء تک صبر کی ہدایت کی اور غائب ہوگیا۔ میں مغرب وعشاء کے درمیان ذکروشغل میں تھا۔ اتنے میں دیوار پھٹی اور اس میں ایک حور برآمد ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں وہی پیالہ موجود تھا۔ اس نے پیالہ میں سے مجھے شہد جیسی کوئی چیز تین بار چٹائی۔ میں بے ہوش ہوگیا اور جب ہوش میں آیا تو اس شے کی حلاوت میں ایسا کھو گیا کہ اس کے بعد مجھے کسی بہترین غذا کی بھی کوئی لذت نہ ملتی اور اس کی صورت وآواز ذہن میں اس طرح سمائی کہ کسی شے کی لذت اور شکل مجھے یک لخت پسند نہیں آتی تھی۔

تکبروغرور کا علاج ہوگیا

بصرہ کی گلیوں میں کسی امیر کبیر کی باندی خدمت گاروں کے جھرمٹ میں سوار بڑے نازو تبختر سے چلی جارہی تھی۔ حضرت مالک بن دینار کی نظر پڑی۔ آپ سادہ حال

رہتے تھے۔ اس سے دریافت کیا ''کیا تیرا مالک تجھے فروخت کرے گا۔'' کنیز نے غرور سے سر جھٹک کر کہا: ''اگر فروخت بھی کرے تو آپ جیسا مفلس مجھے کیا خرید سکے گا۔''
حضرت مالک نے فرمایا: ''تو کیا شے ہے میں تجھ سے بھی بہتر کنیز خرید سکتا ہوں۔'' آپ اس کے مکان تک تشریف لے گئے۔ باندی نے اپنے آقا سے سارا قصہ ذکر کیا۔ اس نے حضرت سے دریافت کیا ''کیا چاہتے ہو؟''
حضرت مالک: میں اس کنیز کو خریدنا چاہتا ہوں۔
امیر: کیا آپ اس کی قیمت دے سکیں گے۔
حضرت مالک: میرے نزدیک تو اس کی قیمت کھجور کی دو سڑی گٹھلیاں ہیں' ان سے زیادہ کچھ نہیں۔ امیر: (ہنستے ہوئے) آپ نے ایسا کیوں کہا؟
حضرت مالک: اس کنیز میں بہت سے عیوب ہیں اور عیب دار شے کی قیمت ایسی ہی ہوتی ہے۔ امیر: ذرا وہ عیب میں بھی تو سنوں۔
حضرت مالک: عیب ہی سننا چاہتے ہو تو سنو! یہ اگر عطر و خوشبو نہ لگائے تو اس کا جسم بو کرنے لگے۔ منہ نہ دھوئے تو اس سے تعفن اٹھنے لگے۔ بالوں کی صفائی نہ رکھے تو جوئیں پڑ جائیں اور ذرا عمر پا جائے تو اس پر بڑھاپا طاری ہو جائے اور دیکھنے کے لائق ہی نہ رہے۔ حیض اسے ناپاک کرتا ہے۔ پیشاب پاخانہ اس کے عیوب میں سے ہیں۔ ہر طرح کی نجاستوں سے یہ آلودہ ہوتی ہے۔ رنج و غم اور تکلیفوں سے اسے سابقہ پڑتا ہے یہ تو ظاہری عیوب ہیں' باطنی عیوب کا حال یہ ہے کہ اس میں خود غرضی ہے' آج ہمارے لیے وفادار ہے کل کسی اور کے لئے ہو سکتی ہے۔ اس کی دوستی سچی نہیں اور یہ قابل اعتبار نہیں۔ اس سے کم قیمت کی ایک کنیز مجھے مل رہی ہے۔ مگر ان تمام باتوں میں اس سے بہتر ہے۔ کافور' زعفران' مشک' جوہر نور سے اس کی تخلیق ہوئی' کسی کھارے پانی میں آب دہن ڈال دے تو وہ آب شیریں میں تبدیل ہو جائے۔ مردے سے ہمکلام ہو تو وہ جی اٹھے سورج کے آگے کلائی کھول دے تو اس کی روشنی ماند پڑ جائے۔ زیور و پوشاک سے آراستہ ہو کر دنیا میں آ جائے تو سارا جہان معطر و مزین ہو جائے۔ مشک

وزعفران کے باغوں یاقوت ومرجان کی شاخوں میں اس کی پرورش ہوئی۔ آب تسنیم اور طرح طرح کے آرام وآسائش سے اسے پالا گیا۔ عہد کی پختہ دوستی میں یکتا ہے۔ تم ہی بتاؤان دونوں میں خریدنے کے لائق کون سی ہے۔ امیر: اس کی قیمت کیا ہے؟

بادشاہی کوترک کردیا

مالک بن دینار: اس کی قیمت تو ہر وقت ہر شخص کے پاس ہے۔ رات میں چند لمحوں کے لئے ہر شے سے بے نیاز ہو کر اخلاص نیت کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرو۔ تمہارے لئے انواع واقسام کے کھانوں کا دستر خوان چنا جائے تو اس وقت کسی بھوکے کو رضائے حق کے لئے کھلاؤ۔ راستے سے گندگی اور روڑے ہٹاؤ۔ اس کی قیمت یہ ہے کہ اپنی زندگی تنگدستی اور فقر میں گزارو، فکر دنیا سے الگ رہو۔ حرص سے دور رہ کر قناعت اختیار کرو پھر اس کا یہ ثمرہ ہوگا کہ کل تم آرام وسکون سے جنت کی راحتوں میں رہو گے اور بادشاہ کریم کے دائمی جوار سے سرفراز ہو گے۔

شیخ کی نصیحتوں کو سن کر کنیز کے آقا نے کنیز اور غلاموں کو آزاد کر کے اپنی جائیداد ان میں تقسیم کر دی اور لباس فاخرہ پھینک کر فقر کا موٹا لباس پہن لیا۔ کنیز نے یہ دیکھا تو اس نے بھی اپنے آقا کی تقلید کی اور موٹا لباس پہن کر ساتھ ہو لی۔ حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی۔ یہ دونوں دنیا سے بے نیاز ہو کر عبادت حق میں مشغول ہوئے اور اسی حال میں خدا سے جا ملے۔ (روض الریاحین)

(30)
بدر والوں کے لئے جنت کا فیصلہ

ایک بدری صحابی حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ ایک سنگین غلطی کر بیٹھے۔ اتفاق یہ ہوا کہ انہی دنوں بنو عبدالمطلب کی ایک لونڈی سارہ مدینہ آئی ہوئی تھی۔ حاطب کے اہل و عیال مکہ میں تھے۔ انہوں نے قریش کے نام خط لکھ دیا۔ اس میں انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ پر حملے کی تیاری کا ذکر بھی کر دیا۔ اس عورت نے اس خط کو اپنے سر کے بالوں میں چھپایا اور مکہ چل دی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی اس بات کا علم ہو گیا۔

آپ نے حضرت علی، حضرت مقداد، حضرت زبیر اور حضرت ابو مرثد غنوی رضی اللہ عنہم کو یہ کہہ کر بھیجا کہ جاؤ روضہ خاخ پہنچو۔ وہاں ایک ہودج نشین عورت ملے گی۔ اس کے پاس قریش کے نام ایک رقعہ ہو گا۔ یہ اس سے وصول کرو۔ یہ حضرات گھوڑوں پر سوار ہو کر تیزی سے روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو وہی عورت موجود تھی۔ اس سے کہا نیچے اتر آؤ۔ پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی خط ہے؟ اس نے کہا: میرے پاس کوئی خط نہیں۔ انہوں نے اس کے کجاوے کی تلاشی لی لیکن کچھ نہ ملا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جھوٹ کہا ہے نہ ہم جھوٹ بول رہے ہیں۔ تم فوراً خط نکال دو ورنہ ہم تمہیں ننگا کر دیں گے۔ جب اس نے یہ پختگی دیکھی تو بولی اچھا منہ پھیرو۔ انہوں نے منہ پھیرا تو اس نے چوٹی کھول کر خط نکالا اور ان کے حوالے کر دیا۔ یہ لوگ خط لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ دیکھا تو اس میں تحریر تھا: (حاطب بن ابی

بلتعہ کی طرف سے قریش کی جانب)' پھر قریش کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کی خبر دی گئی تھی۔

صحابی رسول کا عذر قبول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب رضی اللہ عنہ کو بلا کر پوچھا: حاطب! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! میرے خلاف جلدی نہ فرمائیں۔ اللہ کی قسم! اللہ اور اس کے رسول پر میرا ایمان کامل ہے۔ میں نہ تو مرتد ہوا ہوں اور نہ مجھ میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ میں خود قریش کا آدمی نہیں البتہ میں انہی کے ساتھ چپکا ہوا تھا۔ میرے بال بچے وہیں ہیں لیکن قریش سے میری کوئی قرابت نہیں کہ وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں...... اس کے برعکس جو دوسرے لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں وہاں ان کے قرابت دار موجود ہیں جو ان کی حفاظت کریں گے چونکہ اس طرح کا کوئی سہارا مجھے حاصل نہیں' اس لئے میں نے چاہا کہ ان پر ایک احسان کر دوں جس کے عوض وہ میرے اہل و عیال کی حفاظت کریں۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے رسول! مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس کی گردن مار دوں کیونکہ اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خیانت کی ہے اور یہ منافق ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر! یہ جنگ بدر میں حاضر ہو چکا ہے۔ تمہیں کیا معلوم؟ غالباً اللہ نے اہل بدر پر (اپنی شان کے مطابق) جھانک کر کہا تم لوگ جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور انہوں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

(صحیح البخاری' حدیث 3007' 398)

(31)

ساحل سمندر پہ دو بادشاہ

حضرت سیّدنا عبدالرحمن بن عبداللہ رضی اللہ عنہ اپنے والد حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں "پہلی امتوں میں ایک بادشاہ تھا۔ خوب شان و شوکت سے اس کے دن رات گزر رہے تھے۔ ایک دن اس کی قسمت کا ستارہ چمکا اور وہ اپنی آخرت کے بارے میں غور و فکر کرنے لگا اور سوچنے لگا کہ میں جن دنیاوی آسائشوں میں گم ہو کر اپنے رب تعالیٰ کو بھول چکا ہوں عنقریب یہ ساری نعمتیں مجھ سے منقطع ہو جائیں گی، میری حکومت و بادشاہت نے تو مجھے اپنے پاک پروردگار کی عبادت سے غافل کر رکھا ہے۔

چنانچہ وہ رات کی تاریکی میں اپنے محل سے نکلا اور ساری رات تیزی سے سفر کرتا رہا۔ جب صبح ہوئی تو وہ اپنے ملک کی سرحد عبور کر چکا تھا۔ اس نے ساحل سمندر کا رخ کیا اور وہیں رہنے لگا۔ وہاں وہ اینٹیں بنا بنا کر بیچتا جو رقم حاصل ہوتی اس میں سے کچھ اپنے خرچ کے لئے رکھ لیتا اور باقی سب صدقہ کر دیتا۔

اسی حالت میں اسے کافی عرصہ گزر گیا۔ بالآخر اس کی خبر اس ملک کے بادشاہ کو ہوئی تو اس بادشاہ نے پیغام بھیجا "مجھ سے آکر ملو۔" لیکن اس نے انکار کر دیا اور بادشاہ کے پاس نہ گیا۔ بادشاہ نے پھر اپنا قاصد بھیجا اور اسے اپنے پاس بلوایا۔ اس نے پھر انکار کر دیا اور کہا: "بادشاہ کو مجھ سے کیا غرض اور مجھے بادشاہ سے کیا کام کہ میں ان کے پاس جاؤں۔"

جب بادشاہ کو بتایا گیا تو وہ خود گھوڑے پر سوار ہو کر ساحل سمندر پر آیا۔ جب اس

نیک شخص نے دیکھا کہ بادشاہ میری طرف آ رہا ہے تو اس نے ایک طرف دوڑ لگا دی۔ بادشاہ نے جب اسے بھاگتے دیکھا تو وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے بھاگنے لگا لیکن وہ بادشاہ کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ جب بادشاہ اسے نہ ڈھونڈ سکا تو بلند آواز سے کہا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! میں تجھے کچھ بھی نہیں کہوں گا تو مجھ سے خوف زدہ نہ ہو (میں تجھ سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں)''

یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی

جب اس نیک شخص نے یہ سنا تو وہ بادشاہ کے سامنے آ گیا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: ''اللہ تعالیٰ تجھے برکتیں عطا فرمائے' تو کون ہے اور کہاں سے آیا ہے؟'' اس نے اپنا نام بتایا اور کہا: ''میں فلاں ملک کا بادشاہ تھا' جب میں نے غور وفکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میں جس دنیا کی دولت میں مست ہوں' یہ تو عنقریب فنا ہو جائے گی اور اس دولت وحکومت نے تو مجھے غفلت کی نیند سلا رکھا ہے۔''

وہ ہے عیش و عشرت کا کوئی محل بھی
جہاں تاک میں ہر گھڑی ہو اجل بھی
بس اب اپنے اس جہل سے تو نکل بھی
یہ جینے کا انداز اپنا بدل بھی
جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

چنانچہ میں نے اپنے تمام سابقہ گناہوں سے توبہ کی اور تمام دنیاوی آسائشوں کو چھوڑ کر دنیا سے الگ تھلگ اپنے رب تعالیٰ کی عبادت شروع کر دی۔ اللہ تعالیٰ میری اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول ومنظور فرمائے۔ جب بادشاہ نے یہ سنا تو کہنے لگا: ''میرے بھائی! جو کچھ تو نے کیا میں تو تجھ سے زیادہ اس کا حق دار ہوں۔'' یہ کہتے ہوئے وہ گھوڑے سے اترا اور اسے وہیں چھوڑ کر اس نیک شخص کے ساتھ چل دیا۔

چنانچہ وہ دونوں بادشاہ ایک ساتھ رہنے لگے اور اب وہ ہر وقت اپنے رب تعالیٰ کی

عبادت میں مصروف رہتے اور انہوں نے دعا کی ”اے ہمارے پروردگار! ہمیں ایک ساتھ موت دینا۔“ چنانچہ ان دونوں کا ایک ہی دن انتقال ہوا اور ان کی قبریں بھی ایک ساتھ ہی بنائی گئیں۔ (عیون الحکایات)

یہ حکایت نقل کرنے کے بعد حضرت سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”اگر میں ہوتا تو ان کی قبروں کی جو نشانیاں ہمیں اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائی ہیں ان کی وجہ سے انہیں ضرور پہچان لیتا اور تمہیں وہ قبریں ضرور دکھاتا۔“

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند عبداللہ بن مسعود، الحدیث 4312، ص166، 167)

مرا ز پیرِ طریقت نصیحتے یاد است

کہ غیرِ یادِ خدا ہر چہ ہست برباد است

(32)

ایثار و ہمدردی کا ایک انوکھا واقعہ

ایثار و ہمدردی یعنی دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینا اور دوسرے کے غم اور دکھ درد میں شریک ہونا اسلام کی معاشرتی تعلیمات میں سے ہے۔ معاشرہ کے اجتماعی نظام کے استحکام اور بقاء میں اس کا بڑا عمل دخل ہے۔ اسلامی معاشرہ کی تاریخ میں ایثار و ہمدردی کے بڑے عجیب واقعات ملتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ وہ ہے جو خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی شہرہ آفاق کتاب ''تاریخ بغداد'' میں امام واقدی کے حالات میں لکھا ہے۔

واقدی کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ مجھے بڑی مالی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ فاقوں تک نوبت پہنچی۔ گھر سے اطلاع آئی کہ عید کی آمد آمد ہے اور گھر میں کچھ نہیں' بڑے صبر کر لیں گے مگر بچے مفلسی سے عید کیسے گزاریں گے؟ یہ سن کر میں اپنے ایک تاجر دوست کے پاس قرض لینے گیا۔ وہ مجھے دیکھتے ہی سمجھ گیا اور بارہ سو درہم کی سربمہر ایک تھیلی میرے ہاتھ میں تھما دی۔ میں گھر آیا' ابھی بیٹھا ہی تھا کہ میرا ایک ہاشمی دوست آیا۔ اس کے گھر بھی افلاس و غربت نے ڈیرہ ڈالا ہوا تھا اور وہ بھی قرض رقم چاہتا تھا۔ میں نے گھر جا کر اہلیہ کو قصہ سنایا تو وہ کہنے لگی ''کتنی رقم دینے کا ارادہ ہے؟'' میں نے کہا ''تھیلی کی رقم نصف نصف تقسیم کر لیں۔ اس طرح دونوں کا کام چل جائے گا۔'' کہنے لگی ''بڑی عجیب بات ہے' آپ ایک عام آدمی کے پاس گئے' اس نے آپ کو بارہ سو درہم دیئے اور آپ اسے ایک عام آدمی کو عطیہ کا نصف دے رہے ہیں' آپ اسے پوری تھیلی دے دیں۔''

اب ڈھونڈو انہیں چراغِ رُخِ زیبا لے کر

چنانچہ میں نے وہ تھیلی کھولے بغیر سربمہر اس کے حوالہ کر دی۔ وہ تھیلی لے کر گھر پہنچا تو میرا تاجر دوست اس کے پاس گیا۔ کہا: "عید کی آمد آمد ہے' گھر میں کچھ نہیں' کچھ رقم قرض چاہیے۔" ہاشمی دوست نے وہ تھیلی سربمہر اس کے حوالہ کر دی۔ اپنی ہی تھیلی اس طرح سربمہر دیکھ کر اسے بڑی حیرت ہوئی کہ یہ ماجرا کیا ہے؟ وہ تھیلی ہاشمی دوست کے ہاں چھوڑ کر میرے پاس آیا۔ میں نے اسے پورا قصہ سنایا۔ درحقیقت تاجر دوست کے پاس بھی اس تھیلی کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ وہ سارا مجھے دے گیا تھا اور خود قرض لینے ہاشمی کے پاس چلا۔ ہاشمی نے جب وہ حوالے کرنا چاہا تو راز کھل گیا۔

ایثار و ہمدردی کے اس انوکھے واقعہ کی اطلاع جب وزیر یحییٰ بن خالد کے پاس پہنچی تو وہ دس ہزار دینار لے کر آئے۔ کہنے لگے "ان میں دو ہزار آپ کے' دو ہزار آپ کے ہاشمی دوست کے' دو ہزار تاجر دوست کے اور چار ہزار آپ کی اہلیہ کے ہیں کیونکہ وہ تو سب میں زیادہ قابل قدر اور لائق اعزاز ہے۔" (تاریخ بغداد' ج 3' ص 2)

ارشاد خداوندی ہے:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ...... یہ تھے وہ لوگ جن سے اسلام کی اخلاقی قدریں آباد تھیں اور جنہیں دیکھ کر غیر مسلم' اسلام قبول کرنے پر خود بخود آمادہ ہو جاتے تھے۔ اب ڈھونڈو انہیں چراغ رخ زیبا لے کر!

(33)

مسجد میں دنیا کی باتیں کرنا

مسجدوں میں دنیا کی باتیں کرنا اور شور مچانا منع ہے۔ اس گناہ سے بچنا لازم ہے کیونکہ حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے۔

1- حدیث: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ مسجدوں میں دنیا کی باتیں لوگ کریں گے تو تم ان لوگوں کے ساتھ نہ بیٹھو کہ ان کو خدا تعالیٰ سے کچھ کام نہیں۔
(مشکوٰۃ، ج 1، ص 71، بحوالہ بیہقی)

2- حدیث میں آیا ہے کہ مسجد میں دنیاوی بات چیت نیکیوں کو اس طرح کھا ڈالتی ہے جس طرح چوپائے گھاس کو کھا ڈالتے ہیں۔ (احیاء العلوم ج 1، ص 152)

3- حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم دیکھو کہ کوئی مسجد میں سودا بیچ رہا ہے یا سودا خرید رہا ہے تو تم لوگ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری تجارت میں نفع نہ دے اور جب تم دیکھو کہ کوئی اپنی گم شدہ چیز کو چلا چلا کر مسجد میں ڈھونڈ رہا ہے تو تم کہہ دو کہ خدا تعالیٰ کرے تمہاری گم شدہ چیز نہ ملے۔ (الترغیب والترہیب، ج 1، ص 203، بحوالہ نسائی وغیرہ)

4- حدیث: حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مسجد میں لیٹا ہوا تھا تو کسی نے مجھ کو کنکری ماری۔ جب میں نے دیکھا تو وہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ انہوں نے مجھ سے فرمایا: تم جاؤ اور ان دونوں آدمیوں کو میرے پاس لاؤ تو میں ان دونوں کو لایا۔ امیر المومنین نے ان دونوں سے پوچھا: تم دونوں کہاں کے

رہنے والے ہو؟ ان دونوں نے کہا: ہم طائف کے رہنے والے ہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: اگر تم دونوں مدینہ کے رہنے والے ہوتے تو میں تم دونوں کو مار مار کر دردمند کر دیتا۔ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مسجد میں بلند آواز سے گفتگو کر رہے ہو؟

(مشکوٰۃ' ج 1' ص 71' بحوالہ بخاری)

5- حدیث: حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسجد نبوی کے ایک جانب ایک میدان بنا دیا تھا جس کو لوگ "بطیحا" کہتے تھے اور امیر المومنین نے یہ فرما دیا تھا کہ جو کوئی شور کرے یا شعر گائے یا بلند آواز سے گفتگو کرے تو وہ مسجد سے نکل کر اس میدان میں آ جائے۔

(مشکوٰۃ' ج 1' ص 71' بحوالہ موطا)

محمد رسول اللہ

(34)

اہل ایمان کی جنت میں خدمت

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ فَاِذَا اَكَلَ وَلِيُّ اللّٰهِ مِنْ فَوَاكِهِ الْجَنَّةِ مَا شَاءَ يَشْتَاقُ اِلَى الطَّعَامِ ....اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ وَآلِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ:

ترجمہ: ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا ولی اپنا تمنا بھر جنتی میوے کھائے گا اور پھر طعام کا مشتاق ہو گا تو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ اس کے سامنے کھانا پیش کرو تو اس کے پاس ستر ہزار خدمت گار آئیں گے اور ہر خدمت گار کے پاس ستر ہزار دستر خوان ہوں گے موتی اور یاقوت سے اور ہر دستر خوان پر ایک ہزار سونے کے بڑے بڑے پیالے ہوں گے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ویطاف علیھم ....اور ان پر سونے کے پیالوں اور کوزوں کو پیش کیا جائے گا اور ان میں وہ کچھ ہو گا جو تمہارے دل چاہیں گے اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور پیالہ میں ستر ہزار رنگ کا کھانا ہو گا جسے نہ آگ نے چھوا اور نہ باورچی نے پکایا اور نہ تانبے وغیرہ کی دیگ میں جوش دلایا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا ہو جا تو وہ بلا مشقت ہو گیا۔ پس اللہ کا ولی ان پیالوں سے جو چاہے کھائے گا اور اس کی زوجہ بھی اس کے ساتھ ہو گی تو جب دونوں سیر ہو جائیں گے تو پرندے اتریں گے جنتی پرندوں سے جو اونٹ کے برابر ہو گا پس وہ اپنے پروں کے ساتھ ولی اللہ کے سر پر ٹھہر جائیں گے اور ہر پرندہ کہے گا اے اللہ کے ولی میرا تازہ

گوشت کھا کیونکہ میں ایسا ایسا پرندہ ہوں اور میں نے سلسبیل کے چشمہ اور کافور سے پانی پیا ہے اور میں نے جنت کے باغوں سے کھایا ہے پس اللہ کا ولی کھانے کا مشتاق ہوگا تو اللہ تعالیٰ اسے حکم دے گا کہ واقع ہو ان کے دسترخوان پر کہ جس قسم و رنگ میں وہ چاہتا ہے پس وہ ہو جائے گا بھنا ہوا تو اللہ کا ولی جس قدر چاہے گا اس کا گوشت کھائے گا پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ پرندہ لوٹ جائے گا اور جنتی کھانا ختم نہ ہوگا اگرچہ اس میں سے کوئی جتنا چاہے کھائے اس سے کچھ کم نہ ہوگا اور اس کی مثال دنیا میں قرآن ہے کہ لوگ اسے سیکھتے اور دوسروں کو سکھاتے ہیں اور وہ اپنے حال پر ہے کہ اس سے کچھ کم نہیں ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اہل جنت کھائیں اور پئیں گے اور برائے لذت میوے کھائیں گے پھر ان کا کھانا پینا خوشبو ہو جائے گا کستوری کی خوشبو کے مانند اور اس کی مثال دنیا میں ماں کے پیٹ میں بچہ ہے کہ وہ پیشاب کرے اور نہ پاخانہ اے خدا ہمیں بھی بطفیل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی آل پاک کے صدقے عطا فرما آمین وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔ (دقائق الاخبار)

(35)

جنت کی بیع

حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ گھومتے پھرتے بصرہ کے ایک محلہ میں ایک عالیشان محل کے اندر داخل ہوئے۔ دیکھا کہ وہاں ایک جوان رعنا' مزدوروں مستریوں اور کام کرنے والوں کو بڑے انہماک اور توجہ سے ہر ہر کام کی ہدایت دے رہا ہے۔ حضرت مالک بن دینار نے اپنے رفیق جعفر بن سلیمان سے فرمایا: ''دیکھتے ہیں یہ جوان محل کی تعمیر وتزئین کے معاملہ میں کتنی دلچسپی رکھتا ہے۔ مجھے تو اس کے حال پر رحم آ رہا ہے اور چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ سے اس کے حق میں دعا کروں کہ اسے اس حال سے نجات دے۔ کیا عجب کہ یہ جوانان جنت سے ہو جائے۔'' حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ جعفر بن سلیمان کے ساتھ اس کے پاس گئے' سلام کیا۔ اس نے مالک بن دینار کو نہیں پہچانا۔ جب تعارف ہوا تو عزت وتوقیر کی کسر نہ رکھی اور عرض کیا ''حضرت کو کوئی کام ہے؟''

مالک بن دینار: اس عالیشان مکان پر کتنی دولت خرچ کرنے کا ارادہ رکھتے ہو؟

نوجوان: ایک لاکھ درہم۔

مالک بن دینار: اتنی بڑی رقم اگر تم مجھے دے دو تو میں تمہارے لئے ایک ایسے عالی شان محل کی ضمانت لے لوں جو اس سے زیادہ پائیدار' خوبصورت اور دیرپا ہے۔ جس کی مٹی مشک وزعفران کی ہوگی۔ وہ کبھی منہدم نہ ہوگا اور صرف محل ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھ خادم' خادمائیں اور سرخ یاقوت کے قبے' نہایت شاندار اور حسین خیمے وغیرہ بھی ہوں گے اور اس محل کو معماروں نے نہیں بنایا بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کے ''کن'' فرمانے سے بن گیا۔

نوجوان: مجھے اس بارے میں ایک شب غور کرنے کی مہلت عنایت فرمائیں۔
مالک بن دینار: بہت بہتر۔
اس مکالمہ کے بعد وہ لوگ وہاں سے چلے آئے۔ حضرت مالک بن دینار کو شب بھر بار بار اس نوجوان کا خیال آتا رہا۔ رات سے صبح تک اس کے حق میں دعائے خیر فرماتے رہے۔ صبح کے وقت پھر اس جانب تشریف لے گئے تو نوجوان کو اپنے دروازہ پر منتظر پایا۔
نوجوان: (مسرت و شادمانی سے ان لوگوں کا استقبال کرتے ہوئے) کیا کل کی بات یاد ہے؟ مالک بن دینار: کیوں نہیں؟
نوجوان: (ایک لاکھ درہموں کی تھیلیاں مالک بن دینار کے حوالے کرتے ہوئے) یہ رہی میری پونجی اور یہ حاضر ہیں قلم، دوات اور کاغذ۔

بیع نامے کی تحریر

مالک بن دینار کاغذ اور قلم ہاتھ میں لے کر اس مضمون کا بیع نامہ تحریر فرماتے ہیں۔ "بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ یہ تحریر اس غرض کے لئے ہے کہ مالک بن دینار فلاں بن فلاں کے لئے اس کے اس مکان کے عوض اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا شاندار محل دلانے کا ضمانت دار ہے اور اگر اس محل میں مزید کچھ اور ہو تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اس ایک لاکھ درہم کے بدلہ میں میں نے جنت کا ایک محل فلاں بن فلاں کے لئے خرید لیا ہے جو اس محل سے زیادہ وسیع اور شاندار ہے اور وہ محل قربِ الٰہی کے سائے میں ہے۔ فقط"۔
اور کاغذ نوجوان کے حوالے کر کے ساری دولت شام سے پہلے پہلے فقراء و مساکین میں تقسیم فرما دیتے ہیں۔ اس عظیم عہد نامے کو لکھے ہوئے ابھی چالیس روز بھی نہیں گزرے تھے کہ نماز فجر کے بعد مسجد سے نکلتے ہوئے حضرت مالک بن دینار کی نگاہ محراب مسجد پر پڑی تو کیا دیکھتے ہیں کہ نوجوان کے لئے لکھا ہوا وہی کاغذ وہاں رکھا ہے اور اس کی پشت پر بغیر سیاہی کے یہ تحریر چمک رہی ہے۔
"عزیز و حکیم اللہ کی جانب سے مالک بن دینار کے لئے پروانہ براءت ہے کہ تم نے جس محل کے لئے ہمارے نام سے ضمانت لی تھی وہ ہم نے اس جوان کو عطا فرما دیا بلکہ اس

سے ستر گنا زیادہ نوازا۔“

جس کو خدا نے بخش دی وہ عظیم ہے

اس تحریر کو لے کر حضرت مالک بن دینار دوڑے ہوئے نوجوان کے گھر کی جانب تشریف لے گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس کے گھر کا دروازہ ماتم گسار ہے اور اندر سے نالہ و شیون کی آواز آ رہی ہے۔ پوچھنے پر معلوم ہوا کہ نوجوان کل خدا کو پیارا ہو گیا۔ نوجوان کے جنازہ کو غسل دینے والے شخص نے بتایا: اس نے مجھے بلوایا اور وصیت کی کہ میرے جنازہ کو غسل و کفن تم دینا اور کاغذ کا ایک ورق مجھے کفن کے اندر رکھنے کی وصیت کی چنانچہ میں نے اس کی وصیت پر عمل کر کے اس کی تدفین کر دی۔

حضرت مالک بن دینار نے محراب سے ملا ہوا کاغذ غسال کو دکھایا تو وہ چیخ پڑا کہ واللہ یہ تو وہی کاغذ ہے جو میں نے کفن میں رکھا تھا۔ یہ ماجرا دیکھ کر ایک شخص نے مالک بن دینار کی خدمت میں دو لاکھ درہم کی پیش کش پر ضمانت نامہ لکھنے کی التجا کی تو آپ نے فرمایا: ”جو ہونا تھا ہو چکا‘ اللہ جس کے ساتھ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔“ حضرت اسے یاد کر کے بہت روئے۔

جس کو خدا نے بخش دی وہ خوش نصیب ہے
سب سے عظیم چیز ہے دولت یقین کی

(روض الریاحین)

(36)

منافق اعظم کی دوغلی باتیں

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کا تعلق انصار کے قبیلے خزرج سے تھا۔ یہ مدینہ میں اسلام کی شعاعیں پہنچنے سے پہلے کی بات ہے کہ اسے اوس اور خزرج کا متفقہ سردار بنانے کا فیصلہ کرلیا گیا تھا۔ دونوں قبیلوں کی سربرآوردہ شخصیات کی مدد سے اس کی تاجپوشی کے لیے مونگوں کا تاج بنایا جارہا تھا کہ اسی دوران مدینہ میں اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ اسلام کی تجلیاں اتنی تیزی سے مدینہ میں چمکیں کہ لوگوں کی توجہ عبداللہ کی تاجپوشی سے ہٹ گئی اور سب کی توجہ اسلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہوگئی۔ یوں عبداللہ بن ابی کی بادشاہت کے خواب چکنا چور ہوگئے۔ اسی وجہ سے وہ اسلام کا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دشمن بن گیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 200/2 وتفسیر ابن کثیر 153/4)

اس نے غزوۂ بدر کے بعد بظاہر اسلام قبول کرلیا تھا۔ حالانکہ یہ محض دکھلاوا تھا کیونکہ اندر سے اس کا باطن خباثت اور تعفن سے بھرا ہوا تھا۔ وہ اسلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہانت کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا۔ اس کے اظہار اسلام سے پہلے ایک بار اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم گدھے پر سوار ہوکر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کے لیے تشریف لے جارہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے اسامہ بن زید بن حارثہ کو بٹھالیا۔ یہی اسامہ بتاتے ہیں کہ راستے میں ایک جگہ عبداللہ بن ابی مجلس جمائے بیٹھا تھا۔ اس کے گرد قبیلے کے کچھ لوگ جمع تھے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا تو اسے برا لگا اور اس نے منہ پھیر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قریب

پہنچے' سلام کیا' تھوڑی دیر کے لئے رکے۔ قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھا اور اللہ کی طرف دعوت دی۔ اللہ کی نعمتیں یاد دلائیں اور اس کے غضب سے ڈرایا۔

منافقِ اعظم کی گستاخی اور صحابیِ رسول کا جواب

اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: عبداللہ بن ابی دم سادھے بیٹھا رہا۔ اس نے کوئی بات نہیں کی لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فارغ ہو کر چلنے لگے تو وہ بڑے گستاخانہ اور بازاری انداز میں منہ پھاڑ کے بولا: ''اے فلاں! تیرا یہ بات کرنے کا ڈھنگ ٹھیک نہیں۔ اپنے گھر بیٹھ جو کوئی تیرے پاس جائے بس اس کو اپنی بات سنا دیا کر اور جو تیرے پاس نہ آئے اسے تنگ نہ کیا کر اور اس کے گھر میں آ کر ایسی دعوت نہ سنا کہ جو اسے ناگوار ہو'' اس کے جملوں پر غور فرمائیے۔ اس کے ایک ایک لفظ سے زہر ٹپک رہا ہے اور حرف حرف سے سڑاند اٹھ رہی ہے۔ کتنے دل چھیدنے والے بول ہیں اور کیسے اشتعال دلانے والے کینہ بھرے جذبات ہیں۔

درحقیقت یہ عبداللہ بن ابی نہیں بول رہا تھا' یہ جاہلیت کا مٹتا ہوا دور تھا جو آنے والے دورِ امن و عافیت کے خلاف اپنے دل کی بھڑاس نکال رہا تھا۔

اس مجلس میں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ ان کی غیرت نے اپنا رنگ دکھایا۔ انہوں نے اس منافق اعظم کو تنک کر جواب دیا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ آئیں' ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فدائی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھروں اور ہماری مجلسوں میں آئیں گے۔ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں سربلندی عطا فرمائی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعے سے ہدایت عطا کی ہے۔''

یہ اظہارِ اسلام سے پہلے کی بات ہے۔ جنگ بدر کے بعد جب اس نے ہوا کا رخ دیکھ کر اسلام کا اظہار کیا تب بھی اندر ہی اندر وہ اللہ' اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کا دشمن ہی بنا رہا اور اسلامی معاشرے میں انتشار برپا کرنے اور اسلام کی آواز کمزور کرنے کی تدبیریں سوچتا رہا۔ وہ اعدائے اسلام سے بڑا گہرا اور مخلصانہ ربط رکھتا تھا

چنانچہ وہ بنو قینقاع کے معاملے میں نہایت نامعقول طریقے سے دخل انداز ہوا۔ اسی طرح اس نے غزوۂ احد میں بھی شر پھیلانے، بدعہدی کرنے اور مسلمانوں میں تفریق ڈالنے ان کی صفوں میں بے چینی، انتشار اور کھلبلی پیدا کرنے کی بڑی کوششیں کیں۔

منافق، رسول اللہ کی بارگاہ میں جانے سے گھبراتے ہیں

اس منافق کے مکروفریب کا یہ عالم تھا کہ اپنے ظاہری اسلام کے بعد ہر جمعہ کو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے کے لئے تشریف لاتے تھے تو یہ پہلے خود کھڑا ہو جاتا اور کہتا "لوگو! یہ تمہارے درمیان اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اللہ نے ان کے ذریعے تمہیں عزت و احترام بخشا ہے لہٰذا ان کی مدد کرو انہیں قوت پہنچاؤ۔ ان کی بات سنو اور مانو۔" اس کے بعد وہ بیٹھ جاتا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر خطبہ دیتے تھے۔ اس کی ڈھٹائی اور بے حیائی اس وقت انتہا کو پہنچ گئی جب جنگ احد کے بعد پہلا جمعہ آیا۔ یہ شخص اس جنگ میں اپنی بدترین دغابازی کے باوجود خطبہ شروع ہونے سے پہلے ہی کھڑا ہو گیا اور وہی باتیں دہرانی شروع کیں جو اس سے پہلے کہا کرتا تھا لیکن اب مسلمانوں نے مختلف اطراف سے اس کا لباس پکڑ لیا اور کہا: او اللہ کے دشمن! بیٹھ جا تو نے جو حرکتیں کی ہیں ان کے بعد اب تو اس لائق نہیں رہ گیا کہ اس مقدس منبر پر چڑھ کر لب کشائی کرے۔ اس پر وہ جلا گیا۔ لوگوں کی گردنیں پھلانگتا اور یہ جملہ بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا کہ میں تو ان صاحب کی تائید کے لئے اٹھا تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ میں نے کوئی مجرمانہ بات کہہ دی ہے۔ اتفاق سے دروازے پر ایک انصاری سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کہا: تیری بربادی ہو۔ واپس چل! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرے لئے دعائے مغفرت کر دیں گے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہیں چاہتا کہ وہ میرے لئے دعائے مغفرت کریں۔ (تفسیر ابن کثیر 151/4، 152، والسیرۃ النبویہ لابن ہشام 116/3، 117)

(37)

حضرت مولیٰ علی کے نصیحت آموز فرامین

حضرت سیّدنا کمیل بن زیاد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ امیر المومنین حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے جنگل کی طرف لے گئے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ ایک جگہ بیٹھ گئے اور ایک آہِ سرد بھر کر فرمایا: ''اے کمیل! یہ دل برتنوں کی مانند ہیں، ان میں سب سے بہتر وہ ہے جو سب سے زیادہ نصیحت قبول کرنے والا ہو لہٰذا میں تجھے جو نصیحتیں کروں انہیں اچھی طرح یاد رکھنا۔'' پھر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اے کمیل! لوگ تین طرح کے ہیں:

1- عالم ربانی۔

2- راہِ نجات (دین) کے طلب گار۔

3- بیوقوف وکمتر لوگ جو ہر بلانے والے کی بات پر کان دھریں، ہر ہوا کی طرف جھک جائیں، علم کے نور سے کبھی منور نہ ہوئے ہوں اور نہ ہی کسی مضبوط شئے کو پناہ گاہ بنایا ہو۔

اے کمیل! علم مال ودولت سے بہتر ہے کیونکہ علم تیری حفاظت کرتا ہے جبکہ مال کی حفاظت تجھے کرنی پڑتی ہے، مال خرچ کرنے سے کم ہوتا ہے جبکہ علم خرچ کرنے سے بڑھتا ہے، علم حاکم ہے اور مال محکوم۔

اے کمیل! عالم کی محبت دین ہے اور اس محبت کی وجہ سے بہت بڑا اجر دیا جائے گا۔ علم دنیاوی زندگی میں عالم کو نیک اعمال کی ترغیب دلاتا ہے اور اس کی وفات کے بعد اس کا بہترین سرمایہ ہے جبکہ مال سے ملنے والی آسائشیں اس مال کے ساتھ ہی ختم

ہو جاتی ہیں۔

باب مدینۃ العلم اور اہلِ علم

اے کمیل بن زیاد! بڑے بڑے مال دار زندہ ہونے کے باوجود مردوں کی طرح ہیں۔ علماء کرام اگرچہ دنیا سے پردہ کر چکے لیکن جب تک زمانہ باقی ہے تب تک وہ باقی رہیں گے' ان کی آنکھیں اگرچہ بند ہو گئیں لیکن ان کی عظمت اور شان و شوکت آج بھی دلوں میں زندہ و باقی ہے۔

پھر حضرت سیّدنا علی رضی اللہ عنہ نے اپنے سینے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: "افسوس! یہاں علم تو بہت جمع ہے' کاش! مجھے کوئی اس کا اہل مل جائے تاکہ میں سارا علم اسے دے دوں۔" پھر فرمایا: "ہاں! میری کچھ لوگوں سے ملاقات ہوئی لیکن میں ان سے مطمئن نہ ہوا۔ وہ دین کو دنیا کے لئے استعمال کرنا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کے ذریعے اس کے بندوں پر بڑھائی چاہتے ہیں اور اپنے دلائل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر غالب آنا چاہتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے ملے جو اہل حق کے فرمانبردار تو ہیں لیکن ان میں بصیرت و حکمت نہیں۔ تھوڑے سے شک و شبہ سے ان کا دل ڈگمگا جاتا ہے۔ نہ ادھر کے نہ ادھر کے۔ بس خواہشات نفسانیہ کے پیچھے پڑے ہیں۔ ہر مال و دولت جمع کرنے میں مگن ہیں۔ دین کے مبلغین سے انہیں کوئی غرض نہیں۔ ایسے ہی لوگ ہیں جو چوپایوں کی طرح ہیں۔ اسی طرح اہل علم کے اٹھنے سے علم بھی اٹھتا جا رہا ہے۔

لیکن دنیا میں ہر وقت ایسے لوگ بھی موجود رہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم کرنے والے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی نشانیاں بالکل معدوم نہ ہو جائیں۔ ان میں سے کچھ تو مشہور و معروف ہوتے ہیں اور کچھ پوشیدہ۔ لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ ایسے لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت قدر و منزلت ہے۔ انہیں کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنی نشانیوں کی حفاظت فرماتا ہے۔ یہاں تک کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ان نشانیوں کو اپنے جیسے لوگوں تک پہنچا دیتے ہیں اور ان کے دلوں میں یہ نشانیاں اچھی طرح راسخ کر دیتے ہیں' علم نے انہیں واضح حقیقت پر کھڑا کر دیا پھر وہ راستے جو (دنیا داروں کے لئے) مشکل تھے ان

کے لئے آسان ہو جاتے ہیں اور جن چیزوں سے جاہل لوگ خوف زدہ ہوتے ہیں یہ لوگ (علماء ربانی) ان سے بالکل نہیں ڈرتے۔

اہل علم دنیا میں ایسے رہتے ہیں کہ ان کے بدن تو دنیا میں ہوتے ہیں مگر ان کی روحیں ملاء اعلیٰ میں ہوتی ہیں۔

اے کمیل بن زیاد! ایسے لوگ ہی زمین میں اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں اور اس کے دین کے مبلغ ہیں۔ ہائے! ہائے! میں ایسوں کو دیکھنے کا کتنا مشتاق ہوں۔

(عیون الحکایات)

(38)

بسم اللہ شریف کا اثر

بادشاہ روم قیصر نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف ایک خط میں لکھا کہ میرے سر میں درد رہتا ہے' کوئی علاج بتائیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے پاس ایک ٹوپی بھیجی کہ اسے سر پر رکھا کرو' سر کا درد جاتا رہے گا چنانچہ قیصر جب وہ ٹوپی سر پر رکھتا تو درد ختم ہو جاتا' اتارتا تو درد دوبارہ لوٹ آتا۔ اسے بڑا تعجب ہوا۔ تجسس سے ٹوپی کو کھولا تو اس کے اندر ایک رقعہ پایا جس پر "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھا تھا۔ یہ بات قیصر کے دل میں گھر کر گئی۔ کہنے لگا "دین اسلام کس قدر معزز ہے اس کی تو ایک آیت بھی باعث شفا ہے' پورا دین باعث نجات کیوں نہ ہوگا" اور اسلام قبول کر لیا۔

(المواہب اللدنیہ' شرح شمائل ترمذی' ص 3)

☆ "بسم اللہ" کی تاثیر کا ایک اور واقعہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک قبر پر ہوا جس میں میت کو عذاب دیا جا رہا تھا۔ دوبارہ وہاں سے گزر ہوا تو دیکھا کہ اس قبر میں رحمت کے فرشتے ہیں۔ عذاب کی تاریکی کی بجائے وہاں اب مغفرت کا نور ہے۔ آپ کو تعجب ہوا' اللہ تعالیٰ سے اس عقدہ کو حل کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ "یہ بندہ گنہگار تھا جس کی وجہ سے مبتلائے عذاب تھا' مرتے وقت اس کی بیوی امید سے تھی۔ اس کا بچہ پیدا ہوا۔ وہ بچہ مکتب میں داخل کر دیا گیا۔ استاد نے اسے پہلے دن "بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" پڑھائی۔ تب مجھے اپنے بندے سے حیا آئی کہ میں زمین کے اندر اسے عذاب دیتا ہوں جبکہ اس کا بیٹا زمین کے اوپر میرا نام لیتا ہے۔" (تفسیر کبیر ج 1' ص 172)

(39)

سب سے بڑا گناہ

قرآن مجید پڑھ کر غفلت اور لاپروائی سے اس کو بھلا دینا بہت سخت گناہ ہے۔ اس کے بارے میں چند حدیثیں بہت ہی لرزہ خیز ہیں۔

1- حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے تمام ثوابوں کو میرے سامنے پیش کیا گیا یہاں تک کہ مسجد سے کسی گندی چیز کے نکلنے کا ثواب بھی پیش کیا گیا اور میری امت کے تمام گناہوں کو بھی میرے سامنے پیش کیا گیا تو میں نے اس سے بڑا کسی گناہ کو نہیں دیکھا کہ آدمی نے قرآن مجید کی کوئی سورہ یا آیت جو اسے یاد تھی اسے بھلا دیا۔

(الترغیب والترہیب ج2' ص359' بحوالہ ترمذی)

2- حدیث: حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی قرآن مجید پڑھ کر اس کو بھلا دے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ جذامی کوڑھی ہوگا۔ (الترغیب والترہیب ج2' ص359)

3- حدیث: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جس سینے میں کچھ بھی قرآن مجید نہ ہو تو وہ ویران گھر کے مثل ہے۔

(الترغیب والترہیب ج2' ص359' بحوالہ ترمذی)

ہادی نہ ملے گا تمہیں قرآن سے بڑھ کر
دولت نہ ملے گی تمہیں ایمان سے بڑھ کر

(40)

عظمت وکرامات امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ

پیروں' درویشوں بلکہ مجذوبوں اور باباؤں کے مجاہدات اور ان کے کشف و کرامات کے بارے میں تو اردو کے مصنفین نے بہت کچھ لکھا لیکن عالمانِ دین یعنی فقہاء ومحدثین کی عبادت وکرامات کے تذکروں سے اردو کا لٹریچر تقریباً بالکل ہی تہی دست ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیروں اور باباؤں کی ولایت وکرامات کا چرچا تو ہر خاص و عام کی زبانوں پر ہے مگر فقہاء ومحدثین جو درحقیقت ملت اسلامیہ کے ستون اور امت مسلمہ کی روح رواں ہیں ان کی ولایت وکرامات تو کجا' لوگ ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں۔ عوام تو عوام بعض خواص کا یہ حال ہے کہ جب وعظ یا دورانِ گفتگو میں کرامت کا تذکرہ کرتے ہیں تو کسی قلندر یا مجذوب کا کوئی قصہ ضرور سناتے ہیں مگر حضرت امام ابو حنیفہ یا امام بخاری وغیرہ کی طرف اس خصوص میں کبھی ان کے ذہن کی رسائی ہی نہیں ہوتی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام کا ایک بہت بڑا گروہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو گیا کہ طبقہ علماء میں کوئی ولی وصاحب کرامت ہوا ہی نہیں اور بعض جاہل بے شرع فقیروں کو بھی یہ راگ الاپنے کی جرأت ہوگئی کہ علماء تو صرف صاحب قال ہوتے ہیں' صاحب حال اور اولیاء تو صرف فقراء اور درویش ہی لوگ ہوتے ہیں۔

حالانکہ مورخین اسلام گواہ ہیں کہ فقہاء اور محدثین کی جماعت میں ایسے ایسے صاحب ولایت و باکرامت ہزاروں باکمال اولیاء ہوئے ہیں جو گلشن کرامت میں پھولوں کی طرح مہکتے ہیں اور آسمان ولایت پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔

فقہاء ومحدثین میں کیسے کیسے چھپے ہوئے گدڑی کے لعل اور اس سلسلہ مبارکہ کی

چمکدار لڑیوں میں کیسے کیسے گوہر آبدار و در شہسوار ہیں۔ اس نورانی منظر کی ایک جھلک امام اعظم کی ذات میں ملاحظہ فرمائیں۔

آپ کا اسم گرامی نعمان بن ثابت اور لقب امام اعظم ہے۔ 80ھ میں آپ کی ولادت ہوئی اور 150ھ میں وفات پائی اور بغداد کے قبرستان خیزران میں مدفون ہوئے۔

خاندانِ امام اعظم علیہ الرحمۃ:

تمام مؤرخین کے نزدیک اتنی بات تو مسلم الثبوت ہے کہ آپ کا خاندانی تعلق عجمی نسل سے ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ آپ کس نسل سے ہیں اور عرب میں کیونکر آئے؟ اس سلسلے میں آپ کے پوتے اسمٰعیل بن حماد کا بیان ہے کہ ہمارا شجرۂ نسب اسمٰعیل بن حماد بن نعمان بن ثابت بن نعمان بن مرزبان ہے اور ہم لوگ نسل فارس سے ہیں اور ہم کبھی بھی کسی کی غلامی میں نہیں آئے۔ ہمارے دادا ثابت کوفہ میں پیدا ہوئے تو ان کے والد انہیں لے کر امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور امیر المومنین نے ان کے لئے اور ان کی اولاد کے حق میں خیر و برکت کی دعا فرمائی اور ہم کو امید ہے کہ وہ دعا بے اثر نہیں رہی۔ (تاریخ بغداد ترجمہ ابوحنیفہ)

ظاہر ہے کہ گھر کا حال گھر والا ہی سب سے زیادہ جانتا ہے لہٰذا اس سلسلے میں اسمٰعیل بن حماد ہی کا بیان سب سے زیادہ قابل وثوق ہے۔

امام اعظم ابوحنیفہ میانہ قد، خوبصورت، خوش لباس اور انتہائی وجیہہ تھے۔ عطر کا بکثرت استعمال فرماتے تھے۔ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت میں بھی اپنی مثال نہیں رکھتے تھے۔ نہایت ہی کریم النفس، سخی، غمخوار، متواضع، بلند ہمت، شیریں آواز اور خوش بیان تھے۔

تحصیلِ علم کی طرف رغبت

ابتداء عمر میں آپ ایک تجارت پیشہ صالح نوجوان تھے۔ تعلیم و تعلم سے کوئی خاص

تعلق نہیں رکھتے تھے۔ ناگہاں ایک دن کوفہ کے عظیم الشان اور مشہور محدث حضرت امام شعبی نے آپ کو دیکھا تو فرمایا: اے ابوحنیفہ! مجھ کو تم میں علمی صلاحیت کے جوہر نظر آتے ہیں لہٰذا تم علماء کی درسگاہوں میں حاضر ہو کر علم حاصل کرو۔ حضرت امام شعبی کی اس مخلصانہ نصیحت کا آپ کے دل پر بڑا گہرا اثر پڑا اور آپ ایک دم تحصیل علوم میں مشغول ہو گئے اور اپنی فطری ذہانت اور ذوق و شوق کے ساتھ بے پناہ محنت کی بدولت تمام علوم مروجہ یعنی ادب، علم الانساب، ایام العرب، علم کلام، فقہ و حدیث وغیرہ میں مرتبہ کمال پر پہنچ گئے۔ خاص کر علم فقہ میں تو ایسے باکمال ہو گئے کہ بڑے بڑے علم حدیث و فقہ کے پہاڑوں نے آپ کی علمی جلالت و برتری کا اعتراف کرتے ہوئے آپ کے امام الائمہ ہونے کی شہادتیں دیں۔ علم فقہ میں امام ممدوح نے حضرت حماد بن ابی سلیمان ہی کی درسگاہ کو اپنے لئے کافی سمجھا اور دس برس تک ان کی صحبت سے فیض یاب ہوتے رہے مگر علم حدیث کی طلب میں بہت زیادہ شیوخ حدیث کی اور درسگاہوں میں حاضری دی۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے باکمال محدثین و فقہاء نے آپ کے علم و فضل کی داد دی۔

حضرت امام اوزاعی جو ملک شام کے مسلم الثبوت امام الحدیث ہیں، آپ کے مخالفین کے پروپیگنڈوں سے متاثر ہو کر آپ سے بدگمان تھے لیکن جب آپ کی تصنیفات کے چند اوراق کا مطالعہ کیا اور پھر ایام حج میں مکہ مکرمہ کے اندر جب امام ابوحنیفہ سے ملاقات ہوئی اور رفع یدین کے مسئلہ میں مکالمہ ہوا تو امام اوزاعی آپ کی علمی جلالت پر حیران رہ گئے اور اپنی بدگمانی پر کف افسوس ملنے لگے اور خوش ہو کر اپنی سند سے امام ابوحنیفہ کو سرفراز فرمایا اور تمام عمر آپ کے مداح رہے۔ (فتح القدیر، حجۃ اللہ البالغہ وغیرہ)

ائمہ اہل بیت کے منظورِ نظر:

اہل بیت کے چشم و چراغ حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کی خدمت اقدس میں جب حضرت امام ابوحنیفہ نے حاضری دی اور چند مسائل پر سیر حاصل تقریر فرمائی تو حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ اس قدر خوش ہوئے کہ جوش مسرت میں اٹھ کر ان کی پیشانی چوم لی۔ (عقود الجمان باب نمبر 16)

پھر ایک مدت تک آپ امام ممدوح کی خدمت میں حاضر رہے اور فقہ وحدیث کے متعلق بہت سی نادر معلومات حاصل کیں چنانچہ شیعہ وسنی دونوں مؤرخین نے اس کو مانا اور امام ابوحنیفہ کی معلومات کا بہت بڑا ذخیرہ حضرت امام محمد باقر کا فیض صحبت تھا۔

اسی طرح آپ نے حضرت امام باقر کے فرزند رشید اور جانشین حضرت جعفرؑ صادق رضی اللہ عنہ کے فیض صحبت سے بھی بہت زیادہ علمی استفادہ فرمایا اور یہ دونوں مقدس ہستیاں جن کے گھر سے فقہ وحدیث بلکہ تمام مذہبی علوم نکلے' اپنے سعادت مند شاگرد امام ابوحنیفہ کو اپنے علمی فیضان سے ہمیشہ سرفراز فرماتی رہیں اور ان دونوں بزرگوں اور دوسرے اکابر نے آپ کی وسعت معلومات پر اپنی مہر تصدیق ثبت فرمائی اور آپ کے تمام اساتذہ آپ پر انتہائی شفیق اور آپ کی علمی قابلیت کے مدّاح رہے۔

حماد بن ابی سلیمان کی درسگاہ میں امام ابوحنیفہ کے سوا کوئی شخص آپ کے سامنے نہیں بیٹھتا تھا۔ ایک موقع پر حماد بن ابی سلیمان آپ کو اپنی جگہ بٹھا کر کہیں باہر چلے گئے۔ آپ تمام لوگوں کے سوالوں کا جواب دیتے رہے۔ ایسے مسائل بھی لوگوں نے آپ سے دریافت کئے جو آپ نے استاد صاحب سے نہیں سنے تھے۔ استاد کی واپسی پر ایسے ساٹھ مسائل کو خدمت میں پیش کیا۔ استاد نے چالیس سے اتفاق کیا اور بیس سے اختلاف۔ امام ابوحنیفہ نے قسم کھالی کہ ساری عمر حاضر خدمت رہوں گا چنانچہ استاد کی وفات تک ساتھ رہے۔ (تاریخ بغداد وغیرہ)

علمی شان اور صحبتِ صحابۂ کرام:

جلیل القدر محدث علی بن عاصم فرمایا کرتے تھے: اگر امام ابوحنیفہ کی عقل روئے زمین کے آدھے آدمیوں کی عقل سے تولی جائے تو امام ابوحنیفہ کی عقل کا پلڑا بھاری رہے گا۔

☆ اسی طرح خارجہ بن مصعب کا قول ہے: میں نے ایک ہزار علماء کا دیدار کیا ہے مگر ان میں تین یا چار ہی کو بہت بڑا عاقل پایا۔ ان میں سے ایک ابوحنیفہ ہیں۔

☆ محمد بن عبداللہ انصاری مشہور محدث نے فرمایا: امام ابوحنیفہ کی عقل ان کے کلام' ان کے ارادہ اور ان کی نقل وحرکت سے ظاہر ہوتی تھی۔ (تاریخ بغداد وغیرہ)

علماء محدثین و مؤرخین کا اتفاق ہے کہ آپ تابعی ہیں اور یہی صحیح و راجح قول ہے:
آپ حضرت انس بن مالک وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے دیدار و شرف صحبت سے مشرف ہوئے چنانچہ بعض علماء نے ان صحابہ کی فہرست بھی مرتب فرمائی ہے جن کی زیارت سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سرفراز ہوئے اور وہ حسب ذیل ہیں۔

(1) انس بن مالک (2) اسعد بن سہل بن حنیف انصاری (3) بسر بن ارطاۃ (4) سائب بن یزید کندی (5) سہل بن سعد ساعدی (6) صدی بن عجلان ابوامامہ باہلی (7) طارق بن شہاب عجلی کوفی (8) عبداللہ بن ابی اوفی (9) عبداللہ بن بسر (10) عبداللہ بن ثعلبہ (11) عبداللہ بن الحارث بن نوفل (12) عبداللہ بن حارث بن جزء (13) عتبہ بن عبد سلمی (14) عامر بن واثلہ (15) ابوالطفیل عمرو بن ابی سلمہ (16) عمرو بن حریث قرشی مخزومی (17) قبیصہ بن ذویب (18) مالک بن حویرث (19) محمود بن لبید (20) مقدام بن معدیکرب (21) مالک بن اوس (22) واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (تبصرہ الداریہ)

کیا امام صاحب نے صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں؟

ہاں البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ آپ نے کسی صحابی سے حدیث کی روایت کی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں بعض علماء نے صحابہ سے امام ابوحنیفہ کی روایت کا انکار کیا ہے چنانچہ جہاں تک معلومات ہم پہنچی ہیں سب سے پہلے دار قطنی المتوفی 385ھ نے یہ کہا: امام ابوحنیفہ نے کسی صحابی سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ پھر خطیب بغدادی نے بھی تاریخ بغداد میں بعینہٖ یہی بات دہرادی۔ بعد کو دوسرے شوافع نے بھی ان دونوں کے بیانوں پر عام طور پر یہی فیصلہ کردیا۔ یہاں تک کہ علامہ ابن حجر عسقلانی بھی ان ہی لوگوں کے ہم زبان بن گئے لیکن ایک منصف مزاج پر یہ بات مخفی نہیں کہ دار قطنی اور خطیب بغدادی کو حضرت امام اعظم کی جناب میں جو سوءِ عقیدت ہے اس کو دیکھتے ہوئے ان دونوں کے اس انکار کی کیا وقعت ہوسکتی ہے؟ خصوصاً جبکہ بڑے بڑے آئمہ حدیث کا فیصلہ اس بارے میں امام ابوحنیفہ کے حق میں ہے چنانچہ اقلیم حدیث و رجال کے بادشاہ

یحیٰ بن معین جو جرح وتعدیل کے مسلم الثبوت امام ہیں اپنی تاریخ میں تحریر فرماتے ہیں: بلاشبہ امام ابوحنیفہ نے عائشہ بنت عجرہ سے حدیث سنی ہے جو صحابیہ ہیں۔اسی طرح حافظ ابونعیم صاحب ''حلیۃ الاولیاء'' المتوفی 430ھ (خطیب بغداد فن حدیث میں شاگرد و طفل مکتب ہیں) نے صاف صاف فرمایا: امام ابوحنیفہ نے حسب ذیل صحابہ کا دیدار فرمایا اوران سے حدیثیں سنی ہیں۔

(1) انس بن مالک (2) عبداللہ بن حارث (3) عبداللہ بن ابی اوفی۔

(الانتصار والترجیح المذہب الصحیح)

ان کے علاوہ دوسرے فقہاء محدثین کی ایک بڑی جماعت نے مستند روایتوں کے ساتھ اس کو ثابت کیا ہے کہ امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث سن کر روایت کی چنانچہ ایسی پچاس حدیثیں ہیں جن کو امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت فرمایا ہے۔ (تبصرہ الدرایہ)

ایک عقلی دلیل

پھر اس بحث میں روایت کے علاوہ ایک درایت و عقلی شہادت بھی خاص طور پر قابل توجہ ہے اور وہ یہ کہ سب سے آخر میں وفات پانے والے صحابی ابوالطفیل بن عامر واثلہ بن عبداللہ بن لیثی ہیں جنہوں نے 110ھ میں وفات پائی لہٰذا ان کی وفات کے وقت امام ابوحنیفہ کی عمر یقیناً تیس برس کی تھی اور درمختار وغیرہ میں تصریح موجود ہے کہ امام ابوحنیفہ نے پچپن حج فرمائے ہیں۔ اس حساب سے پندرہ حج تو امام ابوحنیفہ نے ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی کی حیات ہی میں کیے اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی مکہ مکرمہ ہی میں مقیم رہے اور مکہ مکرمہ ہی میں وفات پائی۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہوسکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ پندرہ مرتبہ مکہ مکرمہ میں حاضر ہوں اور ابوالطفیل عامر بن واثلہ لیثی صحابی سے ملاقات اور سماع و روایت حدیث نہ کریں؟ جبکہ یہ آخری صحابی تھے اور تمام لوگ انہیں ایک نادرالوجود تبرک سمجھتے تھے اور خصوصاً جبکہ وہ دور بھی ایسا تھا کہ ہر محدث اپنی اونچی اسناد پر فخر کرتا تھا پھر بھلا امام ابوحنیفہ کے لیے کون سا ایسا مانع تھا کہ وہ ایک صحابی سے

روایت کر کے اپنی سند کو عالی نہ بناتے؟ یہ درایت یقیناً روایتوں کی بہترین موئد ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بھی سماع حدیث کا شرف حاصل ہوا۔

بہرکیف امام ابوحنیفہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دیدار فرمایا اور ان سے روایت بھی کی۔ یہ دونوں باتیں ثابت ہیں کہ آپ یقیناً تابعی ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید بھی ہیں۔

آپ کے مشائخ و تلامذہ:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علاوہ آپ بہت سے کبار تابعین و تبع تابعین کے شاگرد جلیل ہیں چنانچہ ملا علی قاری نے فرمایا: آپ کے مشائخ حدیث کی تعداد چار ہزار ہے جن میں سے چند یہ ہیں:

(1) ابراہیم بن محمد بن المنتشر (2) اسمٰعیل بن عبدالمالک (3) ابو ہند حارث بن عبدالرحمٰن ہمدانی (4) حماد بن ابی سلیمان (5) خالد بن علقمہ (6) ربیعہ بن عبدالرحمٰن (7) زیاد بن علاقہ (8) سعید بن مسروق ثوری (9) سلمہ بن کہیل (10) سماک بن حرب (11) شداد بن عبدالرحمٰن قشیری (12) شیبان بن عبدالرحمٰن (13) طاؤس بن کیسان (14) عبداللہ بن دینار (15) امام زہری (16) عطا بن ابی رباح (17) قادہ بن دعامہ (18) ابوجعفر محمد بن علی (19) علقمہ بن مرثد (20) عکرمہ مولیٰ ابن عباس (21) امام شعبی (22) منصور بن معتمر (23) ابواسحٰق سبیعی (24) عطاء بن سائب (25) امام اعمش رضی اللہ عنہم۔

یہ سب حدیثوں کے وہ جلیل الشان شیوخ ہیں جو تمام دنیا میں حدیثوں کے پہاڑ شمار کیے جاتے ہیں۔

آپ کے شاگردان رشید

آپ کے شاگردوں کے بارے میں حافظ عبدالقادر قرشی کا بیان ہے کہ چار ہزار افراد نے امام ابوحنیفہ سے حدیث کی روایت کی اور ان کے مذہب کو نقل کیا۔ (الجواہر المضیہ)

اسی طرح امام حافظ الدین بن البزاز کردری نے امام ابوحنیفہ کے شاگردوں میں سے سات سوتیں ایسے مشاہیر علماء کا تذکرہ تحریر فرمایا ہے جن کی جلالت شان پر مشرق و مغرب کے ماہرین فقہ وحدیث کا اجماع ہے جن میں چند حسب ذیل ہیں:

(1) عبداللہ بن مبارک (2) امام ابو یوسف (3) امام محمد بن الحسن شیبانی (4) امام زفر (5) حسن بن زیاد (6) یحییٰ حمانی (7) وکیع بن الجراح (8) یزید بن ہارون (9) علی بن عاصم (10) عباد بن العوام (11) حفص بن غیاث نخعی کوفی (12) اسد بن عمرو بجلی (13) ابو عصمہ نوح بن ابی مریم مروزی (14) ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی (15) یوسف بن خالد سمتی (16) داؤد طائی ص 17) حماد بن ابی حنیفہ رضی اللہ عنہم۔

آپ بہ نسبت دوسرے کبار محدثین کے قلیل الروایت ہیں پھر بھی ایک قول ہے: آپ کی روایت کردہ حدیثوں کی تعداد ایک ہزار سات سو ہے۔ (زرقانی علی المواہب)

غیر مقلدین کا پروپیگنڈا اور آپ کی مرویات

آپ کی روایت کم ہونے کے چند اسباب ہیں۔ منجملہ ان کے ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ جو اہل علم پر مخفی نہیں کہ روایت حدیث کے بارے میں امام ابوحنیفہ کے شرائط اس قدر سخت ہیں کہ بہت سی حدیثیں آپ کے معیار پر قابل قبول نہیں رہتیں اور دوسرے محدثین نے چونکہ شرائط میں نرمی برتی اس لیے ان کے نزدیک وہ سب احادیث قابل قبول ہو گئیں جن کو امام ابوحنیفہ نے ترک فرما دیا تھا لہٰذا یہ لوگ کثیر الاحادیث ہو گئے۔

بہرحال غیر مقلدین کا یہ پروپیگنڈا کہ امام ابوحنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں یہ ایک ایسا مردود قول ہے کہ اہل علم تو اہل علم غیرت مند جہال بھی اس کو زبان پر لاتے ہوئے شرم محسوس کریں گے۔

سوچنے کی بات ہے کہ وہ امام ابوحنیفہ جن کو صحابہ کی زیارت وشاگردی کا شرف حاصل ہوا اور چار ہزار ایسے ایسے جلیل القدر محدثین کے حلقہ درس میں شامل ہوئے جو فن حدیث میں بحر ناپیدا کنار تھے وہ امام ابوحنیفہ جنہوں نے حدیث کی طلب میں بیس مرتبہ سے زیادہ بصرہ کا سفر کیا اور اکثر سال سال بھر بصرہ میں مقیم رہ کر علم حدیث پڑھا۔

وہ امام ابوحنیفہ جنہوں نے پچپن حج کر کے ممالک اسلامیہ کے گوشے گوشے سے آنے والے محدثین سے استفادہ کیا۔

وہ امام ابوحنیفہ جن کی نگاہِ انتخاب نے اپنی تصنیف ''کتاب الاثار'' کو چالیس ہزار حدیثوں کے مجموعہ میں سے چن کر مرتب فرمایا۔

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد امام ابویوسف کو بے شمار احادیث صحیحہ کے علاوہ ہزاروں موضوع حدیثیں بھی یاد تھیں۔

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد امام محمد کے درس میں اتنا کثیر مجمع ہوتا تھا کہ کوفہ کی سڑکیں بھر جاتی تھیں۔

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد علی بن عاصم کی درسگاہ میں روزانہ تیس ہزار طلباء شریک درس ہوتے تھے۔

وہ امام ابوحنیفہ جن کے شاگرد یزید بن ہارون کے درس میں ستر ہزار سامعین حاضر رہتے تھے۔

کیا ان تاریخی شواہد کی موجودگی میں بھی کوئی صاحب عقل یہ کہہ سکتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کو صرف سترہ حدیثیں یاد تھیں۔ معاذ اللہ

بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است؟

ائمہ کرام کی گواہی:

ناقدین حدیث نے آپ کو ثقہ و صاحب اتقان حفاظ حدیث کی فہرست میں شمار فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

☆ امام مالک نے ارشاد فرمایا: میں نے امام ابوحنیفہ کو دیکھا ہے اگر وہ اس پتھر کے ستون کو سونا ثابت کرنے کے لئے دلائل پر اتر آتے تو وہ اپنی دلیلوں سے اسے سونا ثابت کر دیتے۔ (تبصرہ)

☆ امام شافعی کا قول ہے: تمام لوگ فقہ حدیث میں امام ابوحنیفہ کے عیال ہیں اور میں نے امام ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ نہیں دیکھا۔

☆ یحیٰی بن معین محدث کا قول ہے: ہم خدا کا نام لے کر جھوٹ نہ بولیں گے۔ ہم نے ابوحنیفہ سے بہتر کسی کی فقہ نہیں پائی اور ہم نے ان کے اکثر اقوال اختیار کر لئے ہیں۔

☆ جعفر بن ربیع کا قول ہے: پانچ برس میں امام ابوحنیفہ کے پاس رہا۔ ان سے زیادہ خاموش آدمی میں نے نہیں دیکھا مگر جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو دریا کی روانی کی طرح آپ کی تقریر تشنگانِ علم کو سیراب کر دیتی تھی۔ (تبصرۃ الدرایہ وتاریخ بغداد)

☆ محمد بن بشر بیان کرتے ہیں: میں امام ابوحنیفہ کی درسگاہ سے اٹھ کر حضرت سفیان ثوری کی مجلس درس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: اے محمد بن بشر! تو ایسے شخص کی درسگاہ سے آیا ہے کہ آج روئے زمین پر اس سے بڑا کوئی فقیہ نہیں ہے۔ (تبصرہ وغیرہ)

☆ مسند العراق حافظ علی بن عاصم نے فرمایا: اگر تمام ہمعصروں کا علم امام ابوحنیفہ کے علم سے تولا جائے تو یقیناً امام ابوحنیفہ کا علم سب سے بھاری پڑے گا۔

(مناقب موفق بن احمد وتاریخ بغداد)

☆ امام اعمش نے جب چند مسائل دریافت کئے اور امام ابوحنیفہ نے ہر ایک کا جواب امام اعمش ہی کی روایت کردہ حدیثوں سے ارشاد فرمایا: تو امام اعمش بول اٹھے کہ اے فقہاء یقیناً تم لوگ طبیب ہو اور ہم لوگ (محدثین) عطار (دوا فروش) ہیں۔

حافظ علی بن الجعد جو امام بخاری و امام ابوداؤد وغیرہ کے استاد ہیں فرمایا کرتے تھے کہ امام ابوحنیفہ جب حدیث بیان فرماتے ہیں: تو وہ موتی کی طرح آبدار ہوتی ہے۔

(جامع مسانید الامام الاعظم)

حضرت سفیان ثوری کے نزدیک امام صاحب کا مقام

ابوبکر بن عیاش محدث فرماتے ہیں: سفیان ثوری کے بھائی عمر بن سعید کا جب انتقال ہوا تو ہم لوگ سفیان ثوری کے پاس تعزیت کے لئے گئے۔ مجلس میں عبداللہ بن ادریس اور دوسرے بہت سے محدثین موجود تھے۔ اس عرصے میں امام ابوحنیفہ مع اپنی جماعت کے وہاں پہنچے۔ سفیان ثوری نے جب ان کو دیکھا تو ایک دم کھڑے ہو گئے اور آگے بڑھ کر نہایت ہی گرمجوشی کے ساتھ معانقہ کیا اور ان کو اپنی مسند پر بٹھا کر خود ان کے

سامنے بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر مجھ کو بڑا سخت غصہ آیا چنانچہ میں نے سفیان ثوری سے کہا:
حضرت! آج آپ نے ایسا کام کیا جو مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو برا معلوم ہوا۔ انہوں
نے پوچھا: وہ کیا؟ میں نے کہا: آپ کے پاس ابوحنیفہ آئے تو آپ ان کے لئے کھڑے
ہو گئے۔ ان کے لئے اپنی مسند خالی کر دی اور ان کے ادب میں آپ نے بہت ہی زیادہ
مبالغہ سے کام لیا' یہ ہم لوگوں کو ناپسند ہوا۔ یہ سن کر سفیان ثوری نے فرمایا: تم لوگوں کو میرا
یہ عمل کیوں ناپسند ہوا جبکہ ابوحنیفہ بہت ہی بڑے عالم اور بلند مرتبہ شخص ہیں۔ مجھے ان
کے علم کی تعظیم کے لئے اٹھنا ہی چاہئے تھا۔ اگر میں ان کے علم کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے
سن وسال کی بزرگی کے لئے اٹھتا۔ اگر ان کے سن وسال کے لئے نہ اٹھتا تو ان کی فقہ
کے واسطے اٹھتا۔ اگر فقہ کے لئے نہ اٹھتا تو ان کے تقویٰ کے لئے اٹھتا۔ ابوبکر بن عیاش
کہتے ہیں: سفیان ثوری نے مجھ کو ایسا خاموش کر دیا کہ میں بالکل ہی لاجواب ہو گیا۔

(تاریخ بغداد وغیرہ)

قابل رشک شخصیت

ابوجعفر کا قول ہے: میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر فقیہ اور پارسا کسی کو نہیں دیکھا۔
حضرت فضیل بن عیاض کہا کرتے تھے: ابوحنیفہ مرد فقیہ تھے۔ فقہ میں معروف' پارسائی
میں مشہور' بڑے دولت مند' انتہائی سخی' شب و روز تعلیم و عبادت میں مصروف' رات اچھی
گزارنے والے' کم سخن لیکن اگر کوئی مسئلہ سامنے آجاتا تو ایسا کلام فرماتے کہ ہدایت کا
حق ادا کر دیتے۔

☆ مسعر بن کدام کہا کرتے تھے: کوفہ میں صرف دو آدمیوں پر مجھ کو رشک آتا
ہے۔ ابوحنیفہ پر ان کی فقہ کی وجہ سے اور حسن بن صالح پر ان کے زہد کی وجہ سے۔

(تاریخ بغداد وغیرہ)

وہ بھلا کیسے غلطی کر سکتے ہیں؟

حضرت وکیع بن الجراح کے حالات میں جو ایک مشہور محدث تھے' لکھا ہے کہ ایک
موقع پر چند اہل علم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے ناگہاں کسی نے یہ کہہ دیا کہ فلاں مسئلہ

میں امام ابوحنیفہ نے غلطی کی۔ حضرت وکیع بن الجراح ایک دم چونک کر اٹھ بیٹھے اور فرمایا: امام ابوحنیفہ کیوں کر غلطی کر سکتے تھے ابو یوسف اور زفر قیاس میں، یحیٰ بن زائدہ وحفظ بن غیاث ومندل وحبان حدیث میں۔ قاسم بن معن لغت وعربیت میں، داؤد طائی وفضیل بن عیاض زہد وتقویٰ میں یگانہ روزگار تھے۔ اس رتبہ کے لوگ جس شخص کے ساتھ ہوں، بھلا وہ کہیں غلطی کر سکتا ہے اور اگر کرتا بھی ہے تو یہ لوگ بھلا اس کو کب غلطی پر رہنے دیتے؟ واضح رہے کہ یہ وہی وکیع بن الجراح ہیں کہ امام احمد بن حنبل کو ان کے آگے زانوائے تلمذتہ کرنے پر فخر تھا چنانچہ امام احمد بن حنبل جب ان کی روایت سے کوئی حدیث بیان کرتے تھے تو ان لفظوں سے شروع فرمایا کرتے تھے: یہ حدیث مجھ سے اس شخص نے بیان کی ہے کہ تیری آنکھوں نے ان کا مثل نہ دیکھا ہوگا۔ (تہذیب الاسماء علامہ نووی)

آپ کا زہد وتقویٰ:

آپ علم وفضل میں اعلیٰ درجہ کے باکمال ہونے کے ساتھ ساتھ زہد وتقویٰ میں بھی بے مثال تھے۔ بنوامیہ کے دورِ حکومت میں عمر بن میسرہ گورنر نے آپ کو قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) کا عہدہ پیش کیا مگر آپ نے اس کو ٹھکرا دیا۔ گورنر نے آپ کو کوڑے لگوائے اور اس منصب کو قبول کرنے کے لئے طرح طرح سے مجبور کیا مگر آپ نے ایک ظالم حکومت کا چیف جسٹس بننا کسی طرح بھی قبول نہیں فرمایا۔

پھر عباسی دورِ حکومت میں خلیفہ ابوجعفر منصور نے بھی آپ کو اس عہدہ کے لئے مجبور کیا لیکن آپ نے منظور نہیں فرمایا تو اس ظالم حکمران نے آپ کو جیل میں قید کر دیا اور روزانہ دس کوڑے لگواتا رہا یہاں تک کہ آپ کوڑوں کی ضرب سے نڈھال ہوتے ہوتے قید خانے ہی میں وفات پا گئے۔ مگر ایک ظالم بادشاہ کا قاضی القضاۃ بننا قبول نہیں فرمایا۔

ابن جوزی کی گواہی اور عہدۂ قضاء

علامہ ابن جوزی نے نقل فرمایا ہے: خلیفہ ابوجعفر منصور نے اس عہدۂ قضا کے لئے امام ابوحنیفہ وسفیان ثوری ومسعر وشریک چار شخصوں کو طلب کیا۔ امام ابوحنیفہ نے دربار

شاہی میں جانے سے پہلے ہی یہ فرما دیا تھا کہ میں تو یہ عہدہ ہرگز قبول نہیں کروں گا اور سفیان ثوری فرار ہو کر روپوش ہو جائیں گے اور مسعر دیوانے بن کر اس بلا سے خلاصی پائیں گے مگر شریک ضرور اس کیچڑ کی دلدل میں پھنس جائیں گے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ سفیان ثوری تو کسی گمنام گاؤں میں فرار ہو کر چھپ گئے مگر امام ابوحنیفہ و مسعر و شریک تینوں شاہی دربار میں حاضر کیے گئے۔ مسعر دربار میں پہنچتے ہی ایک دم پاگل بن گئے اور خلیفہ منصور سے جلدی جلدی سوال کرنے لگے کہ امیر المومنین تمہارا کیا حال ہے؟ تمہارے بچے کیسے ہیں؟ تمہارے گدھے آج کل تندرست ہیں یا لاغر؟ تمہارے گھوڑے آج کل کون سا چارہ کھاتے ہیں؟ مسعر کی ان بے تکی باتوں کو سن کر خلیفہ غضبناک ہو گیا اور بولا یہ تو مجنون ہے اس کو فوراً دربار سے نکال دو چنانچہ مسعر دربار سے باہر کر دیے گئے پھر امام ابوحنیفہ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے فرمایا: اے امیر المومنین! میں اس عہدہ کے لائق نہیں ہوں۔ منصور نے کہا امام ابوحنیفہ تم جھوٹے ہو۔ امام نے فرمایا سبحان اللہ! اب تو میں اس عہدے کے ہرگز لائق نہیں ہوں کیونکہ امیر المومنین نے ہی گواہی دے دی ہے کہ میں جب جھوٹا ہوں تو بھلا ایک جھوٹا شخص کس طرح قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز ہو سکتا ہے؟ منصور نے جھلا کر کہا: اے ابوحنیفہ! خدا کی قسم! تم کو قاضی القضاۃ کا منصب قبول کرنا پڑے گا۔ امام نے فرمایا: خدا کی قسم! میں اس عہدے کو کبھی قبول نہیں کروں گا۔ درباریوں نے کہا: ابوحنیفہ! کیا کرتے ہو؟ تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو؟ امام نے فرمایا: امیر المومنین کو اپنی قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے آسان ہے۔ منصور نے غضبناک ہو کر آپ کو کوڑے لگانے اور جیل میں بند کرنے کا حکم دے دیا۔ شریک نے ہوا کا رخ دیکھا تو مجبوراً اس عہدے کو قبول کر لیا۔

امراء و سلاطین کے ہدایا و تحائف کو آپ نے کبھی بھی قبول نہیں فرمایا۔ عمر بھر آپ نے کسی کی غیبت نہیں فرمائی۔ کبھی کسی سنت کو ترک نہیں فرمایا اور نہ کبھی خلاف مروت کوئی عمل کیا۔ آپ اپنے قرضداروں کی دیوار کے سائے میں بھی نہیں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے جس قرض سے کوئی نفع حاصل کیا جائے وہ سود ہے اور اپنے قرض دار کی دیوار کے

سائے میں کھڑا ہونا بھی ایک طرح کا نفع اٹھانا ہے۔

آپ کی عبادت ووصال باکمال:

آپ بہت ہی کثیر العبادت وصاحب کرامت بھی تھے۔ آپ نے چالیس برس تک عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی۔ عبداللہ بن مبارک کا قول ہے: آپ چالیس برس تک پانچوں نمازیں ایک ہی وضو سے ادا فرماتے رہے۔ گرمیوں میں ظہر وعصر کے درمیان سوتے اور اٹھ کر تازہ وضو فرماتے تو اسی وضو سے عصر ومغرب وعشاء وظہر وفجر ادا فرمالیتے۔ رات بھر قیام اللیل کی وجہ سے لوگ آپ کو کھونٹی کہا کرتے تھے۔ رات کو خوف الٰہی سے اس قدر روتے تھے کہ آپ کے پڑوسیوں کو آپ کے حال پر رحم آنے لگتا تھا۔ جیل خانے کی جس کوٹھڑی میں آپ کی وفات ہوئی اس میں آپ نے سات ہزار بار مکمل قرآن مجید پڑھا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد بغداد کے کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا تو دریافت کیا کہ اے امام! آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟ فرمایا الحمدللہ میری مغفرت ہو گئی۔ بزرگ نے عرض کی غالباً آپ کی علمی خدمتوں کی وجہ سے مغفرت ہوئی ہوگی؟ آپ نے جواب دیا کہ جی نہیں! مجھے تو ارحم الراحمین نے صرف اتنی بات پر بخش دیا کہ میرے مخالفین میرے بارے میں ایسی افواہیں اور تہمتیں پھیلایا کرتے تھے جو مجھ میں نہیں تھیں اور میں مخالفین کی ان ایذاؤں پر صبر کرتا تھا۔

آپ کی وفات کے بعد قاضی القضاۃ حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا اور کفن پہنا کر قاضی القضاۃ نے ہزاروں کے مجمع میں بھرائی ہوئی آواز سے چلا چلا کر یہ کہا: اے امام ابوحنیفہ! آپ پر خدا کریم رحم فرمائے۔ آپ نے تیس سال تک مسلسل روزہ رکھا اور چالیس برس تک رات میں بستر سے پیٹھ نہیں لگائی۔ آپ کی نماز جنازہ میں اتنا بڑا ہجوم تھا کہ پانچ مرتبہ نماز جنازہ ہوئی اور سب سے آخر میں آپ کے صاحبزادے حماد بن ابوحنیفہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

آپ کے بے شمار فضائل ومناقب اور خوارق عادات وکرامات کے جلوے دیکھنے

ہوں تو مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کرو:

امام ابو جعفر طحاوی کی کتاب ''عقود الدرر والعقیان فی مناقب النعمان''، موفق بن احمد مکی کی کتاب ''مناقب الامام الاعظم''، عبد القادر قرشی کی کتاب ''البستان فی مناقب النعمان''، امام جلال الدین سیوطی کی تصنیف لطیف ''تبییض الصحیفۃ فی مناقب الامام ابی حنیفۃ''، ابو عبد اللہ بن محمد یوسف دمشقی کی کتاب ''عقود الجمان فی مناقب النعمان'' وغیرہ۔

بو حنیفہ بد امام با صفا
آں چراغ آستانِ مصطفیٰ
(صلی اللہ علیہ وسلم۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(41)

ایک غزوہ کا حال

مسجد نبوی کے باب ملک فہد سے باہر نکلیں اور سامنے شمال کی طرف دیکھیں تو ایک سرخ رنگ کا پہاڑی سلسلہ نظر آتا ہے جو کئی مربع میل تک پھیلا ہوا ہے' اسے احد کہا جاتا ہے۔ اس پہاڑ کے بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔ اس پہاڑ کے دامن میں مسلمانوں اور مشرکین کے درمیان بہت بڑی جنگ ہوئی جسے تاریخ نے غزوۂ احد کے نام سے محفوظ کیا ہے۔ البدایہ والنہایہ میں ہے کہ احد کی وجہ تسمیہ عموماً یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس علاقے میں یہ پہاڑ واقع ہے' وہاں دوسرے پہاڑوں کے درمیان یہ اپنی جگہ سب سے تنہا' سب سے الگ اور ممتاز نظر آتا ہے اسی لئے اس علاقے کے لوگ اسے احد کہتے ہیں۔ بعد میں یہ سارا پہاڑی علاقہ اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ غزوۂ احد ہجرت کے تیسرے سال شوال کے مہینہ میں وقوع پذیر ہوا۔ غزوۂ بدر میں قریش مکہ کو جو رسوائی اور پسپائی ہوئی اور جس شکست فاش سے وہ دوچار ہوئے وہ کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھی حتیٰ کہ کفار مکہ نے پہلے پہل اس خبر کو صحیح ماننے سے انکار کر دیا۔ مکہ میں شکست کی خبر سب سے پہلے حیسمان بن عبداللہ خزاعی نے پہنچائی۔ لوگ اس کے اردگرد جمع ہو گئے اور بدر کا حال پوچھنے لگے۔ اس نے بتایا: عتبہ' شیبہ' ابوجہل' امیہ' زمعہ' ابوالبختری سب مارے گئے۔ امیہ کا بیٹا صفوان کہنے لگا: یہ شخص بدحواسی کے عالم میں ہے۔ ذرا اس سے میرے بارے میں پوچھو کہ میں کون ہوں اور میرا کیا حال ہے؟ لوگوں نے اس سے صفوان کے بارے میں پوچھا تو وہ کہنے لگا صفوان تو حطیم میں بیٹھا ہے مگر واللہ! میں نے اس کے والد امیہ اور اس کے بھائی کی لاشوں کو مقتولین میں دیکھا ہے۔ شکست کی تصدیق ہو گئی تو خواتین نے غم کے مارے

بال نوچ لئے، گھوڑوں اور اونٹوں کی کونچیں کاٹ دی گئیں۔ کفار قریش نے اپنے مقتولین پر نوحہ اور بین کیا اور پھر انہوں نے سوچا کہ نوحے اور بین کی خبریں مسلمانوں کو معلوم ہوں گی تو وہ خوش ہوں گے لہٰذا رونے اور نوحہ کرنے پر پابندی لگادی گئی۔ ابن کثیر کے مطابق ایسے وقت رونے پر پابندی پسماندگان کے لئے عذاب الٰہی میں اضافہ تھا کیونکہ میت پر رونے سے غمزدہ کے دل کو تسکین ہو جاتی ہے۔ ادھر غزوۂ بدر کے بعد قریش کی قیادت و سیادت ابوسفیان کے ہاتھ آ گئی۔ اس نے منت مانی کہ جب تک وہ بدر کا بدلہ نہ لے لے گا غسل جنابت نہ کرے گا۔

غزوہ سویق کی وجہ تسمیہ

اپنی قسم پوری کرنے کے لئے وہ دو سو قریشی سواروں کو لے کر روانہ ہوا اور مدینہ طیبہ سے قریباً بارہ میل کے فاصلے پر ٹھہرا۔ پھر رات کی تاریکی میں وہ بنونضیر کے محلہ میں گیا اور حیی بن اخطب کے دروازے پر دستک دی۔ اس نے ڈر کے مارے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا۔ پھر وہ بنونضیر کے رئیس اور خزانچی سلام بن مشکم کے پاس پہنچا۔ اس نے دروازہ کھولا، مرحبا کہا۔ ابوسفیان کی خوب خاطر تواضع کی اور اسے بعض مخفی راز دیے۔ ابوسفیان رات ہی کو اپنے لشکر میں واپس آ گیا۔ اس نے رات کے پچھلے پہر ایک دستہ بھیج کر مدینہ سے تین میل (پانچ کلومیٹر قریباً) کے فاصلے پر ایک مقام "عریض" پر حملہ کروا دیا۔ ان لوگوں نے ایک انصاری سعد بن عمرو اور اس کے ایک حلیف کو جو سعد کے کھیت میں موجود تھا قتل کیا، چند مکانات، کھجور کے درخت اور گھاس کے انبار جلا دیے۔ ان باتوں سے اس کے نزدیک قسم پوری ہو گئی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اس کا تعاقب کیا۔ ابوسفیان بھاگا۔ وہ زاد راہ کے طور پر جو ستو کے بورے اور سامان لے کر آیا تھا اسے گھبراہٹ میں اور بوجھ ہلکا کرنے کے لئے راستے میں پھینکتا گیا جو مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں اس لئے یہ واقعہ "غزوہ سویق" کے نام سے مشہور ہے۔

(البدایہ والنہایہ 1/321، 355، السیرۃ الحلبیۃ 3/50)

(42)
صدق وصفا کا خوگر

مشہور اموی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کی رائے یہ تھی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر العیاذ باللہ تہمت لگانے والوں میں سب سے بڑا کردار حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تھا' ہشام کے پاس ایک مرتبہ مشہور محدث سلیمان بن یسار آئے۔ ہشام نے ان سے پوچھا: ''سلیمان! ذرا بتاؤ کہ قرآن کریم کی آیت: وَالَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ کا مصداق کون ہے۔'' سلیمان نے کہا: ''عبداللہ بن ابی۔'' ہشام نے جھٹ سے کہا: ''جھوٹ'' اس کا مصداق ''علی'' ہیں۔'' سلیمان نے عرض کیا ''اَمِیْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعْلَمُ بِمَا یَقُوْلُ'' (امیر المومنین اپنی بات کا زیادہ جاننے والا ہے) اتنے میں امام زہری آگئے۔ ہشام نے ان سے بھی یہی سوال کیا۔ ''یَا ابْنَ شِهَابٍ! مَنِ الَّذِیْ تَوَلّٰی کِبْرَهٗ؟'' زہری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''عبداللہ بن ابی۔'' ہشام نے کہا: ''کَذَبْتَ'' (تو نے جھوٹ بولا) اس کا مصداق علی ہیں' امام زہری نے جواب دیا' اور کیا ہی اچھا جواب دیا۔ فرمایا:

اَنَا اَکْذِبُ' لَا اَبَالَکَ' وَاللّٰهِ لَوْ نَادٰی مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ اِنَّ اللّٰهَ اَحَلَّ الْکَذِبَ' مَا کَذِبْتُ.

''ارے تیرا ناس ہو! میں جھوٹ بول رہا ہوں' خدا کی قسم! اگر کوئی پکارنے والا آسمان سے پکار اٹھے کہ اللہ نے جھوٹ بولنا حلال کر دیا ہے تب بھی میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔'' (فتح الباری' ج 7' ص 337)

(43)

مجھے بسم اللہ شریف پڑھ کر مارو

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم سے پہلے ایک بادشاہ تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہوگیا تو اس نے بادشاہ سے کہا: اب میں بوڑھا ہوگیا ہوں آپ میرے پاس ایک لڑکے کو بھیج دیں تاکہ میں اسے جادو سکھا سکوں تو بادشاہ نے ایک لڑکا جادو سیکھنے کے لئے جادوگر کی طرف بھیج دیا۔ جب وہ لڑکا چلا تو اس کے راستے میں ایک راہب تھا' وہ لڑکا اس راہب کے پاس بیٹھا اور اس کی باتیں سننے لگا جو اسے پسند آئیں پھر جب وہ جادوگر کے پاس آتا اور راہب کے پاس سے گزرتا تو اس کے پاس بیٹھتا اور جب وہ لڑکا جادوگر کے پاس آتا تو وہ جادوگر اس لڑکے کو مارتا۔ اس لڑکے نے اس کی شکایت راہب سے کی۔ راہب نے کہا: اگر تجھے جادوگر سے ڈر ہو تو کہہ دیا کر کہ مجھے میرے گھر والوں نے روک لیا تھا اور جب تجھے گھر والوں سے ڈر ہو تو کہہ دیا کر کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔

اسی دوران ایک بہت بڑے درندے (سانپ) نے لوگوں کا راستہ روک لیا۔ جب لڑکا اس طرف آیا تو اس نے کہا: میں آج جاننا چاہوں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب افضل ہے۔

اور پھر ایک پتھر پکڑا اور کہنے لگا اے اللہ! اگر تجھے جادوگر کے معاملہ سے راہب کا معاملہ زیادہ پسند ہے تو اس درندے کو مار دے تاکہ لوگوں کا آنا جانا ہو اور پھر وہ پتھر اس نے درندے کو مار کر اسے قتل کر دیا اور لوگ گزرنے لگے پھر وہ لڑکا راہب کے پاس آیا اور

اسے اس کی خبر دی تو اس راہب نے اس لڑکے سے کہا: اے میرے بیٹے! آج تو مجھ سے افضل ہے کیونکہ تیرا معاملہ اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ جس کی وجہ سے تو عنقریب ایک مصیبت میں مبتلا کر دیا جائے گا پھر اگر تو مبتلا کر دیا جائے تو کسی کو میرا نہ بتانا۔ وہ لڑکا مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو اللہ کے حکم سے صحیح کر دیتا تھا بلکہ لوگوں کی ہر بیماری کا علاج بھی کر دیتا تھا۔

بچے کی دعا سے نابینا دیکھنے لگا

بادشاہ کا ایک ہم نشین اندھا ہو گیا۔ اس نے لڑکے کے بارے میں سنا تو وہ بہت سے تحفے لے کر اس کے پاس آیا اور کہنے لگا: اگر تم مجھے شفاء دے دو تو یہ سارے تحفے جو میں یہاں لے کر آیا ہوں وہ سارے تمہارے لئے ہیں۔ اس لڑکے نے کہا میں تو کسی کو شفاء نہیں دے سکتا شفاء تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ اگر تو اللہ پر ایمان لے آئے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا کہ وہ تجھے شفاء دے دے۔ پھر وہ اللہ پر ایمان لے آیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے شفاء عطا کر دی۔ پھر وہ آدمی بادشاہ کے پاس آیا اور اس کے پاس بیٹھ گیا جس طرح کہ وہ پہلے بیٹھا کرتا تھا۔ بادشاہ نے اس سے کہا: کس نے تجھے تیری بینائی واپس لوٹا دی؟ اس نے کہا: میرے رب نے۔ اس نے کہا: کیا میرے علاوہ تیرا اور کوئی رب بھی ہے؟ اس نے کہا: میرا اور تیرا رب اللہ ہے پھر بادشاہ اس کو پکڑ کر سزا دینے لگا تو اس نے بادشاہ کو لڑکے کے بارے میں بتایا پھر جب وہ لڑکا آیا تو بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا: اے بیٹے! کیا تیرا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ اب تو مادرزاد اندھے اور کوڑھی کو بھی صحیح کرنے لگ گیا ہے اور ایسے ایسے کرتا ہے؟

لڑکے نے کہا میں تو کسی کو شفاء نہیں دیتا بلکہ شفاء تو اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اسے پکڑ کر عذاب دیا یہاں تک کہ اس نے راہب کے بارے میں بادشاہ کو بتا دیا۔ راہب آیا تو اس سے کہا گیا کہ تو اپنے مذہب سے پھر جا۔ راہب نے انکار کر دیا پھر بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس راہب کے سر پر رکھ کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر بادشاہ کے ہم نشین کو لایا گیا اور اسے بھی کہا گیا کہ تو اپنے مذہب سے پھر جا اس نے

بھی انکار کر دیا' بادشاہ نے اس کے سر پر بھی آرہ رکھ کر اس کے جسم کے دو ٹکڑے کروا دیئے۔ پھر اس لڑکے کو بلوایا گیا۔ وہ آیا تو اس سے بھی یہی کہا گیا کہ اپنے مذہب سے پھر جا۔ اس نے بھی انکار کر دیا تو بادشاہ نے اس لڑکے کو اپنے کچھ ساتھیوں کے حوالے کر کے کہا اسے فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اور اسے اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھاؤ۔ اگر یہ اپنے مذہب سے پھر جائے تو اسے چھوڑ دینا اور اگر انکار کر دے تو اسے پہاڑ کی چوٹی سے نیچے پھینک دینا۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

چنانچہ بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تو اس لڑکے نے کہا: اے اللہ! تو مجھے ان سے کافی ہے' جس طرح تو چاہے مجھے ان سے بچا لے۔ اس پہاڑ پر فوراً ایک زلزلہ آیا جس سے بادشاہ کے وہ سارے ساتھی گر گئے اور وہ لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کی طرف آ گیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے پوچھا: تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ لڑکے نے کہا اللہ پاک نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔ بادشاہ نے پھر اس لڑکے کو اپنے ساتھیوں کے حوالے کر کے کہا اسے ایک چھوٹی سی کشتی میں لے جا کر سمندر کے درمیان پھینک دینا اگر یہ اپنے مذہب سے نہ پھرے۔ بادشاہ کے ساتھی اس لڑکے کو لے گئے تو اس لڑکے نے کہا اللہ تعالیٰ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے۔ پھر وہ کشتی بادشاہ کے ان ساتھیوں سمیت الٹ گئی اور وہ سارے کے سارے غرق ہو گئے۔

اور وہ لڑکا چلتے ہوئے بادشاہ کی طرف آ گیا۔ بادشاہ نے اس لڑکے سے کہا تیرے ساتھیوں کا کیا ہوا؟ اس نے کہا: اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔ پھر اس لڑکے نے بادشاہ سے کہا تو مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک کہ اس طرح نہ کرو جس طرح کہ میں تجھے حکم دوں۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا؟ اس لڑکے نے کہا سارے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کرو مجھے سولی کے تختے پر لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر کو پکڑو پھر اس تیر کو کمان کے چلہ میں رکھو اور پھر کہو "اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔" پھر مجھے تیر مارو۔ اگر تم اس طرح کرو تو مجھے قتل کر سکتے ہو۔ پھر بادشاہ نے لوگوں کو ایک میدان میں اکٹھا کیا

اور پھر اس لڑکے کو سولی کے تختے پر لٹکا دیا پھر اس کے ترکش میں سے ایک تیر لیا پھر اس کو تیر کمان کے چلّہ میں رکھ کر کہا: بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ هٰذَا الْغُلَامِ ۔
''اس اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔''

یہ ہیں اصحاب الاخدود

پھر وہ تیر اس لڑکے کو مارا تو وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی میں جا گھسا تو لڑکے نے اپنا ہاتھ تیر لگنے والی جگہ پر رکھا اور مر گیا تو سب لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے' ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے۔ بادشاہ کو اس کی خبر دی گئی اور اس سے کہا گیا تجھے جس بات کا ڈر تھا وہی بات آن پہنچی کہ لوگ ایمان لے آئے تو پھر بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندق کھودنے کا حکم دیا چنانچہ خندقیں کھودی گئیں اور ان خندقوں میں آگ جلا دی گئی۔

بادشاہ نے کہا جو آدمی اپنے مذہب سے پھرنے سے باز نہیں آئے گا تو میں اس آدمی کو اس خندق میں ڈلوا دوں گا تو انہیں خندق میں ڈال دیا گیا یہاں تک کہ ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ وہ عورت خندق میں گرنے سے گھبرائی تو اس عورت کے بچے نے کہا: اے امی جان! صبر کرو کیونکہ تو حق پر ہے۔'' (اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کو 30 ویں پارے کی سورۂ بروج میں بیان کیا ہے)۔

(صحیح مسلم' الزہد الرقاق' باب قصۃ اصحاب الاخدود والساحر والراہب والغلام' 7511' ترمذی' 3340)

(44)

میرے رسول ﷺ جیسا کسی کو پیشوا نہ ملا

ارشاد ربانی ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ۔
"انسانوں کے لئے زندگی گزارنے کا بہترین طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اچھا اور عمدہ طریقہ ہے۔"

جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے غم میں رونے والے تھے اور رات دن فکر کرنے والے تھے' جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت دائم الغم والحزن ہے جیسے غم خواری آپ کی صفت ہے۔ اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش مزاج' ہنس مکھ' کذب سے اعراض کرتے ہوئے مزاح بھی فرما لیتے تھے۔ کتب حدیث میں بارہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تبسم اور ضحک کے الفاظ وارد ہیں۔ ان دونوں الفاظ سے مراد مسکرانا ہی ہے ہنسا مراد نہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسنے سے منع فرمایا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پورے طریقہ پر ہنستے نہیں دیکھا جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوا نظر آئے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسکرایا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مسکراتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہنسا صرف تبسم فرمانا تھا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز اشراق پڑھ کر تشریف لے جاتے تو راستہ میں لوگ زمانہ جاہلیت کے قصے بیان کرتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرایا کرتے تھے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب صحابہ رضی اللہ عنہم کسی بات پر ہنستے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکراتے۔ حضرت حسین

رضی اللہ عنہ بن یزید فرماتے ہیں: میں نے کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے نہیں دیکھا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مسکرایا کرتے تھے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں میں سے زیادہ ہنس مکھ اور سب سے اچھی طبیعت کے انسان تھے۔

ملا نہ جس کو محمد اسے خدا نہ ملا

حضرت عمرہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ازواج کے ساتھ تنہائی میں ہوتے تو کیا کرتے تھے؟ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تمہارے آدمیوں کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایک انسان تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے زیادہ بزرگ اور نرم طبیعت انسان تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمایا کرتے تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یوم خندق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر ہنستے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں مبارک دکھائی دیتی تھیں۔ (رواہ الشیخان وابن سعد وابونعیم و ابن عساکر والبزار والطبرانی والترمذی فی الشمائل کذافی البدایہ وکذافی حیاۃ الصحابہ ج 2 صفحہ 734)

میرے رسول ﷺ جیسا کسی کو پیشوا نہ ملا
ملا نہ جس کو محمد ﷺ اسے خدا نہ ملا

(45)

اپنا باپ نہ بدلو

اپنے حقیقی باپ کو چھوڑ کر کسی دوسرے کو اپنا باپ بنانا یا اپنے خاندان ونسب کو چھوڑ کر کسی دوسرے خاندان سے اپنا نسب جوڑنا حرام وگناہ اور جنت سے محروم کر کے دوزخ میں لے جانے والا کام ہے۔ اس بارے میں بڑی سخت وعیدیں حدیثوں میں آئی ہیں چنانچہ مندرجہ ذیل حدیثیں بہت عبرت خیز ہیں۔

1- حدیث: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو اپنے باپ کے غیر کو اپنا باپ بنانے کا دعویٰ کرے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ (الترغیب والترہیب ج 3، ص 83، بحوالہ بخاری ومسلم وابن ماجہ)

2- حدیث: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص اپنے باپ کے غیر کو اپنا باپ بنانے کا دعویٰ کرے حالانکہ اس کو معلوم ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس شخص نے ناشکری کی۔

(الترغیب والترہیب ج 2، ص 73، بحوالہ بخاری)

3- حدیث: حضرت یزید بن شریک بن طارق کہتے ہیں: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو منبر پر یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو اپنے باپ کے غیر کو اپنا باپ بنانے کا دعویٰ کرے یا جو غلام اپنے مولیٰ کے غیر کو اپنا مولیٰ بنائے تو ان دونوں پر اللہ تعالیٰ اور تمام فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے اور قیامت میں ان دونوں کی نہ کوئی فرض عبادت قبول ہوگی نہ کوئی نفل عبادت قبول ہوگی۔

(الترغیب والترہیب ج 3، ص 73، بحوالہ بخاری ومسلم وابوداؤد)

4- حدیث: حضرتِ عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آدمی کے گنہگار ہونے کو یہی کافی ہے کہ آدمی اپنے نسب سے اظہار برأت کرتے ہوئے کسی دوسرے خاندان سے ہونے کا دعویٰ کرے جس خاندان سے اس کا ہونا لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ (الترغیب والترہیب، ج3، ص73 بحوالہ احمد وطبرانی)

5- حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے باپ کے غیر کو اپنا باپ بنانے کا دعویٰ کرے وہ جنت کی خوشبو بھی نہیں سونگھے گا حالانکہ جنت کی خوشبو پانچ سو برس کی راہ سے پائی جائے گی۔

(الترغیب والترہیب، ج3، ص74)

6- حدیث: حضرت امیر المومنین ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص کسی ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس نسب میں اس کا ہونا لوگوں کو معلوم و مشہور نہیں تو اس شخص نے اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی اور جو نسب کا انکار کرے اس نے بھی اللہ تعالیٰ کی ناشکری کی۔

(الترغیب والترہیب، ج3، ص74، بحوالہ طبرانی الاوسط)

مذکورہ بالا حدیثوں کو پڑھ کر ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئیں جو خواہ مخواہ اپنا خاندان و نسب بدل کر کسی اونچے خاندان سے اپنا رشتہ نسب ملا لیتے ہیں۔ سیکڑوں ایسے ہیں جن کو سیکڑوں برس سے لوگ یہی جانتے ہیں کہ کیا ہیں اور ان کے آباؤ اجداد برسوں پہلے اسلام قبول کر کے مسلمان ہو گئے تھے مگر آج کل وہ عربی النسل بن کر اپنے کو صدیقی و فاروقی و عثمانی و سیّد کہنے لگے ہیں۔ انہیں سوچنا چاہئے کہ وہ لوگ ایسا کر کے کتنے بڑے گناہ کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔ خداوند کریم ان لوگوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس حرام و جہنمی کام سے ان لوگوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(46)
نالہ عیش شکن

بنوامیہ کا بانکا' چھریرا' خوبصورت' حسین وجمیل نوجوان موسیٰ بن محمد بن سلیمان ہاشمی' اپنے عیش وعشرت' تن پروری' خوش لباسی اور ماہ وش کنیزوں وغلاموں کے جھرمٹ میں سرمستی حیات کا عادی تھا۔ انواع واقسام کے لذائذ سے اس کا دستر خوان ہمہ وقت لبریز رہتا۔ زرق برق ملبوسات میں لپٹا مجلس طرب سجائے' رات کی رات غم وآلام دنیا سے بے خبر پڑا رہتا۔ ایک سال میں تین لاکھ تین ہزار دینار کی آمدنی تھی اور یہ ساری دولت وہ اپنی عیاشیوں پر قربان کر دیتا۔ شارع عام پر نہایت بلند وبالا خوبصورت مکان بنا رکھا تھا جس کا گیٹ نہایت شاندار تھا۔ اپنے محل میں بیٹھا کبھی وسیع گزر گاہ کی رونقوں سے محظوظ ہوتا۔ عقبی جانب نہایت شاندار باغ لہلہا رہا تھا جس میں حسین وجمیل پھولوں کی کیاریاں قرینے سے آراستہ تھیں۔ کبھی اس میں مجلس طرب سجاتا۔ موسیٰ کے محل میں ہاتھی دانت کا بنا ہوا ایک قبہ تھا جس میں چاندی کی میخیں تھیں اور جس کے بعض حصوں پر سنہرا جڑاؤ تھا۔ قبہ کے عین بیچوں بیچ قیمتی تخت خاص شہزادہ کے جلوس کے واسطے بنایا گیا تھا۔ جسم پر قیمتی لباس اور جڑاؤ عمامہ پہن کر موسیٰ اس پر بیٹھتا۔ اردگرد دوست واحباب کی نشستیں ہوتیں۔ پشت پر خدام وغلام ایستادہ ہوتے' قبے کے باہر مطربوں کے بیٹھنے کی جگہ بنی ہوئی تھی جہاں بیٹھ کر وہ اپنے نغمہ وسرور سے موسیٰ اور اس کے ہم نشینوں کا جی بہلاتے' مہ جمال گانے والیاں بھی کبھی رونق مجلس بڑھاتیں۔ ان میں اور مردانہ نشست گاہ میں ایک باریک پردہ حائل رہتا جسے حسب خواہش کبھی ہٹا دیا جاتا۔ پردہ کی جنبش دینا اس بات کا اشارہ تھا کہ فوراً نغمات کا ابال شروع ہوا اور جب گانا بند کروانا چاہتا تو اس وقت بھی محض

اشارہ کر دیتا۔

رات ڈھلے عیش وعشرت سے تھک کر ماہ وش کنیزوں میں سے جس کے ہمراہ چاہتا شب باشی کرتا۔ دن کو شطرنج ونرد کی بساطیں جمتیں، کبھی بھولے سے بھی اس کی مجلس پر موت یا کسی غم واندوہ کے تذکرے کا سایہ نہ پڑتا۔ اسی عالم سرمستی وشباب میں ستائیس سال گزر گئے۔

ستائیس سال مستی میں گذارنے والا شہزادہ

ایک رات کی بات ہے موسیٰ اپنی مجلس طرب سجائے، نرغہ احباب میں، لباس مرصع سے آراستہ، خوشبوئیات کے جھرمٹ میں محو عیش تھا۔ محل کے باہر دور دور تک سناٹا چھایا ہوا تھا۔ یک بیک دردناک چیخ ابھری جو مطربوں کی آواز سے مشابہ تھی۔ آواز کا کانوں سے ٹکرانا تھا کہ محفل میں سناٹا چھا گیا۔ موسیٰ نے قبے سے باہر سر نکالا اور آواز کا تعاقب کرنے لگا۔ شراب وشباب کا یہ رسیا اس کربناک آواز کی تلخی کو برداشت نہ کر سکا اور غلاموں کو حکم دیا کہ اس مظلوم کو تلاش کرو اور میرے پاس لاؤ۔

خدام وغلام محل سرا کے باہر اس کی تلاش میں نکلے تو انہیں پاس کی مسجد میں ایک کمزور، لاغر، نحیف ونزار نوجوان ملا جس کا جسم ہڈیوں کا پنجر تھا اور گویا کھال ہڈیوں پر منڈھ گئی ہو۔ رنگ زرد، لب خشک، بال پریشان، وہ پھٹی پرانی چادروں میں لپٹا رب کائنات کے حضور مناجات کر رہا تھا۔

غلاموں نے اس نوجوان کو ہاتھ پاؤں سے پکڑا اور موسیٰ کے سامنے حاضر کر دیا۔ شہزادے نے پوچھا: ''آخر وہ کون سی تکلیف تھی جس نے تجھے اس طرح چیخنے پر مجبور کیا۔'' نوجوان نے کہا میں مسجد میں تھا اور قرآن مجید کی تلاوت کر رہا تھا۔ قرآن مجید کی تلاوت میں ایسا مقام آیا جس نے مجھے بے حال کر دیا۔ موسیٰ نے کہا ذرا میں بھی تو سنوں۔ نوجوان نے تعوذ وتسمیہ کے بعد یہ آیات تلاوت کیں:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِيْ نَعِيْمٍ ۝ عَلَى الْاَرَآئِكِ يَنْظُرُوْنَ ۝ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِهِمْ نَضْرَةَ النَّعِيْمِ ۝ يُسْقَوْنَ مِنْ رَّحِيْقٍ مَّخْتُوْمٍ ۝ خِتٰمُهٗ

مِسْكٌ ط وَفِي ذٰلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ۝ وَمِزَاجُهُ مِنْ تَسْنِيْمٍ ۝ عَيْنًا يَّشْرَبُ بِهَا الْمُقَرَّبُوْنَ ۝ (المطففین)

''مقرب بندے بے شک نیکی کرنے والے ضرور راحت میں (عزت کے بلند) تختوں پر (بیٹھے) دیکھتے ہوں گے۔ آپ پہچانیں گے ان کے چہروں میں راحت کی تازگی۔ انہیں صاف وشفاف شراب پلائی جائے گی جو مہر کی ہوئی ہے جس کی مہر مشک ہے اور رغبت کرنے والوں کو اسی میں رغبت کرنی چاہئے اور اس کی آمیزش سے (چشمہ) تسنیم (کا پانی) (ایسا) چشمہ جس سے پئیں گے (اللہ کے) مقرب بندے۔''

نوجوان نے قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کرنے کے بعد شہزادے سے مخاطب ہو کر کہا: ''اے فریب خوردہ بھلا وہ نعمتیں کہاں اور تیری یہ مجلس کہاں۔''

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

بہشتی تخت کچھ اور ہی ہوگا اس پر نرم و نازک بستر ہوں گے جس کے استر استبرق کے ہوں گے اور سبز قالینوں اور بستروں پر آراستہ تکیوں سے ٹیک لگائے لوگ آرام کرتے ہوں گے وہاں دو نہریں ساتھ ساتھ بہتی ہیں وہاں ہر پھل کی دو قسمیں ہیں، وہاں کے میوے نہ کبھی ختم ہوں گے اور نہ ان سے جنتیوں کو کوئی روکنے والا ہوگا۔ اہل جنت، جنت کے پسندیدہ عیش میں ہمیشہ رہیں گے۔ وہاں انہیں کوئی ناگوار بات بھی نہ سنائی دے گی۔ وہاں اونچے تختوں کے اردگرد چمکدار آبخورے قطار میں رکھے ہوں گے۔ یہ تمام نعمتیں تو اللہ کے متقی بندوں کے لئے ہوں گی اور کافروں کے لئے کیا ہوگا؟ ان کے لئے تو آگ ہی آگ ہے اور آگ بھی ایسی جو کبھی سرد نہ ہونے والی۔ کافر اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ کبھی ان کا عذاب موقوف نہیں ہوگا۔ وہ اس میں اوندھے منہ پڑے ہوں گے اور جب سر کے بل گھسیٹا جائے گا تو کہا جائے گا لو یہ عذاب چکھو۔

کہاں گئی تیری شہزادگی؟

ہاشمی شہزادے موسیٰ نے اس نوجوان کی یہ باتیں سنیں تو خود بھی چیخ مار کر رو پڑا۔ بے

اختیاری میں تخت سے اترا اور اس نوجوان سے لپٹ کر رونے لگا اور پھر عیش و عشرت کے ہم نشینوں اور مصاحبوں نیز خادموں سے کہنے لگا ''چلے جاؤ تم سب لوگ یہاں سے۔'' نوجوان کو اپنے جسم سے لپٹائے گھر کے اندرونی حصہ میں داخل ہوا اور ایک بوریہ پر جا بیٹھا اور اپنی جوانی ضائع ہونے پر خود کو ملامت کرنے لگا۔ صالح نوجوان اس کو دلاسا دیتا اور رحمٰن و رحیم پروردگار کی ستاری و غفاری یاد دلاتا رہا۔ اسی عالم میں پوری شب گزر گئی۔ اس طرح سپیدہ سحر کی نموداری کے ساتھ اس شہزادہ عیش پسند نے اپنی سچی توبہ کے پانی سے غسل کیا۔ نوجوان کے ساتھ مسجد میں داخل ہوا۔ عبادت الٰہیہ کو اپنا مقصد بنایا۔ تمام مال و دولت' سونا' چاندی' کپڑے صدقہ کر دیئے۔ کچھ غلاموں کنیزوں کو فروخت' کچھ کو آزاد کر دیا۔ تمام لوگوں کے حقوق شمار کر کے ادا کر ڈالے۔ موٹا لباس زیب تن کیا' شب بیداری کو شعار بنایا۔ دن کو روزہ رکھتا اور رات بھر جاگ کر اللہ تعالیٰ کے حضور روتا گڑگڑاتا' مجاہدہ و ریاضت میں اتنا مشغول ہوا کہ دیکھنے والوں کو اس پر رحم آنے لگا۔ بڑے بڑے صلحاء اور زہاد اس کی زیارت کو آتے اور اتنی ریاضت شاقہ پر اسے روکتے۔ وہ جب یہ نصیحتیں سنتا تو اپنے گزرے غفلت کے ایام یاد کر کے خوب روتا۔ بالآخر وہ دن بھی آیا کہ وہ پیادہ پا ننگے قدم ایک معمولی لباس جسم پر ڈالے حج بیت اللہ کے ارادے سے نکلا۔ ساتھ میں پیالہ اور ایک توشہ دان ہی اس کا زادِ سفر تھا۔ اس پاک سرزمین پر پہنچا تو اس کے دل کی کیفیت اور دگرگوں ہو گئی۔ اکثر حجر اسود کے پاس زار و قطار روتا ہوا ملتا اور کہتا:

اپنے مالک و مولیٰ کے حضور

اے مالک بے نیاز! سینکڑوں خلوتیں غفلت میں گزر گئیں اور عمر کے کتنے ہی سال گناہوں میں ضائع ہو گئے' نیکیاں تو جاتی رہیں بس حسرت و ندامت پاس رہ گئی' جس روز تیری بارگاہ میں حاضری ہو گی کیا منہ دکھاؤں گا؟ اے میرے رب! میں اب تیرے سوا کسی سے اپنا دکھ درد بیان کروں' کس سے التجا کروں' کس کی جانب دوڑوں' کس پر اعتماد کروں' میرے رب کریم! میں اس لائق تو نہیں کہ تجھ سے جنت کا سوال کروں میں تو

بس تیرے جودونوال سے محض اتنے کرم کا متمنی ہوں کہ میری مغفرت فرمادے۔

حضرت محمد بن سماک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حج کے بعد اس شہزادہ ہاشمی نے وہیں پاک اور مقدس سرزمین پر اقامت اختیار کر لی اور اطاعت وانابت' توبہ واستغفار اور مناجات کرتے ہوئے اللہ کی رحمت کو پہنچا۔ (روض الریاحین)

جنات عدن مفتحة لهم الابواب

١٣٢٨

(47)

ایک موذی سانپ کا خاتمہ

قباء اب مدینہ منورہ کا حصہ ہے۔ مسجد قباء کے محراب سے بائیں طرف ایک چھوٹی سی سڑک جنوب سے اوپر کی طرف جاتی ہے۔ کم وبیش دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کریں تو آپ کو دائیں جانب پرانے قلعے کے آثار نظر آئیں گے۔ یہ قلعہ کعب بن اشرف کا تھا۔ غزوہ بدر کے بعد یہاں ایک عظیم واقعہ پیش آیا تھا۔ اس سے پہلے کہ ہم اس کی تفصیل بیان کریں پہلے کعب بن اشرف کے بارے میں بتاتے چلیں کہ یہ کون تھا؟ اس کا تعلق قبیلہ طے کی شاخ بنو نبہان سے تھا۔ اس کے باپ اشرف نے زمانہ جاہلیت میں کسی کو اچانک قتل کر دیا اور بھاگ کر مدینہ آ گیا۔ یہاں وہ بنی نضیر کے یہود کا حلیف ہی نہیں بلکہ ان کا داماد بھی بن گیا۔ اس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا تو اس کا نام کعب رکھا گیا۔ یہ بڑا ہوا تو بہت خوبصورت نکلا۔ وہ نامور شاعر تھا' نہایت مالدار تھا۔ ایک بڑے قلعہ میں رہتا تھا جس کا ذکر اوپر گزرا۔ یہ ان یہودیوں میں سے تھا جو اسلام اور اہل اسلام کے ساتھ سخت عداوت اور دشمنی رکھتے تھے۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ذہنی اذیت پہنچایا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کی کھلم کھلا دعوت دیتا پھرتا تھا۔ بدر میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو اسے بڑا جھٹکا لگا۔ مارے حسد کے رہ نہ سکا۔ بے اختیار کہنے لگا کیا سچ مچ ایسا ہوا ہے کہ بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے ہیں۔ یہ عرب کے اشراف اور لوگوں کے بادشاہ تھے۔ اگر محمد نے ان کو مار دیا ہے تو ہم لوگوں کے لیے روئے زمین کا شکم اس کی پشت سے کہیں بہتر ہے۔

کعب بن اشرف کی خباثت

اس نے مشرکین کی غیرت کو بھڑکانے اور ان کی آتش انتقام کو تیز کرنے کے لئے اشعار کہے پھر مکہ جا پہنچا اور سرداران قریش کو مسلمانوں کے خلاف خوب بھڑکایا۔ وہ جگہ جگہ مختلف مجلسوں میں بیٹھتا اور اپنے خبث باطن کا اظہار کرتا۔ اس کے انتقام کی آگ بھڑکتی ہی جا رہی تھی، سرد ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ ایک دن ابوسفیان نے اس سے پوچھا: ذرا یہ تو بتاؤ کہ محمد کا دین اللہ کو زیادہ پسند ہے یا ہمارا دین؟ وہ کہنے لگا: تم لوگ ان سے زیادہ ہدایت یافتہ اور افضل ہو۔ جب قریش انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے تو یہ مدینہ واپس آیا اور بڑھ بڑھ کر پہلے سے کہیں زیادہ مسلمانوں کی عورتوں کے خلاف گندے اشعار کہنے شروع کیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کرنا اس کی عادت رذیلہ بن چکی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اُمّ الفضل رضی اللہ عنہا کے بارے میں اس نے نہایت اشتعال انگیز اشعار کہے۔

کعب کے جرائم کی فہرست بڑی لمبی ہے۔ پاک دامن، عفیفات، قانتات، عابدات، صحابیات پر الزام تراشی، مسلمانوں کے خلاف جنگ کی آگ بھڑکانا اور پھر خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لغو باتیں کرنا اس امر کا متقاضی تھا کہ اسے قتل کر دیا جائے۔ یہ شخص بڑا با اثر اور دولت مند تھا اور اپنے نوکروں چاکروں سمیت رہتا تھا۔ صحیح بخاری اور سیرت کی بہت سی کتابوں میں اس کے قتل کا واقعہ بڑی تفصیل سے مذکور ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کون ہے جو کعب بن اشرف سے نمٹے؟ کیونکہ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی ایذا پہنچائی ہے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے۔ عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا آپ کی خواہش ہے کہ اسے قتل کر دیا جائے؟ فرمایا ہاں۔ عرض کرنے لگے کیا مجھے اس امر کی اجازت ہے کہ آپ کے بارے میں کوئی ناگوار بات کہہ سکوں۔ ارشاد ہوا اجازت ہے۔

محمد بن مسلمہ کعب بن اشرف کے پاس گئے۔ گفتگو شروع ہوئی تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگے کہ اس شخص نے ہمیں بہت تنگ کر رکھا ہے، ہم

سے صدقہ طلب کرتا رہتا ہے۔ اب ہم مشقت میں مبتلا ہیں۔ میں تمہارے پاس کچھ قرضہ لینے آیا ہوں۔ ایسا کرو کہ ایک یا دو وسق غلہ دے دو۔ کعب کہنے لگا آگے آگے دیکھتے جاؤ۔ ابھی تم محمد سے اور زیادہ اکتا جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا اب جبکہ ہم ان کے پیروکار بن چکے ہیں تو مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ ان کا ساتھ چھوڑ دیں۔ آپ ہمیں غلہ دیں تاکہ ہماری مشکل دور ہو سکے۔ کعب کہنے لگا درست ہے مگر اس کے لئے تمہیں میرے پاس کچھ رہن رکھنا ہوگا۔ محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں ٹھیک ہے مگر کون سی چیز رکھیں؟

گستاخ کو ٹھکانے لگانے کا منصوبہ

کعب کی خباثت پر غور فرمائیں! کہنے لگا اپنی عورتیں میرے پاس گروی رکھ دو۔ محمد بن مسلمہ کہنے لگے کوئی کرنے والی بات کرو، تم عرب کے سب سے خوبصورت آدمی ہو اور ہم اپنی عورتیں تمہارے پاس رہن رکھ دیں؟ وہ کہنے لگا کوئی بات نہیں، پھر اپنے بیٹے ہی رہن رکھ دو۔ جواب ملا یہ تو ان کے لئے گالی بن جائے گی کہ ایک دو وسق غلہ کے بدلے انہیں رہن رکھا گیا تھا۔ یہ ہمارے لئے بڑے عار کی بات ہے چنانچہ ان دونوں میں اسلحہ رہن رکھنے پر اتفاق ہو گیا۔ ادھر کعب کے قتل کے لئے پانچ افراد کا انتخاب ہوا۔ قیادت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کر رہے تھے اور باقی سب اس مشن کے ارکان تھے۔ ان میں ابونائلہ بھی تھے جو کعب بن اشرف کے رضاعی بھائی تھے۔ وہ اس کے پاس گئے، کچھ شعر و شاعری کی، کچھ گفتگو کی اور پھر بڑی رازداری سے وہی باتیں کہیں جو محمد بن مسلمہ نے کہی تھیں۔ دوران گفتگو ابونائلہ کہنے لگے میرے کچھ اور بھی ساتھی ہیں ان کے خیالات مجھ سے ملتے جلتے ہیں۔ وہ بھی آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ ان پر بھی احسان کریں۔ ابونائلہ اور محمد بن مسلمہ اپنی اپنی گفتگو کے ذریعے اپنے مقصد میں کامیاب رہے کیونکہ اب ان کے لئے اسلحہ اور رفقاء سمیت کعب بن اشرف تک رسائی اور اسے ٹھکانے لگانے کی راہ ہموار ہو گئی اور ان کی آمد پر کعب بن اشرف کے چونکنے اور کسی طرح کے شک و شبے میں پڑنے کا کوئی کھٹکا باقی نہ رہا۔

یہ 14 ربیع الاول تین ہجری کی ایک چاندنی رات تھی۔ پانچ افراد پر مشتمل یہ دستہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع الغرقد تک ان کے ساتھ چلے۔ ان کو دعائیں دیں کہ اللہ کا نام لے کر جاؤ۔ اللہ تمہاری مدد فرمائے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساری رات ان کے لئے دعائیں کرتے اور نماز و مناجات میں مشغول رہے۔ دراصل کسی بھی مہم کے لئے ظاہری اسباب اختیار کر لینے کے بعد سب سے اہم چیز بارگاہِ الٰہی میں خشوع وخضوع سے دعا ہوتی ہے۔

غلامانِ محمد جان دینے سے نہیں ڈرتے

یہ دستہ جب کعب بن اشرف کے قلعے کے دامن میں پہنچا تو ابونائلہ نے کعب کو قدر زور سے آواز دی۔ آواز سن کر وہ ان کے پاس آنے کے لئے اٹھا۔ اس کی بیوی جو نئی نویلی دلہن تھی کہنے لگی اس وقت کہاں جا رہے ہو؟ میں ایسی آواز سن رہی ہوں جس سے خون جھلک رہا ہے۔

کعب نے کہا یہ محمد بن مسلمہ اور میرا دودھ شریک بھائی ابونائلہ ہے۔ عزت دار آدمی کو اگر نیزے کی مار کی طرف بھی بلایا جائے تو وہ اس پکار پر بھی لبیک کہتا ہے۔ کعب باہر آیا۔ اس کے سر سے خوشبو کی لہریں پھوٹ رہی تھیں۔ ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہہ رکھا تھا کہ جب یہ شخص آئے گا تو میں اس کے بال سونگھوں گا۔ پھر جونہی میں اس کے سر پر قابو پالوں تو تم اس کا کام تمام کر دینا۔ کعب آیا' باتیں ہوتی رہیں۔ اچانک ابونائلہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کعب! کیوں نہ ہم شعب عجوز تک چلیں۔ کچھ دیر گپ شپ کریں گے۔ وہ چہک کر بولا چلو چلتے ہیں۔ ابونالہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کعب تمہارے جسم سے کیسی عمدہ خوشبو آ رہی ہے۔ ایسی مہک تو میں نے کبھی نہیں سونگھی۔ کعب نے نہایت فخر سے سینہ تان کر کہا میرے پاس عرب کی سب سے زیادہ خوشبو والی عورت ہے۔ ابونائلہ نے کہا اگر اجازت ہو تو میں تمہارا سر سونگھ لوں۔ کہنے لگا ہاں ہاں کیوں نہیں۔ ابونائلہ نے خود بھی اس کا سر سونگھا اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے بھی سونگا اور اس کی مہک کی تعریف کی۔ تھوڑی دور آگے چلے تو ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا بھئی مزا آ گیا۔ کیا

لاجواب خوشبو ہے۔ کیا ایک مرتبہ پھر سونگھ سکتا ہوں؟ کعب نے پھر اپنا سر آگے بڑھا دیا۔ تھوڑی دور آگے جا کر ابونائلہ رضی اللہ عنہ نے کہا بھئی ایک بار اور۔ اس نے اپنا سر ابونائلہ کے ہاتھوں میں دے دیا۔ انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ جب خوب قابو لیا تو فوراً صدا لگائی لے لو اللہ کے اس دشمن کو۔ چشم زدن میں بیک وقت کئی تلواریں چمکیں اور کعب کے بدن میں پیوست ہو گئیں۔ وہ پھٹکا بھی نہ کھانے پایا۔ تیورا کر گر پڑا۔ اس کے سانس کی رفتار بے قابو ہو گئی۔ ابھی جان باقی تھی۔ اب محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنی کدال سے آخری وار کیا اور اسے واصل جہنم کر دیا۔ کعب نے اس زور کی چیخ ماری کہ گرد و پیش ہلچل مچ گئی۔ قلعے میں آگ روشن کی گئی مگر اسے بچانے کے لئے کوئی آگے نہ بڑھا۔

اور گستاخِ رسول اپنے انجام کو پہنچا

کعب کا سر اتار کر دستہ نے واپسی کی راہ لی۔ بقیع میں پہنچ کر زور کا نعرۂ تکبیر لگایا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی خبر ہو گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ اکبر کہا جب یہ مجاہدین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا اَفْلَحَتِ الْوُجُوْہُ یہ چہرے کامیاب رہیں۔ جواب میں عرض کیا گیا وَوَجْھُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا چہرہ انور بھی (کامیاب و شاداب رہے)

شاتم رسول اور اسلام کے بدترین دشمن کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں ڈال دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی حمد و ثنا بیان فرمائی۔ اس کارروائی کے دوران دستہ کے ایک سپاہی حضرت حارث بن اوس رضی اللہ عنہ کو بعض ساتھیوں کی تلوار کی نوک لگ گئی تھی جس سے وہ زخمی ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن لگایا جس سے تکلیف جاتی رہی۔ وہ مکمل شفایاب ہو گئے اور آئندہ ان کو کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

(صحیح البخاری حدیث 4037، فتح الباری 421/7، 424، والبدایہ والنہایہ 8/4،10)

(48)

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

ابو معلق امی ایک صحابی تجارت کی غرض سے اکثر سفر پر رہتے تھے۔ ایک بار مال تجارت لے کر جا رہے تھے کہ راستے میں ایک ڈاکو نے آلیا۔ کہا: "تمہارا مال اور جان میں لینا چاہتا ہوں۔" فرمانے لگے: "میری جان لے کر کیا کرو گے مال حاضر ہے مجھے جانے دو" لیکن وہ نہ مانا۔ کہا: "تمہیں بھی قتل کرنا ہے۔" فرمایا تو مجھے چار رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔" ڈاکو نے مہلت دے دی۔ صحابی نے چار رکعت نماز ادا کی اور آخری سجدے میں یہ دعا مانگی۔ ایک پریشان حال کی دعا جو دل سے نکلی اور افلاک کو چیرتی گئی:

یا ودود' یا ودود' یا ذا العرش المجید' یا فعال لما یرید' اسألك بعزك الذی لایرام' وبملكك الذی لایضام' وبنورك الذی ملأ أركان عرشك: ان تكفینی شرهذا اللص' یامغیث' أغثنی! یا مغیث' أغثنی یا مغیث' أغثنی!

اے محبت کرنے والے!

اے محبت کرنے والے! اے محبت کرنے والے! اے بزرگ عرش والے! اے اپنے ارادے کے مطابق عمل کرنے والے! میں تجھ سے تیری اس عزت کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں جس کا ارادہ نہیں کیا جا سکتا اور اس ملک و بادشاہت کا وسیلہ دے کر سوال کرتا ہوں جس کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا اور تیرے اس نور کے ذریعے سے سوال کرتا ہوں جس نے تیرے عرش کے

ارکان کو روشن کیا ہے کہ تو مجھ کو اس ڈاکو کی برائی سے بچا لے' اے مدد کرنے والے! میری مدد فرما' اے مدد کرنے والے میری مدد فرما' اے مدد کرنے والے میری مدد فرما۔"

اتنے میں ہاتھ میں نیزہ لئے ایک شہسوار نمودار ہوا۔ اس نے ڈاکو کو قتل کر کے سر بسجود صحابی سے کہا: سر اٹھا لیں۔ صحابی نے سر اٹھا کر جو دیکھا کہ ڈاکو مرا پڑا ہے تو پوچھا: "آپ کون؟" کہنے لگا "میں چوتھے آسمان کا فرشتہ ہوں' تم نے پہلی مرتبہ دعا کی تو میں نے آسمان کے دروازوں کے کھلنے کی آواز سنی' دوسری بار دعا کی تو میں نے اہل سماء کی ہلچل کی آواز سنی' تیسری مرتبہ دعا کی تو مجھ سے کہا گیا کہ یہ ایک مصیبت زدہ کی فریاد ہے' میں نے اللہ سے ظالم کو قتل کرنے کی درخواست کی جو منظور ہوئی چنانچہ میں نے آ کر اس کو قتل کر دیا۔" (الجواب الکافی لمن سال عن الدواء الشافی' ص 12)

(49)

حوضِ کوثر اور برکاتِ بسم اللہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہلکی سی اونگھ آئی پھر آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کس بات سے ہنسی آ رہی تھی؟ آپ نے فرمایا مجھ پر ابھی ایک سورہ نازل ہوئی۔ پھر پڑھا:

"بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ○ (108' الکوثر' 1' 3)

"یقیناً ہم نے تجھے کوثر (بہت کچھ دیا) ہے' پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر' یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام ونشان ہے۔"

پھر فرمایا: "کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا وہ ایک نہر ہے مجھ سے میرے رب نے اس کا وعدہ کیا ہے اس میں بہت سی خوبیاں ہیں' وہ ایک حوض ہے جس پر قیامت کے دن میری امت کے لوگ پانی پینے کے لئے آئیں گے اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کی تعداد کے برابر ہے۔ ایک شخص کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا میں عرض کروں گا یا اللہ! یہ میرا امتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ کے بعد کون سی نئی باتیں گھڑی تھیں۔"

(صحیح مسلم' الصلاۃ' باب حجۃ من قال البسملۃ آیۃ من اول کل سورۃ سوی براءۃ' 894' 784' النسائی' 903)

☆ ... ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

جب عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے معلم کے پاس بٹھایا تو اس نے کہا کہئے: بسم اللہ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا بسم اللہ کیا ہے؟ استاد نے جواب دیا میں نہیں جانتا۔ آپ نے فرمایا: ''ب'' سے مراد اللہ تعالیٰ کا ''بہا'' یعنی بلندی ہے اور ''س'' سے مراد اس کی ''سنا'' یعنی نور اور روشنی ہے اور ''م'' سے مراد اس کی مملکت یعنی بادشاہت ہے اور ''اللہ'' کہتے ہیں معبودوں کے معبود اور ''رحمٰن'' کہتے ہیں دنیا اور آخرت میں رحم کرنے والے کو اور ''رحیم'' کہتے ہیں آخرت میں کرم و رحم کرنے والے کو۔

(تفسیر ابن کثیر ۱/ 47 ' الطبری ۱/ 140 ' ابن عدی ۱/ 303 ' یہ روایت ضعیف ہے تاہم امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ممکن ہے کسی صحابی وغیرہ سے مروی ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کی روایتوں میں سے ہو۔ مرفوع حدیث نہ ہو۔ واللہ اعلم)

لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم

(50)

ملے نہ جس کو محمد ﷺ اسے خدا نہ ملا

شیخ محمد عبدالباقی فرماتے ہیں: میرے شیخ صالح بن عبداللہ الملکی نے مجھ سے حدیث بیان کی کہ جہنم سے نکلنے والا آخری شخص جنت میں پہنچنے کی کوشش میں باری تعالیٰ سے بار بار سوال کرے گا۔ یہ حدیث نقل کرتے ہوئے وہ مسکرا رہے تھے اور فرماتے تھے: مجھ سے میرے شیخ محمد بن خلیل نے بیان کی وہ بھی مسکرا رہے تھے' ان نے بیان کرتے وقت ان کے شیخ محمد عابد سندھی بھی مسکرا رہے تھے' ان سے ان کے شیخ صالح انفلانی بیان کرتے وقت مسکرا رہے تھے۔ ان سے ان کے شیخ محمد بن سنہ ان سے ان کے شیخ مولای شریف بیان کرتے ہوئے مسکرا رہے تھے' ان سے ان کے استاد علی الاجہوری رحمۃ اللہ بیان کرتے ہوئے' ان سے ان کے شیخ زکریا الانصاری بیان کرتے وقت مسکرائے' ان سے ان کے شیخ عزالدین عبدالرحیم بن محمد الفرات بیان کرتے ہوئے مسکرائے' ان سے ان کے استاد ابو حفص عمر بن امیلہ بیان کرتے ہوئے مسکرائے' ان سے ان کے شیخ الفخر ابوالحسن علی بن عبدالواحد المعروف بابن البخاری حدیث روایت کرتے ہوئے مسکرائے ان کے شیخ ثنی ابوعلی حسین بن علی سبط الخیاط المصری بیان کرتے ہوئے مسکرائے ان سے ان کے شیخ الحافظ ابومحمد عبداللہ بن عطاء الابراہیمی بیان کرتے وقت مسکرائے۔ وہ کہتے ہیں: ہم کو ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد بن اسحاق الحافظ العبدی نے اصبہان میں اس روایت کی خبر دی اور وہ مسکرا رہے تھے' وہ کہتے ہیں ہم کو ابوعبداللہ محمد بن حسین الجرجانی نے یہ حدیث بیان کی اور وہ مسکرا رہے تھے' ان کو ان کے شیخ محمد بن ابن السلمی نے بتلایا وہ بھی مسکرا رہے تھے۔ ان کو ان کے شیخ ابومحمد مہدی بن جعفر الرملی

نے بیان کی وہ بھی مسکرا رہے تھے' ان سے ان کے شیخ حسن بن موسیٰ نے بیان کیا وہ بھی مسکرا رہے تھے' ان سے ان کے شیخ سعید بن زربی نے بیان کیا تو وہ بھی مسکرا رہے تھے ان کے شیخ ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا تو وہ بھی بیان کرتے وقت مسکرا رہے تھے۔

اور خدا بھی مسکرائے گا

ان سے ان کے استاد تلمیذ حبیب خدا حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے روایت بیان کی تو وہ بھی مسکرا رہے تھے۔ انہوں نے فرمایا جب یہ حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مسکرائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ روایت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے بتلائی تو وہ بھی مسکرا رہے تھے کہ آخری جہنم سے نکلنے والا کہے گا یارب! جہنم سے دور کر دے اور اس کو دور کر دیا جائے گا۔ پھر کہے گا مجھے یارب اس درخت کے سایہ میں پہنچا دیا جائے اور اس کو پہنچا دیا جائے گا پھر وہ کہے گا مجھے جنت کے دروازہ تک پہنچا دیا جائے وہ پہنچا دیا جائے (حالانکہ وہ ہر مرتبہ کہے گا کہ اس کے بعد اور سوال نہیں کروں گا) وہ پھر سوال کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ مسکرا کر فرمائے گا اس کو جنت میں داخل کر دو۔

(المناھل السلسلۃ فی الاحادیث المسلسلۃ' صفحہ 107)

(51)

جو فرما دیا ویسے ہی ہو گیا

حضرت سہل بن حنظلیہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں جنگ حنین کے لئے چلے، چلنے میں بہت درازی کی۔ یہاں تک کہ شام کا وقت ہو گیا۔ میں نماز کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک سوار نے آ کر عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ لوگوں کے آگے چلا اور ایسے ایسے پہاڑ پر چڑھا۔ میں نے قبیلہ ہوازن کو دیکھا کہ وہ مع اپنے باپ کے سامان کے اوپر پردہ نشین عورتوں کے اور مویشیوں سمیت حنین کی طرف جمع ہو گئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''انشاء اللہ کل یہ سب مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوں گے۔'' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج کی رات ہماری پہرہ داری کون کرے گا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مرثد نے کہا: یارسول اللہ! میں پہرہ داری کروں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سوار ہو جاؤ چنانچہ یہ اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کی گھاٹی کی طرف جو سامنے ہے چلے جاؤ اوپر کی جانب رہنا اور اپنی طرف سے رات کے بارے میں دھوکہ میں نہ پڑ جانا (ساری رات وہیں رہنا) جب ہم لوگوں نے صبح کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مصلے پر تشریف لائے اور دو رکعت نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگوں کو تمہارے سوار کا کچھ احساس ہوا؟ لوگوں نے عرض کیا: یارسول اللہ!

ابھی تک تو کچھ محسوس نہیں ہوا۔ اتنے میں نماز کی تکبیر کہی گئی۔

جنت کی بشارت

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گھاٹی کی طرف التفات فرمائی اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہو گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خوش ہو جاؤ تمہارے پاس سوار آ گیا۔ ہم لوگوں نے گھاٹی کے درختوں کے درمیان دیکھنا شروع کیا۔ اتنے میں وہ آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑا ہو گیا اور سلام کیا اور عرض کیا: میں یہاں سے چل کر گھاٹی کے اوپر کی جانب رہا۔ جس جگہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔ جب میں نے صبح کی تو گھاٹیوں کے دونوں طرف میں نے جھانکا اور غور سے دیکھا تو کسی کو نہ پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم رات کو سواری سے اترے بھی تھے؟ عرض کیا نہیں صرف نماز اور قضائے حاجت کے لئے اترا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے جنت واجب کر لی۔ اب تمہیں کوئی نقصان نہیں خواہ آج کے بعد تم کوئی عمل نہ کرو۔

(رواہ ابوداؤد والبیہقی ج9 صفحہ 149 کذا فی حیاۃ الصحابہ ج1 صفحہ 540)

(52)

حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمۃ

حضرت قاضی امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم فقہ و حدیث میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کے بہت ہی عظیم الشان شاگرد جلیل ہیں۔ آپ 113ھ میں کوفہ کے اندر پیدا ہوئے۔ آپ کے والدین بہت ہی مسکین تھے۔ وہ آپ کو طلب علم سے منع کرتے تھے اور محنت و مزدوری کرنے پر مجبور کرتے تھے مگر آپ کے ذہن و حافظہ اور علمی شوق و ذوق کو دیکھ کر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کی مالی مدد فرماتے تھے اور اپنے حلقہ درس میں بٹھاتے تھے۔ امام ابو یوسف کا بیان ہے کہ میں نے سترہ برس تک برابر نماز فجر حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پڑھی اور روزانہ ان کے درس میں شامل ہوتا رہا۔

آپ نے علم حدیث کی طلب میں عراق و حجاز وغیرہ کے شہروں کا سفر بھی فرمایا اور ابو اسحٰق شیبانی و امام اعمش و سلیمان تیمی و یحیٰی بن سعد و ہشام بن عروہ و عطار بن سائب و محمد بن اسحٰق بن یسار و لیث بن سعد وغیرہ محدثین سے بھی حدیث کی سماعت و روایت کی ہے اور آپ کے شاگردوں میں امام احمد بن حنبل و بشر بن الولید کندی و محمد بن سماعہ و معلّٰی بن منصور و بشر بن غیاث و علی بن جعد و یحیٰی بن معین و احمد بن منیع وغیرہ محدثین آسمانِ علم و فضل پر ستاروں کی طرح چمکتے ہیں۔

منقول ہے آپ چالیس ہزار موضوع حدیثوں کے بھی حافظ تھے۔ پھر بھلا آپ کی صحیح حدیثوں کا شمار کیا ہوگا؟

فن حدیث میں آپ کا مقام

فن حدیث میں آپ کی جلالت شان کا اندازہ لگانا ہو تو آپ کے دو نامور

شاگردوں امام احمد بن حنبل و امام یحیٰ بن معین کی شہادتیں بہت کافی ہیں۔ امام احمد کا قول ہے: امام ابو یوسف حدیث میں منصف تھے اور امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں: میں نے اصحاب رائے (فقہاء) میں امام ابو یوسف سے زیادہ اثبت اور ان سے بڑھ کر حافظ الحدیث اور صحیح الروایہ کسی کو نہیں دیکھا۔ (مناقب ابی حنیفہ وصاحبیہ)

☆ اسی طرح حافظ ابوالفتح بن سید الناس نعیمری مصری شافعی اپنی کتاب ''عیون الاثر فی فنون المغازی والسیر'' میں لکھتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل نے امام ابو یوسف و امام محمد سے سن کرا تنی حدیثوں کو لکھا کہ تین الماریاں بھر کر کتابیں تیار ہو گئیں۔

☆ حافظ عبدالقادر قرشی اپنی کتاب ''الجواہر المضیہ'' میں تحریر فرماتے ہیں: امام ابو یوسف سے جن لوگوں نے ان کی کتاب امالی کو سن کر روایت کیا ہے ان کی تعداد شمار نہیں کی جا سکتی۔

آپ کرامت امام اعظم تھے

آپ نے بغداد کی سکونت اختیار فرمائی تھی اور عباسی دورِ حکومت میں خلیفہ مہدی و خلیفہ ہادی و خلیفہ ہارون الرشید تینوں خلفاء کے عہد حکومت میں آپ قاضی القضاۃ کے عہدے پر فائز رہے اور خاص کر خلیفہ ہارون الرشید آپ کی بے حد تعظیم کرتا تھا۔ ایک دن خلیفہ ہارون الرشید کے دستر خوان پر فالودہ پیش ہوا۔ خلیفہ نے ان سے کہا: یہ کھاؤ۔ یہ روز روز نہیں تیار ہوتا۔ پوچھا امیر المومنین! یہ کیا ہے؟ کہا فالودہ اور روغن پستہ۔ یہ سن کر امام ابو یوسف ہنس پڑے۔ خلیفہ نے دریافت کیا کہ کیوں ہنسے؟ امام ابو یوسف نے فرمایا: میری ماں غریبی کی وجہ سے مجھے امام ابو حنیفہ کی درسگاہ سے اس لئے اٹھا لے جاتی تھی تا کہ میں کچھ محنت مزدوری کر کے کماؤں۔ ایک روز امام ابو حنیفہ نے میری ماں سے فرمایا: نیک بخت! جا' تیرا بیٹا علم سیکھ کر فالودہ روغن پستہ کے ساتھ کھائے گا۔ یہ سن کر میری ماں غصہ میں بڑبڑاتی ہوئی چلی گئیں۔ آج مجھ کو فالودہ اور روغن پستہ دیکھ کر وہ بات یاد آ گئی۔ خلیفہ نے کہا: اللہ تعالیٰ ابو حنیفہ پر رحمت فرمائے۔ وہ عقل کی آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھ لیا کرتے تھے جو ہم کو سر کی آنکھوں سے نظر نہیں آتا۔

تمام مصنفین سے پہلے آپ نے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر اصول فقہ کی کتابیں تصنیف فرمائیں اور حنفی مذہب کے روئے زمین پر خوب خوب نشر و اشاعت کا شرف حاصل فرمایا۔

آپ عہدۂ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت و ریاضت میں بھی بہت بلند مقام رکھتے تھے اور بلاشبہ آپ صاحب کرامت تھے اور آپ کی بڑی خاص کرامت یہ ہے کہ آپ نے قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول فرما کر اپنی علمی و عملی جلالت سے سلطنت عباسیہ کو ہر قسم کی لامذہبی و گمراہی سے بچائے رکھا۔ قاضی القضاۃ ہونے کی مدت میں باوجود انتہائی مصروفیات کے روزانہ دو سو رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ (عمدۃ الرعایہ)

جنت کا محل ابو یوسف کے لئے

سترہ برس تک آپ قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز رہے۔ ان کی علالت کے دوران بغداد کے مشہور و معروف ولی حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک رفیق سے فرمایا کہ میں نے سنا ہے امام ابو یوسف بہت زیادہ علیل ہیں۔ تم ان کی وفات کی خبر مجھ کو ضرور دینا۔ راوی کا بیان ہے کہ "دار الرقیق" کے دروازہ پر پہنچا تو امام ابو یوسف کا جنازہ نکل رہا تھا۔ دل میں کہا: اگر اب میں حضرت معروف کرخی رحمۃ اللہ علیہ کو خبر کرنے جاتا ہوں تو نماز جنازہ فوت ہو جائے گی چنانچہ میں نماز جنازہ پڑھ کر ان کے پاس پہنچا اور خبر وفات سنائی تو ان کو سخت صدمہ ہوا۔ بار بار انا للہ پڑھتے تھے۔ میں نے کہا حضرت! آپ کو نماز جنازہ میں شریک نہ ہونے کا اس قدر صدمہ کیوں ہے؟ انہوں نے فرمایا: میں نے خواب میں دیکھا کہ جنت میں داخل ہوا ہوں۔ وہاں دیکھتا ہوں کہ ایک محل تیار ہوا ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کس کے لئے تیار ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا: امام ابو یوسف کے لئے۔ میں نے سوال کیا کہ یہ بلند مرتبہ انہوں نے کیونکر پایا؟ جواب ملا کہ اچھی تعلیم دینے اور تعلیم دین کے شوق میں جس میں اور لوگوں نے ان کو جو اذیت پہنچائی اور انہوں نے لوگوں کی ایذاؤں پر صبر کیا۔ اس کے اجر میں خداوند قدوس نے ان کو یہ رتبہ بلند عطا فرمایا ہے۔

شجاع بن مخلد کا قول ہے کہ ہم امام ابو یوسف کے جنازہ میں شریک ہوئے۔ عباد

بن العوام بھی ہمارے ساتھ تھے۔ میں نے ان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اہل اسلام کو چاہیے کہ امام ابو یوسف کی وفات پر ایک دوسرے کے ساتھ تعزیت کریں۔ خلیفہ ہارون رشید جنازہ کے آگے آگے چلتے تھے اور خود خلیفہ نے نماز جنازہ پڑھائی اور مقابر قریش میں ام جعفر زبیدہ کی قبر کے پاس دفن کیا۔ (شذرات الذہب لابن عماد)

15 ربیع الاول 182 ھ میں انہتر برس کی عمر پا کر وفات پائی۔ وفات کے وقت آپ نے یہ فرمایا: کاش میں اسی غریبی فقیری کی حالت میں مرتا جو شروع میں تھی اور قاضی القضاۃ کے عہدہ میں نہ پھنستا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے قصداً کسی پر بال برابر ظلم نہیں کیا اور نہ ایک فریق مقدمہ کی دوسرے فریق کے مقابلہ میں کبھی پروا کی' خواہ وہ بادشاہ ہو یا بھکاری۔

بوقت وفات کلمات طیبات

یہ بھی منقول ہے: عین وفات کے وقت آپ نے اس طرح دربار الٰہی میں عرض کیا اور دعا مانگی کہ خداوند تو خوب جانتا ہے کہ میں نے کسی فیصلہ میں جو تیرے بندوں کے درمیان کیا' کبھی خودرائی سے کام نہیں لیا۔ اپنی طاقت بھر تیری کتاب اور تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کی اور جہاں مجھ کو اشکال پیش آیا' امام ابوحنیفہ کو اپنے اور تیرے درمیان میں نے واسطہ بنایا۔ امام ابوحنیفہ میرے نزدیک ان بزرگوں میں سے تھے جو تیرے حکم کو پہچانتے تھے اور کبھی جان بوجھ کر حق کے دائرے سے نہیں نکلتے تھے۔

وفات کے وقت یہ کلمات بھی آپ کی زبان پر تھے: الٰہی! تو جانتا ہے کہ میں نے کبھی جان کر کوئی حرام کام نہیں کیا اور نہ کبھی کوئی درہم حرام کا کھایا۔

آپ بہت ہی دولت مند اور متمول تھے لیکن اپنی دولت کا استعمال ہمیشہ شریعت مطہرہ کے مطابق کیا۔ بوقت وفات وصیت فرمائی کہ چار لاکھ روپیہ مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ اور کوفہ و بغداد کے محتاجوں کو دیئے جائیں۔

آپ کی تاریخ زندگی میں جو چیز سب سے زیادہ قابل قدر ہے وہ یہ ہے کہ ہارون رشید جیسے بادشاہ کے دربار میں اپنے فرائض اس عالمانہ جرأت اور آزادی کے ساتھ ادا

کرتے تھے جس کی مثال بہت ہی نادرالوجود ہے۔ کتاب الخراج میں ایک جگہ ہارون رشید کو مخاطب فرما کر لکھتے ہیں کہ اے امیر المومنین! اگر تو اپنی رعایا کے انصاف کے لئے مہینے میں ایک بار بھی دربار کرتا اور مظلوموں کی فریاد سنتا تو میں امید کرتا ہوں کہ تیرا شمار ان لوگوں میں ہوتا جو رعیت سے پردہ کرتے ہیں اور اگر تو دو دربار بھی کرتا تو یہ خبر تمام اطراف میں پھیل جاتی اور ظالم اپنے ظلم سے باز آتے بلکہ اگر گورنروں اور حاکموں کو یہ خبر پہنچے کہ تو سال بھر میں ایک دن میں انصاف کے لئے بیٹھتا ہے تو ظالموں کو کبھی ظلم کرنے کی جرأت نہ ہونے پائے۔ غور فرمایئے کہ آپ کے سوا کسی کو جرات تھی کہ ہارون رشید کو یہ الفاظ لکھ دیتا۔ (سیرۃ النعمان وغیرہ)

(53)

ایک صالح شہزادہ

یہ طویل واقعہ اس سے پہلے کسی مجموعہ میں لکھا جا چکا ہے' یہاں امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ کے قلم حقیقت رقم سے ملاحظہ ہو۔

شہر بصرہ کے نواحی ویرانوں میں ایک بہت حسین وجمیل' شکیل ورعنا سولہ سالہ نوجوان جس کے خدوخال سے شرافت ونجابت کا نور ٹپک رہا تھا' موت وحیات کی کشمکش میں پڑا ہوا ہے۔ نہ کوئی دوست ہے نہ یار رفیق ہے نہ دم ساز' بستر ہے نہ تکیہ' نہ چوکھٹ زمین کا فرش ہے اور اینٹ کا تکیہ۔

بصرہ کا ایک باشندہ ابوعامر ویرانے میں موت کی ہچکیاں لیتے ہوئے اس روشن پیشانی والے نوجوان کے قریب پہنچا تو احساس درد سے اس کے بھی آنسو نکل گئے نوجوان بالکل بے سدھ پڑا ہوا تھا۔ ابوعامر کے سلام کی آواز سن کر اس نے اپنی آنکھیں کھول دیں۔ ابوعامر نے نوجوان کا سر اپنی آغوش میں رکھ لینا چاہا مگر نوجوان نے اشارے سے روکا اور ہلکی آواز میں چند اشعار پڑھے جن میں سے دو شعر یہ ہیں:

یا صاحبی لاتغتر بتنعم
فالعمر ینفد والنعیم یزول
فاذا حملت الی القبور جنازۃ
فاعلم بانک بعدھا محمول

نعمت دہر پہ اے دوست نہ ہرگز اترا
عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بجھ جائے گا

لے کے میت جو چلا گور غریباں تو آج
بس اسی طرح تجھے کل کوئی لے جائے گا

شہزادے کی وصیت

نوجوان نے مزید کہا: ''اے ابو عامر! اب میرا آخری وقت قریب آ گیا ہے۔ میں تجھے چند وصیتیں کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہیں کہ میرا انتقال ہو جائے تو مجھے میرے انہیں کپڑوں میں دفنا دینا۔''

ابو عامر: آخر کیوں؟ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تمہیں نیا کفن بھی نہیں دے سکتا۔

نوجوان: نئے کپڑوں کی ضرورت مردوں کے بلحاظ زندوں کو زیادہ ہوتی ہے۔ مجھے تو بس میرے انہی کپڑوں میں لپیٹ کر سپرد خاک کرنا۔ جب پوری زندگی انہی کپڑوں میں گزار دی تو اب نئے کپڑوں کی حاجیت بھی کیا؟

ابو عامر: اگر تم نے مجھے نئے کپڑوں کا کفن دے بھی دیا تو آخر ان کپڑوں کو بھی خاک ہی ہونا ہے۔ ہاں باقی رہنے والی چیز صرف عمل صالح ہے اور یہ لو میری زنبیل اور گورکن کو دے دینا اور یہ مصحف شریف اور انگشتری میں تمہارے حوالے کرتا ہوں۔ یہ امیر المومنین ہارون رشید کی خدمت میں پہنچا دینا۔ اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ امانتیں تم خود اپنے ہاتھوں سے پہنچانی ہیں۔ امیر المومنین کی خدمت میں یہ امانتیں پہنچانے کے بعد مجھ مسکین و عاجز کی جانب سے عرض کر دینا کہ امیر المومنین! کہیں اسی عالم غفلت میں وقت اخیر نہ آن پہنچے۔

یہی سب باتیں کرتے کرتے نوجوان نے آنکھیں موند لیں اور کچھ دیر کے بعد نہایت سکون اور طمانیت سے جان شیریں جان آفریں کے سپرد کر دی۔

نوجوان کی وصیت کے مطابق ابو عامر نے اس کی تجہیز و تکفین کی۔ روشن و تابناک پیشانی والے اس شکیل و صالح نوجوان کو سپرد لحد کرتے وقت ابو عامر کو اس نوجوان کی چند باتیں یاد آ رہی تھیں جن کو بار بار سوچ کر ابو عامر کی پلکیں آنسوؤں سے بھیگ جاتیں۔

وہ تو بصرہ کے بازار میں اپنے مکان کی ٹوٹی ہوئی دیوار کی مرمت کرانے کے لئے مستری

اور مزدور کو تلاش کرنے گیا تھا۔ مزدوروں میں اسے یہ نوجوان ملا تھا۔ ابو عامر کا دل خود بخود اس کی جانب کھنچتا چلا گیا اور اس نے پوچھا: "کیا تم کام کرو گے؟" نوجوان نے اثبات میں سر ہلایا اور کہا: "کام ہی کرنے کے لئے تو پیدا ہوا ہوں لیکن تم کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

ابو عامر: مکان کی تعمیر کا کام۔

یہ شہزادہ کون تھا؟

نوجوان: کام تو میں کروں گا مگر ایک شرط ہے۔ شرط یہ کہ مزدوری ایک درہم اور ایک دانگ لوں گا اور نماز کے وقت کام نہیں کروں گا' نماز ادا کروں گا۔ ابو عامر راضی ہو گیا اور چلنے کو کہا۔ نوجوان نے اپنی زنبیل اٹھائی۔ مصحف گلے سے لگایا اور چل پڑا۔ ابو عامر نے گھر آ کر نوجوان کو کام کی نوعیت سمجھائی۔ اینٹ گارے اور سامان دکھا دیے اور خود اپنی ضرورت سے چلا گیا۔ مغرب کے وقت لوٹا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس اکیلے لڑکے نے دس آدمیوں کا کام کر ڈالا ہے۔ ابو عامر خوش ہو گیا اور اس نے اسے دو درہم مزدوری پیش کی مگر اس نے قبول نہیں کئے اور کہا: میں نے ایک درہم دانگ پر بات طے کی تھی اس سے زیادہ نہیں لوں گا اور بالآخر لے کر چلا گیا۔

ابو عامر دوسرے روز پھر اس کی تلاش میں بازار پہنچا مگر اسے وہاں نوجوان نہیں ملا۔ دوسرے مزدوروں سے اس کی تفتیش کرنے پر پتہ چلا کہ وہ لڑکا صرف شنبہ کے دن کام کرتا ہے۔ ابو عامر نے نہ جانے کیا سوچ کر اپنا کام بند کر دیا اور شنبہ کے دن کام کا انتظار کرنے لگا۔ دوسرے شنبہ کو بازار پہنچا تو نوجوان کو اسی جگہ پایا اور اسی روز کی طرح شرط کر کے کام پر آیا۔ ابو عامر حیران تھا کہ اس نے گزشتہ ہفتہ ایک ہی دن میں اتنا زیادہ کام اکیلے کیسے کر لیا تھا چنانچہ لڑکے کو کام پر لگا کر ابو عامر ایک خفیہ جگہ بیٹھ گیا۔

ابو عامر نے دیکھا کہ نوجوان نے گارا اٹھا کر بچھایا۔ اس کے بعد اینٹ پتھر خود بخود اٹھ کر ایک دوسرے سے لگتے چلے جا رہے تھے۔ ابو عامر سمجھ گیا کہ یہ خدا رسیدہ نوجوان ہے اور اس کے سر پر تائید غیبی کا سایہ ہے۔ شام ہوئی تو ابو عامر نے تین درہم مزدوری دینا چاہی مگر پھر نوجوان نے ایک درہم اور ایک دانگ قبول کئے اور چلا گیا۔

آج جبکہ ابو عامر تیسرے ہفتہ نوجوان کی تلاش میں بازار گیا تو مزدوروں نے نوجوان کی سخت علالت اور ویرانہ میں اس کی موجودگی کا حال بتایا جسے سن کر ابو عامر وہاں پہنچا جس کے بعد اب اس کے مرقد کی بالیں پر کھڑا تاسف کے آنسو بہا رہا ہے۔ ابو عامر کو نوجوان کا چہرہ، اس کے عادات واطوار بار بار یاد آ رہے تھے۔

خلیفۂ وقت کا کرّ وفر

بغداد عروس البلاد کی شاہراہوں پر ''قیصر الرشید'' کے سامنے لشکر اسلامی کے ایک ہزار سواروں کا رسالہ گزر رہا ہے۔ عام لوگوں نے دورویہ کھڑے ہو کر رسالہ کو گزرنے کا راستہ دے رکھا ہے۔ اس کے پیچھے بھی ایسے ہی فوج کا دوسرا دستہ آ رہا ہے۔ اس میں بھی ایک ہزار سوار ہیں۔ اس طرح فوجی رسالوں کے بعد فوج کا دسواں دستہ رونما ہوا۔ لوگ جوش وخروش سے نعرے لگا رہے ہیں، سلام وتحیہ پیش کر رہے ہیں۔ دسویں رسالہ کی جلو میں امیر المومنین ہارون الرشید کی سواری نظر آئی۔ دیکھنے والوں میں جوش وخروش اور بڑھ گیا اور لوگ سلام وتحیہ گزارنے لگے۔ زائرین وناظرین کی اسی بھیڑ میں بصرہ کے باشندہ ابو عامر بھی تھا جو امیر المومنین کے پاس اس نوجوان کی امانت پہنچانے آیا ہوا تھا۔ بھیڑ اور ازدہام اتنا کہ ابو عامر کا امیر المومنین تک پہنچنا دشوار تھا کھوے سے کھوا چل رہا تھا۔ ابو عامر سخت اضطراب میں تھا کہ میں کسی طرح امیر المومنین تک رسائی حاصل کروں۔ انسانوں کے امنڈتے ہوئے سیلاب میں ابو عامر گویا ایک تنکے کی مانند بہہ رہا تھا۔ بغداد کی شاہراہوں پر امیر المومنین کا جلوس دیکھنے کے لئے لوگ امنڈ کر آ گئے تھے۔ امیر المومنین کی سواری جب ابو عامر کے قریب سے گزرنے لگی تو اس نے پوری قوت سے پکارنا شروع کر دیا ''اے امیر المومنین! آپ کو قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ ذرا توقف تو فرمائیں۔''

امیر المومنین ہارون رشید کے کانوں تک ابو عامر کی چیخ وپکار پہنچی تو انہوں نے سواری روک لی اور ابو عامر کو قریب آنے کا مشورہ دیا۔ ابو عامر نے امیر المومنین کو مصحف اور انگشتری سپرد کی اور کچھ کہنا چاہا مگر امیر المومنین نے ابو عامر کو اپنے دربان کی نگرانی میں

دیتے ہوئے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ اس وقت امیر المومنین کی آنکھیں نم ناک ہوگئی تھیں۔ جلوس سے واپسی کے بعد دربان نے ابو عامر کو خلیفہ کی خدمت میں حاضر کیا۔ ہارون رشید ابو عامر کو لے کر خلوت میں گئے۔ دربان نے ابو عامر کو سمجھا دیا تھا کہ امیر المومنین غمگین اور اداس ہیں لہٰذا جہاں تک ممکن ہو کم باتیں کرنا۔

امیر المومنین: ابو عامر! آؤ میرے قریب بیٹھو بتاؤ کیا تم میرے لڑکے کو جانتے تھے؟"

ابو عامر: حضور! وہ آپ کے شہزادے تھے یہ کسی کو کیا معلوم؟

امیر المومنین! بتاؤ وہ کیا کام کرتا تھا؟

ابو عامر: گارے مٹی کا۔

امیر المومنین: کیا تم نے بھی اس سے محنت مزدوری کروائی؟

ابو عامر! جی حضور!

امیر المومنین: اے ابو عامر! میرے جگر گوشہ سے تمہیں ایسا کام اور ایسی خدمات لیتے ہوئے شرم نہیں آئی؟ کم از کم تم نے قرابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تو کچھ پاس و لحاظ کیا ہوتا۔

ابو عامر: امیر المومنین! مجھے معاف فرمائیں۔ میں بالکل واقف نہیں تھا البتہ وقت وصال مجھے اس بات کا پتہ چلا کہ وہ آپ کے نور چشم اور پارہ جگر ہیں۔

غمِ اولاد کوئی صاحبِ اولاد ہی جانے

امیر المومنین: کیا تو نے میرے لال کو اپنے ہاتھوں سے غسل دیا۔

ابو عامر: جی ہاں میں نے اپنے انہی ہاتھوں سے آپ کے نور نظر کو غسل و کفن دے کر سپرد لحد کیا۔

امیر المومنین: لاؤ اپنا ہاتھ میرے ہاتھوں میں دو (یہ کہہ کر) ہارون رشید نے ابو عامر کے ہاتھوں کو تھام لیا اور اپنے سینہ پر رکھ کر زار و قطار رونے لگا اور کہا: تو نے اس میرے فرزند دلبند کو کس طرح مٹی کے اندر دبایا۔ اس پر کس دل سے خاک ڈالی۔ اپنے فرزند صالح کے غم میں امیر المومنین نے رو رو کر اپنے عبا کو تر کر لیا۔

حضرت شیخ یافعی یمنی فرماتے ہیں: امورِ خلافت میں مشغولیت سے پہلے ہارون رشید کے گھر اس فرزند کی ولادت ہوئی تھی۔ اسے زاہدوں' درویشوں کی صحبت بہت پسند تھی۔ قرآن مجید اور دیگر ضروری علوم کی تعلیم کے بعد اس کے دل سے دنیا کی محبت جاتی رہی۔ ماں کا نہایت خدمت گزار تھا۔ اس پر آخرت کا خوف طاری تھا۔ اس کا یہ حال تھا کہ قبرستان میں چلا جاتا اور مردوں سے مخاطب ہوتا اور کہتا "تم ہم سے پہلے موجود تھے اور دنیا کے مالک تھے اور اب تم قبروں میں محصور ہو۔ کاش مجھے معلوم ہوتا کہ تم لوگوں سے کیا کہا کرتے تھے اور لوگ تمہیں کیا جواب دیا کرتے تھے" اور حسرت و یاس کی باتیں کہہ کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رو دیا کرتا تھا۔

شہزادے کا بچپن

حضرت ہارون رشید جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو اس نے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ دنیا کے مال و متاع میں سے کچھ بھی اپنے ساتھ نہیں لیا۔ ہارون رشید نے ایک انگوٹھی اس کی ماں کے توسط سے اسے دی جسے محض ماں کی محبت و اطاعت میں اس نے اپنے پاس رکھ لیا۔ اس کا یاقوت بڑا ہی قیمتی تھا مگر اسے فروخت کر کے اپنے مصرف میں نہیں لگایا اور دم نزع ہارون کو دینے کے لئے ابو عامر کے حوالہ کیا۔

ایک دن کی بات ہے ہارون رشید اپنے دربار میں امراء و مصاحبین کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ یہ شہزادہ جسم پر پرانا کمبل اوڑھے ہوئے دربار میں آیا۔ حاضرین دربار نے دیکھا تو ان میں سے بعض کہنے لگے "اس سے تو خلیفہ کی رسوائی ہوتی ہے۔ خلیفہ کو اس کے ساتھ سختی کرنی چاہیے تاکہ اپنی یہ حالت بدل دے اور خلیفہ کی رسوائی کا سبب نہ بنے۔ امیر المومنین نے مصاحبین کی ناگواری محسوس کر کے بیٹے سے کہا: "بیٹا! تو نے مجھے رسوا کر ڈالا" شہزادے نے خلیفہ کی طرف دیکھا اور جواب میں ایک لفظ بھی نہیں کہا البتہ دربار کے عین سامنے قصر کے کنگرے پر ایک پرندہ بیٹھا ہوا تھا اس کو اشارہ کر کے کہا: "اے پرندے! تجھے تیرے خالق و مالک کی قسم! آ اور میرے ہاتھ پر بیٹھ۔" وہ پرندہ یہ سن کر محل سے اتر کر شہزادہ کے ہاتھ پر آ بیٹھا۔ پھر کچھ دیر کے بعد شہزادے نے اسے اپنی

جگہ چلے جانے کا حکم دیا تو وہ اڑ کر چلا گیا اور کہا: ”تجھے تیرے پیدا کرنے والے کی قسم! امیر المومنین کے ہاتھ پر نہ آنا۔“ اس کے بعد شہزادہ ہارون رشید سے مخاطب ہوا:

”ابا جان! اب میں جا رہا ہوں آپ کو رسوا کرنے نہیں آؤں گا۔“

امیر المومنین ابو عامر کے ہمراہ بصرہ کے اس ویرانے میں آئے جہاں ان کا سولہ سالہ نوجوان شہزادہ آسودہ خاک تھا۔ قبر کو دیکھتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑے اور ہوش میں آئے تو حسرت و غم کے اشعار زبان پر جاری تھے۔

ہے فرزندِ ہارون کا یہ واقعہ

اسی شب کی بات ہے کہ ابو عامر اپنے اوراد و وظائف سے فارغ ہو کر سوئے تو انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک نور کا قبہ ہے جس کے اوپر نورانی ابر چھایا ہوا ہے' ناگاہ وہ چادر ابر شق ہوئی اور اس میں سے وہی شہزادہ یہ کہتا ہوا برآمد ہوا ”اے ابو عامر! رب تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے' تم نے واقعی میری وصیتوں کو نہایت خوبی سے پورا کیا۔“ ابو عامر نے پوچھا: ”صاحبزادے! آپ پر کیا گزری اور آپ کا مقام کہاں ہے؟“ جواب دیا ”اپنے رحیم و کریم پروردگار کے قرب میں ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہے' کچھ بھی ناراض نہیں اور اس نے مجھے ایسی ایسی نعمتیں عطا کی ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں' نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی کے وہم و گمان میں آئیں۔“ اور اللہ تعالیٰ نے یہ قسم فرمایا ہے: جو بندہ دنیا کی نجاستوں سے تیری طرح نکل آئے گا تو اس کو ایسی ہی نعمتیں دوں گا جیسی تجھے دی ہیں۔

جو حبِ الٰہی کے سرمست ہیں
ہے ان کی نگاہوں میں دنیا ذلیل
ہے فرزند ہارون کا یہ واقعہ
زمانے میں بدر اس کی روشن دلیل

(روض الریاحین)

(54)

وہ مصوّر کیسا ہوگا جس کی یہ تصویر ہے

وہ بنو اشجع سے تعلق رکھتا تھا۔ نام زاہر بن حرام تھا۔ مدینہ منورہ سے باہر کا رہنے والا یہ دیہاتی لمبے قد کاٹھ کا تھا۔ رنگ گندمی تھا۔ صحابی ہونے کا شرف بھی حاصل تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے حد محبت کرتا تھا۔ یہ محبت یکطرفہ نہ تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ جب یہ مدینہ منورہ آتا تو آتے وقت اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ دیہی سوغاتیں اپنے ساتھ لاتا۔ ستو' شہد' تازہ سبزیاں' تازہ فروٹ وغیرہ جو کچھ اس کے علاقے میں میسر ہوتا وہ اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیتا تھا۔ جب وہ واپس جانے لگتا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کو شہری سوغاتیں تحفہ میں عطا فرماتے تھے۔ یہ سلسلہ چلتا رہا تھا کہ ایک دن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک اعزاز سے نوازا جو غالباً کسی دوسرے صحابی کے حصہ میں نہیں آیا۔ ارشاد ہوا کہ زاہر ہمارا دیہی دوست ہے اور ہم اس کے شہری دوست ہیں۔

زاہر دیہاتی لوگوں کی طرح جب بھی شہر آتا تو اپنا سامان لے کر بازار میں کھڑا ہو جاتا۔ یہ منظر آج بھی دیکھا جا سکتا ہے کہ جب کوئی دیہاتی سامان لے کر شہر آتا ہے تو شہری لوگ آناً فاناً اس کے گرد اکٹھے ہو جاتے ہیں تاکہ تازہ سبزیاں اور پھل وغیرہ خرید سکیں۔ ایک مرتبہ زاہر اپنے ساتھ بہت سی دیہی سوغاتیں لے کر مدینہ کے بازار میں آیا۔ ادھر سے اچانک اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی بازار میں تشریف لے آئے۔ دیکھا کہ ان کا دیہاتی دوست کھڑا چیزیں فروخت کر رہا ہے۔

تم اللہ کے ہاں بہت قیمتی ہو

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور پیچھے سے جا کر اس کی آنکھوں پر اپنے مبارک ہاتھ رکھ دیئے۔ قارئین کرام! ذرا غور فرمایئے! یہ کیسی مخلصانہ' کتنی بے لوث اور کس قدر بے تکلف محبت کا مظاہرہ ہے۔ ٹھیک اسی طرح کا مظاہرہ جو ہمارے ہاں بھی پایا جاتا ہے یعنی کسی خاص دوست کو دیکھ . بے تکلف احباب اس کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتے ہیں۔ اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کے ساتھ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ کتنا مخلصانہ' مشفقانہ اور کریمانہ تھا۔ اسی قابل رشک پیار کا مظاہرہ زاہر کے ساتھ ہوا۔ اس نے اچانک اپنی آنکھوں پر کسی کے ہاتھ محسوس کیے تو قدرے پریشان ہوا اور کہنے لگا: یہ کون ہے؟ کس نے میری آنکھوں پر ہاتھ رکھے ہیں؟ اور پھر اس نے ہاتھوں کی نزاکت اور نوازش سے اندازہ کر لیا۔ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سونگھ لی۔ اسے معلوم ہو گیا کہ پیچھے کتنی بڑی شخصیت کھڑی ہے۔ بس پھر کیا تھا' اس نے موقع غنیمت جانا' اپنی پشت کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے سے ملنا شروع کر دیا۔ ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت و مرحمت کے لہجے میں حاضرین سے فرمایا لوگو! کون ہے جو اس غلام کو خریدے؟ اس نے جواب میں کہا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھ جیسے کالے بھجنگ دیہاتی کو خرید کر کوئی کیا کرے گا؟ یہ تو سراسر گھاٹے کا سودا ہے۔ ارشاد ہوا میرے دوست! ایسا نہ کہو۔ تمہیں کس نے کہا: تمہاری کوئی قدر و قیمت نہیں۔ تم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے ہو۔ تم اللہ کے ہاں نہایت قیمتی ہو۔ (مسند احمد' 3/161 و صحیح ابن حبان' "الاحسان"' حدیث 5760)

(55)

آہ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کے لئے

حافظ ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں بھی ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ دمشق میں ایک آدمی اپنا گدھا سواری کے لئے اجرت پر دے کر گزر بسر کرتا تھا۔ ایک دن ایک شخص نے آ کر کہا: فلاں جگہ جانا ہے' مجھے لے چلو۔ اس نے اس شخص کو بٹھا کر چلنا شروع کیا تو وہ ایک ویران راستہ سے جانے کے لئے کہنے لگا۔ گدھے کے مالک نے کہا یہ راستہ مجھے نہیں معلوم۔ وہ شخص کہنے لگا ''مجھے معلوم ہے' یہ راستہ قریب پڑتا ہے۔'' جب اس راستے سے کچھ آگے بڑھے تو ایک خطرناک وادی آئی۔ وہ شخص گدھے سے اترا اور خنجر نکال کر سواری کے مالک کو اس نے قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ اس بے چارے نے اللہ کا واسطہ دے کر کہا: گدھا اور اس پر جو کچھ ہے سب لے لو مجھے چھوڑ دو لیکن وہ نہیں مانا۔ کہا: وہ تو لینا ہی ہے مگر تم کو بھی قتل کروں گا۔ اس نے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت مانگی کہا: ''جلدی پڑھو' سواری کے مالک کا بیان ہے کہ میں نماز کے لئے کھڑا ہوا تو خوف کی وجہ سے جو کچھ یاد تھا سب بھول گیا۔ قرآن کا ایک حرف بھی حافظہ میں نہیں رہا۔ اچانک میری زبان پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت جاری فرمائی:

اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَیَكْشِفُ السُّوْٓءَ

''کوئی ہے جو پریشان حال لوگوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ان کی تکلیف کو دور کرتا ہے۔''

اتنے میں ایک شہسوار آیا۔ اس کے ہاتھ میں نیزہ تھا۔ وہ نیزہ اس نے اس ڈاکو کے سینے میں دے مارا اور وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔ میں نے شہسوار سے اس کا تعارف پوچھا تو وہ

کہنے لگا ''میں اسی ذات کا بندہ ہوں جو پریشان حال کی دعا سنی اور مصیبت دور کرتی ہے۔'' (تفسیر ابن کثیر ج 3 ص 371)

واقعتہً اللہ تعالیٰ مظلوم کی دعا جلد قبول فرماتا ہے۔ مصیبت زدہ اور مظلوم کی آہ جب بلند ہوتی ہے تو اس کی قبولیت میں دیر نہیں لگتی:

آہ جاتی ہے فلک پہ رحم لانے کے لئے
بادلو! ہٹ جاؤ دیدو راہ جانے کے لئے

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(56)
صحراء کی اونچی قبر

حضرت سیّدنا ابراہیم بن بشار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ میں حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا۔ ہم ایک صحراء میں پہنچے وہاں ایک اونچی قبر تھی۔ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ اس قبر کو دیکھ کر رونے لگے۔

میں نے پوچھا: ''حضور! یہ کس کی قبر ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ حمید بن جابر رحمۃ اللہ علیہ کی قبر ہے جو کہ ان تمام شہروں کے حاکم تھے۔ پہلے یہ دنیاوی دولت کے سمندر میں غرق تھے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہدایت عطا فرمائی (اور ان کا شمار اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں میں ہونے لگا)

مجھے ان کے متعلق خبر ملی ہے کہ ایک رات یہ اپنی لہو ولعب کی محفل میں مست تھے۔ دنیا کی دولت و آسائش کے دھوکے میں تھے۔ جب کافی رات بیت گئی تو اپنی سب سے زیادہ محبوب اہلیہ کے خواب گاہ میں گئے اور خواب خرگوش کے مزے لینے لگے۔ اسی رات انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص اپنے ہاتھ میں ایک کتاب لئے ان کے سرہانے کھڑا ہے۔ انہوں نے اس سے وہ کتاب طلب کی اور اسے کھولا تو سنہری حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی ''باقی رہنے والی اشیاء پر فانی چیزوں کو ترجیح نہ دے۔'' اپنی بادشاہی، اپنی طاقت، اپنے خدام اور اپنی نفسانی خواہشات سے ہرگز دھوکہ نہ کھا اور اپنے آپ کو دنیا میں طاقتور نہ سمجھ۔ اصل طاقتور ذات تو وہ ہے کہ جو معدوم نہ ہو۔ اصل بادشاہی تو وہ ہے جسے زوال نہ ہو۔ حقیقی خوشی و فرحت تو وہ ہے جو بغیر لہو ولعب کے حاصل ہو۔'' لہٰذا اپنے رب تعالیٰ کے حکم کی طرف جلدی کر۔ بے شک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ لا اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ○ (پ4' آل عمران 133)

خواب میں ایک آیت سنی اور بادشاہی چھوڑ دی

''اور دوڑ و اپنے رب کی بخشش اور ایسی جنت کی طرف جس کی چوڑان میں سب آسمان وزمین آجائیں پرہیز گاروں کے لئے تیار رکھی ہے۔''

حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''پھران کی آنکھ کھل گئی۔ وہ بہت خوفزدہ تھے۔ پھر کہنے لگے ''یہ (خواب) اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرے لئے تنبیہ ونصیحت ہے۔'' یہ کہہ کر فوراً اپنی بادشاہت کو چھوڑا اور اپنے ملک سے نکل کر ایسی جگہ آ گئے جہاں کوئی انہیں پہچان نہ سکے اور انہوں نے ایک پہاڑ پر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا شروع کردی۔''

حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''جب مجھے ان کے بارے میں علم ہوا تو میں ان کے پاس آیا اور ان سے ان کے حالات دریافت کئے تو انہوں نے مجھے اپنا یہ واقعہ سنایا اور میں نے انہیں اپنے سابقہ حالات کے بارے میں بتایا پھران کے انتقال تک میں اکثر ملاقات کے لئے ان کے پاس آتا بالآخر ان کا انتقال ہو گیا اور اسی جگہ انہیں دفن کردیا گیا۔ یہ انہیں کی قبر ہے۔'' (عیون الحکایات)

(57)

شیطان کی ذلّت

مسند احمد میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک صحابی سواری پر سوار تھے۔ ان کا بیان ہے کہ سواری پھسلی تو میں نے کہا: شیطان کا ستیاناس ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ نہ کہو اس سے شیطان خوشی سے پھولتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ گویا اس نے اپنی قوت سے گرایا۔ ہاں بسم اللہ کہنے سے وہ مکھی کی طرح ذلیل و پست ہو جاتا ہے۔'' ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں بھی اسے نقل کیا ہے اور صحابی کا نام اسامہ بن عمیر بتایا ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ ''بسم اللہ کہہ کیونکہ بسم اللہ کی برکت سے شیطان ذلیل ہوگا۔'' اس لئے ہر کام اور ہر بات کے شروع میں بسم اللہ کہہ لینا مستحب ہے۔

(ابوداؤد الادب: ۴۹۸۲، احمد: ۵/۱۵۹، النسائی فی عمل الیوم واللیلۃ 559 یہ روایت اپنے شواہد کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے)

یہ بات حق سچ ہے کہ رسول کریم نے
خبریں وہ دیں کہ جن کی کسی کو خبر نہ تھی
(صلی اللہ علیہ وسلم)

(58)

کیوں جناب ابوہریرہ! کیسا تھا وہ جامِ شیر

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! بھوک کا یہ عالم تھا کہ میں اپنا کلیجہ زمین پر ٹیک کر لیٹ جاتا تھا اور کبھی پیٹ پہ پتھر باندھتا تھا۔

ایک روز کا واقعہ ہے کہ میں لوگوں کی گزرگاہ پر بیٹھ گیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گزرے۔ میں نے ان سے کتاب اللہ کی ایک آیت کے بارے میں سوال کیا۔ میرا مقصد اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ وہ مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہیں گے لیکن انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ گزرے ان سے بھی میں نے ایک آیت کے بارے میں پوچھا۔ میری غرض وہی تھی لیکن انہوں نے بھی ساتھ چلنے کو نہ کہا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم گزرے اور میرا چہرہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حال معلوم کیا اور فرمایا ابوہریرہ!۔ میں نے کہا: لبیک یارسول اللہ!۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے ساتھ چلو میں نے اندر جانے کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی۔

کسی گھر سے ہدیہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوہریرہ! میں نے کہا لبیک یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل صفہ کو میرے پاس بلا لاؤ۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اہل صفہ اسلامی مہمان تھے نہ ان کے اہل تھے اور نہ کوئی مال۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کوئی ہدیہ آتا تو اس سے کچھ لے لیتے باقی سب ان حضرات کے پاس بھیج دیتے اور اگر صدقہ آتا تو سب ان کے پاس روانہ کر دیتے خود کچھ نہ لیتے (کیونکہ سادات کے لئے صدقہ حرام ہے)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس کہنے سے

کہ ان کو بلاؤ مجھے غمگین کر دیا کیونکہ میں جو امید لگائے ہوئے تھا کہ اس دودھ سے چند گھونٹ مجھے مل جائیں گے تو باقی دن اور رات ذرا قوت سے گزرے گی اور میں نے یہ بھی سوچا کہ میں ہی قاصد ہوں۔ جب یہ سارے لوگ آ جائیں گے تو میں ہی ان کو پلاؤں گا پھر میرے لئے کیا بچے گا؟

ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ بھر گیا

مگر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سے انحراف کی کوئی سبیل نہ تھی چنانچہ میں گیا اور ان کو بلا لایا۔ وہ آئے اور اجازت طلب کر کے گھر میں بیٹھ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! لو اور ان کو پلاؤ۔ میں نے پیالہ اٹھایا اور ان کو پلانا شروع کر دیا۔ ہر شخص خوب سیر ہو کر پیتا۔ جب تھک جاتا واپس کرتا۔ جب میں ان سب کو پلا کر فارغ ہو گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا جس میں تھوڑا بہت باقی تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر مبارک اٹھا کر میری طرف دیکھا اور مسکرا دیے اور فرمایا: ابو ہریرہ! میں نے کہا: لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پیو۔ میں نے پیا بالآخر مجھے یہ کہنا پڑا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے اب میرے اندر اس دودھ کی کوئی گنجائش نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا پھر لاؤ پیالہ دے دو۔ میں نے پیالہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیا تو بچا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوش فرمایا۔

(رواہ احمد والبخاری والترمذی کما فی البدایۃ ج 4' صفحہ 101' وکذا فی حیاۃ الصحابۃ ج 1' صفحہ 332)

(59)

بائیں ہاتھ سے کھانے پینے سے پرہیز کرو

بائیں ہاتھ سے کھانا پینا یا کوئی چیز بائیں ہاتھ سے لینا دینا ممنوع ہے۔ حدیثوں میں اس کی ممانعت آئی ہے چنانچہ نیچے تحریر کی ہوئی حدیثوں کو بغور پڑھیے۔

1- حدیث: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہرگز ہرگز تم میں کوئی بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز کھائے نہ کچھ پیئے کیونکہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا ہے اور حضرت نافع رضی اللہ عنہ اس حدیث میں اتنا اور بھی بیان کرتے تھے کہ بائیں ہاتھ سے نہ کوئی چیز لے نہ دے۔

(الترغیب والترہیب ج 3 ص 127 بحوالہ مسلم وغیرہ)

2- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں ہر ایک داہنے ہاتھ سے کھائے اور داہنے ہاتھ سے پیئے اور داہنے سے ہر چیز دے اور لے۔ اس لئے کہ شیطان بائیں ہاتھ سے کھاتا پیتا اور لیتا دیتا ہے۔ (ابن ماجہ ص 243)

اکثر لوگوں کو دیکھا گیا ہے کہ دسترخوان پر بائیں ہاتھ سے اس خیال سے پانی پی لیا کرتے ہیں کہ گلاس میں جھوٹا نہ لگ جائے۔ اسی طرح بعض لوگ چائے کا کپ تو داہنے ہاتھ سے پکڑے رہتے ہیں اور طشتری میں چائے ڈال کر بائیں ہاتھ سے چائے پیتے ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کرنا چاہیے۔ گلاس میں اگرچہ سالن وغیرہ لگ جائے مگر بہرحال پانی داہنے ہی ہاتھ سے پینا چاہیے اور چائے کا کپ بائیں ہاتھ میں لے کر پلیٹ میں ڈال کر چائے داہنے ہاتھ سے پینی چاہیے تاکہ شیطان کے طریقے سے بچیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ادا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم

کاش! مجھ کو میرے حضور کی ہو ہر ادا پسند
(صلی اللہ علیہ وسلم)

(60)

امام احمد بن حنبل علیہ الرحمۃ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام ونسب احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد شیبانی (مروزی) ہے۔ 164ھ میں شہر بغداد کے اندر آپ کی ولادت ہوئی۔ سب سے پہلے آپ (نے) بغداد کے محدثین وفقہاء سے علمی استفادہ فرمایا پھر مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ و کوفہ و بصرہ و (یمن) و شام و جزیرہ وغیرہ کا علمی سفر فرما کر اپنے زمانے کے تمام مشہور مشائخ حدیث وفقہ (کی) شاگردی کی سعادت حاصل فرمائی۔

آپ کے استادوں میں امام ابویوسف و یزید بن ہارون (تلامذۂ امام ابوحنیفہ) و (امام) شافعی و یحییٰ بن سعید قطان و سفیان بن عینیہ و عبدالرزاق و ابوداؤد طیالسی و بشر بن (مفضل) و غندر وغیرہ ہزاروں باکمال فقہاء و محدثین ہیں اور آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی (بہت طویل) ہے جن میں امام بخاری و امام مسلم بن الحجاج قشیری و ابوزرعہ و ابوداؤد سجستانی (اور آپ) کے دونوں صاحبزادگان صالح بن احمد و عبداللہ بن احمد اور آپ کے چچازاد بھائی (حنبل) بن اسحٰق وغیرہ بہت ہی نامور ہیں۔

امام شافعی نے فرمایا: میں بغداد سے مصر روانہ ہوا تو امام احمد بن حنبل سے بڑھ کر (کوئی) (متقی) و صاحب علم و متقی بغداد میں نہیں تھا۔

(حلال) مال بھی قبول نہ فرماتے

ابوزرعہ کا قول ہے: امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ حدیثیں زبانی یاد تھیں۔ آپ کے (اندر) (تقویٰ) میں توکل اور استغنا حد درجہ تھا۔ حسن بن عبدالعزیز نے تین ہزار دینار کا نذرانہ (آپ) کی خدمت میں پیش کیا اور عرض کیا یہ میرا حلال مال ہے۔ آپ اس کو قبول فرما کر

اپنی حاجتوں میں خرچ فرمایئے تو آپ نے نہایت بے پروائی سے فرمایا: مجھے تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ میرے پاس جو کچھ ہے وہی میرے لئے کافی ہے۔ آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن احمد فرماتے ہیں: میرے والد نمازوں کے بعد اکثر یہ دعا فرماتے تھے: یا اللہ! جس طرح تو نے میرے چہرے کو غیر اللہ کے سجدے سے بچایا اسی طرح میرے چہرے کو کسی کے آگے سوال کرنے سے بھی بچالے۔

آپ ہمیشہ سوکھی روٹی پانی میں بھگو کر کھاتے تھے اور کبھی کبھی روٹی سرکہ بھی تناول فرماتے۔ آپ کو گوشہ نشینی بہت محبوب تھی۔ بلاضرورت مکان سے باہر نہیں نکلتے تھے۔ ساری رات شب بیداری و گریہ وزاری کرتے اور روزانہ بلاناغہ تین سو رکعت نماز پڑھتے تھے مگر جب کوڑوں کی مار سے آپ نڈھال ہوگئے تو روزانہ ڈیڑھ سو رکعت پڑھنے لگے۔

آپ نے پانچ حج کیے، تین پیدل چل کر اور دو حج سواری پر مگر کسی حج میں بھی اپنی ذات پر بیس درہم سے زیادہ خرچ نہیں کیا۔

ابوداؤد سختیانی نے فرمایا: امام احمد بن حنبل کی مجلس آخرت کی مجلس تھی جس میں کبھی کوئی دنیا کا تذکرہ نہیں ہوتا تھا۔

استقامت کا کوہِ گراں

ہلال بن علاء فرماتے ہیں: خلق قرآن کے فتنے میں اگر امام احمد بن حنبل کوڑے کی سزا پانے کے باوجود حق پر ثابت قدم نہ رہتے تو ہزاروں مسلمان کافر ہو جاتے۔ خدا کریم امام احمد بن حنبل کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ انہوں نے کوڑوں کی مار برداشت کر لی اور حق پر ثابت قدم رہ کر ساری امت کو گمراہی سے بچالیا۔

خلیفہ مامون رشید کے بھائی معتصم باللہ نے آپ کو گرفتار کیا اور اٹھائیس ماہ تک جیل خانے میں قید رکھ کر کوڑے لگواتا رہا۔ خلیفہ معتصم باللہ کی موت کے بعد واثق باللہ خلیفہ ہوا تو اس کے دورِ حکومت میں بھی آپ پر کوڑوں کی مار اور جیل کی سختیاں جاری رہیں۔ یہاں تک کہ متوکل باللہ جب خلیفہ ہوا تو فرقہ معتزلہ کا زور ٹوٹ گیا اور آپ

...ے سے رہا کئے گئے۔

...ے دوران کرامت کا ظہور

...یمون بن اصبغ کا بیان ہے کہ میں اس وقت بغداد میں موجود تھا جب امام احمد بن ... کوڑے لگائے جا رہے تھے۔ انہوں نے اپنا آنکھوں دیکھا واقعہ بیان کیا کہ جلاد ...ب آپ کو پہلا کوڑا مارا تو آپ نے بلند آواز میں بسم اللہ شریف پڑھی اور دوسرے ...ے پر لاحول ولاقوۃ الا باللہ پڑھا۔ جب تیسرا کوڑا پڑا تو القرآن کلام اللہ غیر مخلوق ...ر چوتھے کوڑے کی مار پر لن یصیبنا الا ما کتب اللہ لنا پڑھا۔ اسی طرح انتیس کوڑے ...نے آپ کی پشت مبارک پر لگائے اور اسی حالت میں آپ سے ایک عجیب کرامت ...ری کہ تمام اہل بغداد حیران رہ گئے۔ کوڑوں کی مار سے آپ کا کمر بند ٹوٹ گیا اور نیچے کو آنے لگا اور آپ کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے تھے۔ اس وقت آپ نے ...ن کی طرف سر اٹھایا اور آپ کے ہونٹ ہلنے لگے۔ ناگہاں آپ کا پائجامہ خود بخود ...ہ گیا اور کمر بند ٹوٹ جانے کے باوجود پائجامہ اپنی جگہ پر قائم رہا اور کسی نے آپ ...یں دیکھا۔

...یمون بن اصبغ کہتے ہیں: میں ایک ہفتے کے بعد امام احمد کی خدمت میں حاضر ہوا ...نے پوچھا: آپ نے کمر بند ٹوٹنے کے بعد آسمان کی طرف سر اٹھا کر کون سی دعا ...ی تو آپ نے جواب دیا کہ میں نے خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ الٰہی اگر میں ...وں تو میری پردہ پوشی فرمالے اور مجھے اپنے بندوں کے روبرو رسوائی سے بچا

...ازہ کا منظر

241ھ میں بعمر ستتر (77) سال بغداد میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ کی وفات ...ن کر شہر واطراف میں تہلکہ مچ گیا اور لوگ چیخیں مار مار کر رونے لگے۔

...بداللہ بن احمد کا بیان ہے کہ امام احمد کی نماز جنازہ میں آٹھ لاکھ ساٹھ ہزار مسلمان

شریک ہوئے اور بعض مورخین کا قول ہے: دس لاکھ اور ایک روایت میں ہے کہ بیس لاکھ کا مجمع تھا اور آپ کی وفات کے دن آپ کی نماز جنازہ و دفن کے مناظر سے متاثر ہو کر بیس ہزار یہودی و نصرانی و مجوسی مسلمان ہو گئے۔

احمد بن کندی نے بیان کیا ہے کہ میں نے امام احمد کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھا تو میں نے پوچھا: خداوند کریم نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ آپ نے جواب دیا کہ رب کریم نے میری مغفرت فرما دی اور مجھ سے یہ فرمایا: اے احمد بن حنبل تو نے میری رضا کے لئے کوڑوں کی مار برداشت کی اور صبر کیا تو اب تو میرے جمال پاک کا دیدار کر لے۔ میں نے تیرے لئے اپنا دیدار مباح کر دیا ہے۔

ابوالحسن بن زاغولی سے منقول ہے: امام احمد بن حنبل کی وفات سے دو سو تیس برس کے بعد آپ کی قبر کے پہلو میں جب ابو جعفر بن ابی موسیٰ کے لئے قبر کھودی گئی تو اتفاق سے آپ کی قبر کھل گئی تو لوگوں نے دیکھا کہ دو سو تیس برس گزر جانے کے باوجود امام احمد کا کفن صحیح و سالم اور آپ کا جسم بالکل ترو تازہ تھا۔ (اکمال التہذیب، طبقات شعرانی)

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

(61)

بہلول دانا اور ہارون رشید

خلیفہ ہارون رشید ایک بار حج کرنے گئے۔ ان کے ہمراہ بغداد کے حاجیوں کا ایک بڑا قافلہ تھا۔ واپسی کے وقت کوفہ میں ہارون رشید کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں حضرت بہلول دانا (مجذوب) کو بچے پریشان کر رہے تھے۔ خلیفہ کی سواری نزدیک پہنچی لڑکے دیکھ کر بھاگ گئے اور گلیوں میں چھپ گئے۔ ہارون رشید ایک شاندار اونٹنی پر ہودج میں سوار تھے۔ شاہی کروفر ارد گرد تھا اور ہودج پر پردہ پڑا ہوا تھا۔ حضرت بہلول نے دیکھا تو بلند آواز سے پکارا

"یا امیر المومنین! یا امیر المومنین۔"

ہارون رشید نے ہودج کا پردہ ہٹایا اور کہا:

"لبیک یا بہلول! لبیک یا بہلول!"

حضرت بہلول: اے امیر المومنین! ہم سے ایمن بن نائل نے قدامہ بن عبداللہ عامری سے روایت کیا۔ قدامہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مقام منیٰ میں ایک ایسے اونٹ پر سوار دیکھا جس پر بوسیدہ سا کجاوہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کے باعث نہ لوگوں میں ہٹو بچو تھی نہ مار دھاڑ۔ لہٰذا اے امیر المومنین! آپ کے لئے تواضع اور انکساری، تکبر اور برتری جتانے سے بہتر ہے۔

خلیفہ ہارون رشید یہ سن کر رونے لگا۔ اس کے اشکوں کے قطرات زمین پر گرے عرض کیا اے بہلول! مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔ انہوں نے دو شعر سنائے جن کا مفہوم یہ ہے۔

نعمت دہر پہ اے دوست نہ ہرگز اترا

عمر بھی ایک دیا ہے کہ جو بجھ جائے گا
لے کے میت جو چلا گور غریباں آج
بس اسی طرح تجھے کل کوئی پہنچائے گا

یہ سن کر خلیفہ اور رونے لگا اور کچھ مزید کہنے کی درخواست کی۔

حضرت بہلول: امیر المومنین! جسے اللہ تعالیٰ مال و دولت اور حسن و جمال سے نوازے اور وہ اپنی دولت راہ مولا میں خرچ کرے اور حسن و جمال کو حرام سے بچائے۔ دفتر مولا میں اس کا نام ابرار کی فہرست میں لکھا جائے گا۔

خلیفہ: آپ نے نہایت قیمتی بات فرمائی اور انعام کے لائق کلام کیا۔

حضرت بہلول: اپنا انعامی مال اسی کو واپس کر دو جس سے لیا ہے' مجھے ضرورت نہیں۔

خلیفہ: اگر آپ کے ذمہ کوئی قرض ہو تو میں ادا کر دوں؟

حضرت بہلول: دین سے دین کی ادائیگی کیا ہو گی؟ آپ حق داروں کا حق انہیں دیں اور نفس کا حق ادا کریں۔

خلیفہ: اگر قبول کیجئے تو کچھ وظیفہ مقرر کر دوں؟

حضرت بہلول: (آسمان کی جانب سر اٹھاتے ہوئے) امیر المومنین! ہم اور آپ دونوں اللہ ہی کے بندے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن کہ اللہ تعالیٰ آپ کو یاد رکھے اور مجھے فراموش کر جائے۔

ہارون رشید نے یہ سن کر محمل کا پردہ گرا دیا اور سواری آگے روانہ کی۔

(اس واقعہ کو عبداللہ بن مہران رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا' روض الریاحین)

(62)

صحابہ کرام کا ترانہ

یہ ہجرت کے پانچویں سال کی بات ہے۔ مدینہ طیبہ ایک چھوٹی سی بستی تھی جس کے باسیوں کی کل تعداد جوان بوڑھے بچے عورتیں اور بچیاں سب ملا کر پانچ ہزار نفوس سے زیادہ نہ تھی۔ اس بستی کو مٹانے کے لئے قریش اتنی بڑی فوج لے کر آئے جس کا اس دور میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس ننھی سی بستی کو ختم کرنے کے لئے دشمن دس ہزار جنگجوؤں کا لشکر لے آیا۔ یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے ہیں۔ بنونضیر کے بیس سردار مکے میں قریش کے پاس وفد کی شکل میں پہنچے اور انہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کے لئے بھڑکاتے ہوئے اپنی مدد کا یقین دلایا۔ قریش نے ان کی بات مان لی پھر یہ وفد بنوغطفان کے پاس پہنچا۔ انہیں بھی حرب وضرب پر بھڑکایا۔ وہ بھی تیار ہو گئے پھر تو یہ وفد چرخی کی طرح بقیہ قبائل عرب میں گھوم گھوم کر لوگوں کو جنگ پر اکسانے لگا۔ بہت سارے لوگ تیار ہو گئے۔ جنوب سے ابوسفیان نے چار ہزار جنگجوؤں کا لشکر لے کر مدینے کا رخ کیا۔ مرالظہران پہنچا تو بنوسلیم بھی شامل ہو گئے۔ مشرق سے غطفانی قبائل اور ان کے نجدی ہم سفر چھ ہزار کی نفری لے کر آ گئے۔ مدینہ کی قیادت ہمیشہ سے بیدار مغز، ہوشیار اور چوکس تھی۔ اس کی انگلیاں ہمیشہ حالات کی نبض پر رہتی تھیں۔ خود احتسابی کا عمل ہمیشہ جاری رہتا تھا۔ حالات وحوادث کا صحیح صحیح تجزیہ کیا جاتا تھا اور ہر طرح کی صورت حال سے نمٹنے کے لئے مناسب ترین قدم اٹھایا جاتا تھا۔ مخبروں نے کفار کے عزائم اور نقل وحرکت سے مطلع کیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا تاخیر مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب فرمایا۔

صحابہ سے مشورہ ہوا۔ جنگی پلان کی نوک پلک پر تبادلہ خیال ہوا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ حق کا یہ متلاشی ہزاروں میل کی مسافتیں طے کرتا ہوا مدینہ پہنچا تھا۔ یہ نہایت مخلص اور ذہین وفطین شخصیت تھی۔ انہوں نے موقع محل کا جائزہ لیا اور ایک جہاندیدہ جرنیل کی طرح خندق کھودنے کا مشورہ دیا کیونکہ مدینہ کی نسبتی تین اطراف سے حروں یعنی لاوے کی چٹانوں اور کھجور کے باغوں کی اوٹ میں ہے لہٰذا دشمن صرف شمال کی جانب سے حملہ کر سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دفاعی منصوبے کی تائید فرمائی۔

ہم نے محمد کریم کے ہاتھ پہ بیعت کی ہے

چنانچہ شمال کی جانب خندق کی کھدائی کا کام شروع ہوا۔ ہر دس آدمیوں کو چالیس ہاتھ خندق کھودنے کا کام سونپا گیا۔ یہاں کوئی بڑا تھا نہ چھوٹا' تمام مجاہدین یکساں طور پر نہایت جوش وخروش سے خندق کھود رہے تھے اور ساتھ ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم رجز پڑھتے جاتے تھے۔ خود اسلامی سپاہ کے سالار اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مبارک ہاتھوں سے مٹی ڈھو رہے تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بڑی محبت سے فرما رہے تھے:

اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ اِلَّا عَيْشُ الْاٰخِرَةُ

فَاغْفِرْ لِلْاَنْصَارِ وَالْمُهَاجِرَةِ

''اے اللہ! یقیناً زندگی تو آخرت کی زندگی ہے۔ پس انصار ومہاجرین کو بخش دے۔''

اور جواب میں انصار ومہاجرین یہ زمزمہ محبت وفدویت گنگنا رہے تھے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا

عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

''ہم وہ لوگ ہیں جنہوں نے تا حیات محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد پر بیعت کر لی ہے۔ ہم اس عہد پر زندگی کے آخری لمحے تک قائم رہیں گے۔''

(صحیح البخاری' حدیث 4098' 4099 وصحیح مسلم' حدیث 1804' 1805)

(63)

برکاتِ استغفار

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک شخص نے آ کر قحط سالی کی شکایت کی تو انہوں نے اس سے فرمایا: ''استغفار کرو'' یعنی اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی طلب کرو۔ دوسرے شخص نے غربت و افلاس کی شکایت کی تو اس سے فرمایا: ''استغفار کرو۔'' تیسرا ایک آدمی آیا۔ اس نے نرینہ اولاد کے لئے دعا کی درخواست کی۔ فرمایا: ''استغفار کرو۔'' چوتھے شخص نے آ کر اپنے باغ کے خشک ہو جانے کا ذکر کیا تو آپ نے اس سے بھی فرمایا: ''استغفار کرو۔''

ان سے پوچھا گیا: آپ کے پاس چار آدمی الگ الگ شکایت لے کر آئے اور آپ نے سب کو استغفار کا حکم دیا۔ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے اپنی طرف سے تو کوئی بات نہیں بتلائی' خود اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں ارشاد فرمایا: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ۝ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۝ وَّيُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ اَنْهٰرًا ۝ یعنی اپنے رب سے گناہوں کی معافی طلب کرو' بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے' آسمان سے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا' تمہارے اموال اور بیٹوں میں اضافہ کرے گا اور تمہارے لئے باغ اور نہریں بنائے گا۔'' (الجامع لاحکام القرآن للقرطبی' ج18' ص302)

ان آیات مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے موسلا دھار بارش' مال و اولاد میں اضافہ اور باغات و نہروں کی فراوانی کی نعمتوں کو استغفار کے نتیجے کے طور پر ذکر کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ استغفار کی کثرت ان نعمتوں کی وصولیابی کا سبب بنتی ہے۔ حضرت حسن

بصری رحمۃ اللہ علیہ نے اسی لئے مختلف شکایتوں والے چاروں اشخاص کو استغفار کا حکم دیا۔

نماز استسقاء کی بجائے صرف استغفار

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان آیات کے تحت امام شعبی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ استسقاء یعنی بارش طلب کرنے کے لئے شہر سے نکلے اور صلاۃ استسقاء کی بجائے صرف استغفار پڑھ کر واپس آئے اور بارش ہوگئی۔ لوگوں نے پوچھا: ''آپ نے بارش کے لئے دعا نہیں کی' صرف استغفار کیا تھا۔'' آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے تو زبردست موسلا دھار برسنے والے بادلوں کو مانگا تھا اور یہ آیت پڑھی: اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ط اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا o يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا o ۔''

''اپنے رب سے گناہوں کی معافی مانگو' بے شک وہ بڑا بخشنے والا ہے تم پر موسلا دھار بارش برسائے گا''۔

استغفر الله ربی من کل ذنب و اتوب الیه اِستغفر الله الذی لا لاه الا هو الحی القیوم و اتوب الیه ۔ یا حی یا قیوم برحمتك استغیث ۔

(64)

رشتہ داری کا معیار

حضرت سیّدنا ابووداعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیّدنا سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ کی محفل میں باقاعدگی سے حاضر ہوا کرتا تھا۔ پھر چند دن میں حاضر نہ ہو سکا۔ جب دوبارہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''تم اتنے دن کہاں تھے؟'' میں نے کہا: ''میری اہلیہ کا انتقال ہو گیا تھا بس اسی پریشانی میں چند دن حاضری کی سعادت حاصل نہ ہو سکی۔'' یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تو نے مجھے اطلاع کیوں نہیں دی تاکہ میں بھی جنازہ میں شرکت کرتا؟'' حضرت سیّدنا ابووداعہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''اس پر میں خاموش رہا۔'' جب میں نے رخصت چاہی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''کیا تم دوسری شادی کرنا چاہتے ہو؟'' میں نے کہا: ''حضور! میں تو بہت غریب ہوں، میرے پاس بمشکل چند درہم ہوں گے، مجھ جیسے غریب کی شادی کون کروائے گا۔'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''میں تیری شادی کراؤں گا۔'' میں نے حیران ہوتے ہوئے عرض کی: ''کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ میری شادی کرائیں گے؟'' فرمایا: ''جی ہاں! میں تیری شادی کراؤں گا۔'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام پڑھا اور میری شادی اپنی بیٹی سے کرا دی۔

میں وہاں سے اٹھا اور گھر کی طرف روانہ ہوا۔ میں اتنا خوش تھا کہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں پھر میں سوچنے لگا کہ مجھے کس کس سے اپنا قرضہ وصول کرنا ہے اور اسی طرح میں آنے والے لمحات کے بارے میں سوچنے لگا پھر میں نے مغرب کی نماز

مسجد میں ادا کی اور دوبارہ گھر کی طرف چلا آیا۔ میں گھر میں اکیلا ہی تھا۔ پھر میں نے زیتون کا تیل اور روٹی دسترخوان پر رکھی اور کھانا شروع ہی کیا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے پوچھا: ''کون؟'' آواز آئی ''سعید رحمۃ اللہ علیہ۔'' میں سمجھ گیا کہ ضرور یہ حضرت سیّدنا سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ ہوں گے۔ اتنی دیر میں وہ اندر تشریف لے آئے۔ میں نے کہا: ''آپ رحمۃ اللہ علیہ مجھے پیغام بھیج دیتے میں خود ہی حاضر ہو جاتا۔'' فرمانے لگے: ''نہیں بلکہ تم اس بات کے زیادہ حق دار ہو کہ تمہارے پاس آیا جائے۔''

لوگو! دیکھو میں حضرت سعید بن میسّب کا داماد بن گیا

میں نے کہا: ''فرمایئے! میرے لئے کیا حکم ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اب تم غیر شادی شدہ نہیں ہو تمہاری شادی ہو چکی ہے میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ تم شادی ہو جانے کے بعد بھی اکیلے ہی رہو۔'' پھر ایک طرف ہٹے تو ان کی بیٹی ان کے پیچھے کھڑی تھی۔ انہوں نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کمرے میں چھوڑ آئے اور مجھے فرمایا'' یہ تمہاری زوجہ ہے۔'' اتنا کہنے کے بعد تشریف لے گئے۔ میں دروازے کے قریب گیا اور جب اطمینان ہو گیا کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ جا چکے ہیں تو میں واپس کمرے میں آیا تو اس شرم وحیا کی پیکر کو زمین پر بیٹھے ہوئے پایا۔ میں نے جلدی سے زیتون کے تیل اور روٹیوں والا برتن اٹھا کر ایک طرف رکھ دیا تاکہ وہ اسے نہ دیکھ سکے۔ پھر میں اپنے مکان کی چھت پر چڑھا اور اپنے پڑوسیوں کو آواز دینے لگا۔ تھوڑی ہی دیر میں سب جمع ہو گئے اور مجھ سے پوچھنے لگے ''تمہیں کیا پریشانی ہے؟'' میں نے کہا: ''حضرت سیّدنا سعید بن مسیّب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی بیٹی سے میری شادی کرا دی ہے اور وہ اپنی بیٹی کو میرے گھر چھوڑ گئے ہیں۔'' لوگوں نے بے چینی سے پوچھا: ''کیا حضرت سیّدنا سعید بن میسّب رحمۃ اللہ علیہ نے تجھ سے اپنی بیٹی کی شادی کرائی ہے؟'' میں نے کہا: ''اگر تمہیں یقین نہیں آتا تو میرے گھر جا کر دیکھو ان کی بیٹی میرے گھر میں موجود ہے۔'' یہ سن کر سب میرے گھر آ گئے۔ جب میری والدہ کو یہ خبر ملی تو وہ بھی فوراً آ گئیں اور مجھ سے فرمانے لگیں ''اگر تین دن سے پہلے تو اس کے پاس گیا تو تجھ پر میرا چہرہ بھی دیکھنا حرام ہے۔

تین دن تک میں اس کی اصلاح کرلوں اس کے بعد ہی تو اس سے قربت اختیار کرنا۔"
میں تین دن انتظار کرتا رہا' چوتھے دن جب اس کے پاس گیا اور اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ وہ حسن و جمال کا شاہکار تھی' قرآن پاک کی حافظہ' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو زیادہ جاننے والی اور شوہر کے حقوق کو بہت زیادہ پہچاننے والی تھی۔ اسی طرح ایک مہینہ گزر گیا۔ نہ تو حضرت سیدنا سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے اور نہ ہی میں حاضر ہوسکا پھر میں ہی ان کے پاس گیا۔ وہ بہت سارے لوگوں کے جھرمٹ میں جلوہ فرما تھے' میں نے ان کو سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ اس کے بعد مجلس ختم ہونے تک انہوں نے مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ جب سب لوگ جا چکے اور میرے علاوہ کوئی اور نہ بچا تو انہوں نے مجھ سے فرمایا: "اس انسان کو کیسا پایا؟"

سخت ٹھنڈی رات اور اتنی کڑی سزا

میں نے عرض کی "حضور! (آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیٹی ایسی صفات کی حامل ہے کہ) شاید کوئی دشمن ہی اسے ناپسند کرے ورنہ دوست تو ایسی چیزوں کو پسند کرتے ہیں۔" فرمایا: "اگر وہ تجھے تنگ کرے تو لاٹھی سے اصلاح کرنا۔" پھر جب میں گھر کی طرف روانہ ہوا تو انہوں نے مجھے بیس ہزار درہم دیئے۔ میں انہیں لے کر گھر کی طرف چلا آیا۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن سلمان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ کی اسی صاحبزادی کے لئے خلیفہ عبدالملک بن مروان نے اپنے بیٹے ولید کی شادی کا پیغام بھیجا تھا لیکن حضرت سیدنا سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ نے انکار کر دیا۔ عبدالملک نے ہر طرح کوشش کی کہ کسی طرح آپ رحمۃ اللہ علیہ راضی ہو جائیں لیکن آپ رحمۃ اللہ علیہ برابر انکار کرتے رہے۔ پھر وہ ظلم و ستم پر اتر آیا اور ایک سرد رات اس ظالم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سو کوڑے مارے اور اون کا جبہ پہنا کر آپ رحمۃ اللہ علیہ پر ٹھنڈا پانی ڈلوایا۔ (عیون الحکایات)

(65)

امی و دقیقہ دانِ عالم

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ اور مروان بن حکم سے مروی ہے کہ قریش مکہ نے عامر بن لوی قبیلے کے ایک سردار سہیل بن عمرو کو بھیجا اور اسے کہا: تم محمد کے پاس جاؤ اور ان سے صلح کرو لیکن یاد رہے کہ ان کے ساتھ صلح میں یہ بات بہر صورت ہو کہ وہ اس سال واپس جائیں گے، ہمارے پاس بالکل نہیں آئیں گے۔ اگر انہیں آنے دیا گیا تو اللہ کی قسم سارے عرب میں یہی بات مشہور ہو جائے گی کہ وہ محض اپنے زور کے بل بوتے پر مکہ میں داخل ہو گئے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں مگر ذرا ابھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرنے ہی لگا تھا کہ سہیل بن عمرو آن پہنچا۔ جب وہ آ رہا تھا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا: قَدْ سَهَّلَ اللّٰهُ اَمْرَكُمْ۔

"اللہ نے تمہارا معاملہ آسان کر دیا ہے۔"

سہیل نے آتے ہی اللہ کے رسول سے کہا آئیے! اپنے اوپر اور ہمارے درمیان تحریر لکھئے چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کاتب کو بلوا لیا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اللہ کے رسول اور مشرکوں کے درمیان صلح کے معاہدہ کی تحریر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لکھی۔ اب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ لکھو۔ اس پر سہیل اعتراض کرتے ہوئے کہنے لگا یہ جو رحمان ہے، اللہ کی قسم! میں تو نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے؟ تم "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" "اے اللہ! تیرے نام کے ساتھ" لکھو، جس طرح پہلے لکھا جاتا ہے۔

میں حضور کے نام کو کیسے مٹا سکتا ہوں

مسلمان کہنے لگے اللہ کی قسم! "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کی بجائے کوئی دوسرا جملہ ہمیں نہیں لکھنا چاہیے۔ اس پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے فرمایا: باسْمِكَ اللّٰهُمَّ لکھ دو۔ پھر آپ نے فرمایا' لکھو:

"یہ صلح کا جو فیصلہ ہے' اللہ کے رسول محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے ہے۔"

سہیل نے پھر اعتراض کر دیا۔ کہنے لگا اگر ہمیں یہ علم ہو جاتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو ہم آپ کو نہ بیت اللہ کی زیارت سے روکتے اور نہ آپ سے لڑائی ہی کرتے۔ ہاں یہ لکھو کہ یہ تحریر محمد بن عبداللہ کی طرف سے ہے۔ اس پر آپ نے فرمایا: "اللہ کی قسم! میں تو اللہ کا رسول ہوں' تم اگرچہ مجھے جھٹلاتے پھرو' چلو! محمد بن عبداللہ ہی لکھ دو۔"

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اب حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "رسول اللہ" کا لفظ مٹا دو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں کس طرح مٹاؤں؟ چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ کے ساتھ اس لفظ کو مٹا دیا۔

(بخاری 2731' 2732' مسند احمد 18952' ابن حبان 4872)

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

(66)

حضرت ابراہیم تیمی علیہ الرحمۃ

زمانہ تابعین کے بڑے علماء میں آپ کا شمار ہے۔ نہایت عابد وزاہد اور خوف وخشیت الٰہی میں یگانہ روزگار تھے۔ آپ کا مقولہ ہے کہ جب تم کسی شخص کو دیکھ لو کہ وہ تکبیر اولیٰ پانے میں سستی کرتا ہے تو تم اس سے ناامید ہو جاؤ اور اس کی اصلاح وفلاح سے ہاتھ دھولو۔ آپ کے شاگردوں میں منصور بن معتمر جیسے سینکڑوں باکمال محدثین ہیں۔

امام اعمش کا بیان ہے کہ میں نے ابراہیم تیمی سے پوچھا: مجھے خبر ملی ہے کہ آپ ایک ایک مہینے تک کچھ بھی نہیں کھاتے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں صحیح ہے بلکہ بعض اوقات تو میں دو دو مہینے تک کچھ نہیں کھاتا اور اس وقت بھی چالیس راتوں سے کچھ بھی نہیں کھایا ہے۔ بیوی کی زبردستی سے ایک دانہ انگور منہ میں رکھ لیتا تھا مگر بیوی کے چلے جانے کے بعد میں نے اس کو تھوک دیا اور اس کا رس بھی حلق کے نیچے نہیں اتارا۔

آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا ہی حسرتناک ہے۔ حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کوفہ کا گورنر تھا۔ حضرت امام ابراہیم نخعی کی حق گوئی پر ناراض ہو کر ان کی گرفتاری کا حکم دیا۔ کوتوال نے ابراہیم نخعی کے بدلے ابراہیم تیمی کو گرفتار کر لیا۔ کوتوال کی اس زبردست غلطی سے آپ بلاوجہ جیل خانے میں بند کر دیئے گئے اور ظالم حجاج بن یوسف نے حکم دیا کہ ان کو رسی سے باندھ کر ایک ایسی جگہ قید رکھو کہ یہ دن بھر دھوپ میں جلتے رہیں اور رات بھر حمام کی گرمی سے جھلتے رہیں۔ جہاں اور بھی بہت سے نیک وصالح علماء قید کی سختیاں برداشت کر رہے تھے۔ آپ قید خانے کی مشقت کو زیادہ دنوں تک برداشت نہیں کر سکے۔ چند ہی دنوں میں بیمار ہو گئے اور اسی حالت میں 92ھ میں وفات پا گئے۔

جس رات آپ نے وفات پائی حجاج بن یوسف ظالم نے خواب میں دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے کہ اے حجاج اٹھ، دیکھ تیرے قیدیوں میں سے آج ایک جنتی کا انتقال ہو گیا۔ حجاج نے صبح قیدیوں کا حال پوچھا تو پتہ چلا کہ اس رات میں ابراہیم تیمی کا انتقال ہو گیا۔ (طبقات شعرانی وغیرہ)

محمد رسول اللہ ﷺ

(67)
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی

خلیفہ ہارون رشید نے ایک بار پیدل حج کرنے کی قسم کھائی۔ سفر شروع ہوا تو عراق سے حرم پاک تک مخملی فرش کا انتظام کیا گیا۔ دوران سفر ایک جگہ خلیفہ بہت تھک گئے تو راستہ کے کنارے نصب شدہ سنگ میل کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ اتنے میں کہیں سے ادھر ہی سعدون مجذوب (جنہیں مجنون بھی کہا جاتا تھا) کا گزر ہوا۔ انہوں نے خلیفہ کو اس حال میں دیکھا تو چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ تھا:

''فرض کر لے کہ دنیا تیرے موافق ہے لیکن موت تو آئے گی ضرور۔ اس سے تو مفر نہیں۔ پس دنیا لے کر کیا کرے گا تیرے لئے تو بس ایک سنگ میل کافی ہے۔ اے دنیا کے طالب خبردار! دنیا کو اپنے دشمن کے لئے ترک کر' یہ زمانہ آج جس طرح تجھے ہنسا رہا ہے' کل رلائے گا۔''

خلیفہ ہارون ان اشعار کو سن کر بے ہوش ہو گیا حتیٰ کہ تین نمازیں قضا ہو گئیں۔ ہوش میں آیا تو سعدون رحمۃ اللہ علیہ کو تلاش کروایا مگر وہ بندۂ حق وہاں سے جا چکے تھے۔

☆ ...... محمد بن صباح رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ بصرہ میں قحط پڑا۔ لوگ پریشان ہو کر دعائے بارش کے لئے صحرا کی طرف نکلے۔ سر راہ سعدون مجذوب مل گئے۔ انہوں نے دیکھا تو پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ ہم نے کہا استسقاء کے لئے نکلے ہیں۔ فرمایا ''کھوکھلے دلوں سے یا سماوی دلوں سے؟'' ہم نے کہا: ''سماوی دلوں سے۔'' فرمایا تو بس یہیں بیٹھ جاؤ اور بارش کی دعا کرو۔ ہم لوگ دعا میں مشغول ہو گئے۔ بڑی دیر تک دعا کرتے رہے یہاں تک کہ دن چڑھ آیا اور آسمان کا حال یہ ہے کہ بارش تو کیا ہوتی بادل

کی کوئی ٹکڑی بھی نظر نہ آئی اور سورج ہے کہ تمازت اور دھوپ میں اضافہ ہی کرتا جا رہا ہے۔ حضرت سعدون نے یہ منظر دیکھا تو پکارا نادانو! اگر تمہارے قلوب سماوی ہوتے تو اب تک بھلا بارش نہ ہوتی؟ اتنا کہنے کے بعد اٹھ کر وضو کیا' دو رکعت نماز ادا کی اور آسمان کی طرف سر اٹھا کر کچھ کہا' جسے میں مطلق نہ سمجھ سکا۔ ان کی بات ابھی ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ نہایت زوردار بارش شروع ہوئی اور سب کچھ جل تھل ہو گیا۔ ہم نے پوچھا: بتایئے آپ نے اپنی دعا میں کیا کہا تھا؟" فرمایا ہٹو جاؤ۔ ایسے وارفتہ دلوں کی ندائے حق ہے جنہوں نے مشاہدہ حق سے علم و یقین حاصل کیا۔ جادۂ عمل پر گامزن ہوئے اور صرف خدا پر توکل کیا۔ ایسے قلب کی رازدانہ مناجاتوں سے تمہیں کیا واسطہ؟

مالک بن دینار اور سعدون مجذوب

ایک بار حضرت مالک بن دینار رضی اللہ عنہ کا گزر صحرائے بصرہ کی طرف ہوا جہاں ان کی سعدون مجنون رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مالک بن دینار نے مزاج پرسی کی تو انہوں نے جواب فرمایا۔ سعدون بولے: اے مالک! اس شخص کا حال کیا پوچھتے ہو جس کا صبح و شام عظیم سفر کا ارادہ ہو اور زادِ سفر کچھ نہ ہو اور عالمین کے پروردگار کے حضور پیشی ہو۔ یہ کہہ کر زار و قطار رونے لگے۔

مالک بن دینار: آپ رونے کیوں لگے؟ سعدون: بخدا میں حرص دنیا یا موت اور مصائب کے خوف سے نہیں روتا بلکہ رونے کا سبب یہ ہے کہ زندگی میں ایک دن ایسا گزرا جس میں مجھ سے کوئی اچھا کام نہیں ہوا اور مجھے یہ بات بھی رلا رہی ہے کہ زادِ راہ کم راستہ لمبا ہے' پرخطر گھاٹیاں سامنے ہیں اور معلوم نہیں میرا ٹھکانہ جنت ہے یا جہنم؟

مالک بن دینار: لوگ تو آپ کو مجنون کہتے ہیں مگر آپ تو نہایت عقل مند اور صاحب حکمت ہیں۔ سعدون: آخر تم بھی لوگوں کے فریب میں آ ہی گئے' مجنون تو وہ لوگ کہتے ہیں' مجھ میں تو کوئی جنون نہیں مگر ہاں! رب تعالیٰ کا عشق میرے قلب' میرے گوشت پوست رگ و ریشہ ہڈیوں اور خون میں سرایت کر گیا ہے جس کی وجہ سے میں متحیر ہوں۔ مالک بن دینار: آپ لوگوں کے پاس کیوں نہیں بیٹھتے اور ملنا جلنا کیوں نہیں

کرتے؟

حضرت سعدون رضی اللہ عنہ نے چند اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

خلقت سے دور رہ کر خدا کے قریب جا

ہے طالب حبیب تو سوئے حبیب جا

بچھو کے مثل اہل ہوس ہیں جہان میں

ڈس لیں گے ہوشیار! نہ ان کے قریب جا

حضرت ذوالنون اور جناب سعدون مجذوب

صحن بیت اللہ میں حضرت ذوالنون مصری طواف میں مشغول تھے' اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص خانہ کعبہ پر نگاہیں جمائے ٹھنڈی آہ بھرتا ہے اور اس طرح مصروف دعا ہے ''اے میرے رب! میں تیرا عاجز و مسکین بندہ تیرے در سے بھگایا ٹھکرایا ہوا ہوں یا اللہ! میں تجھ سے ایسی شئے کا طالب ہوں جو تیری محبت وقرب کا ذریعہ ہو اور ایسی عبادت کا طالب ہوں جو تجھے پسند ہو اور اے میرے رب! میں تجھ سے برگزیدہ بندوں اور نبیوں کے وسیلہ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اپنی محبت کا جام پلا دے' میرے قلب سے اپنی معرفت کے لئے پردے اٹھا دے تاکہ شوق کے پردوں سے پرواز کر کے میں تیرے عرفان کے گلستانوں میں محو مناجات ہو جاؤں۔''

اس مناجات کے بعد وہ ایسا اشک بار ہوا کہ کنکریوں پر اس کے آنسو گرنے کی آواز آنے لگی۔ پھر یک بیک وہ ہنستا مسکراتا ہوا اٹھا اور وہاں سے چلا گیا۔ حضرت ذوالنون بھی اس کے پیچھے ہو گئے۔ انہوں نے سوچا کہ یہ شخص یا تو کوئی بندہ عارف ہے یا دیوانہ۔ وہ مسجد حرام سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ویرانوں میں جانے لگا۔ ادھر حضرت ذوالنون کو اپنے پیچھے آتے دیکھا تو کہا: ''آخر کیوں تم میرا پیچھا کر رہے ہو؟ چلے جاؤ۔''

ذوالنون: آپ کا نام کیا ہے؟ اجنبی: عبداللہ!

ذوالنون: آپ کے والد کا اسم گرامی؟ اجنبی: عبداللہ!

ذوالنون: یہ بات تو مجھے معلوم ہے کہ ہر شخص عبداللہ اور ابن عبداللہ ہے مگر میں آپ

کا مخصوص نام پوچھ رہا ہوں۔

اجنبی: میرے باپ نے میرا نام سعدون رکھا ہے۔

ذوالنون: کیا وہی سعدون جسے لوگوں نے مجنون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے؟

سعدون: ہاں وہی!

ذوالنون: وہ کون لوگ ہیں جن کی حرمت کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ نے دعا کی ہے؟

سعدون: وہ اپنے رب کی جانب اس کی محبت کو نصب العین بنا کر چلتے ہیں اور ان کے دلوں پر ربانیت کا ایسا تسلط ہے کہ ماسوا سے جدا ہو گئے ہیں۔

سعدون: اے ذوالنون! میں نے سنا ہے کہ آپ بھی کچھ کہتے ہیں اسباب معرفت کے بارے میں کچھ بتایئے؟

ذوالنون: آپ ان لوگوں میں ہیں جن کے علم و معرفت سے ہمیں استفادہ کرنا چاہیے۔

سعدون: سائل کا حق یہ ہے کہ اسے جواب دیا جائے پھر دو اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے: "عارفین کے دلوں میں آتش شوق بھڑکتی رہے گی یہاں تک کہ جوار مولیٰ میں انہیں اقامت نصیب ہو وہ اپنے مولیٰ کی محبت میں مخلص ہیں تو یہ محبت کبھی ان سے جدا نہیں ہو سکتی۔" (روض الریاحین)

(68)

ایمان و یقین اور عزم و عمل کی نرالی شان

غزوہ خندق میں کفر اپنی پوری قوت سمیٹ کر مدینہ آ رہا تھا تا کہ مدینہ کو ملیا میٹ کر دے۔ اہل ایمان کی یہ ننھی سی بستی بھی اہل باطل کی آنکھوں میں کانٹا بن کر کھٹک رہی تھی۔ اللہ اللہ! کیا منظر تھا کہ چند حق پرستوں کو مٹانے کے لئے دس ہزار کا شمشیر بکف جتھا امنڈ آیا اور چاروں طرف ہیبت بار خطرات کے بادل منڈلا رہے تھے۔ ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہایت اطمینان سے میدانِ جہاد میں مصروف عمل تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارگاہِ الٰہی سے خوشخبریاں دی جا رہی تھیں اور خندق مسلسل کھودی جا رہی تھی۔ اچانک راستے میں ایک بڑا پتھر آ گیا۔ اسے توڑنا بڑا مشکل ہو رہا تھا۔ کدالیں جواب دے گئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دشواری سے آگاہ کیا گیا۔ آپ نے فوراً کدال لی اور بسم اللہ پڑھ کر پتھر پر ماری۔ فضا میں ایک خوفناک چمک کوندنے لگی۔ ارشاد ہوا:

اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئی ہیں واللہ! میں اس وقت وہاں کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں‘ پھر دوسری ضرب لگائی تو سخت پتھر کا ایک دوسرا ٹکڑا کٹ گیا۔ فرمایا اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا ہے‘ واللہ! میں اس وقت مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر اللہ کا نام لے کر تیسری ضرب لگائی تو باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئی ہیں۔ واللہ! میں اس وقت یہاں سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔

منافقین نے نہ ماننا تھا سو نہ مانے

ادھر منافقوں کی یہ حالت تھی کہ ایک دوسرے کو آنکھوں آنکھوں سے اشارے کر

رہے تھے اور کہہ رہے تھے ہمارے پاس کھانے کے لئے روٹی کا ٹکڑا تک نہیں ہے اور یہ ہمیں قیصر و کسریٰ کے محلات کی فتح کی خوشخبری دے رہے ہیں۔ سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے اسی صورت حال کا ذکر فرمایا ہے:

اِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا○

''اس وقت منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا' کہنے لگے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے محض دھوکے اور فریب کے وعدے کئے تھے۔'' (الاحزاب 33:12 وسبل الھدیٰ والرشاد 4/367)

قارئین کرام! ذرا غور فرمایئے' اس پیشین گوئی پر صرف 25 سال گزرے تھے کہ ظالم و جابر کسریٰ کا خاتمہ ہو گیا۔ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشخبریاں معاذ اللہ غلط تھیں؟ کیا یہ جھوٹ تھا؟ ہرگز نہیں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات حرف بحرف درست تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین ایک ایک کر کے پورے ہو کر رہے' مگر منافق نہیں مانتے تو ان کا کیا علاج کیا جائے۔

یہ بات حق سچ ہے کہ رسول کریم نے
خبریں وہ دیں کہ جن کی کسی کو خبر نہ تھی

(69)

صحابی کی رحمدلی اور بادشاہ کی پرہیزگاری

مشہور صحابی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے مصر کو فتح کرنے کے لئے وہاں کے ایک قلعے کے سامنے ایک بڑا خیمہ نصب کیا تھا۔ پیش قدمی کا ارادہ فرمایا تو اس خیمے کو اکھاڑ کر ساتھ لے جانا چاہا لیکن جب اکھاڑنے کے لئے آگے بڑھے تو دیکھا کہ خیمے کے اوپر کی جانب ایک کبوتری نے انڈے دے رکھے ہیں اور ان پر بیٹھی ہے۔ خیمہ اکھاڑنے سے یہ انڈے ضائع ہو جاتے ہیں۔ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اس کبوتری نے ہمارے خیمہ میں پناہ لی ہے اس لئے اس خیمے کو اس وقت تک باقی رکھو جب تک یہ بچے پیدا ہو کر اڑنے کے قابل نہ ہو جائیں چنانچہ خیمہ باقی رکھا گیا۔ (جہان دیدہ، ص 140)

☆...... مشہور بزرگ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے وفات سے پہلے یہ وصیت فرمائی کہ ان کی نماز جنازہ ایسا شخص پڑھائے جو ہمیشہ عفیف رہا ہو۔ نماز عصر کی سنتیں اس سے قضا نہ ہوئی ہوں اور ہمیشہ نماز باجماعت میں تکبیر اولیٰ سے شریک رہا ہو۔ نماز جنازہ کے وقت جب اس وصیت کا اعلان کیا گیا تو مشہور بادشاہ سلطان التمش نے بھی اس کو سنا۔ وہ تھوڑی دیر خاموش رہا کہ کس بزرگ کو یہ سعادت حاصل ہو گی لیکن جب کسی نے امامت کے لئے سبقت نہیں کی تو وہ یہ کہتا ہوا آگے بڑھا کہ میری خواہش تو یہی تھی کہ میرے حال سے کوئی واقف نہ ہو لیکن خواجہ کے حکم کے آگے کوئی چارہ نہیں اور آگے بڑھ کر نماز پڑھائی۔ (بزم رفتہ کی سچی کہانیاں، ج ۲، ص 49)

جہانِ ظرافت

شروع شروع میں میری اہلیہ دنیا کے رسم و رواج اور آئین و ضوابط سے صرف نظر

بہرہ مند تھی کہ ایک دفعہ نہ جانے کس بات پر میں نے تنبیہ کی مگر اس کی حاضر جوابی پر اس قدر غصہ آیا کہ میرے منہ سے یہ فقرہ نکل گیا "میرے ساتھ تمہارا نباہ مشکل ہوگا' میرا پیچھا چھوڑ دو اور اپنی راہ لو" اس نے میری برہمی سے بے پروا ہو کر لمحہ بھر کے توقف سے جواب دیا "اچھا میں ابھی اپنے ماں باپ کے گھر چلی جاؤں' خدا رکھے میری ماں اور میرے بھائی موجود ہیں۔ آپ میرا مہر معاف کرا دیں۔" میرا یہ سننا تھا کہ غم و غصہ فرو ہو گیا' مسکراتا ہوا باہر نکل آیا اور خدا کا شکر ادا کیا کہ اس دور میں مجھے خدا نے کیسی شریک حیات عطا فرمائی ہے جو یہ بھی نہیں جانتی کہ مہر کی ادائیگی کس کا فرض ہے اور اس کی طلبی و معافی بیوی کی طرف سے ہوتی ہے یا شوہر کی طرف سے۔" (جہان دانش' ص 385)

☆......عتبی پر اُسّی (80) سال کی عمر میں شادی کا شوق سوار ہوا۔ کسی نے اس عمر میں اس شوق کی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ اس زمانے کی اولاد بڑی نافرمان ہوتی ہے' میں چاہتا ہوں کہ انہیں داغِ یتیمی دے جاؤں' اس سے پہلے کہ وہ میری نافرمانی کر کے مجھے رسوا کریں۔ (رفیق المسلم فی الاسفار' ص 28)

☆......ایک مرتبہ حجاج شاعر ایک گلی سے گزرا جس میں پرنالہ تھا تو رک کر سوچ میں پڑ گیا کہ اس کے چھینٹے مجھ پر پڑتے ہیں یا نہیں۔ جب تردد اور اضطراب بڑھ گیا اور کوئی فیصلہ نہ کر پایا تو آ کر پرنالے کے نیچے بیٹھ گیا۔ کہنے لگا اب اطمینان ہو گیا اور یقین نے شک کو ختم کر دیا۔ (رفیق المسلم فی الاسفار' ص 29)

☆......احمد بن عبداللہ الجوباری کی فریب کاریوں میں سے ایک مشہور فریب یہ ہے کہ جب اس کے سامنے محدثین کا اختلاف ذکر ہوا کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا سماع حضرت ابوہریرہ سے ثابت ہے یا نہیں؟ اس نے فوراً ایک سند شروع کر دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا کر کہا: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: سمع الحسن من ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ" "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسن نے ابوہریرہ سے سنا ہے۔ (میزان الاعتدال' ج 1' ص 108)

(70)

پیکرِ حسن و جمال

حضرت سیّدنا ہثیم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان کے پاس ایک لونڈی تھی جو حسن و جمال میں بے مثال تھی۔ وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت محبوب تھی۔ خلیفہ بننے سے پہلے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زوجہ سے کہا: ''یہ لونڈی مجھے ہبہ کر دو۔'' لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

پھر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ اس لونڈی کو تیار کر کے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لائی اور عرض کی ''میں یہ لونڈی بخوشی آپ رحمۃ اللہ علیہ کو پیش کرتی ہوں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو یہ بہت زیادہ پسند ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''اسے میرے پاس بھیج دو۔'' جب وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آئی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ اس کا حسن و جمال دیکھ کر بہت متعجب ہوئے اور اس سے قربت اختیار کرنا چاہی لیکن پھر رک گئے اور اس لونڈی سے کہا: ''بیٹھ جاؤ اور پہلے مجھے یہ بتاؤ تم کون ہو اور فاطمہ کے پاس تم کہاں سے آئیں۔''

وہ کہنے لگی ''میں 'کوفہ' کے گورنر کی غلامی میں تھی اور وہ گورنر حجاج بن یوسف کا بہت مقروض تھا' اس نے مجھے حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دیا۔ حجاج بن یوسف نے مجھے عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ ان دنوں میرا لڑکپن تھا' پھر عبدالملک بن مروان نے مجھے اپنی بیٹی کو فاطمہ کو ہبہ کر دیا اور یوں میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچ گئی۔''

حق دار را حق رسید

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے پوچھا: ''اس گورنر کا کیا ہوا؟'' کہنے لگی ''وہ تو مر گیا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''کیا اس کی کوئی اولاد ہے؟'' اس نے جواب دیا ''جی ہاں! اس کا ایک لڑکا ہے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا: ''اس کا کیا حال ہے؟'' کہنے لگی ''اس کا حال بہت برا ہے' بہت زیادہ مفلسی کی زندگی گزار رہا ہے۔''

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی وقت کوفہ کے موجودہ گورنر ''عبدالحمید رحمۃ اللہ علیہ'' کو خط لکھا کہ فلاں شخص کو فوراً میرے پاس بھیج دو۔ فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: ''تجھ پر کتنا قرض ہے؟'' تو اس نے بتایا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سارا ادا کر دیا۔

پھر فرمایا: ''یہ لونڈی بھی تمہاری ہے' اسے لے جاؤ۔'' یہ کہتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وہ لونڈی اس کے حوالے کر دی۔ جوں ہی اس نے لونڈی کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''خبردار! تم دونوں ایک دوسرے کی قربت سے بچنا' ہو سکتا ہے تیرے والد نے اس لونڈی سے وطی کی ہو۔'' (کیونکہ اولاد پر اپنے باپ' دادا کی موطوءہ حرام ہے)۔ (تفسیر نعیمی' ج4' ص565 ملخصاً)

اس نے کہا: ''اے امیرالمومنین رحمۃ اللہ علیہ یہ لونڈی آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی رکھ لیجئے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''مجھے اس کی کوئی حاجت نہیں۔'' اس نے عرض کی ''پھر آپ مجھ سے خرید لیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پھر انکار کر دیا اور فرمایا: ''جاؤ اسے اپنے ساتھ ہی لے جاؤ۔'' یہ سن کر وہ (لونڈی) کہنے لگی ''اے امیرالمومنین! آپ تو مجھے بہت چاہتے تھے' اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وہ چاہت کہاں گئی؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میری تجھ سے محبت وچاہت اپنی جگہ برقرار ہے بلکہ اب تو اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔'' پھر ان دونوں کو روانہ کر دیا۔ (عیون الحکایات)

(71)

مکتوبِ نبوی اور روم کا بادشاہ

ثُمَّ دَعَا بِكِتَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِىْ بَعَثَ بِهٖ دِحْيَةُ اِلٰى عَظِيْمِ بُصْرٰى فَدَفَعَهٗ اِلٰى هِرَقْلَ فَقَرَأَهٗ فَاِذَا فِيْهِ (بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مِنْ مُّحَمَّدٍ عَبْدِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ اِلٰى هِرَقْلَ عَظِيْمِ الرُّوْمِ سَلَامٌ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّىْ اَدْعُوْكَ بِدِعَايَةِ الْاِسْلَامِ اَسْلِمْ تَسْلَمْ يُؤْتِكَ اللّٰهُ اَجْرَكَ مَرَّتَيْنِ فَاِنْ تَوَلَّيْتَ فَاِنَّ عَلَيْكَ اِثْمَ الْاَرِيْسِيِّيْنَ وَ (يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَ بَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ٥)

’’پھر ہرقل نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا (مقدس) خط جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دحیہ کلبی کے ہمراہ امیر بصری کے پاس بھیجا تھا اس کو ہرقل کے پاس بھیج دیا تھا‘ منگوایا اور اس کو پڑھوایا تو اس میں یہ مضمون تھا‘ اللہ نہایت مہربان‘ رحم کرنے والے کے نام سے (یہ خط ہے) اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بادشاہ روم کی طرف‘ اس شخص پر سلام ہو جو ہدایت کی پیروی کرے‘ اس کے بعد واضح ہو کہ میں تم کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں‘ اسلام لاؤ گے تو (قہر الٰہی) سے بچ جاؤ گے اور اللہ تمہیں دگنا ثواب دے گا‘ اگر تم (میری دعوت سے) منہ پھیرو گے تو بلاشبہ تم پر

(تمہاری) تمام رعیت (کے ایمان نہ لانے) کا گناہ ہوگا اور اے اہل کتاب! ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان مشترک ہے یعنی یہ کہ ہم اور تم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں اور نہ ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا پروردگار بنائے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: پھر اگر اہل کتاب اس سے اعراض کریں تو تم کہہ دینا کہ اس بات کے گواہ رہو کہ ہم اللہ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔"

(آل عمران 64)

ہرقل کی گھبراہٹ

ابوسفیان کہتے ہیں: جب ہرقل نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور (آپ کا) خط پڑھنے سے فارغ ہوا تو اس کے ہاں شور زیادہ ہوا' آوازیں بلند ہوئیں اور ہم لوگ (وہاں سے) نکال دیئے گئے تو میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا (دیکھو تو) ابو کبشہ کے بیٹے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا کام ایسا بڑھ گیا کہ اس سے بنی اصفر (روم) کا بادشاہ خوف رکھتا ہے' پس اس وقت سے مجھے ہمیشہ کے لئے اس کا یقین ہو گیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ضرور غالب ہو جائیں گے' یہاں تک کہ اللہ نے مجھے اسلام میں داخل فرمایا اور ابن ناطور ایلیاء کا حاکم اور ہرقل شام کے نصرانیوں کا سردار تھا' بیان کیا جاتا ہے کہ ہرقل جب ایلیاء میں آیا تو ایک دن صبح کو بہت پریشان خاطر اٹھا' تو اس کے بعض خواص نے کہا: ہم (اس وقت) آپ کی حالت خراب پاتے ہیں؟

ابن ناطور کہتا ہے کہ ہرقل کاہن تھا' نجوم میں مہارت رکھتا تھا اس نے اپنے خواص سے جب کہ انہوں نے پوچھا یہ کہا: میں نے رات کو جب نجوم کی نظر میں تو دیکھا کہ ختنہ کرنے والا بادشاہ غالب ہو گیا تو (دیکھو کہ) اس زمانہ کے لوگوں میں ختنہ کون کرتا ہے؟ لوگوں نے کہا: سوائے یہود کے کوئی ختنہ نہیں کرتا' سو یہود کی طرف سے آپ اندیشہ نہ کریں اور اپنے ملک کے بڑے بڑے شہروں میں لکھ بھیجئے کہ جتنے یہود وہاں ہیں سب قتل کر دیئے جائیں پس وہ لوگ ابھی اس تدبیر میں تھے کہ ہرقل کے پاس ایک آدمی لایا

گیا جسے غسان کے بادشاہ نے بھیجا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر بیان کی۔ جب ہرقل نے اس سے یہ خبر معلوم کی تو کہا: جاؤ اور دیکھو کہ وہ ختنہ کیے ہوئے ہے کہ نہیں۔ لوگوں نے اس کو دیکھا تو بیان کیا کہ وہ ختنے کیے ہوئے ہیں۔

بادشاہ کے تاثرات

اور ہرقل نے اس سے عرب کا حال پوچھا تو اس نے کہا: وہ ختنہ کرتے ہیں۔ تب ہرقل نے کہا: یہی (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) اس زمانہ کے لوگوں کا بادشاہ ہے' جو روم پر غالب آئے گا' پھر ہرقل نے اپنے دوست کو رومیہ (یہ حال) لکھ کر بھیجا اور وہ علم (نجوم) میں اسی کا ہم پایہ تھا اور (یہ لکھ کر) ہرقل حمص کی طرف چلا گیا۔ پھر حمص سے باہر نہیں جانے پایا کہ اس کے دوست کا خط (اس کے جواب میں) آ گیا وہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے بارے میں ہرقل کی رائے کی موافقت کرتا تھا اور یہ (اس نے لکھا تھا) کہ وہ نبی ہیں اس کے بعد ہرقل نے سردارانِ روم کو اپنے محل میں جو حمص میں تھا طلب کیا اور حکم دیا کہ محل کے دروازے بند کر دیئے جائیں تو وہ بند کر دیئے گئے اور ہرقل (اپنے گھر سے) باہر آیا تو کہا: اے روم والو! کیا ہدایت اور کامیابی میں (کچھ حصہ) تمہارا بھی ہے اور (تمہیں) یہ منظور ہے کہ تمہاری سلطنت قائم رہے (اگر ایسا چاہتے ہو) تو اس نبی کی بیعت کر لو' تو (اس کے سنتے ہی) وہ لوگ وحشی گدھوں کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے' تو دروازوں کو بند پایا بالآخر جب ہرقل نے اس درجے ان کی نفرت دیکھی اور (ان کے) ایمان لانے سے نا امید ہو گیا تو بولا کہ ان لوگوں کو میرے پاس واپس لاؤ (جب وہ آئے تو ان سے) کہا میں نے یہ بات ابھی جو کہی تو اس سے تمہارے دین کی مضبوطی کا امتحان لینا تھا۔ وہ مجھے معلوم ہو گئی۔ تب لوگوں نے اسے سجدہ کیا اور اس سے خوش ہو گئے۔ ہرقل کی آخرت حالت یہی رہی۔

(صحیح بخاری بدء الوحی باب کیف کان بدء الوحی.....8'2941)

(72)

عامل بننے کا حال کیسا رہا؟

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مقداد رضی اللہ عنہ بن اسود کو خرمد پہاڑ پر عامل (گورنر) بنا دیا۔ جب وہ واپس تشریف لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا عامل بننے کا کیسا حال رہا؟

عرض کیا میں نے لوگوں کو دیکھا کہ وہ مجھ کو چڑھاتے ہیں، بڑھاتے ہیں یہاں تک کہ مجھے گمان ہو گیا کہ میں وہ مقداد نہیں رہ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایسی ہی چیز ہے۔ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں کبھی بھی کسی کام پر عامل (گورنر) نہ بنوں گا۔ پھر جب لوگ ان سے کہتے ہیں: آگے بڑھیے اور ہم کو نماز پڑھا دیجئے یہ انکار کر دیتے تھے۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ایک سریہ پر امیر بنا کر روانہ کیا (غالباً یہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ ہی تھے) جب وہ واپس آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا امارت کو کیسا پایا؟ انہوں نے کہا: میں قوم کا بعض تھا، جب میں کسی طرف متوجہ ہوتا تو قوم متوجہ ہوتی اور جب میں ٹھہرتا تو وہ بھی ٹھہرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک بادشاہ عتاب کے دروازے پر ہے مگر جس کو اللہ تعالیٰ بچائے۔ یہ سن کر اس شخص نے کہا اللہ کی قسم! نہ تو میں آپ کا عامل (گورنر) بنوں گا اور نہ کبھی آپ کے غیر کا۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے کہ آپ کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ رافع کہتے ہیں میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ایک سفر میں تھا۔ میں نے جدائی کے وقت

ان سے کہا مجھے نصیحت کریں۔ انہوں نے فرمایا نمازوں کو وقت پر ادا کرو' زکوۃ خوش دلی سے دو' رمضان کے روزے رکھو' حج کرو' ہجرت اور جہاد بہت اچھی چیز ہے لیکن تم کسی پر امیر نہ بننا' امیر سے حساب و کتاب سخت ہوگا اور اس پر سخت عذاب ہوگا اور جو امیر نہ ہوگا اس کا حساب آسانی سے ہوگا۔

(رواہ البزار وابن المبارک فی الزہد' وکذا فی حیاۃ الصحابۃ' ج 2' صفحہ 60)۔

(73)

بلاضرورت بھیک مانگنا

بلاضرورت محض اپنا مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگنا حرام وگناہ ہے اور حدیثوں میں بکثرت اس کی ممانعت آئی ہے۔ چند حدیثیں یہاں تحریر کی جاتی ہیں۔

1۔ حضرت قبیصہ بن مخارق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: اے قبیصہ! مال کا سوال کرنا اور بھیک مانگنا تین شخصوں کے علاوہ کسی کے لئے درست وحلال نہیں۔ ایک تو وہ شخص کہ اس نے کسی کی ضمانت لی ہو اور اس کے پاس مال نہ ہو تو اس کے لئے حلال ہے کہ وہ بھیک مانگ کر اپنی ضمانت کی رقم ادا کرے۔ دوسرے وہ کہ کسی آفت نے اس کے مال کو ہلاک کر دیا تو اس کے لئے حلال ہے کہ وہ اپنے سامان زندگی کو درست کرنے کے لئے بقدر ضرورت بھیک مانگ سکتا ہے۔ تیسرے وہ شخص جو فاقہ میں مبتلا ہو گیا ہو یہاں تک کہ تین آدمی جو عقلمند ہوں اس کی قوم میں سے اٹھ کر یہ کہہ دیں کہ یقیناً یہ شخص واقعی فاقہ کشی میں مبتلا ہو گیا ہے تو یہ شخص زندگی کے گزارہ بھر بقدر حاجت بھیک مانگ سکتا ہے۔ ان تین شخصوں کے علاوہ جو بھیک مانگے اور دوسروں سے مال کا سوال کرے تو اے قبیصہ! وہ مال حرام ہے جس کو وہ کھا رہا ہے۔ (مشکوۃ ج 1، ص 162، بحوالہ مسلم)

2۔ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنا مال بڑھانے کے لئے بھیک مانگتا ہے وہ جہنم کا انگارہ مانگ رہا ہے تو اس کو کم مانگے یا زیادہ یہ اس کو سمجھ لینا چاہیے۔ (مشکوۃ ج 1، ص 162، بحوالہ مسلم)

3۔ حدیث: حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے کہا:

میں نے ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مال مانگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال عطا فرمادیا پھر میں نے دوبارہ مانگا تو پھر بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مال دے دیا اور مجھ سے یہ فرمایا: اے حکیم! یہ مال سبز اور میٹھا ہے یعنی بہت مرغوب و پسندیدہ چیز ہے تو جو آدمی اس کو اپنے نفس کی سخاوت کے ساتھ لے گا اس مال میں برکت ہوگی اور جو نفس کی لالچ کے ساتھ اس کو لے گا اس میں برکت نہ ہوگی اور اس کی مثال یہ ہوگی کہ کوئی کھاتا رہے اور آسودہ نہ ہو اور اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والے) سے بہتر ہے۔ حضرت حکیم رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ سن کر میں نے کہہ دیا کہ یارسول اللہ! میں اس ذات کی قسم کھاتا ہوں جس نے آپ کو نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں آپ کے بعد کسی سے زندگی بھر کچھ نہیں مانگوں گا۔ (مشکوٰۃ ج 1 ص 162 بحوالہ بخاری ومسلم)

4- حدیث: حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو سوال کرنے (بھیک مانگنے) سے بچے گا اللہ تعالیٰ اس کو بچائے گا اور جو مالداری ظاہر کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو مالدار بنادے گا اور جو صابر بنے گا اللہ تعالیٰ اس کو صابر بنادے گا اور صبر سے بہتر اور وسیع عطیہ کوئی نہیں ہے جو کسی کو دیا گیا ہو۔

(مشکوٰۃ ج 1 ص 163 بحوالہ بخاری ومسلم)

رسول اللہ سے کیا ہوا وعدہ نبھادیا

5- حدیث: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون ہے جو اس بات کا ضامن ہو جائے کہ میں کسی سے کچھ نہیں مانگوں گا تو میں اس کے لئے جنت دلانے کا ضامن ہوں؟ یہ سن کر حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے کہا: میں یارسول اللہ! اس بات کی ضمانت لیتا ہوں تو حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کا یہ حال تھا کہ وہ کبھی کسی سے کوئی چیز نہیں مانگتے تھے۔ (مشکوٰۃ ج 1 ص 163 بحوالہ ابوداؤد وغیرہ)

6- حدیث: حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے راوی ہیں کہ تم میں کوئی اپنی رسی لے کر جائے اور لکڑیوں کا ایک گٹھر اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور اس کو بیچ کر اپنی ذات کا گزارا کرے یہ اس بات سے اچھا ہے کہ وہ لوگوں سے بھیک

مانگے کہ کوئی اس کو دے گا اور کوئی منع کر دے گا۔ (مشکوٰۃ' ج 1' ص 162' بحوالہ بخاری)

7- حدیث: حضرت سہل بن الحنظلیہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ جس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ سوال سے مستغنی ہو اور پھر اس کے باوجود بھیک مانگے تو وہ جہنم کی بہت زیادہ آگ مانگ رہا ہے۔

(مشکوٰۃ' ج 1' ص 163' بحوالہ ابوداؤد)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بلا ضرورت لوگوں سے مال کا سوال کرنا اور بھیک مانگنا حرام و گناہ ہے۔ اس زمانے میں کچھ لوگوں نے بھیک مانگنے کو اپنا پیشہ اور کمائی کا ذریعہ بنا لیا ہے حالانکہ وہ لوگ مستغنی اور غنی ہیں۔ ان لوگوں کو مذکورہ بالا فرامین نبوت سے عبرت و نصیحت حاصل کرنی چاہیے کہ وہ لوگ بھیک مانگ مانگ کر دولت نہیں جمع کر رہے ہیں بلکہ جہنم کے انگارے جمع کر رہے ہیں۔ (ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم)

(74)

حضرت ابوالعالیہ علیہ الرحمۃ

آپ کا اسم مبارک رفیع بن مہران ہے۔ آزاد شدہ غلام تھے مگر بہت ہی بلند مرتبہ بصری تابعی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دیدار سے مشرف ہوئے اور حضرت عمرو ابی بن کعب وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حدیث میں شاگرد ہیں۔ تین مرتبہ پورا قرآن مجید آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنایا۔

آپ کی درسگاہِ حدیث سے سینکڑوں محدثین نے فیض حاصل کیا اور آپ کے شاگرد خاص عاصم احول تو محدثین کی صفوں میں ایسے نظر آتے ہیں جیسے تسبیح کے دانوں میں امام۔

آپ بہت ہی گوشہ نشین اور تنہائی پسند تھے اور زہد و تقویٰ اور عبادت وریاضت میں بھی بہت ہی ممتاز و مشہور تھے۔ نمازوں میں آپ کا خضوع وخشوع ضرب المثل ہے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے: جس شخص کو نماز میں خشوع وخضوع قلب حاصل نہیں ہوتا پھر بھلا اس کو کب اور کہاں خشوع حاصل ہوگا؟ عبادت میں بھی آپ کے ذوق واستقامت کو کرامت کے سوا کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ سفر اور وطن میں کبھی آپ کی نماز تہجد فوت نہیں ہوئی۔ آپ کا قول ہے: میرے نزدیک ایک مسلمان کا سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ وہ عالم و حافظ قرآن ہو کر رات بھر سوتا رہے اور نماز تہجد میں قرآن نہ پڑھے۔

اتباع شریعت کا یہ عالم تھا کہ اس حدیث پر کہ داہنے ہاتھ سے شرمگاہ کو نہیں چھونا چاہیے۔ اس طرح عمل کیا کہ پچاس برس تک کبھی دایاں ہاتھ شرم گاہ پر نہیں لگایا۔

اس پیکر علم وعمل نے 90ھ میں وصال فرمایا۔ (اکمال وطبقات شعرانی)

(75)

یکے از مردانِ غیب

ایک بزرگ ابوالجوال مغربی کا بیان ہے کہ وہ ایک صالح انسان کے ساتھ بیت المقدس میں بیٹھے تھے اتنے میں قریب سے ایک نوجوان آ نکلا۔ اس کے پیچھے شریر بچوں کی ٹولیاں تھیں جو اسے کنکریاں اور ڈھیلے مار رہے تھے اور شور مچا رہے تھے کہ یہ پاگل ہے۔ نوجوان مسجد میں چلا آیا اور پکارا ''یا اللہ! مجھے اس دار فانی سے راحت دے۔'' ابوالجوال یہ سن کر اس کے پاس گئے اور اس سے کہا: ''یہ بات تو تو نے دانش مندی کی کہی یہ کہاں سے سیکھی؟''

نوجوان: جو انسان خالص اللہ تعالیٰ کے لئے خدمت وعبادت کرتا ہے تو اللہ اسے حکمت کی نایاب باتیں سکھا دیتا ہے اور اسباب عصمت سے اس کی حمایت فرماتا ہے۔ یہ نہ سمجھو کہ مجھے جنون ہے بلکہ مجھے اضطراب وخوف ہے اس کے بعد اس نے درد وشوق میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھے۔

ابوالجوال: تم نے تو نہایت عمدہ اشعار پڑھے، بڑے غلط اندیش ہیں وہ لوگ جو تمہیں پاگل کہتے ہیں۔ ابوالجوال کی یہ بات سن کر وہ آبدیدہ ہو گیا اور بولا۔

نوجوان: آپ جانتے ہیں کہ اہل طریقت مرتبہ وصل کو کس طرح پہنچے؟ ابوالجوال: بتائیے۔

نوجوان: ان حضرات نے اپنے اخلاق کو ساری نجاستوں سے پاک کر کے مختصر روزی پر قناعت کی اور حب اللہ سے سرشار ہو کر آفاق عالم میں سرگرداں رہے۔ پھر سچائی کی ازار اور خوف خدا کی ردا سے نوازے گئے اور اس عالم فانی کو عالم باقی کے بدلے

فروخت کر دیا اور ہمت و عزم کو مضبوط پکڑا پھر ان کی یہ کیفیت ہوئی کہ پہاڑوں کی چیونٹیوں پر اور بیابانوں میں عمر بسر کی۔ خلق خدا سے چھپ گئے۔ ان کی یہ شان ہے کہ اگر وہ موجود بھی ہوں تو انہیں کوئی پہچان نہ سکے اور غالب ہوں تو ان کی کسی کو تلاش نہ ہو مر جائیں تو کوئی جنازے پر نہ آئے۔ ابوالجوال کہتے ہیں: یہ عرفانی بیان سن کر میں دنیا کو فراموش کر بیٹھا اور وہ نوجوان چلا گیا۔ (روض الریاحین)

(76)

لعاب دہن کی برکت

خندق کی کھدائی کے دوران کوئی بھاری پتھر آڑے آجاتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سالار اعظم صلی اللہ علیہ وسلم سے مدد کی درخواست کرتے۔ آپ نے بھوک کی شدت کے باعث پیٹ پر پتھر باندھے ہوئے تھے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حالت گرسنگی میں اپنی کدال کی ضرب کاری سے فولاد جیسی چٹان توڑ کر رکھ دیتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بھوک دیکھی تو تڑپ اٹھے۔ سیدھے گھر تشریف لے گئے۔ بیوی سے کہا کیا گھر میں کوئی کھانے کی چیز ہے؟ اس نے کہا: بکری کا ایک سال سے بھی کم عمر کا بچہ اور ایک صاع (چار کلو) جو ہیں۔ انہوں نے فوراً بکری کا بچہ ذبح کیا۔ ادھر بیوی نے جو پیس کر آٹا گوندھا۔

اب حضرت جابر رضی اللہ عنہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چپکے چپکے عرض کیا: بنفس نفیس آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دو ساتھی کھانے کے لئے تشریف لے چلیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی جابر رضی اللہ عنہ کی بات سنی تو اہل خندق سے مخاطب ہو کر اعلان فرمایا یَـــا أَیُّهَـــا النَّاسُ إِنَّ جَابِرًا صَنَعَ لَكُمْ طَعَامًا فَحَيَّهَلًا بِكُمْ۔ ''لوگو جابر نے تمہاری دعوت کی ہے۔ آؤ آؤ ہم سب کھانے کے لیے چلیں۔''

صحابہ کرام سینکڑوں کی تعداد میں تھے۔ مسلسل کئی دنوں کے بھوکے مہاجر اور انصار ذوق جہاد کی سرشاری میں خندق کھود رہے تھے۔ انہوں نے دعوت کا سنا تو فوراً جابر رضی اللہ عنہ کے گھر کی طرف چل پڑے۔ ان کے آگے ان کے امام، مربی اور محسن تھے اور اپنی

شدید بھوک کے باوجود دوسروں کے لئے ایثار کرنے والے جابر رضی اللہ عنہ کے گھر جا رہے تھے۔

حضرت جابر کے گھر دعوت

جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وقت مجھے بڑی سخت شرم آ رہی تھی۔ میں رہ رہ کر سوچ رہا تھا کہ کھانا تو محض چند افراد کے لائق ہے اور ادھر سینکڑوں حضرات میرے گھر کی طرف چلے آ رہے ہیں۔ اب میں اتنی کثیر تعداد کے مہمانوں کا انتظام کس طرح کر سکوں گا۔ میں اسی پریشانی میں جلدی جلدی گھر پہنچا۔ بیوی کو سارا ماجرا سنایا۔ وہ نہایت ذہین اور سمجھ دار خاتون تھی۔ کہنے لگی ہمیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو دعوت دی ہے۔ آپ نے تو ان ہی سے کہا تھا نا!۔ اب وہ جانیں اور ان کا کام۔ ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پہلے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جابر رضی اللہ عنہ کے گھر پہنچ گئے۔ دریافت فرمایا جابر وہ گوشت کہاں ہے؟ عرض کیا وہ ہنڈیا میں رکھا ہے۔ پھر ارشاد ہوا آٹا کہاں ہے؟ عرض کیا یہ رہا اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ اب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے۔ بسم اللہ پڑھ کر اپنا مبارک لعاب دہن ہانڈی میں ڈال دیا۔ اوپر سے ڈھکنے پر آٹا لگایا اور تاکید فرمائی کہ ڈھکنا نہ اٹھانا۔ پھر فرمایا آٹے کو کپڑے سے ڈھانپ دو اور روٹیاں پکاتے چلے جاؤ۔ بعد ازاں مجھے حکم دیا:

بے شک آپ اللہ کے رسول ہیں

جابر! دس دس کی تعداد میں اپنے ساتھیوں کو کھانے کے لئے بلاتے جاؤ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دس دس کی تعداد میں داخل ہوتے' سیر ہو کر کھانا کھاتے پھر دوسروں کے لئے جگہ خالی کر کے واپس چلے جاتے۔ ادھر ضیافت فرمانے والے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح باری باری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بٹھاتے اور کھانا کھلاتے رہے۔ اس طرح تمام انصار و مہاجرین کھانا کھا کر فارغ ہو گئے مگر ہنڈیا کے اندر گوشت بدستور

اسی طرح موجود تھا۔ کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ آٹا بھی اسی طرح برقرار تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا۔ اللہ کی طرف سے خاص مدد تھی اور اپنے مومنین پر خاص رحمت تھی۔ آخر میں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جابر! اب اپنے اہل وعیال کے ساتھ مل کر کھانا کھالو اور پڑوسیوں کو بھی بھیجو۔ وہ کہتے ہیں: میں قریب ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے تاباں کی طرف دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے اور فرما رہے تھے اَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ میں اللہ کا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔“ ادھر میں بھی سرشار ہو کر پکار اٹھا: وَاَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ”میں بھی گواہی دیتا ہوں کہ بے شک آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔“

جابر کہتے ہیں پھر ہم نے اپنے ہمسایوں کو بھی گوشت اور روٹیاں بھجوائیں۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ ہمارے ہمسایوں نے بھی اس رات خوب گوشت خوری کی اور روٹی کے مزے لیے۔

(صحیح البخاری، حدیث 4101، ورحمۃ للعالمین لعائض القرنی، ص 196، 198)

(77)
غیرت مند ہاتھی

بادشاہ بہادر شاہ ظفر خاندان مغلیہ کے آخری بادشاہ تھے۔ ان کی عمر کا آخری حصہ بڑا دردناک رہا۔ انگریزوں نے انہیں گرفتار کیا۔ ان کے سامنے ان کے عزیز قتل کیے گئے۔ انہیں قید و بند کی تاریکیوں اور صعوبتوں میں پھینک ڈالا۔ وہ اردو کے اچھے شاعر بھی تھے۔ انہوں نے قید و بند کے عرصہ میں بڑی دردناک غزلیں کہی ہیں۔ ان کے دکھ بھرے اشعار کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ سنا ہے یہ اشعار ان کی لوح تربت پر بھی ثبت ہیں۔

میرا رنگ و روپ بگڑ گیا میرا یار مجھ سے بچھڑ گیا
جو چمن خزاں سے اجڑ گیا میں اسی کی فصل بہار ہوں
میری فاتحہ کے لئے کوئی آئے کیوں' کوئی چار پھول چڑھائے کیوں
کوئی آ کے شمع جلائے کیوں' میں وہ بے کسی کا مزار ہوں

ان کے داروغہ ماہی مراتب ظہیر دہلوی نے اپنی آپ بیتی ''داستان غدر'' کے نام سے لکھی ہے۔ اس میں انہوں نے بہادر شاہ ظفر کے مشہور ہاتھی ''مولا بخش'' کا یہ حیرت انگیز واقعہ لکھا ہے کہ:

مولا بخش ایک قدیم معمر ہاتھی تھا۔ اس نے کئی بادشاہوں کو سواری دی تھی۔ اس ہاتھی کی عادتیں بالکل انسان کی طرح تھیں۔ قد و قامت میں ایسا بلند و بالا ہاتھی ہندوستان کی سرزمین میں نہ تھا اور نہ اب ہے۔ یہ ہاتھی بیٹھا ہوا ہاتھیوں کے قد کے برابر ہوتا تھا۔ خوب صورتی میں اپنا جواب نہ رکھتا تھا۔ کسی آدمی کو سوائے ایک خدمتی کے پاس نہ آنے دیتا تھا۔ جس دن بادشاہ کی سواری ہوتی تھی اس سے ایک دن پیشتر شاہی چوب دار جا کر

حکم سنا دیتا تھا کہ "میاں مولا بخش! کل تمہاری نوکری ہے' ہوشیار ہو جاؤ' نہا دھو کر تیار رہو۔" جس وقت بادشاہ نقار خانے کے دروازے سے برآمد ہوتے' چیخ مار کر تین سلام کیے اور خود ہی بیٹھ گیا۔ جس وقت تک بادشاہ سوار نہ ہولیں اور خواص نہ بیٹھ جائیں کیا مجال کہ جنبش کر جائے۔ جب بادشاہ سوار ہو لئے اور فوج دار نے اشارہ کیا' فوراً کھڑا ہو گیا۔ مختصر یہ کہ جب سواری سے فرصت پائی پھر ویسا ہی مست نہ ہے جیسا تھا۔

ہاتھی بات سمجھ گیا اور گر کر مر گیا

یہ کمال اس ہاتھی کو حاصل تھا۔ جب فیل خانہ شاہی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا تو مولا بخش نے دانہ پانی چھوڑ دیا۔ فیل بان نے جا کر سانڈرس صاحب کو اطلاع دی کہ ہاتھی نے کھانا پینا چھوڑ دیا ہے۔ سانڈرس صاحب کو یقین نہ آیا۔ فیل بان کو گالیاں دیں اور کہا: ہم چل کر خود کھلوائیں گے۔ وہ پانچ روپے کے لڈو اور کچھ کچوریاں ہمراہ لے کر ہاتھی کے تھان پر پہنچے اور شیرینی کا ٹوکرا ہاتھی کے آگے رکھ دیا۔ ہاتھی نے جھلا کر ٹوکرے کو اس طرح کھینچ مارا کہ اگر کسی آدمی کے لگتا تو کام تمام ہو جاتا۔ ٹوکرا دور جا گرا اور تمام شیرینی بکھر گئی۔ سانڈرس بولے "ہاتھی باغی ہے' اسے نیلام کر دو۔" چنانچہ اسی روز صدر بازار میں لا کر کھڑا کیا گیا اور نیلامی کی بولی بولی۔ کوئی خریدار نہ ہوا۔ ایک پنساری نے ڈھائی سو روپے کی بولی دی۔ اسی بول پر صاحب نے نیلام ختم کر دیا۔ فیل بان نے ہاتھی سے کہا

"لے بھائی! تمام عمر تو نے بادشاہوں کی نوکری کی' اب تقدیر پھوٹ گئی کہ ہلدی کی گرہ بیچنے والے کے دروازے پر چلنا پڑا۔"

یہ سنتے ہی ہاتھی کھڑے قد سے زمین پر گر پڑا اور جان بحق ہو گیا۔

(کتابیں ہیں چمن اپنا' ص 162' 164)

(78)

اڑنے والی دیگ

حضرت سیدنا بکر بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: گزشتہ لوگوں میں ایک بادشاہ تھا جو بہت زیادہ سرکش تھا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں حد سے گزرا ہوا تھا۔ اس دور کے مسلمانوں نے اس ظالم و سرکش بادشاہ سے جہاد کیا اور اسے زندہ گرفتار کرلیا۔ اب اس کو قتل کرنے کے لئے مختلف قسم کی سزائیں تجویز کی جانے لگیں۔ بالآخر یہ طے پایا کہ اسے ایک تانبے کی بڑی دیگ میں کسی اونچی جگہ پر رکھا جائے اور اس کے نیچے آگ جلادی جائے تاکہ یہ یکدم مرنے کی بجائے تڑپ تڑپ کر مرے اور اس ظالم کو اس کے ظلم کی پوری پوری سزا ملے۔

چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور اسے تانبے کی دیگ میں رکھ کر نیچے آگ جلادی۔ وہ بادشاہ بہت گھبرایا اور اپنے جھوٹے خداؤں کو باری باری پکارنا شروع کر دیا اور کہنے لگا ''اے میرے معبودو! میں ہمیشہ تمہاری عبادت کرتا رہا، تمہیں سجدے کرتا رہا، اب مجھے اس دردناک عذاب سے بچاؤ'' اسی طرح باری باری اس نے تمام جھوٹے خداؤں کو پکارا لیکن اس کا پکارنا رائیگاں گیا کیونکہ وہ تو خود اپنی حفاظت کے محتاج تھے اور اس کی کیا حفاظت کرتے۔ بالآخر وہ اپنے جھوٹے خداؤں سے مایوس ہو گیا اور اس نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور خالق حقیقی کی طرف دل سے متوجہ ہوا اور ''لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کی صدائیں بلند کرنے لگا اور گڑگڑا کر سچے دل سے اللہ تعالیٰ کو پکارنے لگا۔

پھر بھی اللہ نے بچالیا

اللہ رب العزت کی بارگاہ میں اس کی یہ مخلصانہ گریہ وزاری مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ

نے ایسی بارش برسائی کہ ساری آگ بجھ گئی۔ پھر تیز ہوا چلی اور اسے دیگ سمیت اڑا کر لے گئی۔ اب وہ ہوا میں اڑنے لگا اور یہ صدا بلند کرتا رہا "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" پھر اللہ تعالیٰ نے اسے دیگ سمیت ایسی قوم میں اتارا جو مسلمان نہ تھی بلکہ ساری قوم ہی کافر تھی۔ جب لوگوں نے دیکھا کہ دیگ میں ایک شخص ہے اور وہ کلمہ طیبہ "لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ" پڑھ رہا ہے تو سب لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے اور کہنے لگے "تیری ہلاکت ہو! یہ تو کیا کہہ رہا ہے۔"

بادشاہ نے کہا: "میں فلاں ملک کا بادشاہ ہوں اور میرے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا ہے۔" جب لوگوں نے بادشاہ کا قصہ سنا تو سب کے سب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور معبود حقیقی کی عبادت کرنا شروع کر دی۔ (عیون الحکایات)

(79)

حضرت سلیمان علیہ السلام کا خط

کہا جاتا ہے کہ ہدہد حضرت سلیمان علیہ السلام کی فوج کا مہندس (انجینئر) تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لشکر کے ساتھ رہتا اور پڑاؤ کے وقت بتاتا تھا کہ پانی کہاں ہے؟ ایک دفعہ لشکر نے ایک مقام پر پڑاؤ کیا تو ہدہد کو غیر حاضر پایا۔ ہدہد کی غیر حاضری کو تھوڑی سی دیر گزری تھی کہ وہ آ گیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے نبی علیہ السلام! جس بات کی آپ کو خبر نہیں میں ایسی ایک نئی خبر لے کر آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں۔ میں سبا سے آ رہا ہوں اور پختہ یقینی خبر لایا ہوں۔ ایک عورت ان کی بادشاہت کر رہی ہے۔ اس کا نام بلقیس بنت شراحیل ہے۔ یہ سب کی ملکہ ہے۔ (اس کے مشیر وزیر تین سو بارہ شخص ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کے ماتحت بارہ ہزار کی جمعیت ہے۔ اس کی زمین کا نام مارب ہے۔ یہ صنعا سے تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس کا اکثر حصہ مملکت یمن میں تھا۔ چھ سو عورتیں ہر وقت اس کی خدمت میں کمر بستہ رہتی تھیں۔ اس کا دیوان خاص جس میں یہ تخت تھے بہت بڑا محل تھا بلند و بالا کشادہ اور فراخ پختہ مضبوط اور صاف جس کے مشرقی حصہ میں تین سو ساٹھ طاق تھے اور اتنے ہی مغربی حصے میں۔ اسے اس صنعت سے بنایا تھا کہ ہر دن سورج ایک طاق سے نکلتا اور اسی کے مقابلہ کے مطابق سے غروب ہوتا۔ اہل دربار صبح و شام اس کو سجدہ کرتے۔ سب کے سب آفتاب پرست تھے۔ اللہ کا عابد ان میں ایک بھی نہ تھا)

ہدہد کی خبر کی تحقیق

ہدہد کی خبر سنتے ہی حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تحقیق شروع کر دی کہ اگر یہ سچا ہے تو قابل معافی اور اگر جھوٹا ہے تو قابل سزا ہے۔ اسی سے فرمایا: میرا یہ خط بلقیس کو

جو وہاں کی فرمانروا ہے دے آ۔ اس خط کو چونچ میں لے کر یا پر سے بندھوا کر ہد ہد اڑا۔ وہاں پہنچ کر بلقیس کے محل میں گیا۔ وہ اس وقت خلوت خانہ میں تھی۔ اس نے ایک طاق میں وہ خط اس کے سامنے رکھا اور ادب کے ساتھ ایک طرف ہو گیا۔ اسے سخت تعجب ہوا حیرت ہوئی اور ساتھ ہی کچھ خوف و دہشت بھی ہوئی۔ خط کو اٹھا کر مہر توڑ کر خط کھول کر پڑھا۔ اس کے مضمون سے واقف ہو کر اپنے امراء، وزراء، سردار اور رؤسا کو جمع کیا اور کہنے لگی کہ ایک باوقعت خط میرے سامنے ڈالا گیا ہے اس خط کا باوقعت ہونا اس پر اس سے بھی ظاہر ہو گیا تھا کہ ایک جانور اسے لاتا ہے۔ وہ ہوشیاری اور احتیاط سے پہنچاتا ہے۔ سامنے باادب رکھ کر ایک طرف ہو جاتا ہے تو جان گئی کہ یہ خط مکرم ہے اور کسی عزت شخص کا بھیجا ہوا ہے۔ پھر خط کا مضمون سب کو پڑھ کر سنایا۔

خط کا مضمون

یہ خط حضرت سلیمان کا ہے اور اس کے شروع میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ لکھا ہوا ہے۔ ساتھ ہی مسلمان ہونے اور تابع فرمان بننے کی دعوت ہے۔ اب سب نے پہچان لیا کہ یہ اللہ کے پیغمبر کا دعوت نامہ ہے اور ہم میں سے کسی میں ان کے مقابلے کی تاب و طاقت نہیں۔ پھر خط کی بلاغت اختصار اور وضاحت نے سب کو حیران کر دیا۔ یہ مختصر سی عبارت بہت سی باتوں سے کافی ہے۔ دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے۔ علماء کرام کا کہنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام سے پہلے کسی نے خط میں بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نہیں لکھی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نمل میں اس کا مفصل بیان کیا ہے چند آیات یہ ہیں:

قَالَ سَنَنْظُرُ اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ ۝ قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌ ۝ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ۝

(النمل 27: 27 تا 31)

"سلیمان نے کہا (اچھا) ہم دیکھیں گے تو نے سچ کہا ہے یا تو جھوٹا ہے۔ یہ میرا خط لے جا اور اسے ان کی طرف ڈال دے پھر ان کے پاس سے واپس آ اور دیکھ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ ملکہ نے کہا: دربار والو! میری طرف ایک نامہ گرامی ڈالا گیا ہے۔ وہ سلیمان کی طرف سے ہے اور مضمون یہ ہے کہ شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ (بعد اس کے یہ) کہ مجھ سے سرکشی نہ کرو اور مطیع و منقاد ہو کر میرے پاس چلے آؤ۔"

چونکہ ہدہد خیر کی طرف بلانے والا' ایک اللہ کی عبادت کا حکم دینے والا' اس کے غیر کے سجدے سے روکنے والا تھا اسی لئے اس کے قتل کی ممانعت کر دی گئی۔ مسند' ابوداؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار جانوروں کو مارنے سے فرمایا ہے' چیونٹی' شہد کی مکھی' ہدہد اور صرد یعنی لٹورا۔

(سنن ابی داؤد' الادب' باب فی قتل الذر' 5267 ابن ماجہ' 3224' احمد' 1/332' یہ حدیث صحیح ہے)

(80)

خرچ کر، رب العرش سے کمی کا خوف نہ کر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس کچھ نہیں ہے میں تجھے کیا دوں؟ لیکن تو میرے نام سے کوئی چیز خرید لے جب میرے پاس کچھ آئے گا تو میں اس کا قرض ادا کر دوں گا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اس آدمی کو دیا لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس چیز کا مکلف نہیں بنایا جس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں طاقت نہ ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی یہ بات اچھی نہ لگی۔ ایک انصاری نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ خرچ کیجئے اور عرش والے کی طرف سے تنگی کا خطرہ نہ کریں (یہ سن کر) حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور تبسم کے آثار اس انصاری کی بات سے آپ کے چہرۂ اقدس پر واضح نظر آتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے' مجھے اسی بات کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سوال کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیا۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا اس نے بھی سوال کیا۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وعدہ فرما لیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ سے سوال کیا گیا آپ نے دیا پھر آپ سے سوال کیا گیا پھر آپ نے دیا پھر آپ سے سوال کیا گیا آپ نے اس سے وعدہ فرما لیا۔ پھر آپ سے سوال کیا گیا آپ نے اس

سے بھی وعدہ فرمالیا۔ یہ بات آپ کو اچھی نہ لگی بری معلوم ہوئی۔ عبداللہ بن خذافہ سہمی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ خرچ کیجئے اور عرش والے کی طرف سے محتاجگی کا خطرہ نہ لائیے۔ یہی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اے بلال! خرچ کر رب ذوالعرش سے کمی کا خوف نہ کر۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں تین پرندوں کا ہدیہ آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خادمہ کو ایک عطا فرمایا۔ جب وہ دوسرے دن اس کو لے کر حاضر ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تجھے منع نہیں کیا تھا کہ کسی چیز کو کل کے لئے نہ رکھا کرو۔ اللہ تعالیٰ میرے پاس روزانہ رزق بھیجتا ہے۔

(رواہ الترمذی وابن جریر والبزار والطبرانی وابونعیم وابویعلی وکذافی حیاۃ الصحابہ ج2' صفحہ 163)

(81)

اگر نجات چاہتے ہو تو

مذہب اہل سنت و جماعت پر قائم رہیں جو سلف صالحین اور گزشتہ علماء حرمین شریفین کا مذہب ہے۔ سنیوں کے جتنے مخالف مذاہب ہیں سب سے جدا رہیں اور سب کو اپنا دینی دشمن اور مخالف جانیں۔ نہ ان کی باتوں کو سنیں نہ ان کی صحبت میں بیٹھیں۔ ان کی تقریروں اور تحریروں کو نہ سنیں نہ پڑھیں کیونکہ شیطان کو (معاذ اللہ) دل میں وسوسہ ڈالتے دیر نہیں لگتی۔ آدمی کو جہاں مال یا آبرو کے برباد ہونے کا اندیشہ ہو وہاں ہرگز کوئی عقل مند نہیں جا سکتا اور دین و ایمان تو مسلمان کی سب سے زیادہ عزیز چیز ہے لہٰذا اس کی محافظت میں حد سے زیادہ جدوجہد اور کوشش فرض ہے۔ مال اور دنیا کی عزت اور دنیا کی زندگی تو فقط دنیا ہی تک محدود ہیں اور دین و ایمان سے تو آخرت اور ہمیشگی کے گھر میں کام پڑنے والا ہے اس لئے جان و مال اور دنیاوی عزت سے بڑھ کر دین و ایمان کی حفاظت کا سامان کرنا بے حد ضروری ہے۔

نماز کا مسئلہ

نماز پنجگانہ کی پابندی نہایت ضروری ہے۔ مردوں کو مسجد و جماعت کا التزام بھی واجب ہے۔ بے نماز مسلمان گویا تصویر کا آدمی ہے کہ ظاہری صورت انسان کی ہے مگر انسان کا کام کچھ نہیں۔ یاد رکھو کہ بے نماز وہی نہیں ہے جو کبھی نہ پڑھے بلکہ جو ایک وقت کی بھی قصداً نماز چھوڑ دے وہ بے نماز ہے۔ کسی کی نوکری ملازمت خواہ تجارت وغیرہ کسی ملازمت کے سبب ایک وقت کی بھی نماز قضا کر دینی سخت ناشکری اور پرلے درجے کی نادانی اور وہ گناہ کبیرہ ہے جو جہنم میں لے جانے والا ہے۔ کوئی آقا یہاں تک کہ کافر کا

بھی اگر کوئی نوکر ہو تو وہ اپنے ملازم کو نماز سے باز نہیں رکھ سکتا اور اگر کوئی آقا اپنے نوکر کو نماز سے منع کرے تو ایسی نوکری ہی قطعاً حرام ہے اور نماز چھوڑ کر کوئی بھی رزق کا ذریعہ روزی میں برکت نہیں لا سکتا۔ یاد رکھو کہ رزق اور روزق دینا اسی کا کام ہے جس نے نماز فرض کی ہے لہٰذا اس رزاق مطلق پر توکل اور بھروسہ کرتے ہوئے ہمیشہ رزق و روزی کا ذریعہ ایسی ہی نوکری اور ملازمت کو بنانا لازم ہے کہ جس میں خدا کے فرائض کو چھوڑنا نہ پڑے ورنہ سخت غضب الٰہی میں مبتلا ہوگا۔

☆...... جتنی نمازیں قضا ہوگئی ہیں سب کا ایسا حساب لگائیں کہ تخمینے میں باقی نہ رہ جائیں اور ان سب کو بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کریں اور اس میں ہرگز ہرگز کاہلی نہ کریں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں اور جب تک فرض ذمہ پر باقی ہوتا ہے کوئی نفل مقبول نہیں ہوتا۔

جب چند نمازیں قضا ہوئی ہیں مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو اس قضا کو پڑھتے وقت ہر باریوں نیت کریں کہ سب سے پہلی وہ فجر جو مجھ سے قضا ہوئی اس کی نیت کرتا ہوں۔ اسی طرح باقی نمازوں میں جو سب سے پہلی ہے اس کی نیت کریں۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کر کے سب نمازوں کو پوری کر لیں۔ یاد رکھو کہ قضا میں فقط فرضوں اور وتروں یعنی ہر دن اور ہر رات کی صرف بیس رکعت ادا کی جاتی ہیں۔ سنتوں اور نفلوں کو قضا میں پڑھنا ضروری نہیں ہے۔

روزے زکوٰۃ اور حج کی بات

جتنے بھی روزے قضا ہوئے ہوں دوسرا رمضان آنے سے پہلے ادا کر لئے جائیں کیونکہ موت کا وقت معلوم نہیں لہٰذا فرض کی ادائیگی میں ہرگز ہرگز تاخیر نہ کریں۔

☆...... جن لوگوں پر زکوٰۃ فرض ہے وہ اپنے مالوں کی زکوٰۃ بھی ضرور ادا کرتے رہیں اور جتنے برسوں کی زکوٰۃ نہ دی ہو فوراً حساب کر کے ان سب کو ادا کریں۔ ہر سال کی زکوٰۃ سال پورا ہونے سے پہلے ہی دے دیا کریں۔ سال پورا ہونے کے بعد زکوٰۃ ادا کرنے میں دیر لگانا گناہ ہے۔

اور بہتر طریقہ یہ ہے کہ شروع سال ہی سے رفتہ رفتہ زکوٰۃ دیتے رہیں اور سال پورا ہونے پر حساب کریں اگر پوری ادا ہو گئی ہو تو بہتر ہے ورنہ جتنی باقی ہو فوراً دے دیں اور اگر کچھ زیادہ رقم نکل گئی ہو تو اس کو آئندہ مجرا کر لیں۔

☆...... صاحب استطاعت پر حج بھی فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فرضیت بیان کر کے فرمایا: وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ یعنی جو کفر کرے تو اللہ سارے جہاں سے بے پروا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تارک حج کے بارے میں فرمایا ہے: چاہے یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر (والعیاذ باللہ تعالیٰ)

(راہنمایانِ اہل سنت کی ہدایات)

(82)

حضرت ابو عثمان نہدی علیہ الرحمۃ

آپ کا نام عبدالرحمٰن بن مل ہے۔ آپ کے بزرگوں میں ایک شخص نہد بن لیث تھے۔ ان کی طرف نسبت کر کے آپ نہدی کہلاتے ہیں۔ کبار تابعین میں سے ہیں۔ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے ہی سے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے مگر آپ کو دیدار نبوی نصیب نہیں ہوا۔

حدیث میں آپ حضرت عمرو بن عبداللہ بن مسعود ابو موسیٰ اشعری وغیرہ کبار صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد رشید ہیں اور قتادہ جیسے صاحب فضل و کمال محدث آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔ امام احمد بن حنبل آپ کے بے حد مداح تھے۔ آپ کا اصلی وطن کوفہ تھا مگر جب اہل کوفہ نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کر دیا تو آپ کو کوفہ سے اتنی نفرت پیدا ہو گئی کہ آپ یہ کہہ کر کوفہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر بصرہ چلے آئے کہ میں اس شہر میں قدم رکھنا نہیں چاہتا جہاں کے لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیارے نواسے کو قتل کر دیا۔

ایک سو تیس برس کی عمر شریف ہوئی۔ ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں گزرے اور باقی عمر خدمت اسلام و تبلیغ دین اور علم حدیث کے درس و تدریس میں گزاری۔

اپنے دور کے بہت بڑے عابد و زاہد اور اپنے ہم عصروں میں تقویٰ و دیانت کے اعتبار سے کامل اور صاحب ولایت و باکرامت بزرگ تھے۔ علم و عمل کا یہ آفتاب 95ھ میں غروب ہو گیا جس نے عراق کی علمی دنیا میں اجالا تھا اور شہر بصرہ کو آپ کی آخری آرامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ (اکمال و نووی وغیرہ)

(83)

ایک متحیر نوجوان

ابن القصاب صوفی رحمۃ اللہ علیہ اپنے کچھ دوستوں کے ہمراہ پاگل خانے کی سیر کے لئے گئے۔ ان لوگوں نے وہاں ایک نوجوان کو دیکھا جو عالم تحیر میں گم تھا۔ یہ تمام لوگ اس کے احوال کی جستجو میں گم ہو گئے اور اس کے پیچھے پیچھے چلنے لگے۔ اس نے ان لوگوں کو اپنے تعاقب میں دیکھا تو کہنے لگا۔

نوجوان: لوگو! انہیں دیکھو یہ کیسے جبہ و دستار سے مزین' انواع و اقسام کے قیمتی کپڑوں سے آراستہ' جسم کو عطر سے بسائے ہوئے لوگ ہیں جو دین و دنیا کا سارا کام چھوڑ کر ایک معمولی شئے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اور علم سے بالکل دور ہیں۔ ان لوگوں نے اس کی یہ باتیں سنیں تو نوجوان سے کہا: تم صاحب علم ہو' اگر ہم کچھ پوچھیں تو قاعدے سے جواب دو گے؟

نوجوان: واللہ میں عمدہ جواب دوں گا' پوچھو تو سہی' سائلین: حقیقی سخی کون ہے؟

نوجوان: وہ جس نے تم جیسے لوگوں کو بھی روزی دی جب کہ تمہاری حیثیت ایک دن کے جو کے برابر بھی نہیں۔

سائلین: سب سے بڑا ناشکرا کون؟

نوجوان: سب سے بڑا ناشکرا وہ ہے جو کسی مصیبت سے چھٹکارا پا جائے پھر اسی طرح کسی اور کو دیکھ کر نہ عبرت حاصل کرے نہ شکر ادا کرے۔

سائلین: کچھ خصائل محمودہ سے ہمیں روشناس کیجئے؟

نوجوان: یہ وہی ہیں جن کے برخلاف تم جادہ پیا ہو۔

یہ کہہ کر نوجوان رو پڑا اور گویا ہوا ''اے میرے رب! اگر تو میری عقل نہیں لوٹاتا تو میرے ہاتھ ہی مجھے دے دے تاکہ میں ان سب کو ایک ایک چپت رسید کر سکوں۔'' یہ سن کر ابن القصاب اور ان کے ساتھی وہاں سے لوٹ آئے۔

(روض الریاحین)

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(84)

غزوۂ احزاب کا حال

غزوۂ احزاب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پورے جوش وخروش اور عزم وہمت
سے خندق کی کھدائی میں حصہ لیا۔ خندق تیار ہو گئی۔ عورتوں اور بچوں کو محفوظ جگہوں پر
پہنچایا گیا۔ ان کی حفاظت کا بندوبست کیا گیا۔ ادھر ابوسفیان اپنی فوجیں لے کر آ گیا۔ بنو
قریظہ کے یہودی بھی ان کے ساتھ شامل تھے اور غطفانی قبائل بھی اپنے خیمے نصب کر
رہے تھے۔ ابوسفیان نے دیکھا کہ سامنے خندق ہے۔ عرب اس ہتھیار سے ناواقف
تھے۔ اس نے دو تین مرتبہ خندق پار کرنے کی کوشش کی مگر ناکام رہا۔ خندق کے دوسری
جانب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی حفاظت پر مامور تھے تاکہ کوئی خندق پار نہ کر سکے۔
کئی تگ ودو کے بعد مشرکین کے بعض شہسوار عمرو بن عبدود، عکرمہ بن ابی جہل اور ضرار
بن خطاب وغیرہ خندق کو پار کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ عمرو بن عبدود نے دعوت
مبارزت دے دی۔ یہ پچاس سال کا تجربہ کار پہلوان تھا۔ اسے اپنی بہادری پر بڑا غرور
تھا۔ وہ بار بار چیلنج دے رہا تھا کہ کون ہے جو میرا مقابلہ کرے؟ ادھر اسلام کے شیر، اللہ کے
رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد اور داماد سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ اس کی
طرف لپکے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا۔ یہ پیدل تھے۔ عمر 27 سال ہے، اسے للکارا تو اس نے
کہا: تم کون ہو؟ جواب ملا: میں ہوں علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ۔ اس نے کہا: اچھا
کے شیخ یعنی ابوطالب کے بیٹے مگر تم تو ابھی نوجوان ہو میں تمہارا خون بہانا نہیں چاہتا
کسی اور کو بھیجو۔ جواب ملا: لٰکِنِّیْ وَاللّٰہِ لَا اَکْرَہُ اَنْ اُھَرِیْقَ دَمَکَ ”لیکن اللہ کی قسم!
مجھے تمہارا خون بہانے میں کوئی تردد نہیں۔“

مولیٰ علی اور ابن عبدوُدّ کا مقابلہ

یہ سنتے ہی وہ آگ بگولا ہو گیا۔ گھوڑے سے چھلانگ لگائی اور نیچے اتر آیا۔ گھوڑے کی کوچیں کاٹ دیں۔ پھر اس کے چہرے پر بھی مارا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دوبدو آ گیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم پر زرہ تھی۔ دونوں بڑے مانے ہوئے بہادر شمشیرزن تھے۔ معاً ایک دوسرے سے ٹکرا گئے۔ افق پر غبار چھا گیا۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کے نعرے لگائے' فضا گونج اٹھی۔ ادھر مشرکین نے ھبل کے نعرے بلند کئے۔ منظر گرد و غبار سے پوری طرح اٹ گیا۔ ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور اسلام کے اس عظیم شہسوار کی فتح کے لئے دعا فرما رہے ہیں۔ اے اللہ! یہ صرف تیری رضا کے لئے میدان میں نکلا ہے۔ یہ تیرے کلمہ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے جھنڈے کو اونچا کرنے کے لئے ابن عبدود کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اس کی مدد فرما۔ تھوڑی ہی دیر میں گرد و غبار چھٹ گیا۔ لوگوں نے دیکھا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مشاہدہ فرمایا: ابوالحسن علی بن ابی طالب' مشرک کے سینے پر بیٹھے اسے یوں ذبح کر رہے ہیں جیسے بکری ذبح کی جاتی ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ اکبر کہہ رہے ہیں اور اللہ سے التجا کر رہے ہیں کہ مدینہ منورہ کے اس محاصرے کو ختم فرما دے۔

باقی مشرکین مرعوب ہو کر بھاگ گئے اور خندق کے پار جا نکلے بلکہ عکرمہ بن ابی جہل تو بدحواسی میں اپنا نیزہ بھی چھوڑ گیا۔

امام ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں لکھا ہے کہ ابن عبدود کی لاش تڑپ کر خندق میں جا گری۔ ابن ہشام کے حوالے سے وہ بیان کرتے ہیں: مشرکین نے عمرو بن عبدود کی لاش لینے کے لئے دس ہزار دینار کی پیش کش کی لیکن اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جواباً فرمایا ہم مردہ فروش نہیں۔ ہم لاشوں کی قیمت نہیں کھاتے' یہ ہمارے لئے جائز نہیں۔ اس خبیث لاش کو بلا قیمت ہی لے جاؤ۔ (البدایہ والنہایہ "ملخصا" 4/170' 108)

(85)
چشم خطا پوش

ایک شخص نے فضل بن ربیع کے نام کا جعلی خط تحریر کیا جس میں اپنے لئے ایک ہزار دینار کا حکم جاری کر کے دستخط کئے گئے تھے۔ وہ شخص خط لے کر فضل بن ربیع کے خزانچی کے پاس پہنچا۔ اس نے خط پڑھ ڈالا مگر اسے کوئی شبہ نہ گزرا۔ وہ ایک ہزار دینار اس کے سپرد کرنے ہی لگا تھا کہ اس دوران فضل بن ربیع کسی کام سے خود وہاں آ پہنچا۔ خزانچی نے اس شخص کا تذکرہ اس کے سامنے کیا اور خط بھی دکھا دیا۔ فضل بن ربیع نے خط دیکھنے کے بعد ایک نظر اس شخص کے چہرے پر ڈالی تو اس کا چہرہ زرد پڑ گیا تھا اور خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ فضل بن ربیع سر جھکا کر کچھ دیر سوچنے کے بعد خزانچی سے مخاطب ہوا "تمہیں معلوم ہے میں اس وقت تمہارے پاس کیوں آیا ہوں"؟ خزانچی نے نفی میں گردن ہلا دی۔ فضل بن ربیع نے کہا: "میں تمہیں صرف یہ تاکید کرنے آیا ہوں کہ اس شخص کو تم فوراً ادا کر کے اس کی ضرورت پوری کرو۔" خزانچی نے فوراً ہزار دینار تھیلی میں ڈال کر اس شخص کے سپرد کر دیئے۔ وہ شخص ہکا بکا رہ گیا۔ گھبراہٹ کے عالم میں کبھی تو وہ فضل بن ربیع کے چہرے کو دیکھتا اور کبھی خزانچی کے۔ فضل بن ربیع قریب ہو کر اس سے مخاطب ہوا "گھبراؤ نہیں اور راضی خوشی گھر کا رخ کرو۔" اس شخص نے فرط جذبات سے فضل بن ربیع کے ہاتھ کا بوسہ لیا اور کہا: "آپ نے میری پردہ پوشی کی اور رسوا نہ کیا' روز قیامت اللہ آپ کی پردہ پوشی فرمائے اور رسوائی سے بچائے۔" یہ کہہ کر اس نے دینار لئے اور نکل آیا۔ (المستطرف ص 206)

(86)

عجیب بارش

حضرت سیّدنا قدامہ بن حماطہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیّدنا سہم بن منجاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ ہم حضرت سیّدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے لئے "دارین" کی طرف روانہ ہوئے آپ رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے راستے میں تین دعائیں کیں اور تینوں مقبول ہوئیں۔ راستے میں ایک جگہ پانی بالکل ختم ہوگیا۔ ہم نے ایک جگہ قافلہ روکا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کرنے کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوئے "اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے بندے ہیں، تیری راہ کے مسافر ہیں، ہم تیرے دشمنوں سے قتال کریں گے، اے ہمارے رحیم و کریم پروردگار! ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب فرما دے تاکہ ہم وضو کریں اور اپنی پیاس بجھائیں۔"

اس کے بعد قافلہ نے کوچ کیا۔ ابھی ہم نے تھوڑی سی مسافت طے کی تھی کہ گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور یکایک بارانِ رحمت ہونے لگی۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور پھر ہم وہاں سے آگے چل دیئے۔

حضرت سیّدنا سہم بن منجاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں اپنا برتن تو اسی جگہ بھول آیا ہوں جہاں بارش ہوئی تھی چنانچہ میں اپنے رفقاء کو بتا کر اس طرف چل دیا جہاں بارش ہوئی تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرانگی ہوئی کہ ابھی کچھ دیر پہلے جہاں شدید بارش کا سماں تھا اب وہاں بارش کے آثار تک نہ تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں کی زمین پر برسوں سے ایک قطرہ بھی نہیں برسا۔ بہر حال میں

اپنے برتن کو لے کر واپس قافلے میں شامل ہو گیا۔

سمندر نے راستہ دے دیا

جب ہم ''دارین'' پہنچے تو ہمارے اور دشمنوں کے درمیان ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ ہمارے پاس ایسا ساز و سامان نہ تھا کہ ہم سمندر پار کر سکیں۔ ہم بہت پریشان ہوئے اور معاملہ حضرت سیّدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے لگے یَا عَلِیُّ، یَا عَلِیْمُ، یَا حَلِیْمُ، یَا عَظِیْمُ ''اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے بندے ہیں اور تیری راہ کے مسافر ہیں، ہم تیرے دشمنوں سے قتال کریں گے، اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ان کی طرف کوئی راستہ بنا دے۔''

آپ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور ہمارے لئے سمندر میں راستے بن گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں لے کر سمندر میں اتر گئے اور ہم نے اس طرح سمندر پار کیا کہ ہمارے کپڑے بھی گیلے نہ ہوئے۔ جنگ کے بعد جب ہماری واپسی ہوئی تو راستے میں آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں درد ہونے لگا اور اسی درد کی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دینا چاہا لیکن پانی بالکل ختم ہو گیا تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو بغیر نہلائے کفن دیا گیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ایک جگہ ہمارے قافلے کو پانی میسر آیا تو ہم نے باہم مشورہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دے کر دوبارہ دفن کیا جائے چنانچہ ہم اس جگہ پہنچے جہاں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تھا لیکن وہاں آپ کی لاش موجود نہ تھی۔ خوب تلاش کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا لاشہ مبارک نہ ملا پھر ہمیں ایک شخص نے بتایا میں نے حضرت سیّدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو وصال سے پہلے یہ دعا کرتے سنا تھا یَا عَلِیُّ، یَا عَلِیْمُ، یَا حَلِیْمُ، یَا عَظِیْمُ ''اے ہمارے پروردگار! ہماری موت کو ان لوگوں پر پوشیدہ کر دینا اور میرے ستر کو کسی پر ظاہر نہ فرمانا۔''

جب ہم نے یہ سنا تو ہم واپس لوٹ آئے اور ہم سمجھ گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول

(86)

عجیب بارش

حضرت سیّدنا قدامہ بن حماطہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیّدنا سہم بن منجاب رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ ہم حضرت سیّدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کے ساتھ جنگ کے لئے ''دارین'' کی طرف روانہ ہوئے آپ رضی اللہ عنہ مستجاب الدعوات تھے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے راستے میں تین دعائیں کیں اور تینوں مقبول ہوئیں۔ راستے میں ایک جگہ پانی بالکل ختم ہوگیا۔ ہم نے ایک جگہ قافلہ روکا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کے لئے پانی منگوایا اور وضو کرنے کے بعد دو رکعتیں ادا فرمائیں پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور بارگاہِ خداوندی میں اس طرح عرض گزار ہوئے ''اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے بندے ہیں' تیری راہ کے مسافر ہیں' ہم تیرے دشمنوں سے قتال کریں گے' اے ہمارے رحیم و کریم پروردگار! ہمیں بارانِ رحمت سے سیراب فرما دے تاکہ ہم وضو کریں اور اپنی پیاس بجھائیں۔''

اس کے بعد قافلہ نے کوچ کیا۔ ابھی ہم نے تھوڑی سی مسافت طے کی تھی کہ گھنگھور گھٹائیں چھا گئیں اور یکا یک بارانِ رحمت ہونے لگی۔ سب نے اپنے اپنے برتن بھر لئے اور پھر ہم وہاں سے آگے چل دیئے۔

حضرت سیّدنا سہم بن منجاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تھوڑی دور چلنے کے بعد مجھے یاد آیا کہ میں اپنا برتن تو اسی جگہ بھول آیا ہوں جہاں بارش ہوئی تھی چنانچہ میں اپنے رفقاء کو بتا کر اس طرف چل دیا جہاں بارش ہوئی تھی۔ جب میں وہاں پہنچا تو یہ دیکھ کر مجھے بڑی حیرانگی ہوئی کہ ابھی کچھ دیر پہلے جہاں شدید بارش کا سماں تھا اب وہاں بارش کے آثار نہ تھے۔ ایسا لگتا تھا جیسے یہاں کی زمین پر برسوں سے ایک قطرہ بھی نہیں برسا۔ بہرحال میں

نے برتن کو لے کر واپس قافلے میں شامل ہو گیا۔

سمندر نے راستہ دے دیا

جب ہم "دارین" پہنچے تو ہمارے اور دشمنوں کے درمیان ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھا۔ ہمارے پاس ایسا سازوسامان نہ تھا کہ ہم سمندر پار کر سکیں۔ ہم بہت پریشان ہوئے اور معاملہ حضرت سیّدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور ان کلمات کے ساتھ دعا کرنے لگے **یَا عَلِیُّ، یَا عَلِیْمُ، یَا حَلِیْمُ، یَا عَظِیْمُ** "اے ہمارے پروردگار! ہم تیرے بندے ہیں اور تیری راہ کے مسافر ہیں، ہم تیرے دشمنوں سے قتال کریں گے، اے ہمارے پروردگار! ہمارے لئے ان کی طرف کوئی راستہ بنا دے۔"

آپ رضی اللہ عنہ کی دعا قبول ہوئی اور ہمارے لئے سمندر میں راستے بن گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ ہمیں لے کر سمندر میں اتر گئے اور ہم نے اس طرح سمندر پار کیا کہ ہمارے کپڑے بھی گیلے نہ ہوئے۔ جنگ کے بعد جب ہماری واپسی ہوئی تو راستے میں آپ رضی اللہ عنہ کے پیٹ میں درد ہونے لگا اور اسی درد کی حالت میں آپ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو گیا۔ ہم نے آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دینا چاہا لیکن پانی بالکل ختم ہو گیا تھا چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو بغیر نہلائے کفن دیا گیا۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کر دیا گیا۔

آپ رضی اللہ عنہ کی تدفین کے بعد ہم وہاں سے رخصت ہو گئے۔ ایک جگہ ہمارے قافلے کو پانی میسر آیا تو ہم نے باہم مشورہ کیا کہ آپ رضی اللہ عنہ کو غسل دے کر دوبارہ دفن کیا جائے چنانچہ ہم اس جگہ پہنچے جہاں آپ رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تھا لیکن وہاں آپ کی لاش موجود نہ تھی۔ خوب تلاش کیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کا لاشہ مبارک نہ مل سکا پھر ہمیں ایک شخص نے بتایا: میں نے حضرت سیّدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کو وصال سے پہلے یہ دعا کرتے سنا تھا **یَا عَلِیُّ، یَا عَلِیْمُ، یَا حَلِیْمُ، یَا عَظِیْمُ** "اے ہمارے پروردگار! ہماری موت کو ان لوگوں پر پوشیدہ کر دینا اور میرے ستر کو کسی پر ظاہر نہ فرمانا۔"

جب ہم نے یہ سنا تو ہم واپس لوٹ آئے اور ہم سمجھ گئے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی یہ دعا قبول

ہو چکی ہے اسی لئے آپ رضی اللہ عنہ کا جسم اطہر نہیں مل رہا۔

ایک عظیم دعا

حضرت سیدنا عمر بن ثابت بصری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: ایک مرتبہ بصرہ کے رہنے والے ایک شخص کے کان میں ایک کنکری چلی گئی۔ طبیبوں نے بہت علاج کیا مگر وہ نہ نکلی بلکہ مزید اندر چلی گئی اور دماغ تک جا پہنچی۔ اس شخص کا تکلیف کے مارے برا حال تھا۔ راتوں کی نیند اور دن کا آرام وسکون سب برباد ہو گیا پھر بصرہ میں حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے رفقاء میں سے ایک شخص آیا۔ یہ غم کا مارا اس کے پاس پہنچا اور اپنا درد بیان کیا۔

حضرت سیدنا حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے رفیق نے کہا: ''تیرا بھلا ہو! اگر تو چاہتا ہے کہ تیری تکلیف دور ہو جائے تو ان کلمات کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کر جن کے ذریعے حضرت سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ دعا کرتے تھے۔ انہوں نے صحراؤں اور سمندروں میں ان کلمات سے دعا کی تو ان کی دعا مقبول ہوئی۔ پس تو بھی انہیں کلمات کے ذریعے دعا کر۔'' وہ شخص عرض گزار ہوا: ''وہ کلمات کون سے ہیں؟'' اس نے بتایا: ''وہ کلمات یہ ہیں یا علی، یا علیم، یا حلیم، یا عظیم'' جیسے ہی اس شخص نے ان کلمات کے ساتھ دعا کی تو فوراً اس کے کان سے وہ کنکری نکلی اور دیوار سے جا لگی اور اس شخص کو سکون نصیب ہو گیا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''حضرت سیدنا علاء بن حضرمی رضی اللہ عنہ کا اصل نام ''عبداللہ بن عماد بن اکبر بن ربیعہ بن مالک بن عوف حضرمی'' تھا۔

آپ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا امیر بنا کر بھیجا۔ حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی آپ رضی اللہ عنہ بحرین کے امیر رہے اور حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بھی آپ رضی اللہ عنہ کو بحرین کا امیر برقرار رکھا۔ (عیون الحکایات)

(87)

اپنے ربّ کے نام سے پڑھیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتاتی ہیں چالیس سال کی عمر میں حراء میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرماتھے کہ آپ کے پاس فرشتہ آیا۔ جناب جبرائیل علیہ السلام نے آکر آپ سے کہا: اِقْرَاْ ”پڑھیے۔“

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَا اَنَا بِقَارِیٍ ”میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں۔“

اب اس نے مجھے دوسری بار پکڑا اور بھینچا حتیٰ کہ طاقت جواب دے گئی پھر اس نے مجھے چوڑ دیا لیکن پھر وہی بات: اقرا ”پڑھیے۔“

میں نے بھی وہی بات دہرادی: ما انا بقاری ”میں تو پڑھنے والا نہیں ہوں۔“

اب اس نے مجھے تیسری بار پکڑ کر بھینچا اور پھر چھوڑتے ہوئے کہا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَ رَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ (92، العلق 1 تا 3)

”اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیے اور آپ کا رب بڑا کریم ہے۔“

(بخاری، بدء الوحی، باب کیف کان بدء......3)

اللہ کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے

حضرت نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَ وَحْیِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝ وَیَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَ كُلَّمَا مَرَّ عَلَیْهِ مَلَاٌ مِّنْ

قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ؕ قَالَ اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَ يَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَ فَارَ التَّنُّوْرُ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَ اَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝ وَ قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَ مُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ هِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۟ وَ نَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَ كَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَ حَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝

(ہود 11: 37تا43)

"اور ایک کشتی ہمارے حکم سے ہمارے روبرو بناؤ اور جو لوگ ظالم ہیں ان کے بارے میں ہم سے کچھ نہ کہنا کیونکہ وہ ضرور غرق کر دیئے جائیں گے تو نوح نے کشتی بنانی شروع کر دی اور جب ان کی قوم کے سرداران کے پاس سے گزرتے تو ان سے مذاق کرتے وہ کہتے کہ اگر تم ہم سے مذاق کرتے ہو تو جس طرح تم ہم سے مذاق کرتے ہو اسی طرح (ایک وقت) ہم بھی تم سے مذاق کریں گے (بدلہ لیں گے) اور تمہیں جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے وہ کسے رسوا کرے گا اور کس پر ہمیشہ کا عذاب نازل ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور تنور جوش مارنے لگا تو ہم نے (نوح کو) حکم دیا کہ ہر قسم کے جانداروں میں سے جوڑا جوڑا (دو دو جانور ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) لے لو اور جس شخص کی نسبت حکم ہو چکا ہے (کہ ہلاک ہو جائے گا) اس کو چھوڑ کر اپنے گھر والوں کو اور جو ایمان لایا ہو اس کو کشتی میں سوار کر لو اور ان کے ساتھ بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے"

(نوح نے) کہا: اللہ کا نام لے کر (کہ اسی کے ہاتھ میں) اس کا چلنا اور ٹھہرنا (ہے) اس میں سوار ہو جاؤ بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے اور وہ ان کو لے کر (طوفان کی) لہروں میں چلنے لگی (لہریں کیا تھیں) گویا پہاڑ (تھے) اس وقت نوح نے اپنے بیٹے کو جو کہ (کشتی سے) الگ تھا پکارا کہ بیٹا ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ ہو اس نے کہا: میں (ابھی) پہاڑ سے جا لگوں گا وہ مجھے پانی سے بچا لے گا۔ انہوں نے کہا: آج اللہ کے عذاب سے بچانے والا کوئی نہیں ہے (اور نہ کوئی بچ سکتا ہے) مگر جس پر اللہ رحم کرے اتنے میں دونوں کے درمیان لہر حائل ہوئی اور وہ ڈوب کر رہ گیا۔"

حضرت نوح علیہ السلام جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا: آؤ اس میں سوار ہو جاؤ اور پھر پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا وَ مُرْسٰهَا ط اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھہراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے اس لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ پڑھ لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو خواہ جانور پر سوار ہونا ہو۔

(88)

مشرک کا تحفہ اور ہمارے پیارے نبی کا طریقہ

حضرت عروہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حکیم بن حزام یمن گئے اور ایک جوڑا (سوٹ) ذی یزن (جو حمیری بادشاہوں کا لباس تھا) کا خرید کر لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں (قبل اسلام) مدینہ حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیتا پیش کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس کر دیا اور فرمایا ہم مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتے چنانچہ حکیم بن حزام نے اس جوڑے کو بیچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جوڑے کو خرید کرنے کا حکم دیا۔ وہ جوڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خریدا گیا۔ آپ نے اسے زیب تن فرمایا پھر مسجد میں تشریف لے گئے۔

حکیم کہتے ہیں میں نے کبھی کسی کو ایسا حسین جیسا کہ آپ اس جوڑے میں نظر آ رہے تھے نہیں دیکھا۔ بالکل آپ ایسے معلوم ہو رہے تھے جیسے چودھویں کا چاند۔ جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حالت میں دیکھا تو میں اپنے آپ کا مالک نہ رہا اور بے ساختہ میری زبان سے نکلا:

حکیم بن حزام کے اشعار

ماتنظر الحکام بالحکم بعدما
بدا واضح ذوغرہ وحجول
اذا واضحوہ المسجدا ربی علیھم
بمتفرع ماء الذباب سجل

"حکم دینے والے اس کے بعد کیا حکم دیں گے جبکہ ایسا چمک دار ظاہر ہو جس کی پیشانی اور ہاتھ پیر بھی کچھ چمک رہے ہیں۔
جبکہ آپ غور سے دیکھیں آپ کی بزرگی اور شرافت لوگوں پر اور زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ (ایسا معلوم ہوتا ہے) جیسے صاف شفاف بہتا ہوا پانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ڈالا گیا ہے۔"

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے (تبسم فرمایا)

ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس سے خرید لیا تھا پھر کچھ عرصہ بعد آپ نے وہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔

(اخرجہ ابن جریر والحاکم کمافی الکنز ج 3' صفحہ 177 وکذافی حیاۃ الصحابہ' ج 2' صفحہ 275)

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

(89)

حضرت اسود بن یزید نخعی رحمۃ اللہ علیہ

ان کی کنیت ابوعمرو یا ابو عبدالرحمٰن ہے۔ یہ حضرت امام ابوحنیفہ کے دادا استاد حضرت ابراہیم نخعی کے ماموں ہیں۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں پیدا ہو چکے تھے لیکن شرف صحبت حاصل نہیں ہوا۔ نہایت جلیل القدر تابعی اور حضرت ابوبکر وعمر وعبداللہ بن مسعود و بی بی عائشہ رضی اللہ عنہم سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور امام احمد نے ان کو صاحب خیر اور یحییٰ بن معین و ابن سعد وغیرہ نے ثقہ وصالح الحدیث فرمایا اور ابراہیم نخعی نے ان کو عبداللہ بن مسعود کے ان شاگردوں میں شمار فرمایا جو صاحب فتویٰ تھے۔

عبادت وریاضت میں ان کا بہت ہی بلند و بالا مقام ہے۔ روزانہ سات سو رکعت نماز نفل پڑھتے تھے اور مسلسل روزے رکھتے تھے۔ یہاں تک کہ روزہ وعبادت کی کثرت اور شب بیداری کی مشقتوں کی وجہ سے ان کے بدن کا رنگ پہلے زرد پھر سبز ہو گیا تھا۔

کوفہ آپ کا وطن تھا اور اپنے وطن سے آپ نے چالیس حج اور چالیس عمرہ ادا کئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو کربلا میں شہید کر دیا تو آپ کو کوفہ سے اتنی نفرت ہو گئی کہ آپ یہ کہہ کر کوفہ سے اپنا گھر بار چھوڑ کر بصرہ چلے آئے کہ میں اس شہر میں قدم نہیں رکھنا چاہتا جہاں کے لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے کو قتل کر دیا۔

ایک سو تیس برس کی عمر شریف ہوئی۔ ساٹھ برس زمانہ جاہلیت میں گزرے اور باقی عمر خدمت اسلام وتبلیغ دین اور علم حدیث کے درس وتدریس میں گزاری۔

اپنے دور کے بہت بڑے عابد وزاہد اور اپنے ہم عصروں میں تقویٰ و دیانت کے اعتبار سے کامل اور صاحب ولایت و باکرامت بزرگ تھے۔ علم وعمل کا یہ آفتاب 95ھ میں غروب ہو گیا جس سے عراق کی علمی دنیا میں اجالا تھا اور شہر بصرہ کو آپ کی آخری آرامگاہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ (اکمال ونووی وغیرہ)

(90)

رفیق جنت

حضرت شیخ عبدالواحد رحمۃ اللہ علیہ نے تین شب متواتر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی کہ مولا پاک مجھے اس شخص کا دیدار کرا دے جو میرا رفیق جنت ہوگا۔ جواب ملا ''میمونہ سوداء تیری رفیقۂ جنت ہے جو کوفہ کے فلاں قبیلہ میں رہتی ہے۔'' حضرت شیخ وہاں تشریف لے گئے اور اس کے بارے میں لوگوں سے پوچھا۔ لوگوں نے جواب دیا کہ میمونہ تو ایک دیوانی عورت ہے۔ بکریاں لیے جنگل میں پڑی رہتی ہے۔ حضرت شیخ جنگل میں پہنچے تو ملاحظہ کیا کہ عصا کا سترہ بنائے کھڑی مصروف نماز ہے۔ اس کے جسم پر اون کا ایک جبہ ہے جس پر لکھا ہوا ہے ''یہ خریدی اور بیچی نہیں جا سکتی۔'' بکریوں کے ریوڑ پر نظر اٹھائی تو دیکھا کہ بکریاں اور بھیڑیے قریب قریب ہیں مگر نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں اور نہ بھیڑیے بکریوں پر حملہ کرتے ہیں۔ شیخ کی آہٹ پا کر میمونہ نے نماز مختصر کی اور سلام پھیر کر بولی۔

میمونہ: ابن زید! اس وقت جاؤ وعدہ یہاں (دنیا میں) ملنے کا نہیں بلکہ کل کا ہے۔

شیخ عبدالواحد: تمہیں کس نے بتایا: میں ابن زید ہوں۔

میمونہ: کیا خبر نہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ ارواح لشکر کی لشکر ایک مقام پر ہیں۔ جن ارواح میں وہاں تعارف ہو گیا وہ یہاں بھی باہم متعارف ہیں اور جن میں وہاں نا آشنائی رہی یہاں بھی رہی۔

عورت کی ولی اللہ کو نصیحت

شیخ عبدالواحد: مجھے کچھ نصیحت کرو۔

میمونہ: رب تعالیٰ نے جس بندہ کو دنیا کی کوئی شئے ایک بار دے دی پھر وہ دوبارہ اس کی طلب میں رہا تو رب تعالیٰ اس سے لذت خلوت سلب کر لیتا ہے اور قرب کو بعد سے بدل دیتا ہے اس کے دل میں وحشت بٹھا دیتا ہے اور کچھ ناصحانہ شعر پڑھے۔

شیخ عبدالواحد: بھیڑیے بکریوں کے ہمراہ کس طرح رہتے ہیں کہ نہ وہ انہیں کھاتے ہیں اور نہ یہ ان سے ڈرتی ہیں؟

میمونہ: جاؤ یہ باتیں نہ کرو میں نے اپنے رب سے معاملہ درست کر لیا ہے۔ اس لئے اس نے بھیڑیوں اور بکریوں میں بھی صلح کرا دی ہے۔

مرضیٔ مولا میں انسان جو ڈھل جاتا ہے
وہ نظر کر دے تو پتھر بھی پگھل جاتا ہے

(روض الریاحین)

محمد رسول اللہ ﷺ

(91)

ہمارے حضور کی پھوپھی جان کی جرأت

غزوۂ خندق میں کفر کا ساتھ دینے میں بنو قریظہ بھی شریک تھے۔ ہرچند انہوں نے مسلمانوں سے معاہدہ کر رکھا تھا کہ جنگ کی حالت میں وہ نہ صرف مسلمانوں کا ساتھ دیں گے بلکہ ان کا دفاع بھی کریں گے۔ وہ نہ صرف عہد شکنی کے مرتکب ہوئے بلکہ عملی طور پر جارحانہ جنگی کارروائیوں میں بھی مصروف ہو گئے۔ مسلمان خواتین حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے فارع نامی قلعے کے اندر جمع تھیں۔ ان خواتین میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی سیّدہ صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا بھی تھیں' ایک یہودی قلعہ کا چکر لگانے لگا قلعہم یں سوائے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے کوئی مرد نہ تھا۔ حضرت صفیہ نے خیمے کے ستون کی ایک لکڑی لی اور قلعے سے اتر کر اس یہودی کے پاس گئیں اور لکڑی سے مار مار کر اس کا خاتمہ کر دیا۔ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سیّدہ صفیہ بنت عبد المطلب دوسری عورتوں اور بچوں کے ساتھ جناب حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مکان کی چھت پر تشریف فرما تھیں جبکہ خود حسان بن ثابت' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق ان سب کی نگرانی پر مامور تھے۔ شام کا جھٹ پٹا ہو چلا تھا کہ سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے جناب حسان رضی اللہ عنہ سے کہا ذرا دیکھئے تو سہی ادھر ایک شخص چھت پر چڑھنے کی کوشش کر رہا ہے پھر خود ہی کہنے لگیں کہ وہ شخص تو مجھے کوئی یہودی معلوم ہوتا ہے۔ جناب حسان رضی اللہ عنہ چونک کر بولے

یہودی کا کام تمام ہو گیا

ٹھہریے! میں دیکھتا ہوں ... مگر اتنے میں وہ خود ہی اس طرف جھپٹ پڑیں جہاں

اب کسی مرد کا سر چھت کی منڈیر سے ابھر رہا تھا۔ سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا نے ایک موٹا ڈنڈا اس ابھرتے ہوئے سر پر اس طرح رسید کیا کہ وہ شخص ایک لمبی دلخراش چیخ مار کر چھت کی منڈیر سے نیچے جا پڑا۔ جناب حسان رضی اللہ عنہ یہ منظر دیکھ کر بولے ارے محترمہ! آپ نے تو کمال کر دیا۔ حضرت صفیہ نے کہا وہ شخص یقیناً مر چکا ہوگا کیونکہ وہ مرد تھا اس لئے میں اس کے جسم کو ہاتھ نہیں لگا سکتی لہٰذا آپ نیچے جائیے اور اس کی لاش کو اوپر لے آئیے۔

حضرت حسان رضی اللہ عنہ اس کی لاش اوپر اٹھا لائے۔ غور سے دیکھا گیا تو وہ واقعی مدینے کا ایک یہودی نکلا۔ وہ عورتوں اور بچوں کو خوف زدہ کر کے مسلمانوں کی جنگ سے توجہ ہٹانا چاہتا تھا۔ (السیرۃ النبویہ لابن ہشام 230/3) بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ حضرت حسان رضی اللہ عنہ زیادہ بہادر نہیں تھے۔ اس لئے مردِ میدان نہ تھے۔ یہ بات ٹھیک نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو انہیں عورتوں کی حفاظت پر مامور نہ کیا جاتا۔ انہوں نے سیّدہ صفیہ رضی اللہ عنہا کے اس حیرت انگیز کارنامے پر ان کی مدح میں متعدد اشعار بھی کہے تھے۔ (الروض الانف 432/3، 433)

قال تعالیٰ

وَبَاخِعٌ مِّنَ النَّاسِ وَالْاِنْسِ ... ۲۸

(92)

علاماتِ اولیاء کرام رحمہم اللہ

حضرت سیّدنا وہب رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے "ایک مرتبہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ان کے حواریوں نے پوچھا: "اے عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ اولیاء رحمہم اللہ کون ہیں جن پر کوئی خوف ہوگا نہ غم۔"

تو حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب دنیاداروں کی نظریں دنیا پر ظاہر ہوتی ہیں تو ان کی نظریں دنیا کے انجام اور باطن پر ہوتی ہیں۔ جن چیزوں سے انہیں (دینی اعتبار سے) نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہوتا ہے تو ان اشیاء کو فنا کر ڈالتے ہیں۔ جن چیزوں کے بارے میں انہیں علم ہوتا ہے کہ یہ اشیاء انہیں چھوڑ دیں گی تو ایسی چیزوں کو پہلے ہی ترک کر دیتے ہیں' ان کی نظروں میں کسی شئے کی کثرت' انتہائی قلیل ہوتی ہے اور یہ لوگ عارضی چیزوں کی طرف توجہ ہی نہیں دیتے۔

جب انہیں دنیوی چیزیں ملتی ہیں تو غمگین ہو جاتے ہیں' دنیاوی آسائشوں کو خاطر میں نہیں لاتے جس رتبے اور عہدے کے اہل نہیں ہوتے اسے کبھی بھی قبول نہیں کرتے۔ ان کے نزدیک دنیا پرانی ہو چکی ہے' یہ اس کی تجدید نہیں چاہتے' دنیا ان کی نظروں میں کچھ بھی نہیں۔ یہ اسے کوئی وقعت نہیں دیتے' خواہشات ان کے سینوں میں دم توڑ چکی ہے' یہ دنیا کو ترک کرنے کے بعد دوبارہ طلب نہیں کرتے بلکہ اخروی نعمتوں کے خواہش مند رہتے ہیں۔

مقامِ اولیاء

انہوں نے اپنی دنیوی نعمتوں کے بدلے اخروی و دائمی نعمتوں کو خرید لیا ہے اور یہ

اس سودے پر بہت خوش ہیں اور اسے نفع بخش سمجھتے ہیں۔ جب انہوں نے دیکھا کہ اہل دنیا' دنیا کے حصول کے لئے ایک دوسرے سے دست و گریباں ہیں اور دنیا انہیں دھتکار کر چلی گئی تو انہوں نے موت کی یاد کو اپنا مشغلہ بنالیا اور زندگی کے متعلق غور و فکر ترک کر دیا۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے ذکر سے محبت کرتے ہیں اور اس کے نور سے فیض یاب ہو کر منور ہو جاتے ہیں۔

ان کی باتیں عجیب و غریب اور ان کی حالت حیران کن ہوتی ہے۔ کتاب اللہ میں ایسے لوگوں کے لئے خوشخبریاں ہیں اور یہ کتاب اللہ تعالیٰ پر عمل کرنے والے ہیں۔ قرآن حکیم میں ان کی صفات بیان کی گئی ہیں اور یہ قرآن پاک کی خوب تلاوت کرتے ہیں۔ ان کے متعلق قرآن کریم میں معلومات ہیں اور یہی لوگ قرآن پاک کو صحیح سمجھنے والے ہیں۔ یہ اپنے نیک اعمال کو زیادہ گمان نہیں کرتے بلکہ انہیں بہت کم خیال کرتے ہیں اور جس (ثواب و انعام) کی انہیں آخرت میں امید ہے اس کے علاوہ (دنیا کی) کسی اور نعمت کی امید نہیں رکھتے اور (اخروی عذاب) کے علاوہ کسی اور چیز سے نہیں ڈرتے بلکہ ہر وقت جہنم کے خوف سے لرزاں رہتے ہیں۔ (عیون الحکایات)

اللہ والے روشن ضمیر ہوتے ہیں
یہ آدمی بے نظیر ہوتے ہیں
جس کو چاہیں اسے نوازتے ہیں
یہ اپنے اپنے نصیب ہوتے ہیں
ان کی محفل میں بیٹھنے والے
کون کہتا غریب ہوتے ہیں
جب میں ہوتا ہوں سامنے ان کے
وہ بھی منظر عجیب ہوتے ہیں

(93)

ستم سے زیادہ کرم یاد آیا

جہان دانش میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے کہ وہ یہ کہ "مجھے ایک دن میں کئی آدمیوں نے یہ واقعہ سنایا کہ دن کے ڈیڑھ دو بجے ہسپتال کے بغلی دروازے سے جو ہسپتال کے روڈ کی طرف کھلتا ہے ایک بڑے ڈی ڈول کا مگر نہایت مغموم مسلمان ہسپتال سے نکل کر آ رہا تھا۔ اتنے میں اسی سڑک پر ایک سکھ کا گزر ہوا۔ اسے دیکھتے ہی مسلمان کی آنکھیں سرخ شعلوں سے بھر گئیں۔ اس نے گلدار کی طرح جھپٹ کر اسے پکڑ لیا اور پھر اس کو پاؤں سے دبا کر بری طرح پیٹنا شروع کر دیا۔ لاہور کی سڑکیں جہاں ہر وقت آدمیوں کا سیلاب موجیں مارتا رہتا ہے" فوراً سینکڑوں آدمی جمع ہو گئے اور سکھ کو چھڑانے لگے لیکن اس سردار نے بڑے تلخ لہجے میں اپنے مددگاروں کو روک دیا اور بڑے روشن لہجے میں کہا: "مجھے کوئی نہ چھڑائے۔" لوگوں نے مسلمان کو پکڑ لیا اور سردار سے سوال کیا "یہ کیوں؟" سردار نے کہا: "میں نے اس کے خاندان کو قتل کیا ہے اور وہ بے گناہ تھے۔ میرا انہوں نے کوئی نقصان نہیں کیا تھا۔ مگر میں اس وقت لالہ کے اکسانے اور بھڑکانے میں آ گیا اور قتل و غارت پر کمر باندھ لی لیکن گھر جا کے جو سو جاتا تو میرے ضمیر نے میری نیندیں چھین لیں۔ جب سوتا ہوں تو خواب میں وہی ماحول دکھائی دیتا ہے کہ لالہ دونی چند غارتگری کے منصوبے بنا رہے ہیں اور ہم لوگ ان کے اشاروں پر بے گناہوں کا قتل عام کر رہے ہیں۔ پولیس اور فوج ہمارے جانب میں ہے اور ہم جنگلوں اور اونچے نیچے ٹیلوں میں دبکتے پھرتے ہیں۔ فوراً آنکھ کھل جاتی ہے اور پھر صبح تک نیند نہیں آتی۔

اور قاتل سکھ کو معاف کر دیا

آخر میں نے طے کر لیا تھا کہ جب راستے کھل جائیں گے تو لاہور جا کر خود کو ان میاں صاحب کے سپرد کر دوں گا جو سامنے کھڑے ہیں۔ میں صرف اسی لئے لاہور آیا تھا اور ان کے گھر جا رہا تھا کہ ان کے دروازے پر ان کے ہاتھ سے قتل ہو جاؤں تا کہ روح کو ندامت اور ضمیر کو ملامت سے نجات ملے۔ اتفاق ہے کہ یہ راستے ہی میں مل گئے۔ آپ لوگ مجھ پر کرم کریں، انہیں چھوڑ دیں اور مجھے نہ بچائیں۔ میں تو انہی کے ہاتھ سے مر کر سکون پا سکتا ہوں اور یونہی میری مکتی ہو سکتی ہے۔ یہ کہہ کر وہ سر جھکا کر بیٹھ گیا اور اس شخص سے کہا: ''آؤ، اپنا کام کرو اور مجھے تکلیف سے چھڑا دو۔ میں خدا نے پہلے تمہارا گناہ گار ہوں۔''

یہ سن کر مسلمان کے سینے میں اپنے اسلاف کی روح عود کر آئی۔ اس نے سردار کو سینے سے لگا لیا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے پھر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا ''میں نے اور میرے خدا نے تمہیں معاف کر دیا۔ میرے ساتھ گھر چلو! تم میرے مہمان ہو۔'' چنانچہ دونوں باہوں میں باہیں ڈال کر موڑ مڑ گئے۔ میں حیران رہ گیا کہ آج بھی مسلمان امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرح کردار کی اسی بلندی پر ہیں اور قاتلوں کو معاف کر سکتے ہیں؟ میں سمجھتا ہوں کہ یہ سب اسلام کے ان بنیادی کرداروں کی برکت ہے جن پر اسلام کی تاریخ ناز کرتی ہے۔ (جہان دانش ص618، تا620)

(94)

خلوص نیت نہیں تو کچھ بھی نہیں

حضرت شُفَیّا اصبحی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: میں مدینہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ لوگ ایک آدمی کے گرد جمع ہوئے ہیں۔

میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا کہ یہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں بھی ان کے قریب ہوگیا یہاں تک کہ ان کے بالکل سامنے بیٹھ گیا۔ وہ لوگوں سے حدیث بیان کر رہے تھے۔ جب وہ خاموش ہوئے تو میں نے عرض کیا: میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر ایک سوال کرتا ہوں کہ مجھے کوئی ایسی حدیث بیان کیجئے جسے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا اور اچھی طرح سمجھا ہو۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ضرور بیان کروں گا پھر چیخ ماری اور بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا میں تم سے ایسی حدیث بیان کروں گا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے اسی گھر میں بیان کی تھی اس وقت میرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی تیسرا نہیں تھا۔ اس کے بعد ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بہت زور سے چیخ ماری اور دوبارہ بے ہوش ہو گئے۔ تیسری مرتبہ بھی اسی طرح ہوا اور منہ کے بل نیچے گرنے لگے تو میں نے انہیں سہارا دیا اور کافی دیر تک سہارا دیئے کھڑا رہا پھر انہیں ہوش آیا تو کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

روز قیامت سب سے پہلا فیصلہ

”قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بندوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے نزول فرمائے گا اس وقت ہر امت گھٹنوں کے بل گری پڑی ہوگی پس جنہیں سب سے پہلے بلایا جائے گا وہ تین شخص ہوں گے ایک قاری قرآن، دوسرا شہید اور تیسرا دولت مند شخص۔

اللہ تعالیٰ قاری سے پوچھے گا کیا میں نے تمہیں وہ کتاب نہیں سکھائی جو میں نے اپنے رسول پر نازل کی۔ عرض کرے گا کیوں نہیں یا اللہ۔ اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو نے اپنے حاصل کردہ علم کے مطابق عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا میں اسے دن اور رات پڑھا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تم جھوٹ بولتے ہو۔ اسی طرح فرشتے بھی اسے جھوٹا کہیں گے پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم اس لئے ایسا کرتے تھے کہ لوگ کہیں کہ فلاں شخص قاری ہے چنانچہ وہ کہہ دیا گیا پھر مالدار آدمی کو پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کیا میں نے تمہیں مال میں اتنی وسعت نہ دی کہ تجھے کسی کا محتاج نہ رکھا؟ وہ عرض کرے گا ہاں اے اللہ۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری دی ہوئی دولت سے کیا عمل کیا؟ وہ کہے گا میں قرابت داروں سے صلہ رحمی کرتا اور خیرات کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے تو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو چاہتا تھا کہ کہا جائے فلاں بڑا سخی ہے تو یہ کہا جا چکا۔ پھر شہید کو لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو کس لئے قتل ہوا؟ وہ کہے گا تو نے مجھے اپنے راستے میں جہاد کا حکم دیا پس میں نے لڑائی کی یہاں تک کہ میں شہید ہوا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تیری نیت یہ تھی کہ لوگ کہیں فلاں بڑا بہادر ہے۔ پس یہ بات کہی گئی۔" حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے زانوں پر مارتے ہوئے فرمایا: "اے ابوہریرہ! اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے پہلے انہی تین آدمیوں سے جہنم کو بھڑکایا جائے گا۔"

ہمارا کیا بنے گا؟

ولید ابو عثمان مدائنی کہتے ہیں مجھے عقبہ رضی اللہ عنہ نے بتایا: یہی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جلاد تھا۔ کہتے ہیں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہی حدیث بتائی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تینوں کا یہ حشر ہے تو باقی لوگوں کا کیا حال ہوگا پھر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ اتنا روئے یہاں تک کہ ہم سوچنے لگے کہ وہ اب فوت ہو جائیں گے اور ہم نے کہا یہ آدمی ہمارے پاس شر لے کر آیا ہے پھر جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوش آیا تو

آپ نے چہرہ صاف کیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر یہ آیت پڑھی:

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۝

(11 ھود 15 تا 17)

"جو شخص دنیاوی زندگی اور اس کی رونق چاہتا ہے ہم ایسے لوگوں کے اعمال کا بدلہ دنیا میں دے دیتے ہیں اور اس میں کوئی کمی نہیں رکھتے یہ ایسے لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں دوزخ کے سوا کچھ نہیں پس جو کچھ انہوں نے دنیا میں کیا وہ ضائع ہو گیا اور ان کے اعمال باطل ہو گئے۔"

(صحیح ترمذی' الزہد باب ماجاء فی الریاء والسمعۃ' 2382' الحاکم 419/1)

اپنی نیت درست کر لو

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایک لشکر خانہ کعبہ پر چڑھائی کرنے کی نیت سے نکلے گا۔ جب وہ بیداء (مقام) میں پہنچے گا تو اس کے اول و آخر (تمام کے تمام لوگ) زمین میں دھنسا دیئے جائیں گے۔" سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں' میں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو آخر کو کیسے دھنسا دیا جائے گا جب کہ ان میں بازاری (منڈیوں وغیرہ میں رہنے والے جو جنگ جو نہیں ہوتے) اور وہ بھی ہوں گے جو ان میں سے نہیں؟ آپ نے فرمایا:

"ان کے اول اور آخر سب دھنسا دیئے جائیں گے پھر وہ اپنی نیتوں پر اٹھائے جائیں گے (قیامت والے دن ان کا حساب و کتاب ان کی نیتوں کے مطابق ہوگا)۔" (صحیح البخاری 2118' صحیح مسلم 2884)

☆...... ہم اپنی نیت کو درست کر کے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے نیکی کریں۔ نام و نمود اور شہرت و ریاکاری سے بچیں۔ یہی صحابہ کرام' تابعین عظام' ائمہ دین اور اللہ

تعالیٰ کے مقرب و محبوب بندوں کا وطیرہ رہا ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہے:

چھپا کر نیکی کرنے کا شاندار واقعہ

اشعب بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں شہر کی گلی سے گزر رہا تھا۔ ایک آدمی سے میری ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا: کیا آپ کی اولاد ہے؟ میں نے اس کو بتایا: میرے اتنے بچے ہیں۔

وہ گویا ہوا' مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جب تک زندہ رہوں تیری اور تیرے بال بچوں کی ضروریات کا بندوبست کرتا رہوں۔

میں نے پوچھا: تم کو کس نے حکم دیا ہے؟ اللہ تعالیٰ تمہیں برکت سے نوازے۔

اس نے کہا: اس بارے میں تجھے نہیں بتا سکتا۔

میں نے عرض کیا: احسان کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جانا ضروری ہے۔

اس نے کہا: جس نے مجھے تیری اور تیرے بال بچوں کی کفالت کی ذمہ داری دی ہے وہ تیرا شکریہ نہیں چاہتا۔

اشعب بن جبیر کا بیان ہے کہ میں اپنا اور اپنے بال بچوں کا روزینہ حاصل کرتا رہا۔ ایک عرصے کے بعد خالد بن عبداللہ بن عمر بن عثمان کا انتقال ہو گیا۔ میں بھی لوگوں کے ساتھ تعزیت میں شریک ہوا۔ اس مجلس میں میری اس آدمی سے ملاقات ہوئی جس کے ذریعے سے مجھ تک روزینہ پہنچتا تھا۔ اس نے آنسو پونچھتے ہوئے مجھ سے کہا:

يَا اَشْعَبُ! هٰذَا هُوَ صَاحِبُكَ الَّذِيْ كَانَ يَجْرِيْ عَلَيْكَ مَا كُنْتُ اُعْطِيْكَ ـ

''اے اشعب اللہ کی قسم! یہی وہ تمہارا محسن تھا جو تم پر خرچ کرتا تھا اور میں تجھ تک پہنچاتا تھا۔'' (نوادر من التاریخ 149/1' تالیف صالح محمد الزمام)

ہمارے اسلاف اور ماضی قریب کے علماء کی بھی یہی شان تھی کہ ان کا عمل خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے ہوتا تھا۔ وہ اگر کسی کے ساتھ کوئی خیر خواہی و ہمدردی کرتے تو سالہا سال تک اس کی کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی تھی۔

طریقہ اسلاف اور احادیث مبارکہ

حضرت ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں معروف ہے:

يَقُوْمُ اللَّيْلَ كُلَّهُ فَيَخْفِيْ ذٰلِكَ فَاِذَا كَانَ عِنْدَ الصُّبْحِ رَفَعَ صَوْتَهُ كَاَنَّهُ قَامَ تِلْكَ السَّاعَةَ.

''وہ ساری رات قیام اللیل کیا کرتے تھے اور اس بات کو مخفی رکھتے تھے۔ اگر کوئی صبح کے وقت انہیں اونچی آواز دیتا تو اس طرح کھڑے ہوتے جیسے کہ ابھی بستر سے اٹھے ہوں۔'' (نزھۃ الفضلاء 1/514)

☆......حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ اَخْلَصَ قَلْبَهُ لِلْاِيْمَانِ وَجَعَلَ قَلْبَهُ سَلِيْمًا وَلِسَانَهُ صَادِقًا وَنَفْسَهُ مُطْمَئِنَّةً خَلِيْقَةً مُسْتَقِيْمَةً.

''وہ شخص فلاح کو پہنچ گیا جس نے ایمان کے لئے اپنے دل کو خالص کر لیا اور اپنے دل کو صاف کر لیا اور زبانی سچی بنا لی اور نفس کو اطمینان بخش بنا لیا اور اپنی طبیعت کو حسن خلق کے سانچے میں ڈھال لیا۔''

(مسند احمد 5/147، 20803)

☆......سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَّا نَوٰى.

''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور ہر شخص کو اس کی نیت کے مطابق جزا ملے گی۔'' (صحیح البخاری 1، صحیح مسلم 1907)

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَاَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَاَعْمَالِكُمْ

''بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری شکل وصورت اور مال و دولت کو نہیں دیکھتا وہ تو تمہارے اعمال اور دلوں کو دیکھتا ہے۔'' (صحیح مسلم 2564)

☆......رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص رات کو سوتے وقت تہجد کی نیت کرلے لیکن وہ بیدار نہ ہو سکے تو اسے اس عمل کا ثواب مل جاتا ہے جس کی اس نے نیت کی اور وہ نینداس پر اس کے رب کی طرف سے صدقہ ہے۔'' (سنن النسائی 1787)

(95)

دنیا کی رغبت

حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ انصاری سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کو بحرین روانہ فرمایا تا کہ وہاں سے جزیہ وصول کر کے لائیں چنانچہ یہ وہاں سے جزیہ وصول کر کے لائے۔ انصار کو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ کی آمد کا پتہ چلا تو سبھی فجر کی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جمع ہو گئے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تو یہ حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب انہیں دیکھا تو مسکرا دیئے اور پھر فرمایا میرا گمان ہے کہ تم لوگوں کو خبر ہوئی ہو گی کہ ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ بحرین سے کچھ لے کر آیا ہے؟

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو لوگوں کو بشارت دیتا ہوں کہ تم لوگ اس چیز کی امید رکھو جو تمہیں خوش کرے گی۔ اللہ کی قسم! میں تم لوگوں پر فقر کا خوف نہیں کرتا بلکہ مجھے تم پر دنیا کے پھیل جانے کا خوف ہے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر پھیل گئی تھی۔ پھر تم دنیا میں رغبت کرنے لگو گے جیسے کہ تم سے پہلے لوگ کرتے تھے۔ پھر یہ دنیا تم کو ہلاک کر دے گی جیسا کہ ان لوگوں کو ہلاک کیا جو تم سے پہلے تھے۔

(رواہ البخاری و مسلم کذا فی الترغیب ج 5' صفحہ 141 و کذا فی حیاۃ الصحابہ' ج 2' صفحہ 292)

مسکراہٹوں کا تبادلہ

☆ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب

رضی اللہ عنہم مہاجرین و انصار میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ بھی بیٹھتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے تو ان میں سے کوئی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ کے نظریں اٹھا کر نہ دیکھ سکتا تھا۔ یہ دونوں حضرات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے' آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھتے' یہ دونوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر مسکراتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کو دیکھ کر مسکراتے تھے۔

بارگاہ نبوت کا احترام

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں: میں کسی بات کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے کا ارادہ کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت کی وجہ سے دو دو سال تک مؤخر کرنا پڑتا۔

☆ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ بن شریک بھی اس طرح فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس طرح خاموش بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہمارے سروں پر پرندے ہوں (جو سر اٹھاتے ہی اڑ جائے گا) ہم میں سے کوئی بات نہیں کر رہا تھا۔ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ لوگ آئے اور انہوں نے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے بندوں میں کون اللہ تعالیٰ کو زیادہ محبوب ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو ان میں سے اچھے اخلاق والا ہو۔''

(رواہ الحاکم والترمذی والطبرانی وابن حبان وابویعلی کما فی الکنز' ج 7' صفحہ 111 وکذا فی الشفاء للقاضی عیاض وکذا فی ترجمان السنۃ وکذا فی حیاۃ الصحابۃ' ج 2' صفحہ 364)

دوزخ سے نجات

حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنے لگوائے اور فرمایا اسے درندوں اور پرندوں اور انسانوں سے بچا کر کسی جگہ دفن کر دو۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے اس کو لے گیا اور چھپ کر وہ اسے پی گیا۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد مالک بن سنان رضی اللہ عنہ نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک احد کی لڑائی میں زخمی ہوا یہ خون چوستے تھے اور اس کو نگل جاتے تھے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی رہے ہو؟ انہوں نے عرض کیا ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا خون پی رہا ہوں۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا خون ان کے خون کے ساتھ مل گیا اب انہیں جہنم کی آگ نہ لگے گی۔ (رواہ الطبرانی کمافی المجمع الزوائد للہیثمی وکذافی حیاۃ الصحابہ ج2 صفحہ 367)

یہ اللہ رسول سے محبت کرتا ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک صاحب جن کا نام عبداللہ تھا اور لوگ ان کو حمار (گدھا) کہتے تھے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے شراب نوشی کی وجہ سے کوڑے بھی لگائے تھے۔

ایک دن ان کو لایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے متعلق حکم دیا تو اسے کوڑے لگائے گئے۔ قوم میں سے ایک شخص نے کہا یا اللہ اس پر لعنت کر، کس قدر کثرت سے اس کو لایا جاتا ہے۔ (کوڑے کھاتا ہے لیکن شراب نہیں چھوڑتا) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہ کرو اللہ کی قسم! تو نہیں جانتا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ایک شخص جس کا لقب حمار تھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے گھی اور شہد کا کپا بطور ہدیہ لایا کرتا تھا۔ جب اس کا ساتھی (جس سے وہ گھی اور شہد خرید کر لاتا تھا) اس سے پیسے مانگتا تو وہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لاتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مال کی قیمت دیجئے۔ اس کی اس بات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے اور قیمت دینے کا حکم کرتے، اسے قیمت دی جاتی۔ ایک دن وہ لایا گیا۔ اس نے شراب نوشی کی تھی۔ ایک شخص نے کہا اللہ اس پر لعنت کرے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسا نہ کہو یہ اللہ اور اس کے رسول کو دوست

رکھتا ہے۔ (رواہ البخاری وابن جریر والبیہقی وابو یعلی وسعید بن منصور کمافی الکنز' ج 3' صفحہ 107 وکذافی حیاۃ الصحابۃ' ج 2' صفحہ 479)

ہمارے حضور کے چچا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ایسی مجلس تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وہاں سے نہیں اٹھتے تھے مگر صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے لئے اور یہ بات رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اچھی لگتی تھی۔

ایک دن حضرت عباس رضی اللہ عنہ سامنے سے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان کے لئے اپنی جگہ سے ہٹ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیوں اپنی جگہ سے ہٹ گئے؟ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے چچا آگئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا' پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہو کر مسکرائے اور فرمایا یہ عباس رضی اللہ عنہ ہیں' یہ سفید کپڑا پہنے ہوئے آئے ہیں' ان کے بعد ان کا بیٹا کالا کپڑا پہنے گا اور بارہ حبشی غلاموں کا مالک ہوگا۔

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے دادا کی سند سے نقل کرتے ہین کہ میرے دادا نے فرمایا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوتے تھے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں جانب اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بائیں جانب اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے سامنے تشریف فرما ہوتے تھے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز کے کاتب تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب تشریف لاتے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی جگہ سے ہٹ جاتے اور ان کی جگہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ بیٹھتے۔

حضرت امیر المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ تشریف فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو مین حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تھے۔ سامنے سے

حضرت عباس رضی اللہ عنہ آتے دکھائی دیئے۔ ان کے لئے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جگہ بنادی۔ وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان سامنے ہی بیٹھ گئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اہل فضل کی فضیلت اہل فضل ہی جانتے ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام اور اہل بیت اور صلحاء اور علماء کی تعظیم امت پر لازم ہے۔ (رواہ الطبرانی وابن عساکر کمافی الکنز' ج 5' صفحہ 214' وکذافی حیاۃ الصحابہ' ج 2' صفحہ 521)

آتا ہے غلاموں پہ انہیں پیار کچھ ایسا

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام لوگوں سے اخلاق میں اچھے تھے۔ ایک روز آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے کسی کام کے لئے بھیجا۔ میں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نہ جاؤں گا لیکن میرے دل میں یہ تھا کہ میں جاؤں گا چنانچہ میں وہاں سے نکلا۔ میرا چند لڑکوں پر گزر ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے انس! جہاں کا میں نے تجھے حکم دیا تھا گیا تھا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابھی جا رہا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نو سال خدمت کی۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جہاں تک مجھے علم ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی مجھے یہ نہیں کہا یہ کام کیوں کیا اور یہ بھی نہیں کہا: یہ کام کیوں نہیں کیا۔

بیٹے کا نذرانہ

مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کلمہ اُف تک نہ کہا اور نہ کبھی مجھے ملامت کی۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والے ملامت کرتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے

اسے چھوڑ دو۔ اس لئے کہ اگر یہ کام مقدر میں ہوتا تو ہو جاتا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کئی سال خدمت کی نہ تو کبھی آپ نے برا کہا اور نہ کبھی آپ نے مجھے مارا اور نہ کبھی جھڑکا اور نہ ترش روئی سے پیش آئے اور نہ کبھی مجھے کسی کام میں سستی کرنے پر عتاب کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے۔ میری عمر اس وقت آٹھ سال کی تھی۔ میری ماں مجھے لے کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئی اور اس نے کہا: یارسول اللہ! انصار کے مردوں اور عورتوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تحفے دیئے سوائے میرے اور میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں آپ کو تحفہ دوں مگر میرا یہ بیٹا ہے آپ اس کو قبول فرمائیں یہ آپ کی خدمت کرے گا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مارا اور نہ گالی دی اور نہ ترش روئی سے پیش آئے۔

(رواہ مسلم والبخاری وابن سعد وابونعیم وابن عساکر کمافی الکنز' ج 7' صفحہ 9 وکذافی حیاۃ الصحابۃ' ج 2' صفحہ 635)

گنجینۂ لطف و عطائے خیر الوریٰ ﷺ

(96)

محدثین کرام رحمۃ اللہ علیہم

حضرت ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کا نام عبد اللہ بن ثوب اور لقب ''زاہد شامی'' ہے۔ آپ یمن کے باشندے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرنے کے لئے اپنے وطن سے مدینہ منورہ روانہ ہوئے مگر ابھی راستہ ہی میں تھے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔

انہوں نے علم حدیث حضرت عمر و معاذ بن جبل و ابو عبیدہ بن الجراح و عبادہ بن صامت و ابو ذر غفاری وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حاصل کیا اور ابو ادریس خولانی و عطا بن ابی رباح و مکحول وغیرہ محدثین نے ان کی شاگردی کا شرف حاصل کیا۔

تابعین محدثین میں یہ بہت بلند مرتبہ بزرگ ہیں۔ یحییٰ بن معین و ابن اسعد و عجلی وغیرہ نے ان کو ثقہ و حافظ و محدث کبیر فرمایا۔

بہت بڑے عابد و زاہد اور متقی و پرہیزگار تھے بلکہ صاحب ولایت و باکرامات ولی تھے اور ان سے بہت سی کرامتیں منقول ہیں۔ مشہور ہے کہ یہ کئی کئی مہینے تک کھانا نہیں کھاتے تھے مگر ان کے چہرے پر ضعف و نقاہت کا کوئی اثر محسوس نہیں ہوتا تھا۔ نہ کثرت عبادت و درس حدیث کے مشاغل میں فتور پڑتا تھا۔

آگ آپ کو جلا نہ سکی

ابن سعد نے اپنے طبقات میں ان کی ایک بہت ہی عجیب و غریب کرامت نقل فرمائی ہے کہ اسود بن قیس ذوالخمار نے جب یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے بے پناہ ظلم سے لوگوں کو مجبور کر کے اپنی نبوت کا اقرار کرانے لگا تو اس نے ابو مسلم خولانی کو بھی

گرفتار کیا اور کہنے لگا: اے ابو مسلم! کیا تم میرے رسول اللہ ہونے کی شہادت دیتے ہو؟ آپ نے نہایت جرأت کے ساتھ فرمایا: میں تیری اس بات کو سننے کی بھی تاب نہیں لا سکتا۔ پھر اس نے پوچھا: کیا تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دیتے ہو؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں بے شک! پھر آپ نے بلند آواز سے بار بار اشهد ان محمدا رسول الله پڑھا۔ اسود بن قیس ذوالخمار نے جھلا کر ایک زبردست آگ جلوائی اور جب آگ کے شعلے کافی بلند ہو گئے تو اس ظالم نے ابو مسلم خولانی کو اس آگ میں ڈال دیا اور آپ آگ کے شعلوں میں کلمہ شہادت پڑھتے رہے اور چلتے پھرتے رہے اور آگ نے آپ کے جسم یا کپڑوں پر بالکل اثر نہیں کیا۔ اسود بن قیس ذوالخمار نے حیران ہو کر آپ کو یمن سے نکال دیا اور آپ یمن سے مدینہ منورہ چلے آئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب ابو مسلم کی اس کرامت کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا: الحمدللہ! کہ خداوند کریم نے مجھ کو اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ایک ایسے شخص کا دیدار کر لیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا اور زندہ سلامت رہا۔ مفضل کا قول ہے: 62ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (تہذیب التہذیب)

نابینا عبادت گزار محدث

حضرت ابو بکر بن عبدالرحمٰن مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا خاندان قریش کے علماء میں بہت جید و ممتاز ہے اور مدینہ منورہ کے مشہور سات فقیہوں میں آپ کا شمار ہے۔ علم حدیث میں آپ کو حضرت ابوہریرہ و اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ و اُمّ سلمہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا اور آپ کے شاگردوں میں امام زہری و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ واقدی نے آپ کو ثقہ، فقیہ، عالم، شیخ اور کثیر الحدیث تحریر فرمایا اور ابن حراش وغیرہ نے امام المسلمین اور علم و فضل میں سردار قریش کہا۔

آپ نابینا تھے مگر جلالت علم و کثرت حدیث میں آپ کا نام ضرب المثل تھا۔ علم و فضل کے ساتھ ساتھ کثرت عبادت میں بھی یہ اپنے دور کے امام العابدین شمار کیے جاتے

تھے چنانچہ کثرت نماز کی وجہ سے عام طور پر لوگ ان کو قریش کا راہب (سادھو) کہا کرتے تھے۔ یہ نفل نمازوں میں بہت ہی طویل سجدے کرتے تھے۔ دیر تک ہتھیلی زمین پر رکھنے سے ان کی ہتھیلی گرم ہو جاتی تھی اس لئے یہ دو طشتوں میں پانی بھر کر رکھ لیتے تھے اور بوقت سجدہ اپنی دونوں ہتھیلیاں دونوں طشتوں میں رکھ کر سجدہ کرتے تھے۔ امام شعبی عمر بن عبدالرحمٰن سے ناقل ہے کہ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بہت زیادہ نوافل ادا کرنے کے ساتھ ساتھ ہمیشہ لگاتار روزہ بھی رکھتے تھے۔ ابن مدینی وخلیفہ وغیرہ کا قول ہے: آپ کی وفات 93ھ میں ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

یہ محدیث‘ فقیہ ہے یا کوئی منچلا نوجوان؟

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعمران اور نام ونسب ابراہیم بن یزید بن قیس نخعی ہے۔ آپ کوفہ کے فقیہ اعظم اور مشہور استاد فقہ وحدیث ہیں۔ آپ نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضری دی ہے مگر ان سے کوئی حدیث روایت نہیں کی۔ عجلی کا بیان ہے کہ ابراہیم نخعی نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے ملاقات کی ہے لیکن کسی صحابی سے حدیث کی روایت نہیں کی۔

آپ علم حدیث میں علقمہ بن قیس واسود بن یزید ومسروق وغیرہ سینکڑوں باکمال محدثین کے فیض یافتہ ہیں اور امام شعبی واعمش ومنصور وغیرہ آپ کی درسگاہ کے فاضل طلباء ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ جب ابراہیم نخعی کا انتقال ہو گیا تو امام شعبی نے فرمایا: ابراہیم نخعی سے بڑھ کر حدیث وفقہ کا جاننے والا اب کوئی روئے زمین پر موجود نہیں رہا تو لوگوں نے سوال کیا کہ کیا حسن بصری وابن سیرین بھی اس مرتبہ پر نہیں پہنچے؟ امام شعبی نے جواب دیا کہ نہیں۔ حسن بصری اور ابن سیرین تو کیا پورے عراق وشام وحجاز میں کوئی بھی ابراہیم نخعی کا ہم مثل باقی نہیں رہا۔

امام اعمش فرماتے تھے: محدثین تو بہت ہیں لیکن حدیث کو پرکھنے والا ابراہیم نخعی کے سوا کوئی بھی نہیں۔

آپ بہت ہی صاحب زہد وتقویٰ بھی تھے اور کثرت عبادت‘ نماز وتلاوت وغیرہ

میں بھی اپنے ہم عصروں پر بہت زیادہ فوقیت رکھتے تھے لیکن بہت چھپ کر عبادت کرتے تھے اور شہرت سے انتہائی نفرت کرتے تھے۔ منقول ہے کہ آپ اپنے آپ کو چھپانے کے لئے کبھی کبھی زعفران میں رنگے ہوئے کپڑے پہن کر بازار میں نکلا کرتے تھے تاکہ لوگ آپ کو پہچان نہ سکیں کہ آپ کوفہ کے محدث کبیر وفقیہ اعظم ہیں یا کوئی منچلے نوجوان۔

"یہ عاشق کا جنازہ ہے

آپ بنی امیہ کے ظالم امراء کو کھلم کھلا نصیحت فرماتے تھے اسی لئے کوفہ و بصرہ کا گورنر حجاج بن یوسف ثقفی آپ کی جان کا دشمن ہو گیا تھا۔ اس لئے فقہاء و محدثین نے آپ سے درخواست کی کہ للہ آپ کہیں روپوش ہو جائیں کیونکہ آپ کی جان بڑی قیمتی ہے۔ اگر حجاج نے آپ کو شہید کر دیا تو فقہ وحدیث کا چراغ گل ہو جائے گا چنانچہ آپ ایک پوشیدہ مقام پر چھپ گئے اور حجاج نے آپ کو گرفتار کرانے کی انتہائی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اسی حالت میں 95ھ یا 96ھ میں آپ کا وصال ہو گیا اور فقہ و حدیث کا یہ چراغ ہمیشہ کے لئے گل ہو گیا جس سے ہزاروں علم وفضل کے چراغ روشن ہوئے تھے۔ حجاج بن یوسف کے خوف سے آپ کے جنازہ میں سات آدمیوں کے سوا کوئی شریک نہیں ہوا۔ ان ہی سات سرفروشوں نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر اس سرمایہ کرامت کو پورے اعزاز کے ساتھ سپرد خاک کیا۔ (عینی وطبقات شعرانی وغیرہ)

دونامور محدث

حضرت ابو اسحٰق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی عمرو بن ہمدانی اور وطن کوفہ ہے۔ نہایت عابد وزاہد اور کثیر الروایت وصاحب کرامت تابعی بزرگ ہیں اور اپنے ایک جد اعلیٰ سبیع بن صعب کی طرف نسبت ہونے کی وجہ سے سبیعی کہلاتے ہیں۔ علی بن مدینی کا بیان ہے کہ آپ نے حضرت علی و براء بن عازب وزید بن ارقم وغیرہ اسی (80) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے حدیث کی روایت کی ہے اور سینکڑوں کبار محدثین کے استاذ حدیث ہیں۔ علی بن مدینی آپ ہی کے قابل فخر شاگرد ہیں جو آسمان حدیث پر آفتاب

بن کر چمکے۔

آپ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوسرے سال کوفہ میں پیدا ہوئے اور عمر بھر عبادت و ریاضت اور علم حدیث کی خدمت کر کے 129ھ میں وفات پائی۔

(اکمال ونووی)

☆...... حضرت اعمش رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد اور نام ونسب سلیمان بن مہران کاہلی اسدی اور لقب اعمش ہے۔ آپ 60ھ میں ایران میں پیدا ہوئے اور بعد میں کوفے کے متوطن بن گئے اور بعض کا قول ہے: آپ کی ولادت کوفہ میں ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

علم حدیث وفن قرأت میں آپ کا شمار ان باکمال عالموں میں ہوتا ہے جو جبال العلم (علم کا پہاڑ) کہلاتے ہیں۔ آپ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ صحابی کا دیدار کیا ہے اس لئے تابعی ہیں۔

ایک بہت بڑی کرامت

علم حدیث میں آپ کے استادوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ شمار دشوار ہے جن میں سے زین بن وہب وابو وائل و عامر شعبی وابراہیم نخعی وغیرہ اکابر بہت زیادہ مشہور ہیں۔ ہزاروں محدثین آپ کے شاگرد ہیں بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ کوفہ کے اکثر محدثین کی روایات کا دارومدار آپ ہی کی ذات پر ہے۔ آپ کے تلامذہ میں سفیان ثوری وسفیان بن عینیہ وشعبہ وسلیمان تیمی وعبداللہ بن مبارک وفضیل بن عیاض وابوبکر بن عیاش وغیرہ سینکڑوں ایسے ایسے علم وفضل کے آفتاب وماہتاب ہیں جن سے قیامت تک علمی دنیا میں اجالا رہے گا۔

آپ بہت ہی مفلس بلکہ نان شبینہ کے بھی محتاج تھے مگر اس کے باوجود اپنی مجلس میں امیروں اور بادشاہوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور عمر بھر کبھی کسی بادشاہ یا امیر کا نذرانہ قبول نہیں فرمایا۔

آپ کا زہد وتقویٰ نادر الوجود اور کثرت عبادت بے مثال ہے۔ ہر وقت باوضو

رہتے اور فرماتے تھے: مجھے ہر وقت یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں بلا وضو میری موت نہ ہو جائے۔
آپ کی کرامتوں میں سے ایک بڑی کرامت یہ ہے کہ ستر برس تک نماز باجماعت کی تکبیر اولیٰ فوت نہیں ہوئی۔

مزاج میں تواضع و انکسار بھی حد سے زیادہ تھا۔ فرمایا کرتے تھے: میں مر جاؤں تو کسی کو میری موت کی خبر مت دینا' بس چپکے سے مجھے قبر میں ڈال دینا۔ میں اس قابل نہیں ہوں کہ دیندار مسلمان میرے جنازے کو کندھے پر اٹھا کر چلیں۔ ربیع الاول 148ھ میں بعمر اٹھاسی سال وفات پائی۔ (طبقات شعرانی واکمال وتہذیب التہذیب)

(97)

اہل ناز و نیاز

حضرت ابو الربیع رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے۔ میں، محمد بن منکدر اور ثابت بنانی ایک شب ریحانہ مجنونہ کے پاس رہے تو ہم نے دیکھا کہ ابتدائے شب میں کھڑی ہوئیں اور مسرت و شادمانی کے انداز میں یہ شعر پڑھا۔

قام المحب الی المومل قومۃ
کاد الفؤاد من السرور یطیر

محب اپنے مرجع امید کے آگے اس طرح کھڑا ہے کہ اسکا دل خوشی سے اڑتا جا رہا ہے۔ آدھی رات ہوئی تو ان کی زبان پر یہ اشعار تھے۔

لاتانس بمن توحشك نظرتہ
فتمنعن من التذکار فی الظلم
واجھد وکدو کن فی اللیل ذا شجن
یسقیك کاس وداد العز والکرم

اس سے الفت نہ رکھ جس کے نظر اٹھانے سے تجھے وحشت ہو جائے کیونکہ یہ شئے اندھیروں میں تجھے ذکر سے روک دے گی اور راہ حق میں محنت و مشقت کر اور رات کو غمزدہ رہ۔ اس کے عوض اللہ تعالیٰ تجھے اپنی دوستی اور بخشش کے جام سے نوازے گا اور جب صبح کا وقت قریب ہوا تو حسرت و یاس سے آہ بھرنے لگیں اور نالہ کرنے لگیں میں نے سبب پوچھا تو فرمایا:

ذھب الظلام بانسہ وبالفہ
لیت الظلام بانسہ یتجدد

رات اپنی تاریکی کے ہمراہ اپنے انس اور محبت کو بھی لے گئی۔ کاش! یہ تاریکی اسی انس کے ساتھ بار بار آتی۔ (روض الریاحین)

کشتہ خنجر تسلیم:

حضرت عتبہ الغلام رحمتہ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ایک روز بصرہ سے باہر نکل کر میں ویرانوں میں چل نکلا۔ کچھ دوری پر بدوی خانہ بدوشوں پر گزرا۔ وہ لوگ خیموں میں رہتے تھے اور کھیتی باڑی کرتے تھے۔ میں ان کے خیموں کے اردگرد ٹہلنے لگا۔ ایک خیمہ میں دیکھا کہ ایک مجنونہ لڑکی اونی جبہ پہنے ہوئے ہے اور جبہ پر لکھا ہے کہ "یہ نہ خریدی جائے گی نہ بیچی جائے گی۔" میں نے اس کے پاس پہنچ کر سلام کیا لیکن اس نے جواب نہیں دیا البتہ کچھ دیر بعد اشعار گنگنانے لگی۔ میں نے اس سے سوال کیا "یہ کھیتی کس کی ہے؟" اس نے جواب دیا "اگر صحیح سلامت رہ گئی تو ہماری ہے۔"

وہاں سے چل کر میں دوسرے خیموں کی جانب گیا۔ اتنے میں موسلادھار بارش ہونے لگی۔ پانی تھما تو میں پھر اس مجنونہ کے پاس گیا اور سوچا کہ اس تباہ کن بارش پر اس کی کیفیت ضرور معلوم کرنا ہے وہاں میں نے اسے اس حال میں پایا کہ کھڑی ہے اور کہہ رہی ہے۔

قسم ہے اس ذات کی جس نے میرے قلب میں اپنی محبت کی شراب خالص بھر دی ہے۔ میرا دل تیری رضا کا یقین رکھتا ہے پھر میری جانب متوجہ ہو کر گویا ہوئی۔

دیکھ اسی نے تو یہ زراعت بوئی اسی نے لگائی' اسی نے اسے قائم کیا' اسی نے اس میں بالیاں نکالیں اور اسی نے اس کو بارش سے سیراب کیا اور اسی نے اس کی حفاظت فرمائی اور جب اس لائق ہوئی کہ عنقریب کاٹی جائے تو اسی نے اس کو پانی میں غرق کر دیا۔

اس کے بعد آسمان کی جانب سر اٹھا کر کہا: "اے اللہ! یہ سب تیرے ہی بندے ہیں اور ان کا رزق تیرے ہی ذمہ ہے اب تیری مرضی جو چاہے کر۔" میں نے کہا: تو کیسے صبر کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا:

اے عتبہ! خاموش! میرا معبود بے نیاز اور محمود ہے۔ روزانہ اس کی جناب سے نیا رزق آتا ہے۔ اس کا شکر ہے کہ میری خواہش سے زیادہ وہ مجھے عطا فرماتا ہے۔

حضرت عتبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس کے بعد مجھے جب کبھی اس کی باتیں یاد آتی ہیں تو قلب میں ایک عجیب ہیجان برپا ہو جاتا ہے۔ (ایضاً)

کوہ لکام کا عارف:

کوہ لکام کے نشیب و فراز میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ اس عارف کامل کو تلاش کر رہے تھے جس کے سوز نفس کا چرچا دور و نزدیک تھا۔ یک بیک ان کے کانوں سے نالہ و شیون اور آہ و گریہ کے انداز میں ایک آواز ٹکرائی۔ کوئی دل جلا یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

یا ذا الذی انس الفواد بذکرہ
انت الذی ما ان سواک ارید
تفنی اللیالی والزمان باسرہ
وھواک غض فی الفواد جدید

ہے تیرا ذکر ہی تسکین میری
رضا ہی تیری میرا مستقر ہے
فنا ہوتا ہے دن مٹی ہیں راتیں
چمن ہے عشق کا جو تازہ تر

حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے آواز سن کر قدم آگے بڑھائے۔ قریب جا کر دیکھا تو ایک شکیل نوجوان بیٹھا ہے لاغری اور کمزوری سے اس کا جسم دبلا ہو رہا ہے چہرے پر زردی چھائی ہوئی، آنکھیں حلقہ چشم میں دھنس گئی ہیں۔ ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ کا سلام سن کر جواب دیا اور پھر اشعار پڑھے جس کا مفہوم کچھ اس طرح تھا:

ساری دنیا سے پھیر کر آنکھیں
دل میں تجھ کو بسا لیا میں نے

نیند کیا رات کیا' اندھیرا کیا
ذکر کا نور پا لیا میں نے
نیند آئی تو اپنی آنکھوں میں
تیرا جلوہ جما لیا میں نے

اس کے بعد کہا: ''اے ذوالنون! آپ کو مجھ جیسے مجنون کی کیا حاجت؟ کیوں یہاں آنے کی زحمت کی۔'' ذوالنون علیہ الرحمۃ نے کہا: مجھے تم سے ایک بات دریافت کرنی ہے۔نوجوان: پوچھئے۔

ذوالنون: آخر وہ کون سی بات ہے جس نے تمہیں دنیا سے کنارہ کشی اور گوشہ گیری پر آمادہ کیا؟

نوجوان: محبت نے مجھے ویرانوں' جنگلوں اور پہاڑوں میں سرگرداں کیا' شوق نے مجھے آمادہ کیا اور عشق نے مجھے سب سے علیحدہ کردیا۔

ذوالنون: کیا آپ کو ویرانوں کی باتیں بھلی لگتی ہیں؟

ذالنون: بخدا مجھے تم جیسے لوگوں کی باتیں بہت پیاری معلوم ہوتی ہیں اور ان باتوں سے مجھے رقت قلبی میسر آتی ہے۔حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اور اس کے بعد وہ نوجوان نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور ایسا کہ پھر میں اسے کہیں نہ پا سکا۔(ایضا)

عشق حقیقی کی صداقت:

مردوں کی طرح عورتوں میں بھی بہت سی عارفانہ خواتین گزری ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی محبت کے میدان میں عبادت و ریاضت اور مشقت و مجاہدہ کر کے کمال روحانی حاصل کیا ہے۔ایسی ہی ایک لڑکی کے بارے میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کو ان کے احباب نے خبر دی کہ وہ کوہ مقطم میں رہتی ہے۔حضرت ذوالنون نے وہاں جا کر اسے بہت تلاش کیا مگر کہیں سراغ نہ ملا البتہ عابدوں کے گروہ کا ایک شخص نظر آیا۔حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ نے اس عابد سے عارفانہ لڑکی کے بارے میں سوال کیا۔

عابد: عجیب معاملہ ہے آپ فرزانوں سے دور ہو جاتے ہیں اور دیوانوں کی تلاش

کرتے ہیں۔

ذوالنون: آپ برائے کرم مجھے اس کا مسکن تو بتائیں۔

عابد: وہ فلاں جنگل کے فلاں گوشہ میں ہے۔

مجنونہ کی عارفانہ گفتگو

حضرت ذوالنون وہاں پہنچے تو انہوں نے درد و کرب میں ڈوبی ہوئی آواز سنی اور چٹان پر بیٹھی ہوئی ایک لڑکی کو پایا سلام و جواب کے بعد۔

لڑکی: ذوالنون! تمہیں دیوانوں سے کیا کام ہے؟ ذوالنون: کیا تو دیوانی ہے؟

لڑکی: ایسی نہ ہوتی تو لوگ ''دیوانی کہتے کیوں؟ ذوالنون: کس چیز نے تجھے دیوانگی تک پہنچایا؟

لڑکی: ذوالنون! میں اس کی محبت میں دیوانی بنی اس کے شوق میں تحیر تک پہنچی۔ اس کی دریافت اور طلب نے مجھے مضطرب کر کے مرغ بسمل بنا دیا کیونکہ محبت تو قلب میں ہوتی ہے اور شوق فواد میں اور دریافت سر میں۔

ذوالنون: کیا فواد اور قلب دو چیزیں ہیں؟

لڑکی: فواد ''قلب'' کو کہا جاتا ہے اور سر نور فواد کو اس طرح قلب محبت کرتا ہے فواد مشتاق ہوتا ہے اور سر حاصل ہوتا ہے۔

ذوالنون: سر کس شے کو حاصل کرتا ہے؟ لڑکی: ''حق'' کو۔

ذوالنون: حق کر پانے کی کیفیت کیا ہوتی ہے؟ لڑکی: حصول حق بلا کیف ہوتا ہے۔

ذوالنون: تیرے حصول حق کا صدق؟

یہ سوال سن کر اس نے زار و قطار رونا شروع کر دیا۔ حضرت ذوالنون نے اس کی حالت دیکھ کر خیال کیا کہ کہیں اسی حال میں نہ مر جائے۔ دیر بعد اس کیفیت سے ہوش میں آئی۔ سوز و گداز میں ڈوبے ہوئے چند اشعار سنا کر سرد آہیں کھینچیں اور کہا:

ذوالنون: دیکھ! اہل صدق اس طرح جاتے ہیں اس کے بعد یاد حق میں ایک ایسی چیخ ماری کہ بے سدھ ہو کر گر پڑی۔ حضرت ذوالنون نے کچھ دیر بعد اسے جنبش دینے کی

کوشش کی مگر وہ تو واصل بحق ہو چکی تھی۔ حضرت ذوالنون فرماتے ہیں: میں نے سوچا کوئی شئے ملے تو اس کی قبر کھود دوں مگر چند ثانیہ بعد دیکھا کہ اس کی لاش غائب تھی۔ (ایضاً)

غذائے روح:

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں جامع کوفہ کے اندر تین شبانہ روز بے آب و دانہ پڑا رہا۔ چوتھے دن میں بھوک سے نڈھال ہو گیا۔ جسم میں لاغری کا احساس زیادہ ہونے لگا۔ میں نے دیکھا ایک مجنون ہاتھ میں بھاری پتھر اٹھائے ہوئے گردن وزنی طوق میں جکڑی ہوئی دروازہ مسجد میں در آیا۔ اس کے پیچھے لڑکے شور مچا رہے تھے۔ وہ مسجد میں آ کر گردش کرتے کرتے میری طرف گھورنے لگا۔ میں نے جی ہی جی میں رب تعالیٰ سے عرض کی مولا! تو نے مجھے بھوکا بھی رکھا۔ اس کے بعد مجھ پر ایک دیوانے کو مسلط کر دیا جو مجھے ہلاک کر دے۔ دیوانہ قریب آیا اور اس نے یہ شعر پڑھا:

محل بنات الصبر فيك عزيزة
فياليت شعري هل لصبرك اخر
جلوہ صبر کا ایمن ہے تیری فطرت میں
اے سفر پیشہ! تیری کیا کوئی منزل بھی ہے؟

شعر سن کر میری غلط فہمی دور ہوئی اور گھبراہٹ اطمینان سے بدل گئی اور میں نے عرض کیا۔ حضرت فضیل: حضور والا! اگر امید نہ ہوتی تو میں صبر نہ کرتا۔

اجنبی بزرگ: تیری منزل امید کہاں ہے؟

حضرت فضیل: میری منزل امید وہی ہے جہاں افکار عارفین کو قرار نصیب آتا ہے۔

اجنبی بزرگ: سبحان اللہ! بہت خوب بیشک عارفوں کے قلب کی آبادی افکار ہیں۔ حزن اور غم ان کا وطن ہے انہیں اس کی معرفت حاصل ہو گئی تو اس کے سوا کسی سے انہیں الفت نہ رہی۔ اسی کی جانب وہ جادہ پیما ہے۔ صرف عرفاء کی عقلیں صحیح ہیں اور ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی تجلیات میں شرابور ہیں اور ان کی روحیں ملکوت اعلیٰ میں معلق ہیں۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "اس بزرگ کے روحانی کلام کو سن کر

میں بے خود ہو گیا اور مجھ پر ایسی سرمستی چھا گئی کہ بے آب ودانہ دس ورز تک پڑا رہ گیا۔"

اشک پی لیتا ہے کچھ آہ و بکا کرتا ہے
لوگ کہتے ہیں: دیوانہ یہ کیا کرتا ہے
عشق جس شخص کو دنیا سے جدا کرتا ہے
اس خدا مست کی رکھوالی خدا کرتا ہے

(ایضاً)

ناز و نیاز عشق:

ایک دن بہلول لے کر مثل اسپ — درمیاں کانگوں کے لکڑی کی چھڑی
بے تحاشا دوڑتے تھے دشت میں — جیسے کوئی سخت مشکل آ پڑی
شیخ شبلی راستے میں مل گئے — پوچھا! کس جانب سواری یہ چلی
ان سے فرمایا: اے پیارے رفیق — بارگاہِ حق میں پیشی ہے مری
جا رہا ہوں سوئے رب ذوالجلال — کاش ہو مقبول میری حاضری
حضرت شبلی وہیں بیٹھے رہے — چند ساعت بعد پھر آہٹ ملی
لڑکھڑاتے آ گئے بہلول ادھر — سرد آہیں، سانس اوپر کو چڑھی
سرخ چہرہ، آنکھ نم، غم سے نڈھال — اور شکستہ ہے وہ لکڑی کی چھڑی
حضرت شبلی نے پوچھا: یار من! — بولو! آخر کون سی بجلی گری
بولے پیش رب گیا اس آس میں — خادموں میں گنتی ہو جائے مری
میکدہ کے رندوں میں لکھ جائے نام — کام آئے کاش! کوئی بندگی
واں سے لیکن مجھ کو دھتکارا گیا — عشق کو بخش گئی آزردگی
خود بلایا، اور پھر رسوا کیا — مجھ پہ چادر درد وغم کی ڈال دی
ناز محبوب اور بھڑکاتا ہے عشق — لاکھ جان اک ناز پر قربان
ہر کس و ناکس کا یہ درجہ کہاں؟ — عارف مقبول کی یہ شان ہے

(روض الریاحین)

(98)

جب کفر کی ہوا اکھڑ گئی

موسم شدید سرد تھا۔ رات کے اندھیرے اتر آئے تھے۔ بڑی تاریک اور سرد رات تھی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں کو پکارا اور دریافت فرمایا کون ہے جو دشمن کی خبر لے کر آئے؟ تمام لوگ خاموش ہیں۔ سامنے موت نظر آ رہی ہے۔ بھوک' خوف اور شدید سردی! پھر ارشاد ہوا:

مَنْ يَذْهَبُ وَهُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ

''جو دشمن کی خبر لے کر آئے وہ جنت میں میرا ساتھی ہوگا۔''

ذرا اس زبردست انعام پر غور فرمائیں کہ جنت کا وعدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا:

مَنْ يَذْهَبُ وَهُوَ رَفِيقِي فِي الْجَنَّةِ صحابہ ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لے کر فرمایا: حذیفہ! اٹھو تم جاؤ۔ اب سوچنے کی گنجائش نہیں تھی۔ حذیفہ کہتے ہیں: جب میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی لسان حق ترجمان سے اپنا نام سنا تو میں فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی خلاف ورزی کا تصور بھی ناممکن تھا۔ جان کا خوف و خطرہ طرح طرح کے اندیشے اور سردی کوئی بھی چیز حائل نہ رہی۔ یہ نہایت تاریک رات تھی۔ ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ میں خندق میں اترا نہایت خاموشی سے دوسری طرف مشرکین کے کیمپ میں پہنچ گیا اور قریش کے ساتھ جا بیٹھا۔ ابوسفیان اس وقت اپنے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھا آگ تاپ رہا تھا۔ یہ کمانڈر انچیف اور اتحادی فوجوں کا سپہ سالار تھا۔ غطفان' قریظہ اور قریش سبھی اس کی کمان میں

جمع تھے۔ ابوسفیان عرب کا مانا ہوا مدبر اور نہایت ذہین فرد تھا۔ وہ کہہ رہا تھا اے میری قوم کے لوگو! اس شدید آندھی کی زد میں آ کر ہماری ہانڈیاں الٹ گئی ہیں۔ خیمے اکھڑ گئے ہیں۔ ان حالات میں مجھے اندیشہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یقیناً اپنے کسی جاسوس کو ہمارے بارے میں معلومات لینے کے لئے بھیجا ہو گا لہٰذا تم سب اپنے اردگرد نظر دوڑاؤ اور پوچھو کہ اس کے ساتھ کون بیٹھا ہے؟

حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بھی نہایت ذہین وفطین شخص تھے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا انتخاب سوچ سمجھ کر ہی کیا تھا۔ وہ فرماتے ہیں: ابوسفیان کی بات سن کر میں نے سوچا اگر میرے ساتھ والے نے مجھ سے پوچھ لیا کہ تم کون ہو تو بھلا کیا جواب دوں گا؟ اس لئے میں نے پہل کرتے ہوئے اپنے دائیں طرف والے آدمی سے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: معاویہ بن ابی سفیان، پھر میں نے دوسری جانب بیٹھے شخص کا ہاتھ پکڑا اور پوچھا تم کون ہو؟ وہ بولا عمرو بن العاص۔

جنت میں حضور کا ساتھی

ظاہر ہے کہ اب ان سے دائیں بائیں پوچھنے والا کوئی نہ تھا۔ دشمن اب واپسی کی تیاریاں کر رہا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے دشمن کا خوب جائزہ لیا جو ڈیوٹی انہیں سونپی گئی تھی اسے پورا کیا اور واپس چل پڑے۔ اس دوران انہیں ایسا موقع میسر آیا کہ ابوسفیان ان کے تیر کے نشانے پر تھا۔ ارادہ بھی کیا مگر پھر اللہ کے رسول کا ارشاد یاد آ گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: صرف ان کی خبر لے کر آنا اور کسی سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنا۔ اس واقعے سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تربیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ قائد نے جس کام کا حکم دیا ہے صرف اسی کی تعمیل کی۔ اپنی طرف سے کوئی کمی بیشی نہیں کی۔ حذیفہ واپس پہنچے۔ شدید سردی سے کانپ رہے ہیں۔ ادھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے حضور سربسجود ہیں۔ مسلمانوں کی فتح ونصرت کی دعائیں مانگ رہے ہیں۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنے سالار اعظم کی خدمت میں پہنچے اور رپورٹ پیش کی۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر کا

ایک حصہ حذیفہ رضی اللہ عنہ پر ڈال دیا تاکہ سردی سے بچاؤ کر سکیں۔ حذیفہ رضی اللہ عنہ اسی جگہ چادر لئے سو جاتے ہیں۔ حتی کہ فجر کی نماز کا وقت ہو گیا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت محبت بھرے انداز میں انہیں نماز کے لئے بیدار کیا۔ بلاشبہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مومنوں سے نہایت رحمیانہ اور کریمانہ برتاؤ فرماتے تھے۔

(سبل الہدیٰ والرشاد 4/388، 389، ورحمتہ للعالمین لعائض القرنی، ص 204، 206 وصحیح مسلم حدیث 1788)

(99)

آنکھیں بے نور ہو گئیں

حضرت سیّدنا عثمان بن عطاء رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ جب مسجد سے اپنے گھر کی طرف تشریف لے جاتے تو دروازے پر پہنچ کر "اللہ اکبر" کی صدا بلند کرتے۔ جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ بھی اللہ اکبر کہتیں۔ پھر جب آپ رحمۃ اللہ علیہ صحن میں جاتے تو اللہ اکبر کہتے۔ جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ بھی "اللہ اکبر" کہتیں۔ جب کمرے میں داخل ہو جاتے تو پھر "اللہ اکبر" کہتے اور جواب میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ بھی "اللہ اکبر" کہتیں۔ یہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہر روز کا معمول تھا۔

ایک رات جب آپ رحمۃ اللہ علیہ گھر تشریف لائے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دروازے پر پہنچ کر حسب معمول "اللہ اکبر" کہا لیکن جواب نہ ملا پھر جب صحن میں پہنچ کر "اللہ اکبر" کہا تب بھی جواب نہ ملا۔ جب کمرے میں پہنچے اور "اللہ اکبر" کہا تب بھی آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ نے جواباً "اللہ اکبر" نہ کہا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ نے آپ کو کھانا دیا اور چپ چاپ زمین پر بیٹھی رہیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ناراض ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے گھر میں روشنی کے لئے چراغ تک نہیں تھا (لیکن آپ پھر بھی صابر و شاکر تھے) جب آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زوجہ کو ناراض پایا تو ان سے دریافت کیا "اے اللہ تعالیٰ کی بندی! تو کیوں پریشان ہے؟"

یہ سن کر وہ کہنے لگیں: "تمہارا امیر المومنین حضرت سیّدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاں بڑا مرتبہ ہے۔ وہ تمہاری بہت تعظیم کرتے ہیں۔ اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ ان سے ایک

خادم مانگ لیں تو وہ ضرور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو عنایت فرما دیں گے۔ ہمارے پاس ایک بھی خادم نہیں جو ہماری خدمت کر سکے۔ خادم آ جائے گا تو ہمیں آسانی ہو جائے گی۔'' یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور اس طرح بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے ''اے میرے پروردگار! اسے اندھا کر دے جس نے میرے گھر والوں کا ذہن خراب کیا ہے اور ہم میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔''

اور پھر روشنی آ گئی

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا اثر فوراً ظاہر ہوا اور پڑوسیوں کی ایک عورت کی آنکھیں اچانک بے نور ہو گئیں جو اپنے گھر میں تھی اور اسی نے آ کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی زوجہ محترمہ سے کہا تھا: اگر تو اپنے خاوند سے کہے تو وہ امیر المومنین حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے غلام حاصل کر سکتے ہیں اور اگر تمہیں غلام مل گیا تو اس طرح تمہاری زندگی پرسکون ہو جائے گی۔ کچھ نظر نہ آنے کی بناء پر اس نے گھر والوں سے کہا: ''تم نے چراغ کیوں بجھا دیئے؟'' گھر والوں نے کہا: ''چراغ تو جل رہے ہیں' شاید تمہاری آنکھیں بے کار ہو چکی ہیں۔'' اب وہ عورت بہت پریشان ہوئی اور جب اسے معلوم ہوا کہ یہ حضرت سیّدنا ابو مسلم خولانی رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کا اثر ہے تو وہ اپنی حرکت پر بہت شرمندہ ہوئی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ سے معافی چاہی اور زار و قطار رونے لگی اور عرض کرنے لگی ''مجھے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر معاف فرما دیں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ میری بینائی لوٹ آئے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اس پر ترس آنے لگا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور اس کی بینائی کے لئے دعا کی۔ آپ ابھی دعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ اس عورت کی آنکھیں منور ہو گئیں اور وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ (عیون الحکایات)

(100)

بے دردوں نے تماشا بنا دیا

کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو جنون وطن اور جوش ایمان میں (پاکستان کی طرف ہجرت کر کے) نکل تو آئے لیکن ان کی آواز نقار خانے میں طوطی کی آواز ہو کر رہ گئی۔ چونکہ معزز خاندان تھے اس لئے افسروں کے دروازوں کی جھڑکیاں ان کی قوت برداشت سے باہر تھیں۔ میں نے بچشم خود بیگمات کی شادیوں کے جوڑے اور کنواری لڑکیوں کے جہیز گلی کوچوں کی خاموشی میں اونے پونے بکتے دیکھے ہیں اور کلیجا پکڑ کر رہ گیا ہوں۔

اس ہجوم افلاس میں کسی قصبے کا ایک شخص جو گھر کا سامان بیچ کر افلاس سے ہار مان چکا تھا اپنی علمی قابلیت کے بھروسے پر مصائب کے جبڑوں میں دبا دبایا ریڈیو اسٹیشن پہنچ گیا کہ شاید کوئی گنجائش نکل آئے۔ اسے کیا معلوم تھا کہ شرافت اور قابلیت دونوں اس ادارے میں کھوٹے سکے قرار پاتے ہیں۔ یہ انسان تو بھیڑیوں کی طرح غول کی زندگی بسر کرنے کے عادی ہیں۔ ان کے یہاں رجسٹروں میں رحم و انصاف کے خانے نہیں' یہ شعور انسانی سے عاری' حب انسانی سے نابلد ہیں۔

مگر بھوک اور عزت نفس کا تحفظ انسان کو ایسے ایسے مقامات پر لے جاتا ہے جہاں کے چند لمحے بھی عقبیٰ کے راستے کا بوجھ بن جاتے ہیں اور اس غریب پر کچھ ایسا ہی وقت پڑا ہوا تھا۔ ریڈیو کے ماحول میں بھلا اس مصیبت زدہ کی ڈوبتی ہوئی نبضوں اور بے نور ہوتی ہوئی آنکھوں کو کون دیکھنے والا تھا؟ وہاں تو نغمہ ساز اور کاکل و رخسار کا کاروبار تھا۔

اس نے دفتر میں قدم رکھا ہی تھا کہ دو تین چہروں نے بلند آواز طنزیہ انداز میں کہا: "بارب بانلا حظہ ہوشیار!" وہ غریب یہ سمجھا کہ یہ حکم میرے لئے ہے چنانچہ اس نے

نمازیوں کی طرح دونوں ہاتھ باندھ لئے اور بے گناہ مجرم کی طرح کھڑا ہو گیا۔ ایک ادھیڑ عمر کرسی نشین "کیا بات ہے بڑے میاں؟" اجنبی: "میاں میں پڑھا لکھا انسان ہوں اور فاقوں پر نوبت ہے مجھے کوئی لکھنے پڑھنے کا کام مل جائے تو خدا اس کا اجر دے گا تمہیں۔" ایک چپراسی اشارہ پا کر "آپ ذرا باہر تشریف رکھیں۔" اتنے میں ادارے کے ایک مزاح نگار نے ایک کاغذ پر الٹی سیدھی لکیریں کھینچ کر کاغذ کو دیوار کی انگیٹھی کے خلاء میں ٹھونس دیا اور ایک سٹول انگیٹھی کے سامنے بچھوا کر کہا: "بڑے میاں آیئے' دیکھے سٹول پر بیٹھ کر اس درمیانی خلاء کے قریب منہ کر کے کوئی غزل پڑھیے' ہم آپ کی آواز ٹیسٹ کر رہے ہیں پھر پروگرام کے متعلق بات ہو جائے گی۔" اجنبی غریب سٹول پر انگیٹھی کے خلاء کے قریب منہ کر کے بیٹھ گیا اور ان میں سے ایک نے اسے ایک غزلوں کی کتاب تھما دی اور کہا: "اس میں سے کوئی غزل پڑھیے۔" اجنبی نے پہلے صفحے سے ایک حمد پڑھی اور پورا عملہ ہنس ہنس کر دوہرا ہو گیا۔ جب مقطع آیا تو اس مزاح نگار نے انگیٹھی میں سے وہ کاغذ نکال کر غور سے دیکھا اور کہا: "بڑے میاں! یہ لکیریں با قاعدہ ہونی چاہئیں لیکن ایسا نہیں ہے۔ ہمیں افسوس ہے نہ تو آپ جوان ہیں کہ آپ کو جوانوں کے پروگرام میں لیں اور نہ ابھی اس قدر بوڑھے ہیں کہ پوپلے منہ سے بوڑھوں کی صف میں آ جائیں۔

پندرہ روپے کی نوکری کے لئے سارے دانت نکلوا دیے

ہاں اگر دانت نہ ہوتے تو ہمارے یہاں اچھے پروگرام ملتے رہتے' ہمیں آج کل ایسے فنکاروں کی ضرورت ہے۔" اجنبی کے چہرے پر ایک سایہ سا کانپا اور وہ مایوسی میں پیشانی پر پسینہ اور چہرے پر آنسوؤں کی لہراتی ہوئی روشن لکیریں لئے ریڈیو سٹیشن سے باہر نکل آیا حالانکہ ایسے موقعوں پر شقاوتوں کے بڑے بڑے تودے پگھل کر بہہ جاتے ہیں لیکن اس ادارے کے اراکین میں سے کسی کا قہقہہ نہ مرجھایا۔ اجنبی کے سامنے بیوی بچوں کی نمناتی صورتیں اور ان کا انجام تھا چنانچہ اس نے گھر کی کوئی چیز فروخت کر کے اچھے خاصے دانت نکلوا دیئے اور کئی روز بعد پھر ریڈیو اسٹیشن پہنچ گیا اور کہنے لگا "میں نے

آپ کی مرضی کے مطابق اپنے دانت نکلوا دیئے ہیں اب تو آپ مجھے پروگرام دیں گے نا؟"

اراکین ریڈیو سناٹے میں آ گئے اور ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ کئی نے مسکراہٹ روکی۔ کئی نے آنسو اور اسے ایک پندرہ روپے کا پروگرام دیا۔ وہ اس طرح گھر لوٹا جیسے کسی کے زخم پر پھاہا لگا دیا گیا ہو۔ نا معلوم بعد میں ریڈیو والوں نے کب تک اسے قابل توجہ گردانا ہوگا اور اس کے اس ایثار کی کیا قیمت لگائی ہوگی۔ میرے ذہن میں ریڈیو کے اراکین اور ان کے سیہ گوش حواریوں کے نجانے کتنے واقعات ہیں لیکن کیا فائدہ؟

(جہاں دانش، ص 640 تا 643)

(101)

ریاکاری اور اس کے خطرات واثرات

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا قول ہے: ریاکاری کی تین علامات ہیں:

1- یَکْسَلُ اِذَا کَانَ وَحْدَہٗ ۔

''اکیلا ہوگا تو سست ہوگا۔''

2- وَیَنْشَطُ اِذَا کَانَ فِی النَّاسِ ۔

''لوگوں میں ہوگا تو چستی دکھائے گا۔''

3- وَیَزِیْدُ فِی الْعَمَلِ اِذَا اُثْنِیَ عَلَیْہِ وَیَنْقُصُ اِذَا ذُمَّ ۔

''اگر کوئی اس کی تعریف کرے تو بہت زیادہ کام کرے گا اور اگر کوئی مذمت کرے تو کام بہت کم کرے گا۔'' (احیاء علوم الدین 296/3)

☆......سیدنا ابوسعید خدری سے روایت ہے' کہتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے' ہم لوگ آپس میں مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''کیا میں تمہیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں جس کا مجھے تمہارے بارے میں مسیح دجال سے بھی زیادہ خوف ہے۔''

ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور بتایئے! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''وہ شرک خفی ہے یعنی یہ کہ آدمی نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہو اور جب اسے محسوس ہو کہ کوئی اسے دیکھ رہا ہے تو اپنی نماز لمبی کر دے۔'' (سنن ابن ماجہ 4204)

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا قول امام قرطبی نے نقل کیا ہے:

یہ ریاکاری نہیں ہے

لَا بَأْسَ اَنْ يُّحِبَّ الرَّجُلُ اَنْ يُّثْنٰى عَلَيْهِ صَالِحًا وَيُرٰى فِيْ عَمَلِ الصَّالِحِيْنَ، اِذَا قَصَدَ بِهٖ وَجْهَ اللّٰهِ۔

"اگر کسی شخص کی یہ خواہش ہو کہ اس کی نیکی کی تعریف کی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، جب کہ وہ اس نیکی کو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے کرتا ہو۔"

کسی شخص کی نیک عملی کی شہرت ہو جانا اور لوگوں کا اس کی تعریف کرنا یا اس سے محبت کرنا کوئی بری بات نہیں ہے بلکہ سمجھنا چاہیے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے آخرت میں ملنے والے اصل انعام سے پہلے اس دنیا میں نقد صلہ اور اس بندہ کی مقبولیت و محبوبیت کی ایک خوشخبری اور علامت ہے۔

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر ابن کثیر میں فرمایا:

مَنْ عَمِلَ عَمَلًا لِلّٰهِ فَاطَّلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ فَاَعْجَبَهٗ ذٰلِكَ اِنَّ هٰذَا لَا يُعَدُّ رِيَاءً۔

"جو کوئی بھی عمل صالح اللہ تعالیٰ کے لئے پورے خلوص سے کرتا ہے لیکن لوگوں کو اس کی خبر ہو جاتی ہے تو اس سے اس آدمی کا دل خوش ہوتا ہے تو یہ ریا کاری میں شمار نہیں ہوگا۔" (تفسیر ابن کثیر، سورۃ الماعون)

☆......حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو ایک دفعہ یہ واقعہ پیش آیا:

"وہ اپنے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اسی حال میں ایک شخص آیا اور اس نے ان کو پڑھتا ہوا دیکھا۔ وہ کہتے ہیں: میرے دل میں اس بات کی خوشی پیدا ہوئی کہ اس شخص نے مجھے نماز جیسے اچھے کام میں مشغول پایا۔ انہوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا کہ خدانخواستہ اگر یہ بھی ریا کاری کی کوئی شاخ ہو تو اس سے توبہ و استغفار کی جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اطمینان دلایا کہ یہ ریا کاری نہیں ہے بلکہ تم کو اس

صورت میں خلوت کی نیکی کا بھی ثواب ملے گا اور جلوت کی نیکی کا بھی۔"

(معارف الحدیث 34/2/1' تفسیر ابن کثیر' 55/4' تفسیر سورۃ الماعون)

☆...... فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

كَانُوْا يُرَاءُوْنَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ وَصَارُوا الْيَوْمَ يُرَاءُوْنَ بِمَا لَا يَعْمَلُوْنَ ۔

"پہلے لوگ وہ دکھاتے تھے جو عمل کرتے تھے اب تو لوگ وہ دکھانے کی کوشش کرتے ہیں جو انہوں نے نہیں کیا ہوتا۔"

(احیاء علوم الدین' 296/2' 297)

حکیم لقمان کی بیٹے کو نصیحت:

عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن ابی حسین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں مجھے معلوم ہوا کہ حکیم لقمان نے اپنے بیٹے کو وصیت کرتے ہوئے کہا:

يَا بُنَيَّ لَا تَعَلَّمِ الْعِلْمَ لِتُبَاهِيَ بِهِ الْعُلَمَاءَ ۔

"اے بیٹے! علم اس لئے مت سیکھ کہ تو اس کے ساتھ علماء پر فخر کرے گا"

اَوْ تُمَارِيَ بِهِ السُّفَهَاءَ ۔

"یا بیوقوف سے جھگڑا کرے گا"

وَتُرَائِيَ بِهِ فِي الْمَجَالِسِ ۔

"اور مجلسوں میں ریاکاری کرے گا"(مسند احمد' 1651' 1650/3)

(102)

انہیں اختیار دیا گیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب عبداللہ بن ابی (جو رئیس المنافقین تھا) کی وفات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جنازہ پڑھانے کے لئے بلایا گیا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس کھڑے ہوئے اور جب نماز پڑھانے کا ارادہ کیا تو میں اپنی جگہ سے ہٹ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ مبارک کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اور میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا آپ اللہ کے دشمن پر نماز جنازہ پڑھیں گے؟ کیا عبداللہ بن ابی پر جو فلاں اور فلاں دن ایسا اور ایسا کہتا تھا اور اس کی عداوت کے دنوں کی باتوں کو شمار کرنے لگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرمار ہے تھے (مسکرا رہے تھے) یہاں تک کہ جب میں نے اس قسم کی بہت زیادہ باتیں کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عمر ہٹ جاؤ' مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْلَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ (الآیۃ) پس میں نے اختیار پر عمل کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھائی اور اس کے جنازے کے ساتھ چلے اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ اس کے دفن سے فارغ ہوئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے اپنی اس جرأت پر بڑا تعجب ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں (میں نے یہ جرأت کیوں کی) حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں۔

منافقین کا جنازہ پڑھانے سے ممانعت

آیت 1- وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝

آیت 2- وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝ (سورۂ توبہ)

ترجمہ 1- ان میں سے کوئی مر جائے تو اس کے جنازے پر کبھی نماز نہ پڑھئے اور نہ (دفن کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہو جایئے کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کیا اور وہ حالت کفر ہی میں مرے ہیں۔

ترجمہ 2- اور ان کے مال اور اولاد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے کہ ان کو عذاب دے دنیا میں اور ان کا دم حالت کفر میں ہی نکلے۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی منافق کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی۔

(رواہ احمد والبخاری والترمذی وکذا فی حیاۃ الصحابہ ج 2 صفحہ 645)

وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ

(103)
عظیم لوگوں کی عظیم مائیں

حضرت ابوبکر بن محمد انصاری رحمۃ اللہ علیہ۔ یہ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے دورِ خلافت میں مدینہ منورہ کے قاضی تھے اور یہ ایک تاریخی لطیفہ ہے کہ ابوبکر بن محمد کے سوا کوئی انصاری کبھی مدینہ منورہ کا امیر نہیں ہوا۔ ان کے بارے میں امام مالک کا قول ہے: میں نے ابوبکر بن محمد سے بڑھ کر متبع شریعت و مستقیم الحال کسی کو نہیں دیکھا۔

ناقدین حدیث نے بالاتفاق ان کو ثقہ و معتمد و کثیر الحدیث لکھا۔ یہ علم حدیث میں اپنی خالہ عمرہ بنت عبدالرحمٰن و عباد بن تمیم و عمر بن عبدالعزیز وغیرہ جماعت محدثین کے شاگردِ رشید ہیں اور امام زہری و یحییٰ بن سعید انصاری وغیرہ بڑے بڑے محدثین ان کی مجلس درس کے فیض یافتہ ہیں۔

علم و فضل اور تقویٰ و ریاضت میں یکتائے روزگار ہونے کے ساتھ شب بیداری و کثرت عبادت میں بھی اپنے دور کے ممتاز عابدوں میں ہیں۔ عطاف بن خالد اپنی والدہ سے ناقل ہیں کہ ابوبکر بن محمد نے چالیس برس تک رات میں بستر پر پیٹھ نہیں لگائی۔ تمام رات نوافل پڑھتے اور اتنا طویل سجدہ کیا کرتے کہ ان کی پیشانی اور ناک پر بہت نمایاں سجدوں کا نشان پڑ گیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز ان کے بے حد مداح و معتقد تھے۔ اپنے دورِ خلافت میں ان کو مدینہ کا حاکم اور قاضی اور امیر الحج مقرر کیا اور جب کچھ لوگوں نے اعتراض کیا کہ آپ ابوبکر بن محمد کی نماز پر اس قدر فریفتہ ہو گئے کہ ان کو اتنے بڑے بڑے عہدوں پر فائز کر دیا تو آپ نے جواب دیا کہ اگر میں ابوبکر بن محمد جیسے نمازیوں پر فریفتہ نہ ہوتا تو پھر

کس پر فریفتہ ہوتا؟

عمر بن عبداللہ تمیمی کا قول ہے: 110ھ میں ان کی وفات ہوئی اور ہیثم بن عدی نے کہا ہے کہ 117ھ میں ان کا وصال ہوا اور واقدی و ابن مدینی وغیرہ نے ان کا سن وفات 120ھ تحریر کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (تہذیب التہذیب)

وفات کے بعد سینے پہ نورِ قرآن کا جلوہ

حضرت ابو جعفر قاری مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام یزید بن قعقاع ہے۔ یہ بچپن میں اُم المومنین حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اُم المومنین رضی اللہ عنہا نے شفقت فرما کر ان کے سر پر اپنا ہاتھ پھیرا۔

یہ فن قرأت میں اہل مدینہ کے امام و استاذ ہیں۔ اسی لئے قاری کے لقب سے مشہور ہیں۔ یہ اگرچہ بہت ہی کم روایت حدیث فرماتے تھے مگر ابن معین ونسائی و ابو حاتم وغیرہ نے ان کو ثقہ وصالح و مستقیم الحدیث بتایا ہے۔ یہ تابعی ہیں اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ و ابن عمر و ابن عباس وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں اور امام مالک و نافع بن نعیم قاری و عبید اللہ بن عمر و اسمٰعیل بن جعفر و دراوردی وغیرہ نے ان سے حدیث کی روایت کی ہے۔ یہ بہت ہی پرہیزگار اور بہت بڑے عبادت گزار اور صاحب ولایت و باکرامت بزرگ تھے۔

ان کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ ان کو وفات کے بعد جب غسل دیا جانے لگا تو تمام حاضرین نے دیکھا کہ ان کے سینے میں دل کے مقام پر کھال کا رنگ کاغذ کے ورق کی طرح سفید و سفاف نظر آتا تھا اور اس میں ایک خاص قسم کی چمک بھی تھی۔ اس منظر کو دیکھ کر تمام حاضرین نے یقین کے ساتھ بالاتفاق یہی کہا بلاشبہ یہ قرآن کا نور ہے جو ان کے قلب میں چمک رہا ہے کیونکہ تمام عمر انہوں نے قرآن مجید کی تعلیم دی ہے۔ ابو موسیٰ کا قول ہے: آپ نے 127ھ میں وفات پائی اور خلیفہ نے آپ کا سن وفات 130ھ بتایا ہے۔ (تہذیب التہذیب)

علم کا خزانہ

حضرت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوالولید اور نام ونسب عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریج اموی ہے۔ یہ وہ جلیل القدر استاد حدیث ہیں جو عطا بن ابی رباح و امام زہری وامام جعفر صادق وغیرہ سینکڑوں محدثین کی درسگاہ حدیث سے فیض پا کر کثیر الحدیث وبلند پایہ حافظ حدیث ہوئے۔ ان کی جلالت شان کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ امام بخاری ان کو علم کا خزانہ کہا کرتے تھے اور یحییٰ بن سعید ان کی کتابوں کو ''کتب الامانۃ'' کا لقب دیتے تھے اور علی بن مدینی تو یہاں تک فرمایا کرتے تھے کہ میں نے حدیثوں کی سندوں میں غور کیا تو ساری سندوں کا دارومدار چھ محدثین پر پایا۔ پھر ان چھ محدثین کا سارا علم ابن جریج کے سینے میں پہنچ گیا۔ علی بن مدینی کا یہ بھی قول ہے: مکہ مکرمہ کے محدثین میں سب سے پہلے علم حدیث کی کتابیں تصنیف فرمانے والے ابن جریج ہی ہیں۔

ابن حبان نے لکھا ہے کہ ابن جریج ثقہ اور اہل حجاز کے فقہاء ومحدثین میں بہت ہی ٹھوس علمی قابلیت کے مالک ہیں۔ عبداللہ بن مبارک جیسے ہزاروں محدثین ان کے دریائے علم سے سیراب ہوئے اور سب ان کی جلالت علم وفضیلت روایت کے معترف ہیں۔

یہ بہت ہی طاقتور وتندرست تھے اور نکاح کے بے حد شوقین تھے چنانچہ حضرت امام شافعی نے فرمایا: انہوں نے یکے بعد دیگرے ستر عورتوں سے نکاح فرمایا لیکن کسی عورت سے ان کی کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

مگر اس کے ساتھ عبادت کا شوق وذوق بھی کرامت کی منزل پر پہنچا ہوا تھا۔ عبدالرزاق محدث کا قول ہے: میں نے ابن جریج سے بڑھ کر بہترین نماز پڑھنے والا کسی نمازی کو نہیں دیکھا۔ ابو عاصم ناقل ہیں کہ مکہ مکرمہ میں یہ اپنے دور کے سب سے بڑے عبادت گزار اور زاہد شب زندہ دار تھے۔ ہر ماہ میں صرف تین دن روزہ نہیں رکھتے تھے۔ باقی سال بھر روزانہ روزہ دار رہتے تھے۔ 149ھ یا 150ھ میں ستر برس کی عمر پا کر

مکہ مکرمہ میں وصال فرمایا۔ (تہذیب التہذیب)

امام اوزاعی اور ان کی موت کا عجیب واقعہ

حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعمر اور نام عبدالرحمٰن بن عمرو ہے۔ آپ شامی محدثین کے مسلم الثبوت امام واستاد حدیث ہیں۔ اوزاعی اس لئے کہلاتے ہیں کہ یمن یا ہمدان کے ایک قبیلہ اوزاع سے آپ کا تعلق تھا اور بعض کا قول ہے۔ اوزاع دمشق کے قریب ایک گاؤں کا نام تھا۔ اس کی طرف نسبت کر کے آپ اوزاعی مشہور ہو گئے۔

آپ کا زہد وتقویٰ مشہور زمانہ اور آپ کی امامت و بزرگی پر تمام اکابر کا اجماع ہے۔ آپ کا حافظہ نہایت قوی تھا۔ ستر ہزار فتاویٰ کا جواب آپ نے اپنے حفظ سے تحریر کرایا اور تیرہ برس کی عمر میں آپ نے فتویٰ دینا شروع کر دیا تھا۔ آپ تبع تابعین میں سے ہیں اور بڑے بڑے بلند پایہ تابعین سے آپ نے حدیث کی روایت کی ہے اور قتادہ وزہری و یحییٰ بن کثیر وغیرہ آپ کے استاذ ہیں۔ تمام اہل شام واہل مغرب امام مالک کے مشہور ہونے سے پہلے آپ ہی کے مذہب وفتاویٰ پر عمل کرتے تھے۔

پہلے آپ دمشق میں باب الفرادیس کے باہر سکونت فرماتے تھے پھر آپ بیروت چلے گئے اور وہاں مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہو گئے اور آخر عمر تک جہاد میں مشغول رہے۔

خلیفہ بغداد ابوجعفر منصور آپ سے بے حد عقیدت رکھتا تھا اور آپ کی خدمت میں مؤدبانہ حاضری دیتا تھا اور آپ نہایت جرأت و بیباکی کے ساتھ اس کو امر بالمعروف ونہی عن المنکر فرمایا کرتے تھے۔

آپ 88ھ میں بعلبک شہر کے اندر پیدا ہوئے اور بچپن سے آخر عمر تک علم کی طلب ودرس حدیث اور حج وجہاد کے لئے سفر فرماتے رہے۔ آپ جلیل الشان فقیہ وکثیر الحدیث محدث ہونے کے ساتھ عبادت وریاضت کی منزل میں بھی بہت اونچا مقام

رکھتے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ صاحب کرامت اولیاء میں سے تھے۔ آپ کی وفات کا واقعہ بھی بڑا ہی دردناک وعجیب ہے۔ آپ حالت جہاد میں غسل کے لئے غسل خانہ میں داخل ہوئے اور حمام کے مالک نے باہر سے تالا بند کر دیا اور کسی ضرورت سے باہر چلا گیا۔ پھر اس کو تالا کھولنا یاد نہ رہا اور کئی دن کے بعد جب اس نے تالا کھولا تو دیکھا کہ آپ حمام کی دیوار سے ٹیک لگائے قبلہ رو بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ کی روح پرواز کر چکی ہے۔ یہ واقعہ 157ھ کا ہے۔ (نووی وطبقات شعرانی وغیرہ)

وہ محدث جس کے ہاتھ پر ہزاروں لوگ مسلمان ہوئے

ابواسحٰق ابراہیم بن ادہم بلخی جو بہت ہی نامور شیخ طریقت وسلطان ولایت گزرے ہیں اور جن کی کرامتوں کے تذکرے مشہور خلائق ہیں۔ یہ اپنے دور کے بڑے فاضل حدیث ومشہور ثقہ محدث بھی تھے۔

یہ حدیث وفقہ میں حضرت امام ابوحنیفہ کے بڑے خاص شاگرد ہیں۔ ان کا اصلی وطن بلخ ہے مگر بعد میں انہوں نے شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ زہد وتقویٰ عبادت وریاضت میں بہت ہی بلند مقام رکھتے تھے۔ یہ جب حضرت امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو امام ممدوح نے ان سے فرمایا: اے ابراہیم! تمہیں عبادت کی توفیق تو بہت کچھ مل چکی ہے اس لئے اب تمہیں کچھ علم کا بھی اہتمام کرنا چاہیے کیونکہ علم عبادت کی اصل اور تمام عبادتوں کا دارومدار ہے چنانچہ امام ممدوح کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ابراہیم بن ادہم علم کی تحصیل میں مشغول ہو گئے اور حضرت امام ابوحنیفہ ویحییٰ بن سعید بن مرزبان ومقاتل بن حبان بنطی وغیرہ محدثین کی درسگاہوں میں علم حدیث پڑھ کر استاد حدیث ہو گئے اور آپ کے حلقہ درس میں سفیان ثوری وشفیق بلخی وابراہیم بن بشار واوزاعی جیسے باکرامت محدثین وعباد وزہاد امت پیدا ہوئے۔

امام نسائی ویحییٰ بن معین وابن نمیر وعجلی وغیرہ نے ان کو ثقہ، زاہد، عابد، فاضل، محدث، سیر اور سخاوت میں یکتائے روزگار تحریر کیا اور ابن حبان نے کتاب الثقات میں ان کے

اوصاف کا تذکرہ ان لفظوں میں فرمایا: ابراہیم بن ادہم مجاہدہ، فقہ اور مسلسل تقویٰ شعاری و سخاوت میں آخری دم تک ثابت قدم رہے۔

آخری عمر میں آپ درس و تدریس سے کنارہ کش ہو کر ہمہ تن عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے اور آپ کی روحانی توجہ سے ہزاروں غیر مسلموں نے اسلام قبول کیا اور سینکڑوں گنہگار مسلمان آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر مرتبہ ولایت پر فائز ہو گئے۔ مجاہدین اسلام کے لشکر میں شامل ہو کر جہاد کے لئے آپ روم بھی تشریف لے گئے اور بلادِ روم ہی میں 161ھ یا 162ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔

(تہذیب التہذیب و مناقب صدر الائمہ)

(104)

عشق مولیٰ حکمتوں کی جان ہے

حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے بہلول دانا رحمۃ اللہ علیہ کو قبرستان میں اطمینان سے تشریف فرما دیکھا۔ پوچھا یہاں کیا کر رہے ہیں؟" فرمایا میں ایسے لوگوں میں رہتا ہوں جو نہ مجھے اذیت دیتے ہیں اور نہ پس پشت غیبت کرتے ہیں۔ حضرت سری نے پوچھا: "کیا آپ کو بھوک پیاس نہیں لگتی۔" یہ سن کر چہرہ پھیر لیا اور پڑھا:

تجوع فان الجوع من علم التقی

وان طویل الجوع یوما یشبع

"بھوکے رہا کرو کیونکہ بھوک تقویٰ کی علامت ہے۔ زیادہ بھوکا رہنے والا عنقریب آسودہ ہوگا۔"

☆ ایک مجذوب بزرگ کو کسی نے قبرستان سے آتے ہوئے دیکھا تو پوچھا: "کہاں سے تشریف لا رہے ہیں؟" جواب دیا "اس مقام پر ایک کارواں خیمہ زن ہے اسی کے پاس سے آ رہا ہوں۔" اس نے پوچھا: "کیا اہل کارواں سے کچھ گفت وشنید بھی ہوئی؟" فرمایا: "جی ہاں! میں نے ان لوگوں سے پوچھا: کوچ کب کریں گے؟" فرمایا: "جب تم لوگ بھی شامل قافلہ ہو جاؤ۔"

☆ مجذوب بزرگ کے بارے میں کسی نے ایک عارف حق آگاہ سے پوچھا: "یہ لوگ ہوتے تو مجنون ہیں مگر باتیں نہایت حکمت کی کرتے ہیں۔ اس میں کیا راز ہے؟" فرمایا: "ان لوگوں کے پاس فضل اور عقل دو نعمتیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے عقل لے لی تو فضل رہ گیا۔ اس لیے حکمت کا کلام کرتے ہیں۔"

جو نہیں سمجھا اسے نادان ہے

حضرت عطا کا ایک بازار میں گزر رہوا۔ وہاں ایک پاگل کنیز کی بولی لگ رہی تھی۔ کوئی خریدار نہ تھا۔ انہوں نے اسے پاگل جانتے ہوئے بھی سات دینار میں خرید لیا اور اپنے ساتھ گھر لائے۔ رات ہوئی تو دیکھا کہ اس نے آہستہ سے اٹھ کر وضو کیا اور نماز شروع کر دی۔ نماز میں اس کے انہماک اور تضرع کی یہ کیفیت تھی کہ آنکھوں سے آنسوؤں کی برسات ہو رہی تھی' سانس پھول رہا تھا۔ اس کے بعد مناجات کرنے لگی تو اس طرح کی "اے میرے پروردگار! اس محبت کی قسم! جو تو مجھ سے فرماتا ہے مجھ پر رحم کر۔"

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے دعا کے یہ الفاظ سنے تو انہیں اس کے جنون کا ثبوت مل گیا۔ لونڈی کے قریب آ کر کہا۔

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ: اے لڑکی! تجھے اللہ تعالیٰ سے اس طرح دعا کرنی چاہئے اے میرے پالنہار! اس محبت کی قسم! جو میں تجھ سے کرتی ہوں' مجھ پر رحم فرما۔

کنیز: بے کار آدمی! چل دور ہو یہاں سے' مجھے اس ذات کی قسم! وہ اگر مجھ سے پیار نہ فرماتا تو میٹھی نیند سلا کر مجھے عبادت کے لئے نہ اٹھاتا۔ (نہ کہہ کر اوندھے منہ گر پڑی اور درد و فراق کی آتش میں سلگتے ہوئے اشعار پڑھنے لگی۔ اس سے فارغ ہوئی تو بلند آواز سے پکار اٹھی)

"اے ارحم الراحمین اللہ! اب تک تیرا اور میرا راز پوشیدہ تھا مگر اب یہ راز لوگوں پر فاش ہو چکا ہے۔ اس لئے بس تو مجھے اپنے پاس بلا لے۔"

حضرت عطاء فرماتے ہیں: اس کے بعد ایک چیخ بلند ہوئی اور اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

تو بسا ہوا ہے دل میں تو کبھی جدا نہیں ہے

ایک دیوانہ پھٹے حالوں گلیوں میں مارا مارا پھر رہا تھا اور لڑکے اس پر پتھر اور ڈھیلے

برسا رہے تھے۔ سر لہولہان، چہرے اور جسم سے خون بہہ رہا تھا۔ ادھر سے حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کا گزر ہوا۔ انہوں نے یہ کیفیت دیکھی تو لڑکوں کو ڈانٹا۔ لڑکوں نے عرض کیا "ہم لوگ اسے بلاوجہ نہیں مار رہے۔ یہ تو سنگسار کیے جانے کے قابل ہے۔" شیخ نے وجہ پوچھی تو لڑکوں نے کہا: "یہ کفر بکتا ہے اور کہتا ہے کہ میں اللہ کو دیکھتا ہوں اور اس سے کلام کرتا ہوں۔" لڑکوں کی باتیں سن کر شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ دیوانہ کے نزدیک گئے۔ وہ منہ ہی منہ میں ہنس ہنس کر خود کلامی کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا: "تو جو کر رہا ہے، بہت بہتر، ان لڑکوں کو مجھ پر مسلط کر دیا تاکہ پتھراؤ کریں۔" حضرت شبلی نے پوچھا: "یہ لڑکے آپ کے بارے میں ایسی ایسی باتیں کرتے ہیں۔" دیوانہ: یہ لڑکے کیا کہتے ہیں؟

حضرت شبلی: تم اس بات کا دعویٰ کرتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کو دیکھتا ہوں۔

دیوانہ: (ایک زوردار چیخ مار کر) اے شبلی! قسم اس ذات کی جس نے اپنے عشق میں مجھے چور چور کر دیا اور اپنے قرب و بعد کے درمیان مجھے گم گشتہ فرما دیا۔ پلک جھپکنے کی مقدار بھی اگر وہ مجھ سے اوجھل ہو جائے تو آتش فراق مجھے جلا کر راکھ کر دے۔

اتنا کہنے کے بعد وہ دوڑتا ہوا نکل بھاگا اور یہ شعر اس کی زبان پر تھا:

جمالك في عيني وذكرك في فمي

وحبك في قلبي فاين تغيب

ترا حسن میرا منظر، ترا ذکر میرا کلمہ

تو بسا ہوا ہے دل میں تو کبھی جدا نہیں ہے

میں اسی کا بن گیا ہوں نہیں اور کوئی میرا

ایک دیوانہ حضرت علی بن عبدان رحمۃ اللہ علیہ کے قریب رہتا تھا۔ دن کو اس کی حالت پاگلوں جیسی رہتی اور رات ہوتے ہی بہتر ہو جاتا، نماز ادا کرتا، ذکر و فکر میں رہتا، رو رو کر دعائیں کرتا۔ ایک دن حضرت علی نے پوچھا: "تم کب سے پاگل ہوئے ہو؟" جواب دیا: "جس وقت سے عارف ہوا ہوں۔" اس کے بعد یہ اشعار پڑھے:

لنا الذي البسني سيدي   لما تقربت لباس الوداد

فصرت لاأوي الي مونس الا الى مالك رزق العباد

مجھے پیار کی یہ خلعت ہے کرم مرے خدا کا
میں اسی کا بن گیا ہوں نہیں اور کوئی میرا

صدق وتقویٰ سے دوستی کر لے

حضرت علی بن عبدان اس کے پاس سے چلے آئے تو اس پر پھر جنون کا غلبہ ہو گیا اور اسی حال میں یہ آیت تلاوت کر رہا ہے۔

اٰتِنَا غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا۝ (الکہف 18، 62)

علی بن عبدان سمجھ گئے کہ اس پر بھوک کا غلبہ ہے۔ انہوں نے کھانا کھلایا۔ فارغ ہو کر حمد باری تعالیٰ کی۔ ابن عبدان نے کچھ نصیحت پیش کرنے کی درخواست کی۔ اس کے جواب میں اس نے چند ناصحانہ اشعار پڑھے جن کا مفہوم یہ ہے۔

''خوف الٰہی، تقوی اور حزن وملال کو اپناؤ تمہیں اس کام سے نفع ہوگا۔ ترک دنیا کرو، پرہیزگاری بہترین شے ہے۔ اندھیری شب میں عبادت کی کوشش کرو، اس وقت دروازہ کھٹکھٹاتے رہو تو امید ہے کہ ایک روز دروازہ کھل جائے گا۔''

ایک دوسرے بزرگ نے نصیحت فرمائی ''مخلوق سے دور رہ، زیادہ میل جول نہ رکھ۔ اس طرح رب تعالیٰ سے رابطہ مضبوط ہوگا اور عذاب کم ہوگا۔''

صدق وتقویٰ سے دوستی کر لے چھوڑ دے کبر اور نخوت کو
اپنے اسپ ہوا کو قابو کر پائے گا منزل محبت کو

(بزم اولیاء، ترجمہ روض الریاحین)

(105)

برکت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ابن ہشام کے حوالہ سے سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ بشیر بن سعد کی بیٹی اور مشہور صحابی نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کی ہمشیرہ بیان کرتی ہیں میری والدہ عمرہ بنت رواحہ نے مجھے ایک پوٹلی میں تھوڑی سی کھجوریں دیں اور کہا: اسے اپنے والد اور ماموں عبداللہ بن رواحہ کے پاس لے جاؤ۔ جب میں اپنے والد اور ماموں کو تلاش کرتے ہوئے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزری تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا بیٹی تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ میں نے عرض کیا یہ میری والدہ کی دی ہوئی کھجوریں ہیں۔ میں انہیں اپنے باپ اور ماموں کو دینا چاہتی ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجوریں میرے پاس لاؤ۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر وہ کھجوریں رکھ دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر لانے کا حکم دیا۔ چادر پیش کی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر کھجوریں بکھیر دیں۔ پھر ایک شخص کو حکم دیا کہ اہل خندق کو دعوت دے دو کہ دوپہر کے کھانے کے لئے آجائیں۔ اہل خندق آگئے۔ وہ کھاتے گئے اور کھجوریں بڑھتی گئیں حتیٰ کہ چادر کے کناروں سے باہر گرنے لگیں۔

یہ واقعہ جہاں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ تھا وہاں اس سے ایک مسلمان خاتون کی جہاد میں عملاً شرکت کا اشارہ بھی ملتا ہے۔ بھوک کی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بلکہ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر پتھر باندھ رکھے تھے۔ اس عالم میں ایک مسلمان خاتون مسلمانوں کے لئے طعام کا بندوبست کر رہی تھی۔

(السیرۃ النبوۃ لابن ہشام 3/228، 229، والبدایۃ والنہایۃ 4/99)

(106)

عبادت گزار اور صاحب کرامت مجاہد

حضرت سیّدنا حماد بن جعفر بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مجھے میرے والد نے بتایا: ایک مرتبہ ہمارا لشکر جہاد کے لئے ''کابل'' کی طرف گیا۔ ہمارے ساتھ حضرت سیّدنا صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ رات کے وقت لشکر نے ایک جگہ قیام کیا۔ میں نے دل میں ٹھان لی کہ آج میں حضرت سیّدنا صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ کو خوب غور سے دیکھوں گا کہ آپ رضی اللہ عنہ کس طرح عبادت کرتے ہیں کیونکہ لوگوں میں آپ رضی اللہ عنہ کی عبادت کا خوب چرچا ہے لہٰذا میں ان کی طرف متوجہ ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی اور پھر لیٹ گئے اور لوگوں کے سونے کا انتظار کرنے لگے۔ جب لوگ خواب خرگوش کے مزے لینے لگے تو آپ رضی اللہ عنہ ایک دم اٹھے اور قریبی جنگل کی طرف چل دیئے۔ میں بھی چپکے چپکے آپ رضی اللہ عنہ کے پیچھے چل دیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ یکا یک ایک خونخوار شیر نمودار ہوا اور آپ رضی اللہ عنہ کی طرف بڑھنے لگا۔ میں بہت خوفزدہ ہوا اور درخت پر چڑھ گیا لیکن آپ رضی اللہ عنہ کی شجاعت پر قربان جاؤں نہ تو آپ رضی اللہ عنہ شیر سے ڈرے نہ ہی اس کی طرف توجہ دی بلکہ نماز ہی میں مگن رہے۔ جب آپ رضی اللہ عنہ سجدے میں گئے تو میں نے گمان کیا کہ اب شیر آپ رضی اللہ عنہ پر حملہ کرے گا اور آپ رضی اللہ عنہ کو چیر پھاڑ دے گا لیکن شیر زمین پر بیٹھ گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اطمینان سے نماز مکمل کی اور سلام پھیرنے کے بعد شیر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

جنگل کا بادشاہ بھی جس کی اطاعت کرے

"اے جنگلی درندے جا کسی دوسری جگہ اپنا رزق تلاش کر۔" آپ رضی اللہ عنہ کا اتنا فرمانا تھا کہ شیر الٹے قدموں چل پڑا۔ وہ ایسی خوفناک آواز سے دھاڑ رہا تھا کہ لگتا تھا کہ پہاڑ بھی اس کی دھاڑ سے پھٹ جائیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ پھر نماز میں مشغول ہو گئے۔ طلوع فجر سے کچھ دیر قبل آپ رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور ایسے پاکیزہ الفاظ میں اللہ رب العزت کی حمد کی کہ میں نے کبھی حمد کے ایسے کلمات نہ سنے تھے مگر جس کو اللہ تعالیٰ چاہے توفیق عطا فرمائے۔ وہ جس پر چاہے اپنا خاص کرم کرے۔

پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے اور یوں دعا کرنے لگے "اے میرے پروردگار! میں تجھ سے التجاء کرتا ہوں کہ مجھے جہنم کی آگ سے بچا' میں اس قابل کہاں کہ تجھ سے جنت طلب کروں۔"

پھر آپ رضی اللہ عنہ واپس لشکر کی طرف لوٹ آئے اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس حال میں صبح کی کہ آپ رضی اللہ عنہ بالکل تر و تازہ تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ گویا آپ رضی اللہ عنہ نے ساری رات بستر پر گزاری اور مجھ پر جو تھکاوٹ اور سستی طاری تھی اسے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔

پھر لشکر نے دشمن کی طرف پیش قدمی کی اور جب دشمن کی سرحد کے قریب پہنچے تو امیر لشکر نے اعلان کیا کہ کوئی سوار اپنی سواری پر بھاری سامان نہ چھوڑے۔ تمام مجاہدین نے اپنی اپنی سواریاں ہلکی کر لیں۔

ہر مشکل کے لئے نماز

اتفاق کی بات تھی کہ حضرت سیدنا صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ کا خچر سامان سمیت کہیں بھاگ گیا جب آپ رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی تو آپ نے نماز پڑھنا شروع کر دی۔ لوگوں نے کہا "حضور! سارا لشکر جا چکا ہے اور آپ ابھی یہیں موجود ہیں۔" آپ رضی اللہ عنہ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے اور اس طرح بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے "اے

میرے پروردگار! تجھے تیری عزت وجلال کی قسم! میری سواری مجھے سامان سمیت لوٹا دے۔'' ابھی آپ رضی اللہ عنہ دعا سے فارغ بھی نہ ہوئے تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ کی سواری سامان سمیت سامنے موجود تھی۔ پھر جب دشمنوں سے جنگ چھڑی اور دعوتِ مبارزت دی گئی تو ہمارے لشکر کی طرف سے حضرت سیّدنا صلہ بن اشیم رضی اللہ عنہ اور حضرت سیّدنا ہشام بن عامر رضی اللہ عنہ میدان جنگ میں اترے اور ایسے جنگی جوہر دکھائے کہ جس طرف جاتے دشمنوں کی لاشیں بکھیر دیتے جو دشمن سامنے آتا اسے واصل جہنم کر دیتے۔ نیزہ زنی اور شمشیر زنی کے ایسے جوہر دکھائے کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ گئے۔ان کے حوصلے پست ہو گئے اور وہ کہنے لگے ''جب عرب کے دو شہسواروں نے ہمارا یہ حال کر دیا تو اگر پورا عربی لشکر ہم سے لڑا تو ہمارا کیا انجام ہوگا۔ بہتری اسی میں ہے کہ ہم مسلمانوں سے صلح کر لیں چنانچہ انہوں نے ہم سے جزیہ کی شرط پر صلح کر لی اور مسلمانوں کا لشکر فتح یاب ہو کر واپس پلٹا۔ (عیون الحکایات)

الیس اللہ بکاف عبدہ

(107)

ایک بار جو بھٹکا تو بھٹکتا ہی رہے گا

احسان دانش نامور شاعر ہوئے ہیں ان کا اپنا واقعہ ملاحظہ ہو۔ لکھتے ہیں:
میرے کرم فرما ڈاکٹر صدرالدین بھی تھے جنہوں نے میرے زخمی ہونے پر بڑی شفقت اور توجہ سے میری دیکھ بھال کی تھی۔ ان کی نیلی آنکھیں، گورے چہرے پر سنہری حسین داڑھی کے ساتھ بہت بھلی معلوم ہوتی تھیں اور ان پر ان کی آہستہ کلامی اور بھی جاذب توجہ ہو جاتی تھی۔ ڈاکٹر صدرالدین کے یہاں اس وقت کوئی اولاد نہ تھی اور جس نام و نمود کی حسرت نے انہیں شعر و شاعری کا دلدادہ اور صوفیاء کا پرستار بنا دیا تھا ان کی آرزو تھی کہ تاریخی طور پر تصنیف و تالیف کی صورت میں اپنی یادگار چھوڑیں اور ایک پیر طریقت کی حیثیت سے زندگی بسر کریں۔ یہی وجہ تھی کہ مقامی صوفیوں اور تیسرے درجہ کے خستہ حال شاعروں سے ان کا میل جول بڑھ رہا تھا جن میں میری شمولیت بھی تھی۔
صوفی صدرالدین جب محفل سماع میں بیٹھتے تو ان کے مریدان باصفا، ان کے احترام میں دو زانو ہو جاتے اور قوالی شروع ہوتے ہی جہاں پیر صاحب کی زبان سے "واہ" نکلتی تو وہ کچے صوفیوں کی جماعت یوں جھولتی اور جھومتی جیسے آندھی درختوں سے گھس کر گزر رہی ہو۔

جب پیری مریدی میں ڈاکٹر صاحب کے پاس عورتوں کی آمد و رفت شروع ہوئی تو ان کی خواہش اولاد جو برسوں سے خاموشی کے لبادے میں گھات لگا رہی تھی، ہر اچھی صورت کو دیکھ کر گڑگڑانے لگی اور آخر کار صوفی صدرالدین نے ایک معتقدہ عورت کو اپنے نکاح میں لے لیا اور اس سے ان کے ماشاء اللہ کئی بچے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کو جب اولاد

کی طرف سے سکون ہوا تو صوف کی وہ ہماہمی نہ رہی۔ ان کی جوانی اور طلب اولاد کا آسیب فکر دنیا نے اتار دیا۔ تمام اوراد و اشغال ماضی مرحوم کی چیز ہو کر رہ گئے بلکہ وہ ان مسائل سے دور نظر آنے لگے۔ ایک دن ان سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے ایک بچے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: ''یار! صحیح تصوف تو یہ ہے کہ ہم جس حقیقت کی تلاش میں سرگرداں ہیں وہ انہی معصوم صورتوں میں ملتی ہے۔'' اب ڈاکٹر صاحب ہیں اور ان کے یہ تصورات! (جہان دانش، ص 57)

کیفی رہ الفت میں قدم سوچ کے رکھنا
ایک بار جو بھٹکا تو بھٹکتا ہی رہے گا

(108)

اللہ اور اس کے رسول کی چاہت

طفیل بن سنجرہ (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سوتیلے بھائی) فرماتے ہیں: میں نے خواب میں چند یہودیوں کو دیکھا اور ان سے پوچھا: تم کون ہو؟ انہوں نے کہا: تم بھی اچھے لوگ ہو لیکن افسوس تم کہتے ہو جو اللہ چاہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں۔ پھر میں نصرانیوں کی جماعت کے پاس گیا اور ان سے بھی اسی طرح پوچھا۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ میں نے ان سے کہا: افسوس تم بھی مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا مانتے ہو۔ انہوں نے بھی یہی جواب دیا۔ میں نے صبح اپنے اس خواب کا ذکر کچھ لوگوں سے کیا پھر دربار نبوی میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی یہی خواب بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا کسی اور سے بھی تم نے اس کا ذکر کیا ہے؟'' میں نے کہا: ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کی اور فرمایا: ''طفیل نے ایک خواب دیکھا اور تم میں سے بعض کو بیان بھی کیا۔ میں چاہتا تھا کہ تمہیں اس کلمے کے کہنے سے روک دوں لیکن فلاں فلاں کاموں کی وجہ سے اب تک نہ کہہ سکا۔ یاد رکھو اب ہرگز جو اللہ چاہے اور اس کا رسول کبھی نہ کہنا بلکہ یوں کہو کہ صرف اللہ تعالیٰ اکیلا جو چاہے۔''

ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا جو اللہ تعالیٰ چاہے اور آپ چاہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو مجھے اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ یوں کہہ جو اللہ تعالیٰ اکیلا چاہے۔'' (ہاں یوں کہہ سکتے ہیں جو اللہ چاہے پھر اس کا رسول چاہے جیسا کہ دوسری حدیث میں ہے)

(ابن ماجہ الکفارات باب النھی ان یقال ماشاء اللہ وشئت 2118 الصحیحہ 137 احمد 72/5)

ہار والا دن

☆......اُمّ المومنین سیّدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ عرب کے کسی قبیلہ کے پاس ایک سیاہ رنگ کی لونڈی تھی۔ انہوں نے اسے آزاد کر دیا اور وہ انہی کے ساتھ رہتی تھی۔ ایک دن قبیلہ والوں کی ایک لڑکی (جو دلہن تھی) نہانے کے لئے نکلی۔ وہ سرخ چمڑے کا ایک ہار پہنے ہوئے تھی۔ اس نے ہار اتار کر رکھ دیا یا اس کے بدن سے گر گیا۔ اسی دوران ایک چیل وہیں سے گزری جہاں ہار پڑا تھا۔ چیل اسے گوشت کا ٹکڑا سمجھ کر اٹھا کر لے گئی۔ قبیلہ والوں کو جب معلوم ہوا تو انہوں نے بہت تلاش کیا لیکن ہار نہ مل سکا تو ان لوگوں نے اس لونڈی پر تہمت لگائی اور اس کی تلاشی لینی شروع کر دی حتیٰ کہ شرمگاہ تک کی تلاشی لی۔

اس لونڈی کا بیان ہے کہ اللہ کی قسم! میں ان کے ساتھ اسی حالت میں کھڑی تھی کہ وہی چیل آئی اور اس نے ان کا وہ ہار گرا دیا۔ میں نے کہا: یہ وہی چیز ہے جس کی تہمت تم مجھ پر لگاتے تھے حالانکہ میں اس سے بَری تھی۔

اس لونڈی نے کہا: پھر میں اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کر لیا۔ سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں اس کے لئے مسجد نبوی میں ایک خیمہ لگا دیا گیا اور پھر وہ لونڈی وقتاً فوقتاً میرے پاس آیا کرتی اور یہ شعر پڑھا کرتی تھی:

وَيَوْمُ الْوِشَاحِ مِنْ تَعَاجِيبِ رَبِّنَا
اَلَا اِنَّهُ مِنْ بَلْدَةِ الْكُفْرِ اَنْجَانِيْ

''ہار والا دن میرے رب کی عجیب نشانیوں میں سے ہے، خبردار ہو جاؤ بے شک اس نے مجھے کفر کے شہر سے نجات دی۔''

سیّدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے اس سے ایک دن پوچھا آخر کیا بات ہے تو جب بھی میرے پاس بیٹھتی ہے تو یہ بات ضرور کہتی ہے تو اس سوال پر اس نے اپنا پورا قصہ بیان کیا۔ (صحیح البخاری' الصلاۃ' باب نوم المرأۃ فی المسجد' 439' (3835)

☆..... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

دو آدمی ایک علاقہ سے گزرے، وہاں ایک بت تھا۔ وہ قوم کسی راہ گیر کو وہاں سے گزرنے نہ دیتی جب تک وہ ان کے بت پر چڑھاوا نہ چڑھاتا۔ ان دونوں کو چڑھاوے کا کہا۔ ایک نے کہا: میرے پاس کچھ نہیں۔ انہوں نے کہا: ''ایک مکھی ہی چڑھادے۔ اس نے فوراً مکھی چڑھادی۔ تو وہ دوزخی بن گیا۔ دوسرے نے بت کے چڑھاوے سے انکار کردیا۔ انہوں نے اس کو شہید کردیا وہ جنتی بن گیا۔

(حلیۃ الاولیاء لابن نعیم اصفہانی، 203/1، الزہد لامام احمد بن حنبل، ص 15، موقوف)

ہمیں مشرک کی مدد نہیں چاہیے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی جانب محوسفر ہوئے۔ جب آپ ''حرۃ الوبرۃ'' کے مقام پر پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا، وہ اپنی جرأت کے تذکرے کرنے لگا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جب اسے دیکھا تو بڑے خوش ہوئے۔ اب ان کے اور جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان یہ گفتگو ہوئی۔

مشرک: میں تو آیا ہوں کہ آپ کے پیچھے پیچھے چلوں، آپ کے ساتھ ہو کر لڑوں اور مارا جاؤں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم: اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آ۔

مشرک: نہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم: تو پھر جدھر سے آیا ہے ادھر ہی چلا جا۔ مجھے کسی مشرک کی مدد کی ضرورت نہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بتلاتی ہیں وہ چلا گیا پھر جب ہم ایک درخت کے پاس آئے تو وہ آدمی دوبارہ آیا اور آپ سے پھر وہی پہلے والی بات کرنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے وہی جواب دیا جو پہلے دے چکے تھے۔ اس کے بعد جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ''بیداء'' کے مقام پر پہنچے تو وہ شخص پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا

اور پھر وہی بات دہرا دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے پہلے والا ہی جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آ۔ اب اس نے کہا: ہاں! میں ایمان لاتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کہا: ''ٹھیک ہے پھر چل ہمارے ساتھ۔''

(صحیح مسلم الجہاد باب کراھۃ الاستعانۃ فی الغزو بکافر...... الخ 1817 ابوداؤد 1732)

☆...... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ كَانَ حَالِفًا فَلْيَحْلِفْ بِاللهِ اَوْ لِيَصْمُتْ ۔

''جس نے قسم کھانی ہو وہ اللہ کے نام کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔''

(بخاری الشہادات باب کیف یستحلف مسلم الایمان باب النھی عن الحلف بغیر اللہ)

تیسرے آسمان کی مدد

☆...... حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے دن ایک مجاہد ایک مشرک کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ مشرک اس کے آگے آگے بھاگ رہا تھا۔ اس دوران اوپر سے کوڑا پڑنے کی آواز مجاہد کے کان میں پڑی۔ ساتھ ہی ایک گھڑ سوار کی آواز سنائی دی۔ وہ (اپنے گھوڑے کا نام لے کر) کہہ رہا تھا اے حیزوم! آگے بڑھ۔ اب مجاہد نے جونہی اپنے سامنے نظر دوڑائی تو وہی مشرک چاروں شانے چت گرا پڑا تھا۔ مجاہد نے اس کو دیکھا تو اس کی ناک پر کوڑے کا نشان تھا اور کوڑے کی ضرب سے اس کا چہرہ پھٹ چکا تھا۔ چہرے کا رنگ بدل کر سبز ہو گیا تھا۔ یہ منظر دیکھنے والا انصاری مجاہد آیا۔ اس نے سارا واقعہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: صَدَقْتَ ذٰلِكَ مِنْ مَدَدِ السَّمَآءِ الثَّالِثَةِ ۔

''تو نے سچ کہا ہے یہ مدد تیسرے آسمان سے آئی تھی۔''

(مسلم الجہاد والسیر باب الامداد بالملائکۃ...... الخ 1763)

بارش اللہ کے حکم سے ہی ہوتی ہے

حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام حدیبیہ میں ہمیں صبح کی نماز پڑھائی جب کہ رات میں بارش ہو چکی تھی۔ جب

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

هَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ؟

"تم جانتے ہو تمہارے پروردگار نے اس وقت کیا فرمایا ہے؟"

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَكَافِرٌ فَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰهِ وَرَحْمَتِهٖ فَذٰلِكَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَكَافِرٌ بِالْكَوْكَبِ وَأَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ كَذَا وَكَذَا فَذٰلِكَ كَافِرٌ بِیْ وَمُؤْمِنٌ بِالْكَوْكَبِ.

"اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: میرے بندوں نے آج اس حال میں صبح کی کہ بعض تو مجھ پر ایمان لائے اور بعض نے کفر کیا چنانچہ جس شخص نے یہ کہا: ہم پر اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے بارش ہوئی ہے تو وہ مجھ پر ایمان لایا اور ستاروں کے ساتھ کفر کیا (ستاروں کے اثر کا منکر ہے) اور جس شخص نے کہا: فلاں ستارے کے طلوع ہونے اور فلاں ستارے کے غروب ہونے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے تو اس نے میرے ساتھ کفر کیا اور ستاروں پر ایمان لایا۔"

(بخاری الاذان باب یستقبل الامام الناس اذا سلم 846 مسلم 231 ابوداؤد 3906)

ایک عجیب خواہش

☆...... حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد جب غزوہ حنین کے لئے روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر مشرکوں کے ایک درخت پر ہوا جس پر مشرک اپنے ہتھیار لٹکایا کرتے تھے اور پوجا کے طور پر اس درخت کے گرد طواف کرتے اور تعظیماً اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے۔ اس درخت کا نام ذات انواط تھا۔ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کے ہمراہیوں میں ایسے مسلمانوں کی تعداد بھی شامل تھی جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے تھے اور اسلامی احکام و شرائع اور دینی تعلیمات سے زیادہ واقفیت نہ رکھنے کی وجہ سے شرک سے بیزاری اور توحید میں کامل مرتبہ نہیں رکھتے تھے۔ انہی مسلمانوں میں سے بعض لوگوں نے اس درخت کو دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے بھی کوئی ایسا درخت مقرر کر دیجئے جس پر ہم اپنے ہتھیار لٹکایا کریں اور اس کو ذات انواط کہا کریں جیسا کہ مشرکوں نے اس درخت کو اپنے لئے ذات انواط بنا رکھا ہے اور اس پر وہ ہتھیار لٹکاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی یہ عجیب وغریب خواہش سن کر ازراہ حیرت وتعجب فرمایا۔ "سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ یہ بات تم ایسی کہہ رہے ہو جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم یہودیوں نے اپنے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا: ہمارے لئے بھی ایک ایسا معبود یعنی بت بنا دیجئے جیسا کہ کافروں کے معبود ہیں تاکہ جس طرح وہ کافر اپنے بتوں کو پوجتے ہیں اسی طرح ہم اپنے اس بت کو پوجا کریں۔" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور تنبیہ یہ فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تم ان لوگوں کے راستے پر چلنا شروع کر دو گے جو تم سے پہلے گزرے ہیں۔"

(ترمذی، الفتن، باب ماجاء لترکبن سنن من کان قبلکم، 2180، مسند احمد، 5/218، 2190، حسن)

عزیٰ بت کی کہانی

مشرکین نے اپنے ابن العزیٰ کا نام اللہ تعالیٰ کے نام "العزیز" سے مشتق کیا تھا۔ ابن جریر فرماتے ہیں: یہ ایک درخت تھا جس پر عمارت تعمیر کر دی گئی اور اس عمارت کو غلاف پہنا دیا گیا۔ یہ مکہ اور طائف کے درمیان واقع تھا اور مشرکین اس کی بہت تعظیم کرتے تھے۔ امام نسائی کی روایت کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کر لینے کے بعد خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو عزیٰ کی طرف روانہ فرمایا جنہوں نے وہاں موجود درختوں کو کاٹ دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابھی تم نے کچھ نہیں کیا ان کی زبانوں پر یا عزیٰ کا ورد تھا۔ جب خالد بن ولید رضی

اللہ عنہ مزید قریب آئے تو یکا یک ایک عورت باہر نکلی جو بالکل برہنہ تھی۔ اس کے بال کھلے ہوئے تھے اور ان بالوں پر وہ ہاتھوں کے ساتھ مٹی ڈال رہی تھی۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا کام تمام کر دیا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر خبر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ (عورت) درحقیقت عزیٰ تھی۔ (ابونعیم فی الدلائل ص 469 'اسناد حسن)

یحییٰ علیہ السلام کی زبانی پانچ باتوں کا حکم

مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو پانچ چیزوں کا حکم دیا کہ ان پر عمل کرو اور بنی اسرائیل کو بھی ان پر عمل کرنے کا حکم دو۔ قریب تھا کہ وہ اس میں غفلت کریں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انہیں یاد دلایا کہ آپ کو پروردگار عالم کا حکم تھا کہ ان پانچ چیزوں پر خود کاربند ہو کر دوسروں کو بھی حکم دو لہٰذا یا تو آپ کہہ دیجئے یا میں پہنچا دوں۔

حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا مجھے ڈر ہے کہ اگر آپ سبقت لے گئے تو کہیں مجھے عذاب نہ دیا جائے یا زمین میں دھنسا نہ دیا جاؤں پس یحییٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو بیت المقدس کی مسجد میں جمع کیا۔ جب مسجد بھر گئی تو آپ اونچی جگہ پر بیٹھ گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کر کے کہا اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچ باتوں کا حکم کیا ہے کہ خود بھی عمل کروں تم سے بھی ان پر عمل کراؤں۔

1- ایک یہ کہ اللہ ایک کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص خاص اپنے مال سے کسی غلام کو خریدے اور غلام کام کاج کرے لیکن جو کچھ حاصل ہوا ہے اسے کسی اور کو دے دے۔ کیا تم میں سے کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کا غلام ایسا ہو؟ ٹھیک اسی طرح تمہارا پیدا کرنے والا' تمہیں روزی دینے والا' تمہارا حقیقی مالک اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

2- دوسری یہ کہ نماز کو ادا کرو۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ بندے کی طرف ہوتی ہے۔ جب

تک کہ وہ نماز میں اِدھر اُدھر منہ نہ پھیرے۔ جب تم نماز میں ہو تو خبردار اِدھر اُدھر التفات نہ کرنا۔

3- تیسرا حکم یہ ہے کہ روزے رکھا کرو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کے پاس مشک کی تھیلی بھری ہوئی ہو جس سے اس کے تمام ساتھیوں کے دماغ معطر رہیں۔ یاد رکھو روزے دار کے منہ کی خوشبو اللہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔

4- چوتھا حکم یہ ہے کہ صدقہ دیتے رہا کرو اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی شخص کو دشمنوں نے قید کر لیا اور گردن کے ساتھ اس کے ہاتھ باندھ دیئے۔ گردن مارنے کے لئے لے جانے لگے تو وہ کہنے لگا: تم مجھ سے فدیہ لے لو اور مجھے چھوڑ دو چنانچہ جو کچھ تھا کم یا زیادہ دے کر اپنی جان چھڑا لی۔

5- پانچواں اس کا حکم یہ ہے کہ بکثرت اس کے نام کا ذکر کیا کرو اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جس کے پیچھے تیزی کے ساتھ دشمن دوڑتا آتا ہے اور وہ ایک مضبوط قلعہ میں گھس جاتا ہے اور وہاں امن و امان پا لیتا ہے۔ اسی طرح بندہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کے وقت شیطان سے بچا ہوا ہوتا ہے۔

حضور کی زبان سے بھی پانچ باتوں کا حکم

یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اب میں بھی تمہیں پانچ باتوں کا حکم کرتا ہوں جن کا حکم جناب باری نے مجھے دیا ہے۔ مسلمانوں کی جماعت کو لازم پکڑے رہنا۔ اللہ اور اس کے رسول اور مسلمان حاکم وقت کے احکام سننا اور جاننا' ہجرت کرنا اور جہاد کرنا۔ جو شخص جماعت سے ایک بالشت بھر نکل جائے گویا وہ اسلام کے پٹے کو اپنے گلے سے اتار پھینکے گا۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ رجوع کر لے جو شخص جاہلیت کی پکار پکارے وہ جہنم کا کوڑا کرکٹ ہے۔ لوگوں نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ وہ روزے دار اور نمازی ہو؟ فرمایا: "اگرچہ نماز پڑھتا ہو اور روزے بھی رکھتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ مسلمانوں کو ان کے ان ناموں کے ساتھ پکارتے رہو جو خدا اللہ تبارک و تعالیٰ نے رکھے ہیں مسلمین' مومنین اور عباد اللہ۔" (سنن ترمذی الامثال باب ما جاء فی مثل الصلاۃ)

والصوم والصدقۃ' 2863' احمد 130/4' الحاکم 117/1' ابن حبان 6233' یہ حدیث حسن ہے)

عبداللہ بن جدعان کی سخاوت:

عبداللہ بن جدعان قبیلہ بنو تیم کا سردار تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ابوقحافہ کا چچازاد بھائی تھا۔ جوانی میں انتہائی غریب اور بدقماش تھا اس کے جرائم کی وجہ سے لوگ خصوصاً قبیلہ اور گھر والے اس سے نفرت کرنے لگے تو وہ غصہ سے خودکشی کے ارادہ سے مکہ کی گھاٹیوں میں نکلا تو ایک پرانی اور تنگ غار دیکھی تو اس ارادہ سے غار میں گھس گیا تاکہ پرانی غار سے کوئی سانپ یا بچھوڈسے گا تو میں مرجاؤں گا۔ جب وہ غار کے اندر گیا تو سونے کا بنا ہوا مصنوعی سانپ یاقوتی آنکھوں والا دیکھا۔ اسے پکڑ کر سنبھال لیا۔ پھر وہ غار میں اور آگے گیا تو دیکھا کہ بنوجرہم قبیلہ کے بادشاہوں کی قبریں ہیں۔ ان کے سرہانے سونے کا کتبہ لگا ہوا ہے جس پر ان کی تاریخ وفات اور مدت حکومت وغیرہ لکھی ہے اور پاس ہی لعل و جواہر اور سونا چاندی کا ڈھیر تھا۔ (جب بنوجرہم اپنے دشمن کے ہاتھوں مغلوب ہوئے تو مکہ چھوڑتے وقت سونا' چاندی' ہیرے جواہرات وغیرہ جمع کر کے اس غار میں بادشاہوں کی قبروں کے پاس رکھ دیئے) حسب ضرورت وہاں سے مال اٹھایا' غار کے منہ پر نشانی لگا کر قوم کے پاس آیا اور قوم قبیلہ میں اس قدر سخاوت کی کہ ہر دلعزیز ہو گیا۔ جب سرمایہ کی کمی محسوس کرتا تو غار سے اور لے آتا۔

اس نے ایک بڑا پیالہ بنوایا جو ہمہ وقت کھانے سے بھرا رہتا جو چاہے کھائے۔ ایک مرتبہ امیہ بن صلت نے شاعرانہ انداز میں کہا: ابن جدعان سے بنی دیان بڑے سخی ہیں کیونکہ یہ گندم اور شہد کھلاتے ہیں تو عبداللہ بن جدعان نے فوراً دو ہزار اونٹ شام میں بھیجے وہ وہاں سے گندم شہد اور گھی لائے تو عبداللہ بن جدعان ہر رات بیت اللہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اعلان کرتا کہ آؤ لوگو میرا لنگر کھاؤ۔

(البدایۃ والنہایۃ 217/2' ذکر اخبار عبداللہ بن جدعان)

حدیث: مسلم میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یارسول اللہ ابنُ جُدْعَانَ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ یَصِلُ الرَّحِمَ وَیُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ

فَهَلْ ذَاكَ نَافِعُهُ۔

''ابن جدعان جاہلیت میں صلہ رحمی کرتا تھا اور مسکینوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ کیا یہ اعمال اسے قیامت کو فائدہ دیں گے۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يَنْفَعُهُ اِنَّهُ لَمْ يَقُلْ يَوْمًا رَبِّ اغْفِرْلِىْ خَطِيْئَتِىْ يَوْمَ الدِّيْنِ۔

''نہیں! کیونکہ اس نے کبھی نہ کہا کہ اے رب! قیامت کو میرے گناہ معاف کر دینا۔'' (مسلم' الایمان' باب الدلیل علی ان مات علی الکفر لا ینفعہ عمل' 214)

چار شخصوں پہ اللہ کی لعنت

حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے کہا: آپ ہمیں ایسی بات بتائیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خصوصاً آپ کے ساتھ کی ہو تو فرمانے لگے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ کوئی ایسی خاص بات نہیں کی جو لوگوں سے چھپائی ہو لیکن میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ آوٰى مُحْدِثًا وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ لَعَنَ وَالِدَيْهِ وَلَعَنَ اللّٰهُ مَنْ غَيَّرَ الْمَنَارَ۔

''اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو غیر اللہ کے لئے ذبح کرے اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی بدعتی کو پناہ دے اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے والدین پر لعنت کرے اور اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو زمین کے نشانات کو مٹائے۔'' (مسلم' الاضاحی' تحریم الذبح لغیر اللہ تعالیٰ' نسائی' باب من ذبح لغیر اللہ)

عقیدۂ توحید پر پختگی

محمد بن عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ اپنے بھائی عیسیٰ سے بیان کرتے ہیں وہ کہتے ہیں: میں ابومعبد جہنی عبداللہ بن حکیم کے پاس عیادت کے لئے گیا جن کو خسرہ کی بیماری تھی۔

میں نے کہا: آپ کوئی تعویذ وغیرہ کیوں نہیں لٹکاتے تو کہنے لگے موت اس سے زیادہ بہتر ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہے: مَنْ تَعَلَّقَ شَيْئًا وُكِّلَ إِلَيْهِ۔

"جس نے کوئی چیز (جس پر شرکیہ الفاظ ہوں) لٹکائی تو وہ اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔" (ترمذی' الطب' باب کراھیۃ التعلیق)

☆..... حدیث قدسی میں معبودانِ باطلہ کی بے بسی کا تذکرہ ان الفاظ میں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

"اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جو میری طرح پیدا کرنا چاہتا ہے اگر کسی میں واقعی یہ قدرت ہے تو وہ ایک ذرہ یا ایک جو ہی پیدا کر کے دکھا دے۔"

(بخاری' اللباس' 5953' مسلم' 2111)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اللہ تعالیٰ کے وجود پر:

الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○ (البقرۃ' 22)

"اے لوگو! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا اور آسمان سے بارش برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع واقسام کے میوے پیدا کیے ہیں پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔"

اس آیت سے استدلال کیا اور فی الواقع یہ آیت اللہ تعالیٰ کے وجود پر بہت بڑی دلیل ہے۔ زمین اور آسمان کی مختلف شکل وصورت' مختلف رنگ' مختلف مزاج اور مختلف نفع کی موجودات ان میں سے ہر ایک کا نفع بخش ہونا اور خاص حکمت کا حامل ہونا ان کے خالق کے وجود کا اور اس کی عظیم الشان قدرت' حکمت' زبردست سطوت اور سلطنت کا ثبوت ہے۔

اللہ کے وجود پہ دلیل

کسی بدوی سے پوچھا گیا: اللہ تبارک وتعالیٰ کی موجودگی کی کیا دلیل ہے؟ اس نے کہا

یَا سُبْحَانَ اللهِ اِنَّ الْبَعْرَ لَیَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ
وَاِنَّ آثَرَ الْاَقْدَامِ لَتَدُلُّ عَلَی الْمَسِیْرِ
فَسَمَآءٌ ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَّاَرْضٌ ذَاتُ فِجَاجٍ
وَبِحَارٌ ذَاتُ اَمْوَاجٍ اَلَا یَدُلُّ ذٰلِكَ عَلٰی
وَجُوْدِ اللَّطِیْفِ الْخَبِیْرِ

''یعنی مینگنی سے اونٹ معلوم ہو سکے اور پاؤں کے نشان زمین پر دیکھ کر معلوم ہو جائے کہ کوئی آدمی گیا ہے' تو کیا یہ برجوں والا آسمان' یہ راستوں والی زمین' یہ موجیں مارنے والے سمندر' اللہ تبارک وتعالیٰ باریک بین اور باخبر کے وجود پر دلیل نہیں ہو سکتے۔؟''

☆ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہارون رشید نے پوچھا: اللہ تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے۔ آپ نے فرمایا زبانوں کا مختلف ہونا' آوازوں کا جداگانہ ہونا' نغموں کا الگ ہونا ثابت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔

☆ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال ہوتا ہے تو آپ جواب دیتے ہیں کہ چھوڑو میں کسی اور سوچ میں ہوں۔ لوگوں نے مجھ سے کہا ہے کہ ایک بہت بڑی کشتی جس میں طرح طرح کی تجارتی چیزیں ہیں۔ نہ کوئی اس کا نگہبان ہے نہ چلانے والا ہے باوجود اس کے وہ برابر آ جا رہی ہے اور بڑی بڑی موجوں کو خود بخود چیرتی پھاڑتی گزر جاتی ہے ٹھہرنے کی جگہ پر ٹھہر جاتی ہے چلنے کی جگہ پر چلتی رہتی ہے نہ اس کا کوئی ملاح ہے نہ منتظم۔ سوال کرنے والے دہریوں نے کہا آپ کس سوچ میں پڑ گئے کوئی عقلمند ایسی بات کہہ سکتا ہے کہ اتنی بڑی کشتی اتنے بڑے نظام کے ساتھ تلاطم والے سمندر میں آ جائے اور کوئی اس کا چلانے والا نہ ہو۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا افسوس تمہاری عقلوں پر ایک کشتی تو بغیر چلانے والے کے نہ چل سکے لیکن یہ ساری دنیا آسمان و زمین کی سب چیزیں

ٹھیک اپنے کام پر لگی رہیں اور ان کا مالک حاکم خالق کوئی نہ ہو؟ یہ جواب سن کر لوگ ہکا بکا ہو گئے اور حق معلوم کر کے مسلمان ہو گئے۔

شہتوت کے پتے اور انڈے سے دلیل

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی سوال ہوا تو آپ نے جواب دیا کہ شہتوت کے پتے ایک ہی ہیں' ایک ہی ذائقہ کے ہیں' کیڑے اور شہد کی مکھی اور گائیں بکریاں ہرن وغیرہ سب اس کو چباتے کھاتے اور چرتے چگتے ہیں اسی کو کھا کا کیڑا ریشم تیار کرتا ہے' مکھی شہد بناتی ہے' ہرن میں مشک پیدا ہوتا ہے اور گائیں بکریاں مینگنیاں دیتی ہیں۔ کیا یہ اس امر کی صاف دلیل نہیں کہ ایک پتے میں یہ مختلف خواص پیدا کرنے والا کوئی ہے؟ اور اسی کو ہم اللہ تبارک وتعالیٰ مانتے ہیں' وہی موجد اور صانع ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے بھی ایک مرتبہ وجود باری تعالیٰ پر دلیل طلب کی گئی تو آپ نے فرمایا سنو یہاں ایک نہایت مضبوط قلعہ ہے جس میں کوئی دروازہ نہیں نہ کوئی راستہ ہے بلکہ سوراخ تک نہیں۔ باہر سے چاندی کی طرح چمک رہا ہے اور اندر سے سونے کی طرح دمک رہا ہے اور نیچے دائیں بائیں چاروں طرف سے بالکل بند ہے۔ ہوا تک اس میں نہیں جا سکتی۔ اچانک اس کی ایک دیوار گرتی ہے اور ایک جاندار آنکھوں کانوں والا' خوبصورت شکل اور پیاری بولی والا چلتا پھرتا نکل آتا ہے۔ بتاؤ اس بند اور محفوظ مکان میں اسے پیدا کرنے والا کوئی ہے یا نہیں؟ اور وہ ہستی انسانی ہستیوں سے بالاتر اور اس کی قدرت غیر محدود ہے یا نہیں؟ آپ کا مطلب یہ تھا کہ انڈے کو دیکھو چاروں طرف سے بند ہے پھر اس میں پروردگار خالق یکتا جاندار بچہ پیدا کر دیتا ہے۔ یہی دلیل ہے اللہ کے وجود پر اور اس کی توحید پر۔

حضرت ابونواس رحمۃ اللہ علیہ سے جب یہ مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا آسمان سے بارش برسنا اس سے درختوں کا پیدا ہونا اور ان ہری ہری شاخوں پر خوش ذائقہ میووں کا لگنا ہی اللہ تعالیٰ کے وجود اور اس کی وحدانیت کی کافی دلیل ہے۔

(تفسیر ابن کثیر 1/117'118)

بچنے کے کام اور کرنے کے اعمال

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ حَلَفَ فَقَالَ فِیْ حِلْفِهٖ وَاللّٰتَ وَالْعُزّٰی فَلْیَقُلْ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَنْ قَالَ لِصَاحِبِهٖ تَعَالَ اُقَامِرْكَ فَلْیَتَصَدَّقْ ۔

''جس شخص نے قسم کھائی اور اپنی قسم میں کہا لات کی قسم! عزیٰ کی قسم! تو وہ شخص لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہے اور جس شخص نے اپنے ساتھی سے کہا آ و جوا کھیلتے ہیں (تو اسے چاہیے صدقہ کرے)''

(بخاری' الادب' باب من لم یر اکفا من قال متاولا او متجاھلا' مسلم' الایمان' باب من حلف باللات والعزی)

☆ حضرت ابوالہیاج اسدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں علی رضی اللہ عنہ نے مجھے فرمایا:

اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰی مَا بَعَثَنِیْ عَلَیْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَّا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّیْتَهٗ ۔

''کیا میں تمہیں ایسے کام پر مامور نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مامور فرمایا تھا: تم ہر تب (مورتی) کو مٹا دو اور ہر اونچی قبر کو برابر (ایک بالشت) کر دو۔'' (صحیح مسلم' الجنائز' باب الامر بتسویۃ القبر' 969) (صحیح بخاری میں مشرکین کی قبروں کو اُکھیڑنے کا ذکر ہے' باب نبش قبور المشرکین)

(109)

حضرت سعد کی تیر اندازی نے حضور کو خوش کر دیا

حضرت عامر بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میرے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یوم خندق میں اتنا ہنستے ہوئے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں مبارکہ دکھائی دے رہی تھیں۔ راوی کہتے ہیں: میں نے پوچھا: یہ کس طرح ہوا؟ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک شخص کے پاس ڈھال تھی اور سعد رضی اللہ عنہ کو بڑے تیر انداز تھے مگر وہ شخص ڈھال کو اِدھر اُدھر پھراتا تھا، جس سے اپنی پیشانی کو بچاتا تھا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے تیر نکالا جیسے ہی اس شخص نے اپنا سر اونچا کیا حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اسے تیر مارا۔ تیر نے اس کی پیشانی سے خطا نہیں کی چنانچہ وہ گرا اور اس کے پیر اٹھ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اتنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھ نظر آ گئی۔ میں نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کس سبب سے ہنسے تھے؟ حضرت عامر رضی اللہ عنہ نے کہا: حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے اس فعل سے جو انہوں نے اس آدمی کے ساتھ کیا۔

(رواہ الترمذی فی الشمائل وکذا فی حیاۃ الصحابہ، ج 2، صفحہ 744)

محمد نام پر سودا سر بازار ہو جائے

☆..... حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا: میں ہلاک ہو گیا۔ میں نے رمضان کے دن میں اپنی بیوی سے جماع (صحبت) کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک غلام آزاد کر۔ اس شخص نے کہا میرے پاس غلام نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو دو ماہ

لگا تار روزے رکھ۔ اس نے کہا مجھ میں اس کی بھی طاقت نہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا۔ اس نے کہا: مجھے اس کی بھی گنجائش نہیں۔ اتنے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بورا لایا گیا جس میں کھجوریں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت کیا سائل کہاں ہے؟ وہ حاضر ہوا۔ فرمایا اس کو لے جا کر صدقہ کر دے۔ اس شخص نے کہا میں اپنے سے محتاج پر صدقہ کروں؟ (اللہ کی قسم! مدینہ کی دونوں پتھریلی سرزمین کے درمیان مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں)۔ (یہ سن کر) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں اور فرمایا پھر تم اور اہل خانہ اسے کھا لینا۔ (رواہ البخاری ج 2 ص 899 وکذا فی حیاۃ الصحابۃ ج 2 ص 544)

☆...... حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس پہلے شخص کو جانتا ہوں جو جنت میں داخل ہوگا اور اس شخص کو بھی جانتا ہوں جو سب سے آخر میں دوزخ سے نکالا جائے گا اور فرمایا قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ اس پر اس کے چھوٹے چھوٹے گناہوں کو پیش کر و اور اس کے بڑے بڑے گناہوں کو اس سے چھپاؤ۔ وہ اقرار کرے گا انکار نہ کرے گا اور اپنے بڑے گناہوں سے ڈر رہا ہوگا (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) اس کے لئے کہا جائے گا اس شخص کو اس کی ہر برائی کے بدلہ جو اس نے کی ہے نیکی دے دو۔ یہ دیکھ کر وہ عرض کرے گا میرے اور بھی بہت سے گناہ ہیں جنہیں میں یہاں نہیں دیکھ رہا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ پہنچ کر ایسا ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ (رواہ الترمذی فی الشمائل وکذا فی حیاۃ الصحابۃ ج 2 صفحہ 744)

جنت کی وسعت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اس شخص کو پہچانتا ہوں جو سب سے آخر میں جہنم سے نکالا جائے گا۔ وہ ایک آدمی ہوگا جو جہنم سے سرین کے بل گھسٹتا ہوا نکلے گا۔ اس سے کہا جائے گا جا جنت میں داخل ہو جا۔ وہ جائے گا تا کہ جنت میں داخل ہو لیکن وہاں جا کر دیکھے گا کہ سب لوگوں نے تمام جگہوں

پر قبضہ کر رکھا ہے تو وہ لوٹ کر آئے گا اور کہے گا اے رب لوگوں نے تمام گھروں پر قبضہ کر لیا۔ اس سے کہا جائے گا اچھا تو تمنا کر۔ وہ تمنا کرے گا تو اس سے کہا جائے گا جو تو نے تمنا کی وہ تیرے لئے اور دنیا سے دس گنا زیادہ تیرے لئے ہے تو وہ شخص عرض کرے گا (اے میرے رب) تو مجھ سے مذاق کرتا ہے؟ حالانکہ تو بادشاہ ہے مالک ہے (وہاں تو ذرا سی بھی جگہ نہیں)

راوی فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرما کر اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔

(رواہ الترمذی فی الشمائل وکذافی حیاۃ الصحابۃ ج 2 صفحہ 745 ورواہ البخاری ج 2 صفحہ 972)

غیرت نہیں تو کچھ نہیں

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: فلاں شخص میرے باپ کی بیوی کے پاس جاتا ہے۔ حضرت ابی بول پڑے کہ اگر میں ہوتا تو اس کی گردن تلوار سے اڑا دیتا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابی تم کس قدر غیرت مند ہو؟ میں تجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔

☆...... حضرت مغیرہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا اگر میں کسی شخص کو اپنی بیوی کے پاس پاؤں تو چار گواہوں کا انتظام اور انتظار نہ کروں گا بلکہ اس کی گردن تلوار سے اڑا دوں گا۔ انصار نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سعد بن عبادہ کو ملامت نہ کیجئے۔ یہ بہت غیرت مند ہیں۔ انہوں نے کبھی کنواری کے علاوہ شادی نہیں کی اور جس عورت کو انہوں نے طلاق دی ہو ہم نے کبھی ان کی غیرت وجہ سے اس سے دوبارہ نکاح نہیں کیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم سعد رضی اللہ عنہ بن عبادہ کی غیرت پر تعجب کرتے ہو میں اس سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ غیرت مند ہے۔

☆......ایک موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مجھے تمہاری عورتوں کی یہ اطلاع نہیں پہنچی کہ وہ عجمی لوگوں سے بازاروں میں ٹکراتی پھرتی ہیں۔ کیا تم لوگوں کو اس بات سے غیرت نہیں آتی (کہ تمہاری عورتیں بن ٹھن کر بازاروں میں پھرتی ہیں) جس میں غیرت نہیں اس میں خیر نہیں۔

(رواہ الشیخان وابن عساکر وابو یعلی واحمد کمافی الکنز ج 2 صفحہ 161 وکذافی حیاۃ الصحابۃ 2 صفحہ 746)

(110)

قدسی صفات لوگ

حضرت ابراہیم بن طہمان رحمۃ اللہ علیہ امام ابوحنیفہ کے بلند پایہ شاگردوں میں سے ہیں اور اکابر ائمہ حدیث میں سے شمار کیے جاتے ہیں۔ ان کے لئے فخر یہی کافی ہے کہ خود امام اعظم نے بھی ان سے حدیثوں کی روایت کی ہے چنانچہ حافظ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس کی تصریح کی ہے کہ ان کے استادوں میں سے امام ابوحنیفہ اور صفوان بن سلیم نے بھی ان سے روایت حدیث کی ہے۔ اصطلاح محدثین میں اس قسم کی روایتوں کو ''روایۃ الاکابر عن الاصاغر'' کہتے ہیں یعنی بڑوں کی روایت اپنے چھوٹوں سے۔

عبداللہ بن مبارک نے ان کو صحیح الحدیث و قابل اعتماد اور تقویٰ شعار کہا اور قاضی یحیٰی بن اکثم کا تو ان کے بارے میں یہ قول ہے: خراسان و عراق اور حجاز کے محدثین میں سے بہت سے زیادہ معزز و معتمد اور وسیع العلم ہیں مگر افسوس ہے کہ ایسا باکمال و بلند مرتبہ محدث بھی ارباب ظواہر کے حملوں سے زیادہ محفوظ نہ رہ سکا۔ چونکہ یہ امام اعظم کے شاگرد تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ ایمان و عمل دو جداگانہ چیزیں اور دونوں کا حکم مختلف ہے اس لئے امام ابوحنیفہ کی جناب میں سوء عقیدت رکھنے والے ظاہر بین محدثین نے ان کو ''مرجیہ'' کہا اور ان پر کلام کیا مگر ان کی کرامت ہے کہ ان متعصب محدثین کا وار خالی گیا کیونکہ آخر حافظ ذہبی کو میزان الاعتدال میں یہ تصریح کرنی پڑی کہ فلا عبرۃ لمضعفہ یعنی ان کو ضعیف بنانے والوں کی بات کا کوئی اعتبار نہیں۔ اسی طرح تمام اصحاب صحاح ستہ نے بھی ان کی حدیثوں کو نقل کیا اور صالح بن محمد نے بھی اعتراف کیا کہ یہ صالح و حسن الحدیث ہیں۔

علمی جلالت کے ساتھ تقویٰ و دیانت اور عبادت و ریاضت میں بھی نہایت جلیل الشان بزرگ و باکرامت ولی تھے۔ امام احمد بن حنبل کے قلب میں ان کی بزرگی کا اس قدر احترام تھا کہ ایک باران کی مجلس میں ابراہیم بن طہمان کا ذکر چھڑ گیا اور امام موصوف اس وقت بیماری کی وجہ سے لیٹے ہوئے تھے تو فوراً سیدھے اٹھ بیٹھے اور فرمانے لگے: لاینبغی ان یذکر الصالحون فیتکا یعنی جب صالحین کا تذکرہ ہو تو تکیہ لگائے رہنا مناسب نہیں ہے۔

ابراہیم بن طہمان ہرات میں پیدا ہوئے۔ پھر ایک مدت دراز تک نیشاپور میں سکونت پذیر رہے مگر آخری عمر میں مکہ مکرمہ کو اپنا وطن بنالیا اور جوار بیت اللہ میں رہے اور 163 ھ میں وفات پائی۔ (تذکرۃ الحفاظ تہذیب التہذیب وغیرہ)

وہ تھے کس منزل میں اور تو کون سی منزل میں ہے

حضرت ابوبکر بن عیاش کوفی رحمۃ اللہ علیہ کے نام میں بہت اختلاف ہے۔ بعض نے ان کا نام محمد اور بعض نے عبداللہ اور بعض نے سالم یا شعبہ یا روبہ یا مسلم وغیرہ بتایا ہے لیکن صحیح قول یہ ہے کہ ان کی کنیت ہی ان کا نام ہے۔

یہ بہت ہی پائے کے محدث ہیں اور کوفے کے محدثوں اور قاریوں میں ان کو بے پناہ شہرت حاصل ہوئی۔ انہوں نے علم حدیث میں ابواسحٰق سبیعی وحمید طویل وسفیان تمار وغیرہ کی شاگردی اختیار کی اور ان کے تلامذہ کی طویل فہرست میں عبداللہ بن مبارک و امام احمد بن حنبل وسفیان ثوری و یحییٰ بن معین بھی ہیں۔

ان کے تقویٰ و دیانت کا یہ حال ہے کہ زندگی بھر کوئی بیہودہ لفظ ان کی زبان پر نہیں آیا اور تمام عمر میں کسی گناہ کبیرہ کے مرتکب نہیں ہوئے اور کثرت عبادت کا یہ عالم ہے کہ تیس برس تک مسلسل روزانہ ایک مکمل قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہے اور ستر برس تک متواتر ساری رات بیدار رہ کر نوافل پڑھتے اور دن کو روزہ رکھتے۔ عبداللہ بن مبارک فرمایا کرتے تھے: میں نے ابوبکر بن عیاش سے بڑھ کر کسی کو متبع شریعت نہیں پایا اور امام احمسی کا قول ہے: میں نے ابوبکر بن عیاش سے زیادہ اچھی نماز پڑھنے والا کسی کو نہیں

دیکھا۔

پانی کی جگہ دودھ اور شہد

یہ بہت بڑے صاحب کرامت بھی تھے۔ ایک مرتبہ زمزم شریف کے کنویں میں ڈول ڈالا تو ڈول بھر کر دودھ نکالا اور ایک مرتبہ زمزم شریف کے کنویں میں سے ڈول بھر شہد نکالا۔

یہ ہارون رشید خلیفہ بغداد کو علانیہ نصیحت فرماتے تھے۔ جمادی الاولیٰ 193ھ میں چھیانوے برس کی عمر پا کر وفات ہوئی۔

انتقال کے وقت ان کی صاحبزادی رونے لگیں تو آپ نے ارشاد فرمایا: میری پیاری بیٹی! تم کیوں ڈرتی ہو؟ کیا تم روتی ہو کہ تمہارے باپ کو عذاب دیا جائے گا؟ اے نور نظر! تمہیں کیا خبر؟ میں نے اپنے مکان میں صرف اس ایک کونے میں 24 ہزار مرتبہ قرآن مجید ختم کیا ہے۔ (تہذیب التھذیب ونووی)

ان کے صاحبزادے ابراہیم کا بیان ہے کہ میرے والد محترم نے مجھ سے فرمایا بیٹا! سن لو تمہارے باپ نے زندگی بھر کوئی بے حیائی کا کام نہیں کیا ہے اور تیس برس سے مسلسل میں روزانہ ایک ختم قرآن مجید پڑھتا رہا ہوں اور خبردار! اس بالا خانے پر ہرگز تم کوئی گناہ کا کام مت کرنا کیونکہ اس بالا خانے پر میں نے بارہ ہزار مکمل قرآن مجید پڑھا ہے۔ (نووی)

(۱۱۱)

مجھے تو ان کے مقدر پہ رشک آتا ہے

کوہ لبنان کے ایک چھوٹے سے غار میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسے خدارسیدہ ضعیف العمر بزرگ کی خدمت میں حاضر تھے جن کے سر اور ریش کے بال سفید تھے۔ لاغری جسم پر طاری تھی اور گرد و غبار سے پورا بدن اٹا ہوا تھا۔ حضرت ذوالنون کے پاس پہنچے تو وہ نماز پڑھنے میں مشغول تھے۔ سلام پھیرا تو حضرت ذوالنون نے سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دینے کے بعد فوراً پھر نماز کی نیت باندھ لی اور متواتر عصر کے وقت تک مصروف نماز رہے۔ اس کے بعد ایک چٹان کا سہارا لے کر بیٹھے اور تسبیح پڑھنے لگے اور حضرت ذوالنون سے کوئی بات نہیں کی۔ جب بہت دیر ہوگئی تو حضرت ذوالنون نے ازخود پھر عرض کیا: حضور! میرے حق میں دعائے خیر فرمائیں۔

بزرگ: فرزند! اللہ تعالیٰ جس کو اپنے قرب کی الفت سے نوازتا ہے اسے چار نعمتیں دیتا ہے۔ عزت بغیر نسب، علم بے طلب، غنا بغیر مال، انس بے جماعت۔ اتنا فرمانے کے بعد ایک نعرہ مستانہ بلند فرمایا اور چیخ مار کر بے ہوش ہوگئے اور تین روز تک اسی حالت میں پڑے رہے۔ تین دن کے بعد ہوش آیا تو اٹھ کر وضو فرمایا اور حضرت ذوالنون سے دریافت کیا کہ میں نے کتنی نمازیں نہیں پڑھیں۔ انہوں نے بتایا: تین روز کی۔ فوراً کھڑے ہوئے اور تمام نمازیں پوری کیں اور نماز ادا کر لینے کے بعد حضرت ذوالنون کو سلام کر کے رخصت ہونے لگے مگر انہوں نے روتے ہوئے دامن تھام لیا اور عرض کیا۔

حضرت: میں آپ کی خدمت میں تین روز سے ہوں۔ یہ امید لئے کہ آپ اور کچھ نصیحت فرمائیں گے۔

بزرگ: اپنے پروردگار سے محبت کر اور اس محبت کے بدلہ کسی معاوضہ کا خیال نہ لا کیونکہ جو اس کے سچے عاشق ہیں وہی ساری مخلوق کے تاجدار زاہدوں کے سردار رب کا انتخاب خدا کے دوست اللہ کے ولی اور اس کے حقیقی بندے ہیں۔

حضرت ذوالنون کہتے ہیں اس وقت انہوں نے پھر ایک چیخ بلند کی اور میں نے دیکھا تو ان کا جسم بے جان پڑا تھا۔ تھوڑی دیر بعد پہاڑ کے مختلف گوشوں سے عابدوں کی جماعت آ پہنچی اور سب نے مل کر کفن دفن کیا اور حضرت ذوالنون نے ان عابدوں سے بزرگ کا نام دریافت کیا تو انہوں نے کہا۔ حضرت شیبان مضاب رضی اللہ عنہ۔

(روض الریاحین)

خاتون کی مناجات نے حضرت ذوالنون کو بے چین کر دیا

بیت المقدس کے صحراؤں کی خاک نوردی کرتے ہوئے حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہیں دور سے ایک آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا۔

اے بے حد و بے حساب نعمتوں والے! بے جود و کرم اور حقیقی بقاء والے! میری نگاہ دل کو اپنے عرصہ جبروت کی سیر سے سرفراز فرما اور میری ہمت کو اپنے کرم سے وابستہ کر دے اے رؤف! اپنے جلال کے طفیل اہل کبر اور باغیوں کے راستے سے پناہ عطا فرما اور تنگی و فراخی دونوں حال میں مجھے اپنی طلب اور شوق مرحمت فرما اے میرے قلب کو تجلی بخشنے والے اور اے میرے حقیقی مطلوب و مقصود تو میرا رفیق رہ۔

شوق و معرفت کے ان عجیب و غریب مضامین کو سماعت کر کے حضرت ذوالنون کو اس دعا کرنے والے بندہ حق سے ملنے کا اشتیاق ہوا وہ اس مشغول مناجات کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ وہ ایک خاتون ہے جو عشق الٰہی کی آتش میں جل کر خود بھی تڑپ رہی ہے اور اپنی مناجات سننے والوں کو بھی تڑپا رہی ہے۔ عبادت و ریاضت اور مجاہدہ شاقہ نے اسے کمزور کر ڈالا ہے جسم پر اون کا ایک موٹا جبہ ہے اور سر پر بالوں کی اوڑھنی ہڈی اور چمڑے کے سوا اس کے بدن پر کچھ نہ تھا۔ حضرت ذوالنون مصری نے اسے سلام کیا۔

کوئی کیا جانے تیرا دیوانہ ہی فرزانہ ہے

عورت: وعلیکم السلام اے ذوالنون۔

حضرت ذالنون: لَآ اِلٰـــہَ اِلَّا اللّٰہُ آخر تجھے میرا نام کیسے معلوم ہوا کیونکہ اس سے پہلے تو تو نے مجھے کبھی دیکھا نہیں؟

عورت: میرے محبوب حقیقی نے مجھ سے اسرار کے حجابات اٹھا دیئے اور دل سے نابینائی دور کر دی ہے اس لئے کہ میں تیرا نام جان گئی ہوں۔

حضرت ذوالنون: اب جاؤ اپنی دعا و مناجات میں لگ جاؤ۔

عورت: (آہ سرد کھینچ کر) اے نور اور رونق کے مالک! میرا تجھ سے سوال ہے کہ اس دنیا کی تکلیفوں کو دور فرما۔ اس زندگی سے مجھے وحشت ہو رہی ہے۔

اس کے بعد وہ مر کر زمین پر گر آئی۔ حضرت ذوالنون یہ دیکھ کر سخت حیران و فکر مند ہوئے۔ کچھ دیر بعد ایک ضعیفہ خاتون وہاں آئیں اور اس کا چہرہ دیکھ کر کہنے لگیں شکر ہے اس پروردگار کا جس نے اسے عزت بخشی۔

حضرت ذوالنون نے ضعیفہ خاتون سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے بتایا: میرا نام زہراء ولہانہ ہے یہ میری بیٹی ہے اس کی یہی حالت بیس برس سے تھی لوگ تو اسے مجنونہ اور دیوانی سمجھتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ رب تعالیٰ کے عشق کی آگ نے اسے جلا کر کباب کر دیا تھا۔

قالوا جننت بمن تهوى فقلت لهم
ما اللذة العيش الا للمجانين

لوگ طعنہ مارتے ہیں وہ تو ایک دیوانہ ہے
کوئی کیا جانے ترا دیوانہ ہی فرزانہ ہے

(ایضاً)

(112)

اب ہم ان کی طرف بڑھیں گے

خندق کی لڑائی کے دوران بنو غطفان کی ایک نمایاں شخصیت نعیم بن مسعود مسلمان ہو گئے۔ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی خدمات پیش کیں۔ ابھی ان کے اسلام کا کسی کو علم نہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم اکیلے کیا کر سکتے ہو؟ ہاں! کافروں کی حوصلہ شکنی کرو اور ان میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرو۔ یہ فوراً بنو قریظہ کے ہاں پہنچے۔ پرانے تعلقات تھے۔ اپنی محبت اور تعلقات کا حوالہ دیا اور ان سے کہا: تم لوگوں نے قریش اور بنو غطفان کا ساتھ دے کر اچھا نہیں کیا۔ یہ لوگ باہر سے آئے ہیں جنگ کے بعد واپس چلے جائیں گے مگر تمہارا گھر بار، بیوی بچے مدینہ ہی میں ہیں۔ پھر تم لوگ ہو گے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں گے۔ وہ جیسے چاہیں گے تم لوگوں سے انتقام لیں گے۔ ان کی بات سن کر وہ لوگ چونک پڑے۔ کہنے لگے واقعی ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ آپ ہی بتائیں اب کیا کرنا چاہیے۔ انہوں نے کہا: جب تک قریش تم لوگوں کو اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں۔ تم ان کے ساتھ جنگ میں شرکت نہ کرو۔ قریظہ نے کہا: آپ نے مناسب رائے دی ہے۔ اس کے فوراً بعد حضرت نعیم سیدھے قریش کے پاس پہنچے۔ ان سے بھی ان کے تعلقات تھے۔ بات چیت ہوئی انہیں اعتماد میں لیا۔ پھر کہا یہود نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے رفقاء کے ساتھ جو عہد شکنی کی ہے اس پر وہ نادم ہیں۔ اب ان میں یہ مراسلت ہوئی ہے کہ وہ (یہود) آپ لوگوں سے کچھ آدمی بطور یرغمال حاصل کر کے مسلمانوں کے حوالے کریں گے اور پھر آپ لوگوں کے خلاف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے اپنا معاملہ ٹھیک کر لیں گے لہٰذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو ہرگز نہ دینا۔ قبیلہ بنو غطفان تو ان کا اپنا قبیلہ تھا ان کی ان سے بھی اسی قسم کی گفتگو ہوئی۔

اور دشمن میں پھوٹ پڑ گئی

اگلے روز قریش نے یہود کو پیغام بھیجا کہ محاصرے کو خاصا وقت گزر چکا ہے۔ گھوڑے اور اونٹ مر رہے ہیں لہٰذا ادھر سے آپ ادھر سے ہم اچانک اٹھیں اور اکٹھے حملہ کریں اور اس جنگ کو نمٹا دیں۔ یہ جمعہ اور ہفتہ کی درمیانی شب تھی۔ اگلے روز ہفتہ تھا۔ یہودیوں کا مقدس دن جس میں ان کے لیے لڑائی جائز نہ تھی۔ انہوں نے اس روز لڑائی سے انکار کیا اور قاصد سے کہہ دیا کہ جب تک قریش ہمیں کچھ آدمی بطور یرغمال نہ دیں ہم لڑائی میں شریک نہ ہوں گے۔ قاصد واپس گیا تو قریش اور بنو غطفان نے کہا واللہ! نعیم نے سچ ہی کہا تھا۔ انہوں نے یہود کو پیغام بھیجا کہ ہم تمہیں ہرگز کوئی آدمی نہیں دیں گے۔ تم فوراً ہمارے ساتھ مل کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہلہ بول دو۔ قریظہ کے لوگوں نے کہا نعیم سچ کہتا تھا۔ چنانچہ فریقین کا ایک دوسرے پر اعتماد ختم ہو گیا۔ افواہوں نے جنم لیا۔ حوصلے پست ہو گئے۔ اللہ کی غیبی مدد آ گئی۔ ادھر مسلمان اللہ کے رسول کے ساتھ مل کر دعائیں مانگنے لگے۔

اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتَابِ سَرِيْعَ الْحِسَابِ اِهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اهْزِمْهُمْ وَزَلْزِلْهُمْ۔

”اے اللہ! کتاب نازل کرنے والے اور جلد حساب لینے والے۔ ان لشکروں کو شکست دے۔ اے اللہ! انہیں ہرا دے اور جھنجھوڑ کر رکھ دے۔“

مشرکین کی صفوں میں پھوٹ پڑنے کے بعد بددلی پھیل گئی۔ ہمتیں پچک گئیں اب اللہ تعالیٰ نے ان پر تند ہواؤں کا طوفان بھیج دیا۔ خیمے اکھڑ گئے' ہانڈیاں الٹ گئیں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فرشتوں کے ذریعے سے مدد فرمائی اور لشکر باطل کے دلوں میں رعب اور خوف ڈال دیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْآنَ نَغْزُوْهُمْ وَلَا يَغْزُوْنَا نَحْنُ نَسِيْرُ اِلَيْهِمْ۔

”اب ہم (اس جنگ کے بعد) ان پر چڑھائی کریں گے وہ ہم پر چڑھائی نہ کر سکیں گے۔ اب ہمارا لشکر ہی ان کی طرف پیش قدمی کرے گا۔“ (السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 3/241، 243 والبدایۃ والنہایۃ 4/113، 155 صحیح البخاری حدیث 4110، 7489)

(113)

صبر کی انوکھی داستان

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: "حضرت سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا جو کہ حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھا وہ فوت ہو گیا۔ حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے تمام گھر والوں سے کہا: جب تک میں ابوطلحہ کو بیٹے کی وفات کا نہ بتاؤں۔ اس وقت تک کوئی بھی انہیں اس کے متعلق نہ بتائے۔ جب حضرت سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ شام کو گھر تشریف لائے تو حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے انہیں رات کا کھانا پیش کیا اور جب آپ رضی اللہ عنہ کھانے سے فارغ ہو چکے تو حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے ایسا بناؤ سنگھار کیا کہ اس سے پہلے کبھی نہ کیا تھا پھر حضرت سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ہمبستری کی اور جب آپ رضی اللہ عنہ فراغت پا چکے تو حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا: "اے ابوطلحہ! آپ کا کیا خیال ہے کہ اگر کسی قوم کو کوئی چیز امانت کے طور پر دی جائے اور پھر وہ امانت ان سے طلب کی جائے تو انہیں وہ امانت واپس کرنی چاہیے یا نہیں؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "انہیں ضرور وہ امانت ادا کرنی چاہیے۔" یہ جواب سن کر آپ رضی اللہ عنہ نے کہا: "بس پھر آپ رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے کو اسی طرح گمان کریں (وہ بھی ایک امانت تھی جو واپس لے لی گئی)۔"

دعائے مصطفیٰ، اللہ اکبر

انہوں نے صبح حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر سارا واقعہ بتایا تو غم خوار آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا فرمائیں "اللہ تعالیٰ تمہاری اس رات میں

تمہارے لئے برکت عطا فرمائے۔'' پھر حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا حاملہ ہو گئیں۔

ایک مرتبہ سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس تشریف لائے تو رات کا وقت تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپسی پر رات کو مدینے میں نہ جاتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ شریف کے قریب پہنچے تو حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا کو دردِ زہ اٹھا چنانچہ حضرت سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کو ان کے پاس ٹھہرا دیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے تشریف لے گئے۔ حضرت سیّدنا ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی ''اے میرے پروردگار! تو خوب جانتا ہے کہ میں تو اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ جب مدینہ طیبہ سے نکلوں تب بھی تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ ہو اور جب مدینہ منورہ میں داخلہ ہوں تو تب بھی تیرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہو اور تجھے معلوم ہے کہ اب میں کیسی آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔'' حضرت سیدتنا اُمّ سلیم رضی اللہ عنہا نے عرض کی ''اے ابوطلحہ! اب میں پہلے کی طرح شدید درد محسوس نہیں کر رہی۔'' چنانچہ ہم چل پڑے اور جب مدینہ آئے تو انہیں دوبارہ دردِ زہ شروع ہو گیا اور خوشیاں لٹاتا ہوا بیٹا تولّد ہوا۔

محمد آدمی کے دل کی باتیں جان جاتے ہیں

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: پھر میری والدہ نے مجھ سے فرمایا: ''اے انس! تم جب تک صبح اس بچے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں نہ لے جاؤ اس وقت تک کوئی بھی اسے دودھ نہ پلائے۔'' چنانچہ میں صبح بچے کو لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو گیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اونٹوں کو داغنے والا آلہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظرِ عنایت جب مجھ پر پڑی تو استفسار فرمایا۔ ''شاید اُمّ سلیم کے ہاں بیٹے کی ولادت ہوئی ہے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ لوہے کا آلہ رکھ دیا۔ میں بچے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آیا۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی آغوش رحمت میں لے لیا اور مدینہ منورہ کی ''عجوہ'' کھجور منگوائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دہن اقدس میں لے کر چبائی۔ جب وہ خوب نرم ہوگئی تو بچے کے منہ میں ڈال دی۔ بچے نے اسے چوسنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بچے کے چہرے پر اپنا دست شفقت پھیرا اور اس بچے کا نام ''عبداللہ'' رکھا۔

(صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل ابی طلحۃ الانصاری الحدیث 107، (2144) ص 1109)

(114)

نعمت پر غمگین اور مصیبت پر خوش ہونیوالی عورت

حضرت سیّدنا ابن یسار مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں تجارت کی غرض سے بحرین کی طرف گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک گھر کی طرف بہت لوگوں کا آنا جانا ہے، میں بھی اس طرف چل دیا۔ وہاں جا کر دیکھا کہ ایک عورت نہایت افسردہ اور غمگین پھٹے پرانے کپڑے پہنے مصلے پر بیٹھی ہے اور اس کے اردگرد غلاموں اور لونڈیوں کی کثرت ہے۔ اس کے کئی بیٹے اور بیٹیاں ہیں، تجارت کا بہت سارا ساز و سامان اس کی ملکیت میں ہے، خریداروں کا ہجوم لگا ہوا ہے، وہ عورت ہر طرح کی نعمتوں کے باوجود نہایت ہی غمگین تھی۔ نہ کسی سے بات کرتی نہ ہنستی تھی۔

میں وہاں سے واپس لوٹ آیا اور اپنے کاموں سے فارغ ہونے کے بعد اسی گھر کی طرف چل دیا۔ وہاں جا کر میں نے اس عورت کو سلام کیا۔ اس نے جواب دیا اور کہنے لگی "اگر کبھی دوبارہ یہاں آنا ہو اور کوئی کام ہو تو ہمارے پاس ضرور آنا۔ پھر میں واپس اپنے شہر چلا آیا۔ کچھ عرصہ بعد مجھے دوبارہ کسی کام کے لئے اسی عورت کے شہر میں جانا پڑا۔ جب میں اس کے گھر گیا تو دیکھا کہ اب وہاں کسی طرح کی چہل پہل نہیں۔ نہ تجارتی سامان ہے نہ خدام و لونڈیاں نظر آ رہی ہیں اور نہ ہی اس عورت کے لڑکے موجود ہیں۔ ہر طرف ویرانی چھائی ہوئی ہے۔ میں بڑا حیران ہوا اور میں نے دروازہ کھٹکھٹایا تو اندر سے کسی کے ہنسنے اور باتیں کرنے کی آواز آنے لگی۔ جب دروازہ کھولا گیا اور میں اندر داخل ہوا تو دیکھا کہ وہی عورت اب نہایت قیمتی اور خوش رنگ لباس میں ملبوس بڑی خوش و خرم نظر آ رہی تھی اور اس کے ساتھ ایک عورت گھر میں موجود تھی۔ اس کے علاوہ کوئی اور نہ

تھا۔ مجھے بڑا تعجب ہوا اور میں نے اس عورت سے پوچھا: ''جب میں پچھلی مرتبہ تمہارے پاس آیا تھا تو تم کثیر نعمتوں کے باوجود غمگین اور نہایت افسردہ تھی لیکن اب خادموں' لونڈیوں اور دولت کی عدم موجودگی میں بہت خوش اور مطمئن نظر آ رہی ہو۔ اس میں کیا راز ہے؟''

اس عورت کا حال ایوب علیہ السلام کی طرح ہے

وہ عورت کہنے لگی: ''تم تعجب نہ کرو' بات دراصل یہ ہے کہ جب پچھلی مرتبہ تم مجھ سے ملے تو میرے پاس دنیاوی نعمتوں کی بہتات تھی' میرے پاس مال و دولت اور اولاد کی کثرت تھی' اس حالت میں مجھے یہ خوف ہوا کہ شاید میرا رب مجھ سے ناراض ہے اس وجہ سے مجھے کوئی مصیبت اور غم نہیں پہنچتا ورنہ اس کے پسندیدہ بندے تو آزمائشوں اور مصیبتوں میں مبتلا رہتے ہیں۔ اس وقت یہی سوچ کر میں پریشان و غمگین تھی اور میں نے اپنی حالت ایسی بنائی ہوئی تھی۔

اس کے بعد میرے مال و اولاد پر مسلسل مصیبتیں ٹوٹتی رہیں' میرا سارا اثاثہ ضائع ہو گیا' میرے تمام بیٹوں اور بیٹیوں کا انتقال ہو گیا' خدام و لونڈیاں سب جاتی رہیں اور میری تمام دنیاوی نعمتیں مجھ سے چھن گئیں۔ اب میں بہت خوش ہوں کہ میرا رب تعالیٰ مجھ سے خوش ہے اسی وجہ سے تو اس نے مجھے آزمائش میں مبتلا کیا ہے۔ پس میں اس حالت میں اپنے آپ کو بہت خوش نصیب سمجھ رہی ہوں اس لئے میں نے اچھا لباس پہنا ہوا ہے۔ حضرت سیدنا یسار مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے بعد میں وہاں سے چلا آیا اور میں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو اس عورت کے متعلق بتایا تو وہ فرمانے لگے: ''اس عورت کا حال تو حضرت سیدنا ایوب علیہ السلام کی طرح ہے اور میرا تو یہ حال ہے کہ ایک مرتبہ میری چادر پھٹ گئی میں نے اسے ٹھیک کروایا لیکن وہ میری مرضی کے مطابق ٹھیک نہ ہوئی تو مجھے اس بات نے کافی دن غمگین رکھا۔'' (عیون الحکایات)

(115)

حافظہ اعتماد اور ماحول کا اثر

عربی زبان کے مشہور ادیب و ماہر ''اصمعی'' کے حافظہ کا اندازہ آپ اس واقعہ سے لگا سکتے ہیں جو علامہ ابن خلکان نے ''وفیات الاعیان'' میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ امیر حسن ابن سہیل نے ادیبوں کو جمع کیا جن میں اصمعی' ابوعبیدہ اور نصر بن علی وغیرہ شامل تھے۔ ادیبوں کے ساتھ گفتگو شروع کرنے سے قبل امیر نے مختلف ضروریات کے لئے دی گئیں پچاس درخواستوں پر اپنی صوابدید کے مطابق احکامات لکھ کر جاری کئے پھر ادیبوں سے گفتگو شروع کی۔ محدثین کا تذکرہ چلا تو ابوعبیدہ' اصمعی پر تعریض) (چوٹ) کرتے ہوئے کہنے لگے کہ جناب! اس مجلس میں بھی موجود کچھ لوگ اسلاف جیسے حافظہ کا دعویٰ کر کے کہتے ہیں: ''ایک بار کوئی کتاب پڑھنے کے بعد دوبارہ اس کو دیکھنے کی انہیں ضرورت ہی نہیں پڑتی اور کوئی بات ایک مرتبہ ان کے ذہن میں داخل ہو جائے پھر کبھی نہیں نکلتی۔'' اصمعی نے کہا: ''جناب! ابوعبیدہ مجھ پر تعریض (چوٹ) کر رہے ہیں لیکن واقعہ وہی ہے جیسا انہوں نے بیان کیا۔ ابھی آپ نے پچاس درخواستوں پر مختلف احکامات لکھے' قریب ہونے کی وجہ سے میں دیکھ رہا تھا اگر آپ چاہیں تو وہ تمام درخواستیں منگوا لیں۔ ہر درخواست میں جو کچھ لکھا ہو گا میں تمام زبانی سنائے دیتا ہوں۔'' چنانچہ اصمعی نے وہ تمام درخواستیں اور امیر کی طرف سے ان پر لکھے گئے احکامات سنانا شروع کئے۔ جب چالیس سے کچھ اوپر پہنچے تو نصر بن علی نے اصمعی کو منع کیا کہ کہیں ''نظر بد لگ جائے گی'' تب اصمعی رک گئے۔

(وفیات الاعیان ج ۳ ص 173)

انگریز کو ''زکوۃ'' ادا کرنے کا فائدہ

صاحب آپ بیتی محمد زکریا لکھتے ہیں:

میں نے اپنے بچپن میں اپنے والد صاحبؒ سے اور دوسرے لوگوں سے بھی یہ قصہ سنا کہ ضلع سہارنپور میں ''بہٹ'' سے آگے انگریزوں کی کچھ کوٹھیاں تھیں۔ اس کے قرب و جوار میں بہت سی کوٹھیاں کاروباری تھیں جن میں ان انگریزوں کے کاروبار ہوتے تھے اور ان کے مسلمان ملازم کام کیا کرتے تھے اور وہ انگریز دہلی' کلکتہ وغیرہ بڑے شہروں میں رہتے تھے۔ کبھی کبھی معائنہ کے طور پر آ کر اپنے کاروبار کو دیکھ جاتے تھے۔ ایک دفعہ اس جنگل میں آگ لگی اور قریب قریب ساری کوٹھیاں جل گئیں۔ ایک کوٹھی کا ملازم اپنے انگریز آقا کے پاس دہلی بھاگا ہوا گیا اور جا کر واقعہ سنایا کہ حضور! سب کی کوٹھیاں جل گئیں' آپ کی بھی جل گئی۔ وہ انگریز کچھ لکھ رہا تھا' نہایت اطمینان سے لکھتا رہا' اس نے التفات بھی نہیں کیا۔ ملازم نے دوبارہ زور سے کہا: ''حضور سب جل گیا۔'' اس نے دوسری دفعہ بھی لاپروائی سے جواب دے دیا کہ میری کوٹھی نہیں جلی اور بے فکر لکھتا رہا۔ ملازم نے جب تیسری دفعہ کہا تو انگریز نے کہا: ''میں مسلمانوں کے طریقہ پر زکوۃ ادا کرتا ہوں اس لئے میرے مال کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔'' وہ ملازم تو جواب دہی کے خوف کے مارے بھاگا ہوا گیا تھا کہ صاحب کہیں گے کہ ہمیں خبر بھی نہیں کی۔ وہ انگریز کا اس لاپروائی سے جواب سن کر واپس آ گیا۔ آ کر دیکھا تو واقع میں سب کوٹھیاں جل چکی تھیں مگر اس انگریز کی کوٹھی باقی تھی۔ (آپ بیتی جلد 1' صفحہ 88)

دیانتداری کی ایک عجیب کہانی

مزید لکھتے ہیں اسی کے ساتھ ایک دوسرا قصہ بھی میں نے اپنے والد صاحب سے کئی مرتبہ سنا کہ جب ''نہر جمن'' کھودی جا رہی تھی جو رائے پور سے لے کر سہارنپور' کاندھلہ ہوتی ہوئی دہلی تک پہنچی ہے تو نانوتہ کے قریب زمین کھودتے ہوئے زمین کے اندر سے سونے کی ایک بہت لمبی' بہت موٹی سری نکلی جو مزدوروں نے سقہ کو دے دی جو وہاں پانی پلایا کرتا تھا اور وہی کل مزدوروں کا گویا چودھری یا امیر تھا۔ اس سقے نے دو مزدوروں کو

لے کر اسے اٹھا لیا اور قریب ہی ایک انگریز کا ڈیرا تھا جو گویا اس سارے کاروبار کا افسر اعلیٰ تھا اور ٹھیکیدار تھا' اس کو لے جا کر دی۔ اس نے اس کو رکھ لیا اور اس کا اندراج کر لیا مگر ان مزدوروں پر اور سقے پر بہت تعجب کرتا رہا کہ اتنی بڑی دولت ان کو ملی' آپس میں بانٹ لیتے تو خبر بھی نہ ہوتی' بیس پچیس سال کے بعد جب یہ انگریز مظفر نگر کا کلکٹر بنا' اس کی عدالت میں یہ مقدمہ پیش ہوا کہ ایک سقے نے ایک کمسن بچی کے کان میں گلٹ کی بالیاں تھیں' اس سقہ نے سونے کی سمجھ کر اس لڑکی کو قتل کر کے کنویں میں ڈال دیا اور بالیاں نکال لیں۔ یہ سقہ پیش ہوا اور اس نے اقرار بھی کر لیا۔ اس کلکٹر نے اس کو پہچان لیا اور اس سے دریافت کیا کہ تو وہی سقہ ہے جو "جمن" کی کھدائی میں تھا اور سونے کی سری واپس کر دی تھی۔ اس نے اس کا بھی اقرار کیا۔ کلکٹر نے اس سے پوچھا: یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: "اس وقت ہمارے ذہن میں یہ تھا کہ دوسروں کی چیز نہیں لی جا سکتی' اس کو ہم سور کھانے سے زیادہ برا سمجھتے تھے اور آج کل یوں ہے کہ جو مل جائے وہ اپنا ہی ہے۔" کلکٹر نے مقدمہ کو یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ یہ ہماری حکومت کا اثر ہے اس کا قصور نہیں۔"

(آپ بیتی' جلد 1' ص 108)

(116)

مومن اور ایمانیات

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

ایک روز ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے اچانک ایک شخص نمودار ہوا۔ نہایت سفید کپڑے، بہت سیاہ بال، سفر کا کوئی اثر یعنی گرد و غبار وغیرہ اس پر نمایاں نہ تھا اور ہم میں سے کوئی اس کو جانتا بھی نہ تھا۔ بالآخر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زانو بزانو ہو کر بیٹھ گیا۔ اپنے دونوں ہاتھوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رانوں پر رکھ دیا اور عرض کیا "یا محمد! اسلام کی کیفیت بتایئے؟" رسول اللہ نے فرمایا:

اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَّآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَتُقِيْمَ الصَّلَاةَ وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا

"اسلام یہ ہے کہ تم کلمہ توحید یعنی اس بات کی گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت (کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) کا اقرار کرو، نماز پابندی سے ادا کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو اور اگر استطاعت زادِ راہ ہو تو حج بھی کرو۔"

آنے والے نے عرض کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ ہم کو تعجب ہوا کہ خود ہی سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔

ایمان، اسلام اور احسان

اس کے بعد اس شخص نے عرض کیا: ایمان کی حالت بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ایمان کے معنی یہ ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ کا اور اس کے فرشتوں کا' اُس کی کتابوں کا' اس کے رسولوں کا اور قیامت کا یقین رکھو' تقدیر الٰہی کو یعنی ہر خیر و شر کے مقدم ہونے کو سچا جانو۔"

آنے والے نے عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سچ فرمایا۔ پھر کہنے لگا احسان کی حقیقت بتایئے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "احسان کی حقیقت یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو' اگر یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو (کم از کم) اتنا یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تم کو دیکھ رہا ہے۔"

آنے والے نے عرض کیا: قیامت کے بارے میں بتایئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: "قیامت کے بارے میں جس سے سوال کیا گیا ہے وہ سائل سے زیادہ اس بات سے واقف نہیں ہے۔" اس نے عرض کیا اچھا قیامت کی علامات بتایئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"قیامت کی علامات میں سے یہ بات ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی اور تو دیکھے گا کہ ننگے پاؤں ننگے جسم تنگ دست چرواہے بڑی بڑی عمارتوں پر اترائیں گے۔"

اس کے بعد وہ آدمی چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں کچھ دیر تک ٹھہرا رہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمر کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟" میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنَّهٗ جِبْرِیْلُ اَتَاکُمْ یُعَلِّمُکُمْ دِیْنَکُمْ۔

"یہ جبرائیل تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لئے آئے تھے۔"

(صحیح مسلم' الایمان' باب بیان الایمان والاسلام والاحسان' 8' بخاری' 50' ابوداؤد' 4695)

☆......حضرت حنظلہ کی پریشانی:

حضرت حنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

کے کاتبوں میں سے تھے۔ وہ کہتے ہیں: مجھ سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو انہوں نے کہا: اے حنظلہ! تمہارا کیا حال ہے؟ (وہ ایمان کے متعلق سوال کر رہے تھے) میں نے کہا: حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ انہوں نے کہا: سبحان اللہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں گویا کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل جاتے ہیں تو ہم بیویوں اور اولاد اور زمینوں وغیرہ کے معاملات میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ہم بہت ساری چیزوں کو بھول جاتے ہیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم! ہمارے ساتھ بھی اسی طرح معاملہ پیش آتا ہے۔ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ چلے یہاں تک کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا وجہ ہے؟'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! ہم آپ کی خدمت میں ہوتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں جنت و دوزخ کی یاد دلاتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ آنکھوں دیکھے ہو جاتے ہیں، جب ہم آپ کے پاس سے چلے جاتے ہیں تو ہم اپنی بیویوں اور اولاد اور زمین کے معاملات وغیرہ میں مشغول ہو جانے کی وجہ سے بہت ساری چیزوں کو بھول جاتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حضور علیہ السلام کی اپنے پیاروں کو تسلی

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ اَنْ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰى مَا تَكُوْنُوْنَ عِنْدِي وَفِي الذِّكْرِ لَصَافَحَتْكُمُ الْمَلَائِكَةُ عَلٰى فُرُشِكُمْ وَفِي طُرُقِكُمْ وَلٰكِنْ يَا حَنْظَلَةُ سَاعَةً وَسَاعَةً ثَلَاثَ مَرَّاتٍ.

''اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم اسی کیفیت پر ہمیشہ رہو جس حالت میں میرے پاس ہوتے ہو ذکر میں مشغول ہوتے ہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر تم سے مصافحہ کریں اور راستوں میں بھی لیکن

اے حنظلہ! ایک ساعت (کی یاد) ہوتی ہے اور دوسری (غفلت کی) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین بار فرمایا"

(صحیح مسلم' التوبۃ' باب فضل الفکر دوام الذکر والفکر..... 2750)

جس کا حامی ہو خدا

حمید بن ھلال رحمۃ اللہ علیہ ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ نے مجھے ایک گھر دکھایا۔ اس میں عورت رہتی تھی۔ اس کے پاس بارہ بکریاں اور ایک تکلہ تھا جس سے سوت کاتتی تھی۔ وہ عورت مسلمانوں کے لشکر کے ہاتھ جہاد کے لئے نکلی۔ جب واپس پلٹی تو ایک بکری اور تکلہ گم پایا تو کہنے لگی:

يَا رَبِّ اِنَّكَ قَدْ ضَمِنْتَ لِمَنْ خَرَجَ فِيْ سَبِيْلِكَ اَنْ تَحْفَظَ عَلَيْهِ وَاِنِّيْ فَقَدْتُ عَنْزًا مِنْ غَنَمِيْ وَصِيْصِيَّتِيْ وَاِنِّيْ اَنْشُدُكَ عَنْزَتِيْ وَصِيْصِيَّتِيْ.

"اے میرے پروردگار! تو نے تو ضمانت دے رکھی ہے کہ جو اللہ کے راستے میں نکلے گا میں اس کے مال و جان کی حفاظت کروں گا جبکہ میرا تکلہ اور بکری گم ہے۔ میں اپنے تکلے اور بکری کے بارے میں شکایت کرتی ہوں۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ نے اس کے اس رقت آمیز لہجے کو بڑی اہمیت دی۔ جب وہ صبح اٹھی تو اس کے گھر میں دونوں چیزیں یعنی بکری اور تکلہ پڑی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا اور جا کر اب بھی لوگوں سے اس کے بارے میں پوچھ کہ یہ سچ ہے کہ نہیں' تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں نے تسلیم کر لیا میں ایمان لے آیا۔

(مسند احمد' 20683' صحیح)

مومن کی غیرت:

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں دو اشعری آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ ایک میرے دائیں جانب تھا اور دوسرا

میرے بائیں جانب تھا۔ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عامل (گورنر) کا عہدہ طلب کیا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ان کے اس سوال کے جواب میں) خاموش تھے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابوموسیٰ'' یا فرمایا: ''اے عبدالرحمٰن بن قیس (حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا نام) تمہاری کیا رائے ہے؟'' میں نے کہا: قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ (نبی بنا کر) بھیجا ہے۔ انہوں نے مجھے اپنے دلوں کی بات سے مطلع نہیں کیا اور مجھے یہ احساس بھی نہ ہوا کہ یہ دونوں (گورنر) کا عہدہ طلب کرنا چاہتے ہیں۔ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: گویا کہ میں آپ کی مسواک کو آپ کے ہونٹ کے نیچے دیکھ رہا ہوں کہ ہونٹ اوپر کو اٹھا ہوا تھا۔

عہدے کے طالب کی محرومی

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہم ہرگز اسے گورنر نہیں بنائیں گے۔'' یا فرمایا: ہم اسے گورنر نہیں بنائیں گے اپنے کاموں پر جو اسے چاہے لیکن ابوموسیٰ یا فرمایا: اے عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ تم جاؤ۔'' تو انہیں یمن کا گورنر بنا کر بھیج دیا پھر ان کے بعد حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو (گورنر) بنایا۔ راوی کہتے ہیں: جب حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: (سواری سے) اتریے اور ان کے لئے تکیہ رکھا تو انہوں نے دیکھا کہ ایک شخص بندھا ہوا پڑا ہے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے؟ ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

یہ پہلے یہودی تھا پھر اسلام لے آیا پھر دوبارہ اپنے دین کی طرف لوٹ گیا ہے جو بُرا دین ہے۔ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اس وقت تک نہیں بیٹھوں گا جب تک اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے مطابق اسے قتل نہ کیا جائے۔ تین مرتبہ یہ فرمایا پھر ان کے قتل کا حکم دیا گیا تو اسے قتل کر دیا گیا پھر دونوں کے درمیان رات کے قیام کا ذکر ہوا تو دونوں میں سے ایک نے غالباً حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے ہی فرمایا: جہاں تک میرا تعلق ہے میں تو سوتا ہوں اور قیام بھی کرتا ہوں یا فرمایا: قیام اللیل بھی کرتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں اپنی نیند کے بارے میں بھی قیام اللیل کی طرح (اجر و ثواب کی)

امید رکھتا ہوں۔ (ابوداؤد الحدود باب الحکم فیمن ارتد 4354)

مومن کیلئے گناہ کا احساس:

ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"اِنَّ الْمُؤْمِنَ یَرٰی ذُنُوْبَهٗ کَاَنَّهٗ قَاعِدٌ تَحْتَ جَبَلٍ یَخَافُ اَنْ یَّقَعَ عَلَیْهِ وَاِنَّ الْفَاجِرَ یَرٰی ذُنُوْبَهٗ کَذُبَابٍ مَرَّ عَلٰی اَنْفِهٖ فَقَالَ بِهٖ هٰکَذَا" اَیْ بِیَدِهٖ فَوْقَ اَنْفِهٖ۔

"بے شک مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے جیسے وہ ایک پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو اور ڈرتا ہو کہ ان پر گر نہ جائے اور فاجر اپنے گناہوں کو اس طرح سمجھتا ہے کہ جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھ گئی ہو پھر انہوں نے اپنے ہاتھ کے اشارے سے بتایا: اس نے اس طرح کر کے اس مکھی کو اپنی ناک سے اڑا دیا۔" (صحیح بخاری الدعوات 6308)

آپ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی صحیح میں مذکور مندرجہ بالا دو آثار سامنے رکھ کر اس بات کا جائزہ لیں گے تو آپ کو حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کی وضاحت کچھ اس طرح ہے:
"تم لوگ کچھ ایسے کام کرتے ہو جو تمہاری نظر میں بال سے بھی زیادہ باریک ہیں جبکہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں انہیں موبقات شمار کرتے تھے۔" (موبقات کے معنی ہے ہلاک کرنے والے کام)"۔

(بخاری شریف الرقاق 6492)

کیا وہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کو پڑھ لینے کے بعد بھی اس معاملے کی اہمیت کا اندازہ نہیں کر سکتے۔ جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِیَّاکُمْ وَمُحَقَّرَاتِ الذُّنُوْبِ فَاِنَّهُنَّ یَجْتَمِعْنَ عَلَی الرَّجُلِ حَتّٰی

يُهْلِكْنَهُ

"گناہوں کو حقیر سمجھنے سے بچو کیونکہ جب یہ آدمی پر اکٹھے ہو جاتے ہیں تو اسے ہلاک کر ڈالتے ہیں۔" (الروض النضیر)

قابل رشک موت:

سیدنا شداد بن الہاد بیان کرتے ہیں: ایک اعرابی نبی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ پر ایمان لایا اور آپ کے تابع ہو گیا پھر کہنے لگا میں آپ کے ساتھ ہجرت کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے متعلق اپنے صحابہ کو تاکید فرمائی۔ جب ایک جنگ ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ مال غنیمت حاصل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے تقسیم کیا اور اس کا حصہ بھی نکالا اور اس کا حصہ اس کے ساتھیوں کو دے دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کی سواریاں چرایا کرتا تھا۔ جب آیا تو انہوں نے اس کا حصہ اسے دیا تو پوچھنے لگا یہ کیا ہے؟ اس کے ساتھیوں نے کہا تمہارا حصہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارے لئے نکالا ہے۔

اس اعرابی نے اپنا حصہ لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا یہ کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں نے مال غنیمت سے تمہارا حصہ نکالا ہے۔" کہنے لگا میں اس کے لئے (آپ پر ایمان نہیں لایا) یا آپ کے پیچھے نہیں چلا بلکہ میں تو اس مقصد کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے لگا ہوں کہ مجھے (پھر اس نے اپنے حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) یہاں تیر لگے اور میں فوت ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اگر تم اللہ تعالیٰ سے سچ کہو گے تو اللہ تعالیٰ بھی تم سے سچ کا سلوک کرے گا۔"

اس کے بعد تھوڑی دیر گزری پھر وہ دشمن سے لڑنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا۔ (شہادت کے بعد) اس کو اٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو اس کو وہیں تیر لگا تھا جہاں اس نے اشارہ کیا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا یہ وہی ہے؟ صحابہ نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی

اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس نے اللہ تعالیٰ سے سچ کہا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے سچ کا سلوک کیا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے خود اپنے پاس سے کفن دیا اور اپنے سامنے رکھ کر جنازہ پڑھایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا سے جو الفاظ ظاہر ہوئے ان میں سے چند الفاظ یہ تھے:

اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ خَرَجَ مُهَاجِرًا فِيْ سَبِيْلِكَ فَقُتِلَ شَهِيْدًا اَنَا شَهِيْدٌ عَلٰى ذٰلِكَ ۔

"اے اللہ! یہ تیرا بندہ ہے' تیری راہ میں ہجرت کر کے نکلا' پس شہید ہو گیا' میں اس بات پر گواہ ہوں۔"

(سنن النسائی' الجنائز' باب الصلاۃ علی الشہداء' 1953' صحیح)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا:...

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: حرملہ نامی ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا اے اللہ کے رسول! زبان کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا' ایمان تو ادھر ہے پھر دل کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا نفاق تو ادھر ہے اور میں اللہ کا ذکر تھوڑا سا کرتا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّهٗ لِسَانًا ذَاكِرًا وَّقَلْبًا شَاكِرًا وَّارْزُقْهُ حُبِّيْ يُحِبُّ مَنْ يُّحِبُّنِيْ وَسَيِّرْ اَمْرَهٗ اِلٰى خَيْرٍ ۔

"اے اللہ! اسے ذکر کرنے والی زبان اور شکر کرنے والا دل عطا فرما اور اسے توفیق دے کہ یہ اس سے محبت رکھے جو مجھ سے محبت کرتا ہے اور اس کے ہر کام میں خیر کو بھر دے۔"

(مجمع الزوائد' 9/496' المناقب' باب ما جاء فی حرملۃ' 16108)

ایمان کے چھن جانے کی فکر سے رونا

حضرت عبدالرحمٰن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

بَاتَ سُفْيَانُ رَحِمَهُ اللّٰهُ عِنْدِيْ فَلَمَّا اشْتَدَّ بِهِ الْاَمْرُ جَعَلَ يَبْكِيْ

فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ يَا اَبَا عَبْدَ اللّٰهِ اَرَاكَ كَثِيْرَ الذُّنُوْبِ فَرَفَعَ شَيْئًا مِّنَ الْاَرْضِ وَقَالَ اللّٰهُ لِذُنُوْبِىْ اَهْوَنُ عِنْدِىْ مِنْ ذَا اِنِّىْ اَخَافُ اَنْ اُسْلَبَ الْاِيْمَانُ قَبْلَ اَنْ اَمُوْتَ ۔

''حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے رات میرے پاس گزاری' جب زیادہ پریشان ہوئے تو رونے لگے' ایک آدمی نے ان سے پوچھا: اے ابوعبداللہ! کیا کثرت گناہوں کی وجہ سے رو رہے ہو؟ حضرت سفیان رحمۃ اللہ علیہ نے زمین سے ایک تنکا اٹھایا اور فرمانے لگے: واللہ! گناہوں کا معاملہ میرے نزدیک اس تنکے سے بھی زیادہ ہلکا ہے' مجھے تو ڈر یہ ہے کہ کہیں موت سے پہلے میرا ایمان نہ چھن جائے۔'' (صفۃ الصفوۃ 150/3)

خدا شاہد ہے کامل تیرا ایماں ہو نہیں سکتا

حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی معیت میں تشریف لے میں جا رہے تھے:

وَهُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ۔

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ رکھا تھا۔''

جناب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنی محبت' پیار اور الفت کا اظہار کرتے ہوئے کہا: اے اللہ کے رسول!

لَاَنْتَ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا نَفْسِىْ ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے میری جان کے علاوہ ہر چیز سے زیادہ عزیز اور محبوب ہیں جناب عمر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سن کر خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ نَّفْسِهٖ ۔

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب اور عزیز نہ رکھے۔''

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اہمیت اور فضیلت کو سننے

کے بعد عرض کیا:

فَاَنْتَ الْاٰنَ وَاللّٰہِ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ نَّفْسِیْ۔

اے اللہ کے رسول! میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ پیارے اور عزیز ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ کے اعلان محبت کے بعد فرمایا: اَلْاٰنَ یَا عُمَرُ۔

''اے عمر! اب تمہارا ایمان مکمل ہو گیا ہے۔''

(صحیح بخاری' الایمان والنذور' باب کیف کانت یمین النبی صلی اللہ علیہ وسلم' 6632)

شراب تمام گناہوں کی جڑ ہے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: شراب سے پرہیز کرو وہ تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ سنو اگلے لوگوں میں ایک ولی اللہ تھا جو بڑا عبادت گزار تھا اور تارک دنیا تھا۔ بستی سے الگ تھلک ایک عبادت خانے میں شب و روز عبادت الٰہی میں مشغول رہا کرتا تھا' ایک بدکار عورت اس کے پیچھے لگ گئی۔ اس نے اپنی لونڈی کو بھیج کر اسے اپنے ہاں ایک شہادت کے بہانے بلوایا۔ یہ چلے گئے۔ لونڈی اپنے گھر میں انہیں لے گئی۔ جس دروازے کے اندر یہ پہنچ جاتے پیچھے سے لونڈی اسے بند کرتی جاتی۔ آخری کمرے میں جب گئے تو دیکھا کہ ایک بہت ہی خوبصورت عورت بیٹھی ہے۔ اس کے پاس ایک بچہ ہے اور ایک جام شراب لبالب بھرا رکھا ہے۔ اس عورت نے اس سے کہا سنئے جناب میں نے آپ کو درحقیقت کسی گواہی کے لئے نہیں بلوایا فی الواقع اس لئے بلوایا ہے کہ یا تو آپ میرے ساتھ بدکاری کریں یا اس بچے کو قتل کر دیں یا شراب کو پی لیں۔ درویش نے سوچ کر تینوں کاموں میں ہلکا کام شراب کا پینا جان کر جام کو منہ سے لگا لیا' سارا پی گیا۔ کہنے لگا اور لاؤ' خوب پیا' جب نشے میں مدہوش ہو گیا تو اس عورت کے ساتھ زنا بھی کر بیٹھا اور اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ پس اے لوگو! تم شراب سے بچو سمجھ لو کہ شراب اور ایمان جمع نہیں ہوتے ایک کا آنا دوسرے کا جانا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر 30/2)

امام ابوبکر بن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''ذم المسکر'' میں بھی اسے

وارد کیا ہے اور اس میں مرفوع ہے لیکن زیادہ صحیح اس کا موقوف ہونا ہے واللہ اعلم' اس کی شاہد بخاری و مسلم کی مرفوع حدیث بھی ہے جس میں ہے:

''زانی [illegible] کے وقت' چور چوری کے وقت' شرابی شراب خوری کے وقت مومن نہیں رہتا۔'' (صحیح بخاری' الاشربۃ' باب قول اللہ تعالیٰ ''انما الخمر'' 5578' مسلم 57)

شکر الحمد کوئی آیا ہے مہماں اپنا

سیدنا محمود بن ربیع الانصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: سیدنا عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان انصاری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ہیں جو بدر کی جنگ میں شریک تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! میری نظر کمزور ہو گئی اور میں اپنی قوم کا امام ہوں۔ جس وقت بارش ہوتی ہے تو وادی جو میرے اور ان کے درمیان میں ہے بہنے لگتی ہے تو میں ان کی مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے نہیں جا سکتا تو یا رسول اللہ! میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے پاس تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھیں تاکہ میں اسی مقام کو جائے نماز بنا لوں۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں انشاء اللہ (ایسا ہی) کروں گا۔'' چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ (دوسرے دن) سورج چڑھے تشریف لائے اور (اندر آنے کی) اجازت طلب فرمائی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں داخل ہوئے اور (ابھی) بیٹھے بھی نہیں تھے کہ فرمایا: ''تم اپنے گھر میں کس مقام پر چاہتے ہو کہ میں نماز پڑھوں؟'' میں نے گھر کے ایک کونے کی طرف اشارہ کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (وہاں نماز پڑھانے کے لئے) کھڑے ہو گئے اور اللہ اکبر کہا' ہم نے بھی آپ کے پیچھے صف بنا لی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت نماز پڑھائی۔ اس کے بعد سلام پھیر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جانے لگے لیکن ہم نے آپ کو خزیرہ (گوشت اور آٹا ملا کر بنایا ہوا کھانا) کھانے کے لئے روک لیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم نے تیار کیا تھا۔

کسی کو منافق کہنے سے منع فرما دیا

پھر محلے والوں میں سے کئی لوگ گھر میں جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: مالک بن دخیشن یا یہ کہا: ابن دخشن کہاں ہے؟ ان میں سے کسی نے کہا: وہ تو منافق ہے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں رکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا تَقُلْ ذَالِكَ اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ۔

''ایسا نہ کہو کیا تم نے اسے نہیں دیکھا کہ اس نے اللہ کی محبت و رضا حاصل کرنے کے لئے لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہے؟''

اس شخص نے عرض کیا: اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ ۔

''بہتر تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی جانتے ہیں۔''

بظاہر تو ہم نے اس کی توجہ اور اس کی خیر خواہی منافقوں کے ساتھ دیکھی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فَاِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ ۔

''اللہ بزرگ و برتر نے اس شخص پر آگ حرام کر دی ہے جو لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کا طالب ہے۔''

(بخاری' الصلاۃ' باب المساجد فی البیوت' 425)

حضرت اسامہ کے عمل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برأت:

سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلہ حرقہ کی طرف بھیجا' صبح کے وقت ہم نے اس قوم پر حملہ کیا اور ان کو شکست فاش دی۔ میں اور ایک انصاری کفار کے ایک شخص سے پنجہ آزما تھے۔ جب ہم نے اسے گھیر لیا تو اس نے کہا: لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ انصاری رک گیا لیکن میں نے اسے نیزے کا وار کر کے مار

ڈالا۔ جب ہم مدینہ آئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یَا اُسَامَۃُ اَقْتَلْتَہٗ بَعْدَ مَا قَالَ لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

''اے اسامہ! کیا تو نے لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ کہنے کے بعد مار ڈالا؟''

میں نے عرض کی کہ وہ تو اپنے بچاؤ کے واسطے کلمہ پڑھ رہا تھا۔ (سچے دل سے نہیں پڑھ رہا تھا) تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم بار بار فرماتے رہے (کہ تو نے کلمہ پڑھنے کے بعد بھی اسے مار ڈالا؟) حتیٰ کہ میں نے یہ خواہش کی:

اَنِّیْ لَمْ اَکُنْ اَسْلَمْتُ قَبْلَ ذٰلِکَ الْیَوْمِ۔

''کاش! میں اس دن سے پہلے اسلام نہ لایا ہوتا (بلکہ اس کے بعد لاتا تاکہ میرا یہ گناہ معاف ہو جاتا)۔ (بخاری الدیات باب ومن احیاھا...... 6872)

ایک حدیث میں اسی طرح کے ایک واقعہ میں ایک صحابی کو فرمایا: ھَلَّا شَقَقْتَ قَلْبَہٗ تو نے اس کا پھاڑ کر کیوں نہ دیکھا۔ یعنی کیا تو نے اس کے دل کے حالات جان کر یہ حرکت کی ہے۔ او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

محمد
صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

(117)

تیری ہر ادا پہ ہے جاں فدا

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم حبشہ ہجرت کے لئے گئے تو کچھ عرصے بعد میرا خاوند نصرانی ہو گیا اور مر گیا۔ پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ کسی آنے والے نے مجھ سے کہا: اے اُمّ المومنین! یہ سن کر میں گھبرا گئی اور میں نے اس کی تعبیر لی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے ضرور شادی کریں گے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری عدت گزری تو ابھی چند روز ہوئے تھے اور مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ایک دن نجاشی (بادشاہ حبشہ) کی پیغام رساں ایک باندی جس کا نام ابرہہ تھا میرے پاس آئی اور اجازت طلب کر کے اندر داخل ہوئی اور کہا: شاہ حبشہ نے کہا ہے کہ مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لکھا ہے کہ تم سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شادی کر دوں۔ حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا: اللہ تجھے خیر کی بشارت دے۔ پھر باندی نے کہا: تم اپنا وکیل بنا کر بادشاہ کے پاس بھیجو جو تمہاری شادی کر دے۔ اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن سعید رضی اللہ عنہ کے پاس آدمی بھیج کر ان کو بلوایا اور ان کو اپنا وکیل بنا لیا اور میں نے پیغام لانے والی کو دو کنگن اور دو پازیب اور کئی انگوٹھیاں اس خوشی میں دیں۔ جب شام ہوئی تو نجاشی نے حضرت جعفر بن ابی طالب کو اور تمام مسلمانوں کو جمع کیا اور خطبہ ارشاد فرمایا:

حضرت اُمّ حبیبہ کے ساتھ حضور کا نکاح نجاشی بادشاہ نے کیا

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو مالک ہے مقدس ہے امن دینے والا ہے عزیز ہے جبار ہے میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہی ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی۔

اما بعد: جس چیز کی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا ہے میں نے منظور کرلیا اور میں نے اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کردیا۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر برکت نازل کرے۔ اس کے بعد نجاشی نے مہر میں چار سو دینار دیئے اور حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے حوالہ کردیئے۔

پھر مجمع نے جانے کا ارادہ فرمایا تو نجاشی نے کہا ابھی بیٹھے رہو اس لئے کہ انبیاء علیہم السالم کی سنت یہ ہے کہ شادی پر کھانا کھلایا جائے پھر کھانا لایا گیا سب نے کھایا پھر سب لوٹ آئے۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میرے پاس مال آیا تو میں نے اس کی باندی کو اور دینا چاہا لیکن اس نے کہا: بادشاہ نے مجھے قسم دی ہے کہ میں تجھ سے کچھ نہ لوں۔ پھر وہ پہلے والا ہدیہ بھی واپس کردیا اور اس نے کہا: میں نے بھی دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم اختیار کرلیا ہے اور میں اللہ کے لئے اسلام لائی ہوں۔

دلہن کو تحائف دینا

پھر شہر کی عورتیں میرے پاس مختلف قسم کی خوشبوئیں اور ہدیے لے کر آئیں پھر اس باندی نے کہا: مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے اور وہ یہ کہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میرا سلام کہنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دینا کہ میں ان کا دین قبول کرچکی ہوں۔

ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ وہ باندی مجھ پر بڑی مہربان رہی اور اس نے مجھ کو رخصت کیا اور سامان دیا وہ مجھ سے بار بار وعدہ یاد دلاتی کہ اس کو بھول نہ جانا۔

حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور میں نے منگنی اور شادی کا واقعہ سنایا اور یہ کہ ابرہہ کی باندی نے میرے ساتھ کیا کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے اور میں نے اس کا سلام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر بھی اللہ کا سلام ہو اللہ کی

رحمت ہو'اللہ کی برکت ہو۔

(رواہ الحاکم وابن سعد وکمافی البدایۃ'ج 4'صفحہ 143 وکذافی حیاۃ الصحابۃ'ج 2'صفحہ 773)

امہات المؤمنین کی آپس میں بے تکلفی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حریرۃ لائی۔ (یہ حلوے جیسی کوئی چیز ہوتی ہے جس کا عربوں میں رواج تھا) جسے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پکایا تھا۔ میں نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے کہا اور حضور میرے اور ان کے درمیان تشریف فرما تھے کہ تو بھی کھا۔ انہوں نے انکار کیا تو میں نے کہا: تمہیں ضرور کھانا پڑے گا وگرنہ تو میں تمہارے چہرے پر لیپ دوں گی۔ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے پھر بھی کھانے سے انکار کیا تو میں نے اپنا ہاتھ حریرہ میں ڈالا اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ کو اس سے مل دیا۔ یہ دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہاتھ پکڑ لیا۔

(رواہ ابو یعلی کذافی حیاۃ الصحابۃ'ج 2'صفحہ 299)

☆...... حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کہتی ہی کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے میرے چہرے کو حریرہ سے لیپ دیا تھا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کہا تو بھی عائشہ رضی اللہ عنہا کے چہرہ کو حریرہ سے مل دے (چنانچہ میں نے حریرۃ میں ہاتھ ڈالا اور ان کے چہرہ پر ملا) تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے (جیسا کہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے فعل پر ہنسے تھے) اتنے میں حضرت عمر کا گزر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا اپنا منہ دھو لو۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں ہمیشہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہیبت محسوس کرتی رہی کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ہیبت کا لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی ہیبت

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک مرتبہ لوگوں اور بچوں کا شور سنا تو دیکھا کہ ایک حبشی عورت ناچ رہی ہے اور لوگ اس کے ارد گرد جمع تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا وہ یکھو میں نے اپنا رخسار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھے مبارک پر رکھ کر دیکھنا شروع کیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھک گئے۔

اتنے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ دکھائی دیئے تو تمام لوگ اور بچے بھاگ گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے انسانوں اور جنوں کے شیطانوں کو دیکھا کہ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھاگ جاتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جس راستہ سے گزرتے ہیں شیطان اس راستہ سے بھاگ جاتا ہے۔ (رواہ ابو یعلی و ابن عساکر وابن النجار وابن عدی کذافی الکنز' ج 7' صفحہ 302' وکذافی حیاۃ الصحابۃ' ج 2' صفحہ 799)

ادب با ہو

(118)

حضرت ابن عُلَیَّہ رحمۃ اللہ علیہ

ان کی کنیت ابو بشر اور نام اسمٰعیل بن ابراہیم بصری ہے اور ابن علیہ ان کا مشہور لقب ہے۔ یہ سلیمان تیمی و حمید طویل و ابن عون و معمر وغیرہ محدثین کے نامور شاگرد ہیں اور ان کے شاگردوں میں امام شافعی و امام احمد بن حنبل جیسے ائمہ حدیث وفقہ ہیں محدثین عام طور پر ان کو سیّد المحدثین و ریحانۃ الفقہاء (فقہاء کا پھول) کہا کرتے تھے۔

یہ زہد و تقویٰ میں طاق اور عبادت و ریاضت میں اپنے زمانے کے فرد تھے۔ تمام عمر کبھی قہقہہ لگا کر نہیں ہنسے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں: میں ایک رات ان کے مکان پر سویا تو انہوں نے رات میں ایک تہائی قرآن مجید کی تلاوت کی اور نوافل میں رات گزار دی۔

عبداللہ بن مبارک ان کا بے حد احترام فرماتے تھے بلکہ عبداللہ بن مبارک تو یہاں تک فرماتے تھے: اگر سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ و فضیل بن عیاض و سماک بن حرب و ابن علیہ یہ پانچوں محدثین نہ ہوتے تو میں کبھی تجارت نہ کرتا۔ یہ پانچوں محدثین حدیث شریف کے درس میں مشغول رہتے تھے اور عبداللہ بن مبارک تجارت کر کے کماتے تھے اور ان پانچوں عالمانِ حدیث کی مالی امداد فرماتے تھے۔

عہدۂ قضا قبول کرنے پر ابن مبارک کی ناراضی

منقول ہے: جب ابن علیہ نے قاضی کا عہدہ قبول کر لیا تو عبداللہ بن مبارک کو اتنا رنج و صدمہ ہوا کہ بغداد آئے تو تمام محدثین کو نذرانہ پیش کیا مگر ابن علیہ سے آپ نے ملاقات بھی نہیں کی۔ ابن علیہ نے پہلے تو انتظار کیا پھر خود ہی ملاقات کے لئے گئے تو عبداللہ بن مبارک نے منہ پھیر لیا اور سر اٹھا کر ان کی طرف دیکھا بھی نہیں۔ ابن علیہ

مایوس ہو کر واپس چلے آئے۔ پھر دوسرے دن عبداللہ بن مبارک کے نام ایک خط بھیجا کہ میرے کس جرم کی سزا میں آپ نے اتنی بے اعتنائی برتی اور مجھ سے منہ پھیر لیا۔ عبداللہ بن مبارک خط پڑھ کر اور بھی غضبناک ہو گئے اور فرمایا: جب تک چھری سے اس شخص کی چمڑی نہ ادھیڑ دی جائے گی یہ شخص ماننے والا نہیں چنانچہ خط کے جواب میں مندرجہ ذیل اشعار لکھ کر آپ نے ابن علیہ کے پاس بھیج دیئے۔

يَا جَاعِلَ الْعِلْمِ بَازِيًا
يَصْطَادُ أَمْوَالَ الْمَسَاكِيْنِ

اے علم کو ایک باز (شکرہ) بنانے والے
جو مسکینوں کا مال شکار کرتا ہے

اِحْتَلْتَ لِلدُّنْيَا وَلَذَّاتِهَا
بِحِيْلَةٍ تَذْهَبُ بِالدِّيْنِ

تو نے دنیا اور اس کی لذتوں کے لئے ایک ایسا حیلہ بنایا ہے جو تیرے دین کو برباد کر دے گا۔

فَصِرْتَ مَجْنُوْنًا بِهَا بَعْدَ مَا
كُنْتَ دَوَاءً لِلْمَجَانِيْنِ

تو خود دنیا کا دیوانہ بن گیا حالانکہ تو پہلے تمام دیوانوں کی دوا تھا۔

أَيْنَ رِوَايَاتُكَ فِيْمَا مَضٰى
عَنِ ابْنِ عَوْنٍ وَّابْنِ سِيْرِيْنَ

تیری وہ روایتیں کہاں گئیں جو تو پہلے ابن عون اور ابن سیرین سے روایت کرتا تھا۔

أَيْنَ رِوَايَاتُكَ فِيْ سَرْدِهَا
فِيْ تَرْكِ أَبْوَابِ السَّلَاطِيْنِ

تیری وہ روایتیں کدھر گئیں جو تو بادشاہوں کے دروازے سے دور رہنے کے بارے میں روایت کیا کرتا تھا۔

اِنْ قُلْتَ اُكْرِهْتَ فَذَا بَاطِلٌ
زَلَّ حِمَارُ الْعِلْمِ فِى الطِّيْنِ

اگر (عذر کے طور پر) تو یہ کہے کہ مجھ کو مجبور کیا گیا تو یہ بالکل غلط ہے (درحقیقت بات یہ ہے) کہ علم کا گدھا کیچڑ میں پھسل گیا ہے۔

چنانچہ عہدۂ قضا چھوڑ دیا گیا

عبداللہ بن مبارک کے ان اشعار کو پڑھ کر ابن علیہ کی دینی غیرت کو ایسی ٹھیس لگی کہ ایک دم ان کے تقویٰ و دیانت کی رگ رگ پھڑک اٹھی۔ فوراً کچہری سے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور خلیفہ بغداد ہارون رشید کے دربار میں جا کر کہہ دیا کہ اے سلطان! میں خدا کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کہ میرے اس بڑھاپے پر رحم کیجئے اور عہدۂ قضا سے میرا استعفیٰ قبول فرمالیجئے۔ اب ایک لمحہ کے لئے بھی میں اس عہدہ پر قائم نہیں رہ سکتا۔ ہارون رشید نے آپ کی اس بیقراری کو دیکھ کر کہا: ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غالباً اس مجنون (عبداللہ بن مبارک) نے آپ کو بھی بہکا دیا ہے۔

غرض آپ کا استعفیٰ منظور کر لیا گیا اور آپ پھر بدستور سابق درس حدیث و عبادت میں مشغول ہو گئے۔ عبداللہ بن مبارک کو پتہ چلا تو انہیں بے حد خوشی ہوئی اور فوراً روپوں سے بھری ایک تھیلی نذرانے میں ابن علیہ کے پاس بھیج دی اور پھر پرانے تعلقات استوار ہو گئے جو آخری عمر تک قائم رہے۔ 194ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

(119)

سیّدہ ریحانہ کوفیہ رحمۃ اللہ علیہا

کوہ لکام اسلام کے دور عروج میں عارفان حق کا مسکن تھا۔ روشن جبین اولیاء اللہ کی زیارت کے شائقین پہاڑ کے نوکیلے پتھروں سے پیروں کو لہولہان کرتے پھرتے تھے۔ ایک بزرگ شیخ ابوعبداللہ سکندری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ میں بھی ایک بار وہاں اسی ارادہ سے گیا کہ کسی ولی اللہ سے ملاقات کر کے کچھ روحانی استفادہ کروں۔ پہاڑی سناٹے میں ایک چٹان پر بیٹھا میں کچھ اشعار محبت گنگنا رہا تھا' کیا دیکھتا ہوں کہ ایک عورت میرے قریب کھڑی ہے۔ اس پر میری نظر پڑی تو خیال پیدا ہوا کہ کاش کسی مرد سے سابقہ پڑتا۔ عورت نے میرے تصور کو پڑھ لیا۔ بولی ابوعبداللہ! عجیب ماجرا ہے جو انسان عورتوں کے مقام تک نہیں پہنچ سکا ہو اسے مردوں سے ملنے کی تمنا کا کیا حق؟

ابوعبداللہ: اے عورت تو نے تو بہت ہی بڑا دعویٰ کیا۔ عورت: اور دعویٰ بلا دلیل حرام ہے۔ ابوعبداللہ: تو پھر تیرے دعوے کی کیا دلیل ہے؟

عورت: دلیل یہ ہے کہ محبوب حقیقی میرے لئے ایسا ہے جیسا میں ارادہ کروں کیونکہ میں اس کے لئے ایسے ہی ہوں جیسا وہ ارادہ فرمائے۔

ابوعبداللہ: اگر بات ایسی ہے تو میں چاہتا ہوں کہ تلی ہوئی صحیح وسالم مچھلی بس ابھی آجائے۔

عورت: لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہِ! اسی سے تیرے مقام کی پستی اور کھانے پینے سے تیری دلچسپی ظاہر ہو گئی۔ یہ کیوں نہ آرزو کی کہ رب تعالیٰ ایسے بازوے شوق عطا فرمائے جس سے اس کی جانب پرواز کر سکے جیسے میں پرواز کرتی ہوں۔

ولیہ عورت کی پرواز

عورت نے یہ کہا اور میری نگاہوں کے سامنے سے پرواز کر گئی۔ یہ دیکھ کر ابوعبداللہ نہایت نادم ہوئے۔ انہیں اپنی پستی مقام کا درد ستانے لگا اور اس خاتون کے مرتبہ عظمت کا اعتراف ان کی روح کی گہرائیوں تک اترتا چلا گیا۔ پرواز کرتی ہوئی اس عارفہ خاتون کی طرف شیخ تیزی سے دوڑے اور آواز دی سیّدہ! تمہیں اس ذات واجب کا واسطہ جس نے تم کو نوازا اور مجھے محروم رکھا۔ تمہیں بخشا اور مجھے بے نصیب کر دیا۔ میرے حق میں کچھ دعا ہی کرتی جاؤ۔ خاتون نے جاتے جاتے جواب دیا تمہیں تو مردوں کی دعا مطلوب ہے عورتوں سے کیا سروکار؟ ابوعبداللہ: کچھ نہیں تو توبہ کی ایک نگاہ ہی ڈال دے۔

خاتون: میں جس عظیم الشان حال میں ہوں وہ تیری طرف توجہ سے بلند و برتر ہے۔

ابوعبداللہ: دعا کے دو جملے ہی سہی۔

خاتون: کل صبح تجھے دعا کرنے والا بندہ بزرگ ملے گا' یہ کہا اور نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ صبح ہوئی تو ایک روشن و تابناک رخسار پیشانی والے بزرگ کو ابوعبداللہ نے دیکھا جو گھٹنوں کے بل گھسٹ کر آ رہے تھے۔ ان کے چہرے بشرے سے پرہیزگاری و تقویٰ کے آثار نمایاں تھے۔ انہیں دیکھ کر ابوعبداللہ نے یہ خیال کیا کہ ہو نہ ہو یہی وہ بندہ بزرگ ہو کہ خدارسیدہ خاتون نے جن کے بارے میں بتایا تھا۔ ان کا یہ سوچنا تھا کہ وہ بزرگ متوجہ ہوئے۔

بزرگ: تم نے صحیح سمجھا میں وہی ہوں۔

ابوعبداللہ: حضور! مجھ پر کرم فرمائیں اور میرے حق میں ایسی دعا کریں جس سے اللہ تعالیٰ تک رسائی سہل ہو جائے۔

بزرگ: ابوعبداللہ! جو ہر قسم کے دعوے سے خالی تھی اس کی دعا سے تو تم محروم رہ گئے۔ کیا تمہارے پاس اتنی بصیرت بھی نہیں کہ عارفہ روزگار ریحانہ کوفیہ کو پہچان سکو۔ میری دعا سے پہلے اب تمہیں دیوانوں سے ملنا ہوگا ان سے تمہاری ملاقات کل ہوگی۔ یہ کہہ کر بزرگ بھی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے اور ابوعبداللہ سکندری پر غم و الم کا سیلاب گزر

گیا۔ دوسری صبح ہوئی تو ابوعبداللہ کے کانوں میں درد واثر میں ڈوبی ہوئی تلاوت کلام اللہ کی آواز پڑی۔ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ۔ (التوبہ 9'118) اور اللہ رحمت کے ساتھ رجوع ہوا ان تین پر (بھی) جو موخر رکھے گئے تھے یہاں تک کہ جب زمین اپنی فراخی کے باوجود ان پر تنگ ہوگئی۔

دیوانگانِ حق کے ساتھ جڑا رہ

قاری کی آواز میں ایسا سوز و گداز اور اثر تھا کہ سنگ دل بھی پانی پانی ہو جائے۔ ابوعبداللہ تلاوت سن کر بے خود ہو گئے اور کہنے لگے اس ذات پاک کی قسم! جس نے تجھے ایسی دلکش آواز عطا کی۔ میرے شکستہ دل پر رحم کر۔ اس کے کچھ دیر بعد ایک شخص آیا اس نے آتے ہی کہا تجھے ایسے دیوانے سے کیا غرض جس کے آنسو کبھی خشک نہیں ہوتے مگر چونکہ مجھے دعا کرنی ہے اس لئے میری بات سن!

دیوانوں کی بارگاہ سے پیوستہ رہ' ان کی نسیم محبت سے مشام جاں معطر کر' سنت خیر الانام علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ کو مضبوطی سے پکڑ اور اس راہ سے کبھی نہ ہٹ۔ (مزید کہا)

اپنے کمزور نفس پر رحم کر یعنی گناہوں کو چھوڑ' دنیا کے قریب بھی نہ جا کیونکہ دنیا وہ بے وفا ہے جو اپنے سب سے زیادہ پیار کرنے والے کو غرق کر دیتی ہے۔ متوسط لوگوں کو ہلاک کرتی ہے اور کم چاہنے والوں کو جلا کر خاک بنا دیتی ہے۔ رب تعالیٰ تجھے قبولیت اور اصول صدق سے مالا مال کرے اور اپنے مقبول بندوں میں بنائے اور نہ گھبرا میں تجھے لذت نگاہ سے بے بہرہ نہ رکھوں گا اور ان لوگوں میں کر دوں گا جو مشاہدہ کے بعد خبر پر قناعت کرتے ہیں۔ ابوعبداللہ فرماتے ہیں: انہوں نے جو کچھ فرمایا میں اس کی کنہ تک پہنچ گیا۔

ہر بیشہ گماں مبر کہ خالی است
شاید کہ پلنگ خفتہ باشد

(روض الریاحین)

(120)

کیا خوب جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

غزوۂ خندق میں دست بدست اور خونریز جنگ کی نوبت نہ آسکی تھی۔ چونکہ دونوں فوجوں کے درمیان خندق حائل تھی اس لئے صرف تیراندازی ہوتی رہی۔ فریقین کے سولہ افراد بھی قتل ہوئے۔ ان میں چھ مسلمان اور دس مشرک تھے۔ تیراندازی کے دوران حبان بن عرقہ نامی ایک قریشی مشرک کا تیر انصار کے ایک بڑے سردار سعد بن معاذؓ کے بازو پر لگا۔ اس سے ان کے بازو کی رگ کٹ گئی۔ زخم زیادہ بڑا نہ تھا تاہم انہوں نے ایک عجیب وغریب دعا فرمائی: "اے اللہ! تو جانتا ہے کہ جس قوم نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور انہیں مکہ سے نکال باہر کیا۔ اب قوم سے جہاد کرنا مجھے جس قدر محبوب ہے اتنا کسی اور قوم سے نہیں۔ اے اللہ! میں سمجھتا ہوں کہ اب تو نے ہماری اور ان کی جنگ کو آخری مرحلہ تک پہنچا دیا ہے۔ اگر قریش کی جنگ کچھ باقی رہ گئی ہے تو مجھے اس کے لئے باقی رکھ کہ میں ان سے تیری راہ میں جہاد کرسکوں اور اگر تو نے لڑائی ختم کر دی ہے تو اس زخم کو جاری کر کے اسے میری موت کا سبب بنا دے۔" چونکہ اس جنگ میں بنو قریظہ نے مسلمانوں سے کھلم کھلا غداری کی تھی اس لئے دعا کے آخری الفاظ یوں تھے "اے میرے اللہ! مجھے اسی وقت موت آئے جب بنو قریظہ کے انجام کے بارے میں میری آنکھوں کو ٹھنڈک نصیب ہو جائے۔" حضرت سعد بن معاذ اس وفد میں شامل تھے جنہوں نے دوران جنگ بنو قریظہ سے مذاکرات کیے تھے اور ان کو ان کی بدعہدی سے روکنے کی کوشش کی تھی۔ یہود کا کردار ہمیشہ سے منافقانہ رہا ہے۔ جب ان پر مشکل وقت آتا ہے تو منت سماجت پر اتر آتے ہیں اور معمولی سی بھی ڈھیل مل جائے تو اپنی روایتی

خباثت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

حضرت سعد بن معاذ چونکہ زخمی تھے' اس لئے ان کو علاج کے لئے زفیدہ کے خیمے میں منتقل کر دیا گیا۔ ابن ہشام کے مطابق رفیدہ اسلمیہ انصاریہ خاتون تھیں جو زخمیوں کا علاج کیا کرتی تھیں۔ ان کا تعلق بنو اسلم سے تھا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش تھی کہ سعد بن معاذ کی تیمارداری قریب سے فرما سکیں۔ اس لئے ان کا خیمہ مسجد ہی میں لگا دیا گیا۔ جہاں ان کا علاج شروع ہوا۔

اوپر ان کی دعا کا ذکر ہوا ہے۔ ان کی دعا قبول ہو گئی۔ زخم بتدریج بہتر ہوتا چلا گیا تاہم وہ بدستور زیر علاج رہے۔

حضرت سعد کا تاریخی فیصلہ

قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبد الاشہل سے تعلق رکھنے والے سعد اپنی قوم کے بڑے معتبر اور محبوب رہنما تھے۔ غزوۂ بنی قریظہ میں جب یہودیوں نے اپنے آپ کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا تو حکم ہوا کہ ان کے مردوں کے ہاتھ باندھ دیئے جائیں چنانچہ محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں ان کے ہاتھ باندھ دیئے گئے۔ مردوں اور عورتوں کو الگ الگ کر دیا گیا۔ قبیلہ اوس کے لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کیا: بنو قریظہ کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے جو آپ نے بنو قینقاع کے ساتھ فرمایا تھا۔ یہ لوگ خزرج کے حلیف تھے اور بنو قریظہ ہمارے یعنی اوس کے حلیف ہیں لہٰذا ان پر احسان فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ بہتر نہ ہو گا کہ تمہارے قبیلے کا فرد ہی اس معاملے کا فیصلہ کر دے۔ انہوں نے کہا: بڑی عمدہ بات ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اب یہ معاملہ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے حوالے ہے۔ اس کے لوگوں نے یک زبان ہو کر کہا: ہم اس پر راضی ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن معاذ کو بلوا بھیجا۔ وہ خیمے میں زیر علاج تھے۔ انہیں وہاں سے ایک گدھے پر سوار کر کے لایا گیا۔ راستے میں اوس کے لوگوں نے ان سے بنو قریظہ سے ہمدردی اور اچھے سلوک کی درخواست کی اور کہا۔ اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکم ہی اس لئے دیا ہے کہ آپ ان سے حسن سلوک کریں۔ مگر وہ چپ تھے۔ جب لوگوں نے بہت اصرار کیا تو انہوں نے یہ تاریخی جملہ ارشاد فرمایا: اب وقت آ گیا ہے کہ سعد کو اللہ کے بارے میں کسی کی پروانہ ہو۔ جب حضرت سعد اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ۔ "اٹھو! اپنے سردار کی تعظیم کے لئے"۔ اب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ کیا میرا فیصلہ تمام لوگوں یعنی مسلمانوں اور یہودیوں سمیت سب پر نافذ ہوگا؟ ارشاد ہوا سب پر نافذ ہوگا تو انہوں نے بے دھڑک کہا میرا فیصلہ یہ ہے کہ بنو قریظہ کے مردوں کو قتل کر دیا جائے، عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال تقسیم کر دیئے جائیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ سن کر فرمایا: تم نے وہی فیصلہ کیا ہے جو عرش والے کا فیصلہ ہے۔

یہودیوں کی کمر ٹوٹ گئی

حضرت سعد بن معاذ کا یہ فیصلہ یقیناً حق اور انصاف پر مبنی تھا۔ بنو قریظہ نے بدعہدی اور غداری کر کے مسلمانوں کو شکست دلوانے میں کوئی کسر باقی نہیں چھوڑی تھی۔ انہوں نے اتنے نازک وقت میں مسلمانوں کو دھوکا دیا تھا جب وہ زندگی اور موت کی آزمائش سے دوچار تھے۔ انہوں نے نہ صرف مسلمانوں سے معاہدہ توڑا بلکہ انہیں قتل کرنے کے لئے مشرکین کو ڈیڑھ ہزار تلواریں، دو ہزار نیزے، تین سو زرہیں اور پانچ سو ڈھالیں بھی فراہم کر دی تھیں۔ بنو قریظہ کی اسلام کے ساتھ دشمنی کی انتہا تھی کہ انہوں نے غزوۂ خندق کے دوران نہتی عورتوں کے قلعہ کے بھی چکر کاٹنے شروع کیے۔ مقصد عورتوں اور بچوں کو پریشان کر کے لشکر اسلامی کی توجہ محاذ جنگ سے ہٹانا تھا۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شیر دل پھوپھی سیدہ صفیہ بنت عبدالمطلب کی ہمت اور طاقت کام آئی۔ آخر وہ عبدالمطلب جیسے قوی اور بہادر سردار کی بیٹی تھیں۔ انہوں نے ایک یہودی کو قتل کر کے ان کی سازش ناکام بنا دی۔ ان کے اس بے باک کارنامے کا بڑا گہرا اور اچھا اثر پڑا۔ یہود نے اس کارروائی سے غالباً یہی سمجھا کہ ان قلعوں میں بھی مسلمانوں کا

...ناظتی لشکر موجود ہے اس لئے یہود کو دوبارہ اس قسم کی جرأت نہ ہوئی حالانکہ وہاں مسلمانوں کا کوئی لشکر نہ تھا' یہودیت بت پرست حملہ آوروں کے ساتھ اپنی یک جہتی کا عملی ثبوت دیتے ہوئے انہیں مسلسل رسد پہنچاتے رہے حتیٰ کہ مسلمانوں نے ان کی رسد کے بیس اونٹوں پر قبضہ بھی کرلیا۔

عہدی کی بدترین مثال

جب یہودیوں کی عہد شکنی کی خبر کی تصدیق کے لئے ایک وفد ان کے پاس گیا تو وہاں وفد نے انہیں خباثت پر آمادہ پایا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں کو علانیہ گالیاں بکیں' ان کی طرف داری کی' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی۔ ذرا ان کے الفاظ پر غور فرمائیں۔ یہ لوگ وفد کے ارکان سے کہنے لگے کہ کون اللہ کا رسول......؟ ہمارے اور محمد کے درمیان کوئی عہد ہے نہ پیمان۔ ان کی اس قسم کی گفتگو اور پروپیگنڈے سے منافقین نے بطور خاص حوصلہ پایا۔ انہوں نے اس مشکل گھڑی میں اپنا نفاق ظاہر کر کے کہنے لگے محمد تو ہمیں قیصر و کسریٰ کے خزانے پانے کی باتیں سناتے ہیں اور یہاں حالت یہ ہے کہ ہم قضائے حاجت کے لئے بھی باہر نہیں نکل سکتے۔ اس تناظر میں دیکھا جائے تو بلاشبہ بنو قریظہ کے بارے میں حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ بالکل درست' صحیح حق و انصاف پر مبنی تھا۔

اس فیصلے کی روشنی میں چھ یا سات سو کے لگ بھگ یہودیوں کو قتل کر دیا گیا' قیدیوں اور عورتوں کو حضرت سعد بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی نگرانی میں نجد بھیج کر ان کے عوض گھوڑے اور ہتھیار خرید لئے گئے۔ اس طرح آستین کے ان سانپوں کو کیفر کردار تک پہنچا دیا اور مدینہ طیبہ کی اسلامی ریاست ایک خبیث سازشی گروہ کی ریشہ دوانیوں سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو گئی۔

بنو قریظہ کے اموال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خمس نکال کر تقسیم فرما دیئے۔ سوار کو تین حصے دیئے۔ ایک حصہ اس کا اپنی شرکت کے باعث اور دو حصے گھوڑے کے جبکہ پیدل کو ایک حصہ مرحمت فرمایا۔

بنو قریظہ کا کام تمام ہوا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی دعا کی قبولیت کا وقت بھی آ گیا۔ ان کا زخم دوبارہ پھوٹ پڑا جس کے نتیجے میں وہ شہید ہو گئے۔ ان کی عمر اس وقت صرف 37 برس تھی۔ قبیلہ اوس سے تعلق رکھنے والے سعد نہایت خوبصورت تھے۔ اونچا لمبا قد' سفید رنگ اور خوبصورت داڑھی تھی۔

جنت میں حضرت سعد کا مقام

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ان کی وفات پر رحمان کا عرش ان کی عالم بالا میں تشریف آوری کی خوشی کے پیش نظر جھوم اٹھا۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم میں اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: عرش الٰہی کو یہ شعور عطا کیا گیا ہے کہ وہ خوشی کے باعث حرکت میں آیا۔ جنازہ اٹھایا گیا تو وہ نہایت ہلکا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اسے فرشتوں نے اٹھا رکھا ہے۔ نسائی کی ایک حدیث میں آتا ہے کہ ان کے جنازے میں ستر ہزار ایسے فرشتوں نے شرکت فرمائی جن کا اس سے پہلے زمین پر کبھی نزول نہیں ہوا تھا۔ ان کی قبر نے پہلے انہیں دبایا مگر بعد از ان فراخ کر دی گئی۔ ان کی والدہ نے گریہ کیا تو ارشاد فرمایا: تمام گریہ کرنے والی عورتیں جھوٹی ہیں مگر اُمّ سعد سچی ہیں۔ جنت میں ان کے مقام و منزلت کی نشاندہی اس طرح کی گئی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رومال تحفۃً پیش کیا گیا۔ مسلم شریف کی حدیث میں ہے جسے براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ صحابہ کرام نے اس رومال کو چھوا تو اس کے انتہائی نرم و نازک ہونے پر حیرت زدہ رہ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم اس رومال کے نرم و نازک ہونے پر تعجب کرتے ہو' جنت میں حضرت سعد کا رومال اس سے کہیں زیادہ نرم اور خوبصورت ہے۔ (السیرۃ النبویۃ بن ہشام 249/3' 251' 256' 262' 263' والبدایۃ والنہایۃ (ملخصا) 122/4' 130)

(121)

حجام کو اور دو ہزار دینار

حضرت سیّدنا احمد جعفر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت سیّدنا ابوعلی حسین بن خیران کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدنا ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ حجام کے پاس گئے اور فرمایا: ''اللہ کی رضا کے لئے میرے سر کے بال مونڈ دو۔'' حجام نے کہا: ''بیٹھ جایئے۔'' آپ بیٹھ گئے اور حجام نے آپ کے بال مونڈنا شروع کر دیئے۔ اسی دوران اس شہر کے حاکم کا وہاں سے گزر ہوا تو اس نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھ کر اپنے خدام سے پوچھا: ''کیا یہ حضرت سیّدنا ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ تو نہیں؟'' خدام نے کہا: ''جی ہاں! یہ حضرت سیّدنا ابوتراب نخشبی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔'' حاکم نے خدام سے کہا: ''تمہارے پاس اس وقت کتنی رقم موجود ہے؟'' ایک خادم نے کہا: ''حضور! میرے پاس اس وقت اس چمڑے کے بیگ میں ایک ہزار دینار ہیں۔'' حاکم نے کہا: ''جب آپ رحمۃ اللہ علیہ حلق کروا چکیں تو آپ کو ہماری طرف سے یہ ہزار دینار نذرانہ پیش کرنا اور معذرت بھی کرنا کہ اس وقت ہمارے پاس اتنے ہی موجود تھے ورنہ کچھ زیادہ نذرانہ پیش کرتے۔''

خادم آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور عرض گزار ہوا ''حضور! یہ کچھ رقم حاکم شہر نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے لئے بھجوائی ہے اور انہوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سلام عرض کیا اور کہا ہے کہ ہمارے پاس ابھی اسی قدر رقم موجود تھی ورنہ کچھ زیادہ پیش کرتے، یہ حقیر سا نذرانہ قبول فرمالیں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ سن کر کہا: ''یہ رقم اس حجام کو دے دو۔'' حجام فوراً بولا ''میں اتنی رقم کا کیا کروں گا؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''یہ رقم

لے لو۔'' حجام نے عرض کی ''میں یہ رقم کبھی بھی قبول نہیں کروں گا' خدا کی قسم! اگر یہ دو ہزار دینار بھی ہوتے پھر بھی میں انہیں قبول نہ کرتا۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس خادم سے فرمایا: ''یہ رقم واپس اپنے حاکم کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہنا کہ یہ تو حجام نے بھی قبول نہیں کی' اسے آپ اپنے پاس رکھیں اور اپنے ان امور میں خرچ کریں جو آپ کے ذمہ ہیں۔'' (عیون الحکایات)

(122)

حیرت انگیز حافظہ کا راز کھل گیا

ایک شخص بڑا ذہین اور صاحب علم مشہور تھا' ہر سوال کا جواب بغیر کسی توقف کے دیا کرتا تھا۔ اس کے بعض ساتھی اس کے تبحر علمی کی حقیقت تاڑ گئے اور امتحان کے ارادے سے ایک مہمل لفظ ''خنفشار'' کے بارے میں دریافت کیا جس کی کوئی حقیقت نہ تھی' اس نے بلا جھجک کہنا شروع کیا:

''یہ ایک خوشبودار گھاس ہے جو یمن کے مضافات میں پائی جاتی ہے' اس کی حیرت انگیز خاصیت یہ ہے کہ جب جانور اس کو کھاتا ہے تو اس کا دودھ رک جاتا ہے۔ ایک یمنی شاعر کہتا ہے:

لقد عقدت محبتکم فؤادی

کما عقد الحلیب الخنفشار

آپ کی محبت نے میرے دل کو اس طرح جکڑ رکھا ہے جیسے خنفشار گھاس دودھ کو روک لیتی ہے۔

داؤد انطاکی نے ''اپنے تذکرہ'' میں اس طرح کہا ہے اور فلاں فلاں نے یہ کہا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا......

فوراً ساتھیوں نے اسے روک دیا اور کہا: ''کم بخت! ان سب پر تو تو نے جھوٹ گھڑا ہے کم از کم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تو حیا کر'' اس طرح ان پر اس کے تبحر علمی کا راز کھل گیا اور ہمہ دانی کا بھرم جاتا رہا۔

(التعالم واثرہ علی الفکر والکتاب' ص 15)

''ھرطنق'' کیا شے ہے؟

☆...... ابوعمر الزاہد جو غلام ثعلب (ثعلب کے غلام) کے لقب سے مشہور تھے اپنے حیرت انگیز حافظہ کی بناء پر بڑی شہرت رکھتے تھے۔ اسی بے پناہ قوت یادداشت کی وجہ سے ان کو اہل ادب کی تیغ ستم کا ہدف بننا اور علم لغت میں ان کی سند ثقاہت سے محروم ہونا پڑا جبکہ طبقہ محدثین نے انہیں ثقہ قرار دیا تھا۔ ان کا ایک واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ بغداد کے کچھ لوگ ان پر لگائے گئے جھوٹ کے الزامات کا تذکرہ کرتے ہوئے راستے کے ایک پل سے گذرے تو ان میں سے ایک نے کہا' ایسا کرتے ہیں کہ قنطرۃ (پل) کے لفظ کو الٹ کر اور اس کو بے معنی اور مہمل بنا کر اس کے معنی ابوعمر سے دریافت کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ کیا جواب دیتے ہیں' جب ان کے پاس پہنچے تو اس شخص نے کہا ایھا الشیخ ما الھر طنق عند العرب ؟ حضرت! عرب کے ہاں ''ھرطنق'' کیا شے ہے؟ اس نے کہا: ''فلاں چیز ہے اور اس طرح ہوتی ہے۔'' یہ سن کر وہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے کیونکہ یہ تو ایک مہمل لفظ انہوں نے اپنی طرف سے گھڑا تھا جس کے کوئی معنی نہیں تھے اور وہاں سے چلے آئے۔ تقریباً ایک مہینے بعد پھر انہوں نے کسی دوسرے شخص کو ''ھرطنق'' کے معنی دریافت کرنے اس کے پاس بھیجا تو اس نے کہا: ''کیا یہ وہی لفظ نہیں جو فلاں دن فلاں موقع پر مجھ سے پوچھا گیا تھا'' پھر اس نے بعینہٖ پہلے والا جواب دیا۔ یہ سن کر وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم فیصلہ نہیں کر پاتے کہ اس کی حیرت انگیز قوت حافظہ پر تعجب کریں اگر اس نے سچ کہا ہے یا اس کے خوبصورت جھوٹ پر اگر اس نے جھوٹ کہا ہے۔

(التعالم واثرہ علی الفکر والکتاب' 19' 20)

(123)

آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

یہ واقعہ اجمالی طور پر اس سے پہلے کسی مجموعہ میں بیان ہو چکا ہے اب تفصیلاً ملاحظہ ہو۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس جہاد میں شریک تھے جو نجد کے اطراف میں ہوا تھا اور جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جہاد سے فارغ ہوئے اور واپس ہوئے تو جابر رضی اللہ عنہ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی واپس ہوئے۔ اسی سفر کے دوران یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم دو پہر کے وقت ایک ایسے جنگل میں پہنچے جس میں کیکر کے درخت زیادہ تھے' چنانچہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے ساتھ وہیں اتر پڑے اور تمام لوگ درختوں کے سایہ کی تلاش میں ادھر ادھر پھیل گئے یعنی ہر شخص ایک درخت کے نیچے چلا گیا اور اس کے سایہ میں کچھ دیر استراحت کی خاطر لیٹ گیا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی کیکر کے ایک بڑے درخت کے نیچے فروکش ہو گئے اور اپنی تلوار اس درخت کی ٹہنی میں لٹکا دیا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم لوگ تھوڑی دیر نیند لینے کی خاطر سو چکے تھے کہ اچانک ہم نے سنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں آواز دے رہے ہیں چنانچہ ہم لوگ اپنی اپنی جگہ سے اٹھ کر آپ کے پاس پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لیٹے ہوئے ہیں اور وہیں آپ کے پاس ایک دیہاتی بھی موجود ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے جمع ہونے پر فرمایا: یہ دیہاتی اس وقت جب کہ میں سو رہا تھا مجھ پر میری تلوار سونت کر کھڑا ہو گیا اور جب میری آنکھ کھل گئی تو میں نے دیکھا کہ میری ننگی تلوار اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس نے مجھ سے کہا: مَن

یَّمْنَعُكَ مِنِّیْ ''اب تمہیں کون مجھ سے بچائے گا؟''

فَقُلْتُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ اَللّٰہُ ۔ ''میں نے فوراً جواب دیا کہ میرا اللہ مجھے بچائے گا۔''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ کہی اور اس دیہاتی کو کوئی سزا نہیں دی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر بیٹھ گئے۔

(بخاری' الجہاد' باب من علق سیفہ بالشجر فی السفر عند القائلۃ' 2910' مسلم 1949)

میرا اللہ مجھے بچائے گا

ایک دوسری روایت میں جس کو ابو بکر اسماعیلی نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے۔ یہ الفاظ ہیں کہ اس دیہاتی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار سونت کر کہا: مَنْ یَّمْنَعُكَ مِنِّیْ ''اب تمہیں مجھ سے کون بچائے گا؟'' تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَللّٰہُ۔'' ''اللہ بچائے گا۔''

یہ سنتے ہی دیہاتی کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار کو اٹھا لیا اور فرمایا: ''اگر میں تمہیں قتل کرنا چاہوں تو بتاؤ کہ اب تمہیں کون مجھ سے بچائے گا؟''

دیہاتی نے جواب دیا: ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو بھلائی کے ساتھ گرفت کرنے والے ہیں' یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان سے تو مجھے یہ امید ہے کہ میرے لئے انتقامی کارروائی نہیں کی جائے گی اور آپ ازراہِ لطف و کرم مجھے معاف کر دیں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بلاشبہ میں اللہ کا رسول ہوں۔'' گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے یہ فرمایا: اگر تمہیں میرے اوپر اتنا زیادہ اعتماد ہے تو پھر یقیناً یہ بات بھی اچھی طرح سمجھتے ہو گے کہ میری دعوت اسلام بالکل برحق اور مبنی بر صداقت ہے۔ اس صورت میں تو تمہیں چاہئے کہ کلمہ پڑھ لو اور مسلمان ہو جاؤ۔ دیہاتی نے کہا: مسلمان تو نہیں ہو سکتا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عہد ضرور کرتا ہوں کہ نہ میں خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑوں گا اور نہ ان لوگوں کا ساتھ دوں گا جو آپ سے لڑیں گے۔ بہر حال آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو چھوڑ دیا اور جب وہ دیہاتی اپنی قوم میں آیا تو کہنے لگا: میں تمہارے درمیان ایک ایسے

شخص کے پاس سے آرہا ہوں جو سب سے بہتر انسان ہے۔

(مسند احمد 3/390، 15258، صحیح)

امتِ محمدیہ کا سمندر:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''مجھ پر امتیں پیش کی گئیں یعنی دکھلائی گئیں تو میں نے دیکھا کہ ایک نبی ہے اس کے ساتھ چند آدمی ہیں۔ ایک اور نبی ہے اس کے ساتھ صرف ایک یا دو آدمی ہی ہیں۔ ایک اور نبی ہے اس کے ساتھ کوئی بھی نہیں۔ اتنے میں اچانک ایک بڑا گروہ میرے سامنے ظاہر ہو گیا۔ میں نے گمان کیا کہ یہ میری امت ہے لیکن مجھے بتلایا گیا کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم (بنی اسرائیل) ہے لیکن آپ دوسرے کنارے کی طرف دیکھیں (میں نے اس کنارے کی طرف دیکھا) تو ایک بڑا گروہ تھا۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور ان کے ساتھ ستر ہزار ایسے آدمی ہیں جو جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوں گے۔'' (یہ بیان کرنے کے بعد آپ اپنی مجلس سے) اٹھے اور اپنے گھر تشریف لے گئے۔ پس لوگوں نے ان لوگوں کے بارے میں بحث کرنی شروع کر دی جو بغیر حساب اور عذاب کے جنت میں جائیں گے (کہ یہ کون ہوں گے) بعض نے کہا: شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف حاصل کیا ہوگا۔ بعض نے کہا شاید یہ وہ لوگ ہوں گے جو اسلام میں پیدا ہوئے اور اللہ کے ساتھ انہوں نے کسی کو شریک نہیں ٹھہرایا۔ اس طرح انہوں نے (اپنے اپنے گمان کے مطابق) کئی چیزوں کا ذکر کیا۔ اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے۔ آپ نے پوچھا:

مَا الَّذِي تَخُوضُونَ فِيهِ؟ ''تم کس چیز میں بحث کر رہے تھے؟''

لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری بات بتلائی (جو آپ کی غیر موجودگی میں ہوئی تھی) آپ نے فرمایا: ''یہ وہ لوگ ہوں گے جو نہ کسی سے (ناجائز) جھاڑ پھونک کرواتے ہیں اور نہ بدشگونی لیتے ہیں اور نہ داغ لگواتے ہیں صرف اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں (یہ سن کر)''

عکاشہ نمبر لے گئے

فَقَامَ عُكَّاشَةُ فَقَالَ: يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَدَعَا لَهُ ثُمَّ قَامَ آخَرُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ادْعُ اللّٰهَ أَنْ يَّجْعَلَنِيْ مِنْهُمْ فَقَالَ: (سَبَقَكَ بِهَا عُكَّاشَةُ.

''عکاشہ بن محصن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور کہا' اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے ان میں سے کر دے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''تو ان میں سے ہے۔'' پھر ایک اور آدمی کھڑا ہوا اور اس نے بھی کہا' میرے لئے بھی دوا فرمائیں' اللہ مجھے ابھی ان میں سے کر دے۔ آپ نے فرمایا: ''عکاشہ اس بارے میں تجھ سے سبقت لے گیا ہے۔''

(صحیح البخاری' الطب' باب من اکتوی او کوی غیرہ 5705' صحیح مسلم' الایمان' باب الدلیل دخول طوائف من المسلمین الجنۃ بغیر حساب' 220' مسند احمد' 454/1' ابویعلیٰ' 5319' الحاکم' 577/4'228/3)

ہم تو صرف اللہ پر بھروسہ کرتے ہیں

ابن عبدالحکیم بیان کرتے ہیں:

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ سے سفر کے لئے نکلنے لگے جبکہ چاند ان دنوں ''برج عقرب'' میں تھا۔ میں نے اس سے بدشگونی لیتے ہوئے ان کی اس وقت روانگی کو ناگوار سمجھا اور ان سے کہا: آج رات چاند کیسی خوبصورتی سے چمک رہا ہے۔

سیدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے چاند کی طرف دیکھا تو (میرا مقصد بھانپ گئے) فرمایا اس سے تمہاری مراد یہ ہے کہ چاند ''عقرب'' میں ہے اور مجھے اس وقت سفر کے لئے نہیں نکلنا چاہئے؟ سنو! ہم نا تو سورج کے بھروسے پر نکلتے ہیں اور نا ہی چاند کے بھروسے پر بلکہ ہم تو اللہ وحدہ لاشریک جو قادر مطلق ہے پر بھروسا کر کے سفر کرتے ہیں۔

(مجموع الفتاویٰ لابن تیمیۃ 109/1)

(124)

ایک قصّہ جسے سن کر حضور ﷺ مسکرا پڑے

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن رواحہ اپنی بیوی کے ساتھ لیٹے ہوئے تھے وہاں سے اٹھ کر اپنی باندی کے پاس جو حجرہ کے گوشہ میں تھی تشریف لے گئے اور اس کے ساتھ مشغول ہو گئے۔ ان کی بیوی گھبرائی۔ جب ان کو ان کے بستر پر نہ پایا تو وہ اپنی جگہ سے نکلیں اور انہیں جاریہ کے ساتھ مشغول پایا تو اپنے کمرہ کی طرف لوٹیں اور چھری لے کر نکلی۔ اتنے میں حضرت عبداللہ بن رواحہ فارغ ہو چکے تھے۔ ان کو ملے اور پوچھا کیا بات ہے؟ ان کی بیوی نے کہا اب پوچھتے ہو کیا بات ہے؟ اگر میں آپ کو اس جگہ پاتی جہاں میں نے آپ کو دیکھا تو آپ کے دونوں شانوں کے درمیان چھری گھونپ دیتی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے فرمایا تو نے مجھے کہاں دیکھا؟ ان کی بیوی نے کہا: میں نے تم کو جاریہ کے ساتھ مبتلا دیکھا۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تو نے کیا کرتے دیکھا؟ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں سے ہر آدمی کو حالت جنابت میں قرآن پڑھنے سے منع کیا ہے۔ یہ سن کر ان کی بیوی نے کہا تو قرآن پڑھیے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ نے کہا:

حضرت ابن رواحہ کے خوبصورت اشعار:

اتانا رسول اللہ یتلو کتابہ
کما لاح مشہور من الفجر ساطع
اتی بالھدی بعد العمی فقلوبنا
بہ موقنات ان ما قال واقع

يبيت يجافي جنبه عن فراشه
اذا استقلت بالمشركين المضاجع

ترجمہ: 1- ہمارے پاس رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور اللہ کی کتاب پڑھتے رہے جس طرح ہر پھیلی ہوئی مشہور صبح روشن ظاہر ہوتی ہے۔

2- آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے اندھے پن کے بعد ہدایت لے کر آئے پس ہمارے دل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین کرنے والے ہیں کہ جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: واقع ہونے والا ہے۔

3- آپ اس طرح ساری رات (عبادت) میں گزار دیتے کہ آپ کا پہلو آپ کی خواب گاہ سے نہ لگتا جبکہ مشرکین بستر پر لیٹے لیٹے ہار جاتے۔

یہ سن کر حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی بیوی نے کہا: میں اللہ پر ایمان لائی اور میں نے اپنی آنکھوں کی تکذیب کی (ان کی بیوی نے ان کے اشعار کو قرآن سمجھا اور اس سے یہ معلوم کر لیا کہ انہوں نے جاریہ کے ساتھ کچھ نہیں کیا)۔

حضرت عبداللہ بن رواحہ صبح صبح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو اس بات کی اطلاع دی یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نمودار ہو گئیں۔ (رواہ الدارقطنی کذا فی حیاۃ الصحابہ ج 3 صفحہ 12)

(125)

اللہ تعالیٰ ان کو تروتازہ رکھے

یہ وہ بابرکت دعا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے محدثین کو دی ہے۔ انہی خوش نصیبوں میں سے بعض کا ذکر ہو رہا ہے۔

☆ ...... حضرت ابوحفص کبیر رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد بن حفص اور کنیت ابوحفص ہے اوران کے صاحبزادے محمد بن احمد بن حفص کی کنیت بھی ابوحفص ہے چونکہ باپ بیٹے دونوں کی کنیت ابوحفص ہے اس بناء پر باپ ابوحفص کبیر اور بیٹے کو ابوحفص صغیر کہا جاتا ہے اور باپ بیٹے دونوں فقہ وحدیث میں امامت کے مرتبہ پر فائز ہوئے۔ ابوحفص کبیر بخارا کے ان ائمہ حدیث میں سے ہیں جن کے دم سے بخارا میں علم حدیث کی گرم بازاری تھی۔ یہ امام ابویوسف وامام محمد (شاگردان امام ابوحنیفہ) کے کبار تلامذہ میں سے ہیں اور بخارا میں علمائے احناف کے امام ومقتدیٰ ہیں اوران کے شاگردوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ کوئی انہیں شمار نہیں کرسکتا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری کے مقدمہ میں تحریر فرمایا: امام بخاری نے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے چنانچہ ابوحفص کبیر اکثر امام بخاری کے بارے میں فرماتے تھے: ھذا یکون له صیت یعنی اس شخص کا ہر طرف شہرہ ہوجائے گا۔

یہ حضرت امام شافعی کے ہم عصر تھے مگر امام شافعی کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ ان کے زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت کے بڑے عجیب عجیب واقعات اوران کی کرامتوں کے بڑے بڑے نادر احوال منقول ہیں جن کو امام زندوستی نے اپنی کتاب روضۃ العلماء میں تحریر فرمایا ہے۔ ان کی وفات 217ھ میں ہوئی۔

(مقدمہ الجواہر المضیہ وغیرہ)

حضرت ابواسحاق ہروی علیہ الرحمۃ

حضرت ابواسحاق ھروی رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی ابراہیم بن عبداللہ ہے۔ یہ اصل میں ہرات کے رہنے والے تھے لیکن بغداد کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ یہ امام ترمذی وابن ماجہ وغیرہ مشہور محدثین کے استاد ہیں اور ہشیم (تلمیذ امام ابوحنیفہ) کے خاص الخاص شاگرد ہیں۔ ان کا خود اپنا بیان ہے کہ ہشیم کی کوئی ایسی حدیث نہیں ہے کہ جس کو میں نے ان سے بیس مرتبہ یا اس سے زیادہ بار نہ سنا ہو۔ حافظ ذہبی نے ان کے تذکرہ میں تحریر فرمایا ہے: کان صدوقا زاهداً صواماً عابداً کبیر القدر یعنی یہ بہت ہی سچے زاہد بہت زیادہ روزے رکھنے والے عبادت گزار اور نہایت ہی بلند مرتبہ شخص تھے۔ رمضان 244ھ میں جبکہ ان کی عمر نوے برس سے زائد ہو چکی تھی انتقال فرمایا۔ (تذکرۃ الحفاظ)

محدث کبیر کی کل دنیا

حضرت شیخ احمد بن منیع علیہ الرحمۃ کی کنیت ابوجعفر اور لقب اصم ہے اور چونکہ بغور کے رہنے والے تھے اسی لئے بغوی کہلاتے ہیں۔ بعد کو بغداد میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ علم حدیث میں امام ابویوسف (شاگرد امام ابوحنیفہ) کے تلمیذ رشید اور امام بخاری وغیرہ صحاح ستہ کے مصنفین کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہے۔ محدث خلیلی نے فرمایا یہ علم حدیث امام احمد بن حنبل کے ہم پلہ ہیں۔ فن حدیث میں ان کی کتاب مسند مشہور و معروف ہے۔ جس کو ان کے شاگرد رشید اسحٰق بن ابراہیم بن جمیل ان سے روایت کرتے ہیں۔

بڑے عابد و زاہد اور مشہور صاحب کرامات ہیں۔ امام بغوی نے فرمایا: یہ اولیاء اللہ کے طبقہ ابدال میں سے تھے۔ عبادت کا یہ ذوق تھا کہ چالیس سال تک متواتر آپ کا یہ معمول رہا کہ ہر تیسرے دن قرآن مجید ختم کیا کرتے تھے اور ترک دنیا اور زہد کا یہ عالم تھا کہ وفات کے بعد جب آپ کا کل متروکہ سامان فروخت کیا گیا تو کتابوں کے علاوہ کل سامان چوبیس درہم کا ہوا۔ آپ 160ھ میں پیدا ہوئے اور 244ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

حضرت ابوزرعہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کا نام عبید اللہ بن عبدالکریم بن یزید بن فروخ مخزومی ہے اور وطن ید رے ہے۔
آپ علم حدیث کے مشہور امام اور اس فن میں امام بخاری کے ہم مرتبہ سمجھے جاتے ہیں۔
امام مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ جیسے ائمہ حدیث آپ کے شاگردوں میں سے ہیں۔
آپ نے علم حدیث پڑھنے کے لئے مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، عراق، شام، جزیرہ خراسان اور مصر وغیرہ کا سفر کیا اور صرف ابوبکر بن ابی شیبہ سے سن کر ایک لاکھ حدیثیں آپ نے لکھیں اور اپنے دوسرے استاد ابراہیم بن موسیٰ رازی کی درسگاہ میں بھی آپ نے ایک لاکھ حدیثوں کو تحریر فرمایا۔ آپ کے استاد ابوبکر بن ابی شیبہ فرماتے تھے: میں نے ابوزرعہ سے بڑھ کر کوئی حدیثوں کا حافظ نہیں دیکھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے منہ سے نکل گیا کہ ابوزرعہ کو ایک لاکھ حدیثیں زبانی یاد نہ ہوں گی تو میری بیوی کو طلاق ہے۔ اس شخص نے آپ سے آکر صورت حال بیان کی تو آپ نے فرمایا: تم اپنی بیوی کو اپنے پاس ہی رکھو اور مطمئن رہو کہ مجھ کو ایک لاکھ سے زیادہ حدیثیں زبانی یاد ہیں۔
ایک بار امام احمد بن حنبل نے فرمایا: میرے علم میں صحیح حدیثوں کی تعداد سات لاکھ ہے اور یہ جوان (ابوزرعہ) ان میں سے چھ لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد کر چکا ہے۔ ابوزرعہ اور ابوحاتم رازی دونوں خالہ زاد بھائی تھے اور ابوحاتم رازی کی جلالت علم سے کون واقف نہیں؟ مگر یہی ابوحاتم رازی اعلانیہ کہا کرتے تھے: میرے علم میں مشرق و مغرب کا کوئی محدث بھی ایسا نہیں ہے جو حدیثوں کو پہچاننے میں ابوزرعہ کا ہمسر ہو سکے۔ ابوزرعہ خود بھی فرمایا کرتے تھے: ایک لاکھ حدیثیں تو اس طرح یاد ہیں جس طرح کسی شخص کو سورہ قل ھو اللہ شریف یاد ہوتی ہے۔
آپ بلاشبہ اپنے زمانے کے امام المسلمین اور امیر المومنین فی الحدیث ہیں اور علم و عمل کے اعتبار سے یقیناً آپ ایک خدا رسیدہ بزرگ اور صاحب کرامت ولی ہیں اور وقت وفات تو آپ سے ایک ایسی عجیب و غریب کرامت صادر ہوئی جو عدیم المثال ہے۔

بوقتِ وصال عجیب کرامت

آپ سکرات موت و جان کنی کے عالم میں تھے اور اس وقت آپ کے پاس ابوحاتم رازی ومحمد بن مسلم ومنذر بن شاذان وغیرہ بہت سے محدثین حاضر خدمت تھے۔ لوگوں کو خیال آیا کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کرنی چاہیے مگر ابوزرعہ کی جلالت شان کے سامنے کسی کی ہمت نہیں پڑتی تھی کہ آپ کو کلمہ طیبہ کی تلقین کر سکے۔ آخر سب نے سوچ کر یہ راہ نکالی کہ تلقین والی حدیث کا تذکرہ کرنا چاہیے تاکہ ان کو کلمہ طیبہ یاد آجائے چنانچہ محمد بن مسلم نے ابتدا کی اور یہ سند پڑھی۔ حدثنا الضحاک بن مخلد عبدالحمید بن جعفر اور اتنا کہہ کر محمد بن مسلم کی زبان بند ہوگئی اور باقی حضرات بھی خاموش ہی رہے۔ اس پر ابوزرعہ نے جان کنی کے عالم میں روایت شروع کردی کہ حدثنا بندار حدثنا عبدالحمید بن جعفر عن صالح عن کثیر بن مرة عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان آخر کلامہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ طائر روح عالم قدس کی طرف پرواز کر گیا اور آپ کی وفات ہوگئی۔ پوری حدیث یوں ہے: من کان آخر کلامہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دخل الجنۃ یعنی جس کی زبان سے مرتے وقت آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ نکلا وہ جنت میں داخل ہوگا۔ سبحان اللہ، سبحان اللہ۔ ابوزرعہ کتنے خوش نصیب تھے اور حدیث شریف سے ان پاک روحوں کو کتنا لگاؤ اور والہانہ تعلق تھا کہ موت کی آخری سانس تک بھی علم و عمل کا ساتھ رہا۔

200ھ میں آپ کی وفات ہوئی اور ماہ ذوالحجہ 264ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

(تذکرۃ الحفاظ وتہذیب التہذیب وغیرہ)

(126)

مجنونہ لڑکی اور حضرت ذوالنون مصری

انطاکیہ کے علاقہ میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ایک پہاڑ پر تھے وہاں انہوں نے ایک مجنونہ لڑکی کو دیکھا جس کے جسم پر اونی موٹا جبہ تھا۔ حضرت ذوالنون نے سلام کیا، اس نے سلام کا جواب دے کر کہا تم ذوالنون ہو؟

حضرت ذوالنون: یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی؟

لڑکی: رب تعالیٰ کے عرفان سے۔ اچھا ذوالنون بتاؤ سخا کیا شئے ہے؟

حضرت ذوالنون: سخا، داد و دہش، بخشش و عطا کو کہتے ہیں۔

لڑکی: یہ تو دنیا کی سخا ہے، دین کی سخا بتاؤ؟

حضرت: اطاعت حق میں سعی اور جدوجہد۔

لڑکی: اچھا جب تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں تیزی و سرعت کرو تو ضروری ہے کہ وہ تمہارے دل کی کیفیت یہ دیکھے کہ اس میں کسی عوض کی طلب نہ ہو۔ اے ذوالنون میں بیس سال سے ارادہ کرتی ہوں کہ اس سے کچھ طلب کروں مگر مجھے شرم آتی ہے کہ کیا میں بھی اس برے مزدور جیسی بن جاؤں جو کام کے بعد مزدوری کا طلب گار رہتا ہے لہٰذا میں اس بے نیاز مالک کے جلال و جبروت اور عظمت و کبریائی کی وجہ سے اجرت سے بے نیاز ہو کر عمل کرتی ہوں۔ حضرت ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اتنا کہنے کے بعد وہ وہاں سے رخصت ہو گئی۔

عالم ارواح کی شناسائی

بنی اسرائیل کے ویرانے میں حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ایک

سیاہ پیکر عورت سے ہوئی جو حب خداوندی سے مخمور تھی۔ اس پر تحیّر کے آثار ظاہر تھے۔ آسمان کی طرف مست نگاہوں سے دیکھے جارہی تھی۔ انہوں نے سلام کیا۔ عورت: وعلیکم السلام اے ذوالنون! حضرت ذوالنون: تو نے مجھے کس طرح پہچان لیا؟

عورت: نادان! اتنا بھی نہیں جانتے کہ پروردگار عالم نے جسم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے ارواح کو پیدا فرمایا تھا تو جن روحوں میں وہاں تعارف ہوگیا وہ اس عالم میں بھی ایک دوسرے سے الفت رکھتی ہیں اور جن میں وہاں شناسائی نہیں ہوئی ان میں یہاں بھی مناسبت نہیں ہے اور میری روح نے تیری روح کو اسی عالم میں پہچان لیا تھا۔

حضرت ذوالنون: تمہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکمت سے نوازا ہے۔ اپنے علم کی کچھ روشنی مجھے بھی دے۔

عورت: اے ابوالفیض! اپنے اعضاء پر انصاف کی ترازو رکھ تا کہ ماسوا اللہ کا اثر بالکل ختم ہو جائے اور قلب مصفیٰ ہو جائے۔ قلب میں اللہ کے سوا کوئی نہ ہو۔ اس وقت وہ بے نیاز تجھے اپنے باب عالی پر جگہ عنایت کرے گا اور تجھے ایک نئی ولایت سے بہرہ مند فرمائے گا اور تمام اشیاء کے محافظوں کو حکم دے گا کہ تیری اطاعت کریں۔

حضرت ذوالنون: اے میری اسلامی وعرفانی بہن! کچھ اور افادہ کر۔

عورت: اے ابوالفیض! اپنے نفس سے اپنا حق وصول کر اور اللہ تعالیٰ کی عبادت خلوت میں کر اس کے بعد جو دعا کرے گا قبول ہوگی۔

اس واقعہ کے راوی خود حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

لڑکی کی بات سن کر حضرت جنید پہ رقت طاری ہوگئی

بیت اللہ شریف کے مطاف میں ایک بار سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ یکہ وتنہا موجود تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ رات کے وقت خوب تاریکی چھا جاتی تو طواف کرتے۔ ایک بار آپ نے دیکھا کہ ایک نوجوان لڑکی بھی طواف کر رہی ہے اور عشق و محبت کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اشعار نہایت ذوق وشوق سے پڑھ رہی ہے۔ ان اشعار کا مفہوم یہ ہے:

وہ اک روز ظاہر تو ہو کر رہے گا
کہاں عشق چھپتا ہے میرے چھپائے
بھڑک جائے جب آتش شوق دل سے
تو ان میں ہو کے بیکل کہوں ہائے ہائے
فدا اس پہ میں جو مرے پیاسے دل کو
وصال حقیقی کے ساغر پلائے
تجلی سے اپنی فنا کر دے مجھ کو
کرم کر کے پھر خاک میری جلائے

سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اشعار سنے تو لڑکی سے کہا بیت اللہ شریف میں ایسے اشعار پڑھتے ہوئے تجھے خدا کا خوف نہیں آتا؟ اس نے جواب دیا جنید! اگر مجھے خوف خدا نہ ہوتا تو میٹھی نیند کو خیر باد کیوں کہتی' وہ خوف ہی تو ہے جس نے وطن سے بے وطن بنایا اسی کی محبت میں ماری ماری پھر رہی ہوں۔ اس کی محبت نے مجھے ششدرہ بنا ڈالا ہے۔ اے جنید! کعبہ کا طواف کر رہے ہو یا رب کعبہ کا؟ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا: میں تو کعبہ مکرمہ کا طواف کر رہا ہوں۔ لڑکی نے کہا: سبحان اللہ' تیری بھی کیا شان ہے؟ پتھر جیسی مخلوق خود پتھروں کا طواف کر رہی ہے۔

اس عارفہ لڑکی کی یہ بات سن کر سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ پر کیف طاری ہوگئی اور وہ بے خود ہو گئے۔ ہوش آیا تو لڑکی وہاں سے جا چکی تھی۔ اس واقعہ کی روایت خود سید الطائفہ رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔ (روض الریاحین)

(127)

مِسک سے بہتر پسینہ

سیرت کے قارئین کے لئے سیّدہ اُمّ سلیم رمیصاء بنت ملحان کا نام بڑا معروف ہے۔ یہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی والدہ اور مشہور صحابی حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ کی اہلیہ تھیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت اور احترام کا رشتہ تھا۔ قدیم الاسلام تھیں۔ پہلے خاوند مالک بن نضر نے اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ وہ شام کی طرف نکل گیا اور وہیں حالت کفر میں مر گیا۔ اُمّ سلیم نے اپنے ننھے سے بیٹے انس کو شروع ہی سے اسلام اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں طاق کر دیا۔ نہایت سمجھدار، مدبرہ اور بہادر خاتون تھیں۔

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی والدہ کا غالباً رضاعی رشتہ تھا۔ اس وجہ سے وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پردہ نہیں کرتی تھیں۔ آپ بعض اوقات ان کے گھر تشریف لے جاتے اور قیلولہ فرماتے۔ چارپائی پر چمڑے کا ٹکڑا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا تو چمڑے میں جذب نہ ہوا۔ اُمّ سلیم نے موقع غنیمت جانا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کو ایک چھوٹی سی بوتل میں جمع کر لیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دریافت فرمایا اُمّ سلیم یہ کیا کر رہی ہو؟ کہنے لگیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک پسینہ ہے میں اسے دوسری خوشبوؤں میں شامل کر لیتی ہوں۔ فرماتی تھیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ بہترین خوشبو ہے۔ اُمّ سلیم نے اپنے بیٹے انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو وصیت کی کہ میری وفات کے بعد میرے کفن پر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ لگا دینا' چنانچہ انہوں نے اپنی والدہ کی وصیت پر عمل کیا۔ واضح رہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اشیاء سے تبرک حاصل کرنا درست ہے مگر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور شخصیت کو یہ مرتبہ حاصل نہیں ہے۔

(صحیح مسلم حدیث 2331'2332' ومسند احمد 3: 146'239'287)

(128)

صاحبانِ کفن اور ان کا حال

حضرت سیّدنا ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد میں مؤذن تھے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرا ایک نوجوان پڑوسی تھا، جیسے ہی میں اذان دیتا وہ فوراً مسجد میں آجاتا اور ہر نماز میرے ساتھ باجماعت پڑھتا' نماز کے فوراً بعد جوتے پہنتا اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو جاتا۔ میری یہ خواہش تھی اے کاش! یہ نوجوان مجھ سے گفتگو کرے یا مجھ سے اپنی کوئی حاجت طلب کرے پھر ایک دن وہ نوجوان میرے پاس آیا اور کہنے لگا ''اے ابوعبداللہ! کیا تم مجھے کچھ دیر کے لئے عاریتاً قرآن پاک دے سکتے ہو تاکہ میں تلاوت کر سکوں؟'' میں نے اسے قرآن پاک دے دیا۔ اس نے قرآن حکیم کو اپنے سینے سے لگایا اور کہنے لگا ''آج ہمیں ضرور کوئی عظیم واقعہ پیش آنے والا ہے۔'' یہ کہہ کر وہ نوجوان اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور سارا دن مجھے نظر نہ آیا۔ میں نے مغرب کی اذان دی اور نماز پڑھی لیکن وہ نوجوان نہ آیا پھر عشاء کی نماز میں بھی وہ نہ آیا تو مجھے بڑی تشویش ہوئی۔ نماز کے فوراً بعد میں اس کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔ جب وہاں پہنچا تو دیکھا کہ اس نوجوان کی میت وہاں موجود ہے اور ایک طرف بالٹی اور لوٹا پڑا ہوا ہے اور قرآن پاک اس نوجوان کی گود میں ہے۔ میں نے قرآن پاک اٹھایا اور لوگوں کو اس کی موت کی خبر دی اور پھر ہم نے اسے اٹھا کر چارپائی پر رکھا۔ میں ساری رات یہ سوچتا رہا کہ اس کا کفن کس سے مانگوں؟ اسے کفن کون دے گا؟ جب نماز فجر کا وقت ہوا تو میں نے اذان دی۔

نورانی کفن اور روحانی لوگ

جیسے ہی مسجد میں داخل ہوا تو مجھے محراب میں ایک نور سا نظر آیا۔ جب وہاں پہنچا تو

دیکھا کہ ایک کفن وہاں پڑا ہوا ہے۔ میں نے اسے اٹھایا اور اپنے گھر رکھ آیا اور اللہ رب العزت کا شکر ادا کیا کہ اس نے کفن کا مسئلہ حل فرما دیا پھر میں نے نماز فجر پڑھنا شروع کی۔ جب سلام پھیرا تو دیکھا کہ میری دائیں طرف حضرت سیّدنا ثابت بنانی' حضرت سیّدنا مالک بن دینار' حضرت سیّدنا حبیب فارسی اور حضرت سیّدنا صالح المری رحمہم اللہ موجود ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا: ''اے میرے بھائیو! آج صبح صبح آپ لوگ یہاں کیسے تشریف لائے؟ خیریت تو ہے؟'' وہ فرمانے لگے: ''کیا تمہارے پڑوس میں آج رات کسی کا انتقال ہوا ہے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں! ایک نوجوان کا انتقال ہوا ہے جو میرے ساتھ ہی نماز پڑھا کرتا تھا۔'' انہوں نے کہا: ''ہمیں اس کے پاس لے چلو۔'' میں انہیں لے کر اس نوجوان کے گھر پہنچا تو حضرت سیّدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے چہرے سے کپڑا ہٹایا اور اس کے سجدے والی جگہ کو بوسہ دینے لگے پھر فرمایا: ''اے حجاج! میرے ماں باپ تجھ پر قربان! جہاں بھی تیرا حال لوگوں پر ظاہر ہوا تو نے اس جگہ کو چھوڑ دیا اور ایسی جگہ سکونت اختیار کر لی جہاں کوئی تجھے جاننے والا نہ تھا۔''

اس کے بعد ان بزرگوں نے اس نوجوان کو غسل دینا شروع کیا۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس ایک کفن تھا' ہر ایک یہی کہنے لگا ''اس نوجوان کو میں کفن دوں گا۔'' جب معاملہ طول پکڑ گیا تو میں نے ان سے کہا: ''میں ساری رات اسی پریشانی میں رہا کہ اس نوجوان کو کفن کون دے گا پھر صبح جب میں مسجد میں آیا اور اذان دینے کے بعد نماز پڑھنے لگا تو سامنے محراب میں مجھے یہ کفن نظر آیا' میں نہیں جانتا کہ کس نے یہ کفن وہاں رکھا تھا۔'' اس پر سبھی کہنے لگے ''اس نوجوان کو یہی کفن دیا جائے گا۔'' پھر ہم نے اسے وہی کفن دیا اور اسے لے کر قبرستان کی طرف چل دیئے۔ اس نوجوان کے جنازہ میں اتنے لوگ شریک ہوئے کہ ہمیں کندھا دینے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ معلوم نہیں کہ اتنے زیادہ لوگ کہاں سے اس نوجوان کے جنازے میں شرکت کے لئے آ گئے تھے؟ (عیون الحکایات)

ایک کوڑھ زدہ نوجوان کا حال

حضرت سیّدنا ابو عبداللہ براثی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: مجھے حضرت سیّدنا خلف

رزاتی رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا میری کفالت میں ایک کوڑھ زدہ نوجوان دیا گیا جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے اور آنکھوں سے بھی اندھا تھا۔ میں نے اسے کوڑھ زدہ لوگوں کے ساتھ کر دیا۔ اسی طرح کافی دن گزر گئے کہ میں اس سے بالکل غافل رہا۔ پھر مجھے اس کا خیال آیا چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: ''اے اللہ تعالیٰ کے بندے! تمہارا کیا حال ہے؟ میں تمہاری طرف سے کافی دن غفلت میں رہا' تم سے تمہارا حال دریافت نہ کر سکا۔''

وہ کہنے لگا ''میرا ایک دوست ہے جس کی محبت نے میری تمام تکلیفوں کا احاطہ کیا ہوا ہے' اس کی محبت کی وجہ سے مجھے اپنا درد وغم محسوس نہیں ہوتا' میرا وہ دوست مجھ سے کبھی بھی غافل نہیں ہوتا۔''

یہ ہے اصل بادشاہی

میں نے کہا: ''(مجھے معاف کرنا) میں تمہیں بھول گیا تھا۔'' وہ کہنے لگا ''مجھے تمہارے بھولنے کی کوئی پرواہ نہیں' مجھے یاد کرنے والا موجود ہے اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو یاد نہ رکھے' میرا دوست ہر وقت میرا خیال رکھتا ہے۔''

میں نے اس سے کہا: ''اگر تم چاہو تو میں تمہاری شادی کسی ایسی عورت سے کرا دوں جو تمہاری اس گندگی کو دور کر دے اور تمہارے زخموں کی دیکھ بھال کرے۔'' تو وہ رونے لگا پھر ایک آہ سرد دل پر درد سے کھینچی اور آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہوئے کہنے لگا ''اے میرے دل و جان سے پیارے دوست!'' اتنا کہہ کر اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی' پھر جب افاقہ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا: ''تم کیا کہتے ہو؟ کیا تمہاری شادی کرا دوں؟'' کہنے لگا ''تم میری شادی کیسے کراؤ گے حالانکہ میں تو دنیا کا بادشاہ اور سردار ہوں۔'' میں نے کہا ''تیرے پاس دنیا کی کون سی نعمت ہے؟'' ہاتھ پاؤں تیرے نہیں' آنکھوں سے تو اندھا ہے اور تو اپنے منہ سے اس طرح کھاتا ہے جیسے جانور کھاتے ہیں پھر بھلا تو دنیا کا سردار کیسے ہو سکتا ہے؟'' وہ کہنے لگا ''میں اپنے مولا سے راضی ہوں کہ اس نے میرے جسم کو آزمائش میں مبتلا کیا اور میری زبان کو اپنے ذکر سے تر و تازہ رکھا' یہ میری سب سے

بڑی خوش نصیبی ہے۔''

پھر وہ شخص میرے پاس سے چلا گیا اور کچھ ہی عرصہ بعد اس کا انتقال ہو گیا۔ میں اس کے لئے کفن لے کر آیا جو کچھ بڑا تھا' میں نے بڑا حصہ کاٹ لیا اور اس کو کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی پھر اسے دفنا دیا گیا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا: ''اے خلف! تم نے ہمارے ولی اور دوست کے کفن میں کنجوسی کی' یہ لو تمہارا کفن تمہیں واپس دیا جاتا ہے اور ہم نے اپنے اس ولی کو سندس وریشم کا قیمتی کفن پہنا دیا ہے۔'' جب میں بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا دیا ہوا کفن گھر میں پڑا ہوا تھا۔ (ایضا)

(129)

چار مرد چار خواہشات

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عبدالملک بن مروان' عبداللہ بن زبیر اور ان کے دونوں بھائی مصعب بن زبیر اور عروہ بن زبیر' ایک مرتبہ مسجد حرام میں مل بیٹھے تو ان میں سے کسی نے کہا: آج آپس میں اپنی اپنی خواہشات کا اظہار کرنا چاہئے۔

عبداللہ بن زبیر نے ابتدا کرتے ہوئے کہا: میری خواہش ہے کہ میں حرمین پر قبضہ کر کے خلافت حاصل کرلوں۔

مصعب بن زبیر نے کہا میری آرزو ہے کہ دونوں عراق پر قبضہ کرلوں اور قریش کی دو شریف زادیوں سکینہ بنت حسین اور عائشہ بنت طلحہ کو اپنے عقد نکاح میں لے آؤں۔

عبدالملک بن مروان نے کہا میری خواہش ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا جانشین بن جاؤں اور ساری دنیا پر بادشاہت کروں۔

جب سب اپنی خواہشات کا اظہار کر چکے تو حضرت عروہ بن زبیر نے کہا: تمہاری خواہشات تمہیں مبارک' میری تو صرف یہ تمنا ہے کہ دنیا سے بے رغبتی اور آخرت میں جنت کا پروانہ مل جائے اور مجھ سے اس علم (علم حدیث) کا فیضان جاری ہو جائے۔

نیرنگی تقدیر دیکھئے کہ ہر ایک کی خواہش وتمنا کی تکمیل ہو گئی اور ہر ایک نے اپنی آرزو کو پالیا۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو علم حدیث میں اللہ تعالیٰ نے جو مقام عطا فرمایا اور ان کا جو فیض جاری ہوا وہ اہل علم جانتے ہیں۔ ان کی یہ تمنا تو بر آئی' دوسری تمنا جنت کی تھی' عبدالملک بن مروان کہا کرتا تھا جو شخص کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ عروہ بن زبیر کو دیکھے (کیونکہ انہوں نے جنت کی خواہش کی تھی)۔ (وفیات الاعیان جلد 3' ص 258)

(130)

دین میں استقامت

حضرت ابوعبداللہ خباب بن ارت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی جب کہ آپ خانہ کعبہ کے سائے میں ایک چادر کا تکیہ بنائے استراحت فرما تھے۔ ہم نے کہا: ''اَلَا تَسْتَنْصِرُ اَلَا تَدْعُوْلَنَا؟''

''آپ ہمارے لئے اللہ سے مدد طلب کیوں نہیں فرماتے! ہمارے لئے دعا کیوں نہیں کرتے؟''

آپ نے فرمایا: ''(تمہیں معلوم ہونا چاہئے) کہ تم سے پہلے لوگوں کا (یہ حال ہوتا تھا کہ) آدمی پکڑ کر لایا جاتا' اس کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر اس کو اس میں کھڑا کر دیا جاتا' پھر اس کے سر پر آرا چلا کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے اور لوہے کی کنگھیاں اس کے جسم پر پھیری جاتیں جس سے اس کا گوشت اور ہڈیاں تک متاثر ہوتیں لیکن یہ (آزمائشیں) اسے اس کے دین سے نہ پھیرتیں۔ (اس لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں) اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس معاملے کو ضرور مکمل فرمائے گا (دین اسلام کو غالب کرے گا) یہاں تک کہ ایک سوار (مسافر) صنعا سے حضر موت تک (اکیلا) سفر کرے گا لیکن اسے اللہ کے سوا کسی کا ڈر اور اسی طرح اسے اپنی بکریوں پر بھیڑیے کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوگا لیکن تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو۔''

(صحیح بخاری' علامات النبوۃ' باب علامات النبوۃ فی الاسلام 3612)

حضرت سعد کا اپنی ماں کو کھرا کھرا جواب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو ان کی والدہ نے

کھانا پینا ترک کر دیا اور فاقے کرنے لگی اور سعد رضی اللہ عنہ کے ایمان کا امتحان لینے لگی اور کہا: جب تک تو اپنا دین نہیں چھوڑتا میں اسی حالت میں رہوں گی لیکن حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جو اپنی والدہ کو جواب دیا وہ یقیناً قابلِ تحسین ہے۔ انہوں نے کہا:

يَا اُمَّاهُ لَوْ كَانَتْ لَكِ مِائَةُ نَفْسٍ فَخَرَجَتْ نَفْسًا نَفْسًا مَا تَرَكْتُ دِيْنِيْ هٰذَا فَإِنْ شِئْتِ فَكُلِيْ وَاِنْ شِئْتِ فَلَا تَاْكُلِيْ ۔

"اے میری ماں! اگر تمہاری سو جانیں ہوتیں اور وہ (سب بھی میرے سامنے) ایک ایک کر کے نکل جاتیں تو پھر بھی میں اپنا یہ دین نہ چھوڑتا۔ اگر تم چاہو تو کھاؤ اور اگر چاہو تو نہ کھاؤ۔"

چنانچہ اس نے استقامتِ سعد رضی اللہ عنہ دیکھ کر کھانا شروع کر دیا۔

(تفسیر قرطبی 291/13)

☆...... مکہ کے ایک بے سہارہ، بے کس اور غریب شخص عبدالعزیٰ کی داستانِ حیات حقیقت کی اتنی روشن تفسیر ہے کہ فطرت اگر صالح ہو تو عنایت ربانی پہلوئے دل کی امین بن کے ہی رہے اور آدمی علو مرتبت کے اعتبار سے اس مقام رفیع پر قابض ہو جائے جسے قرآن کریم نے "وَنَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَّنْ نَّشَاءُ" کے لفظوں میں بیان فرمایا ہے۔

عبدالعزیٰ کے باپ کا انتقال ہوا تو اس کی تربیت اس کے چچا کے سپرد ہوئی۔ آفتاب ہدایت طلوع ہو چکا تھا اور اس کی نورانیت سے مکہ کی وادی اب چمکنے لگی تھی۔ اتفاق سے نور اسلام کی چند شعاعیں عبدالعزیٰ کی طرف لپکیں اور اس کی دنیائے دل کو معمور کر گئیں۔

اب اگرچہ اس کا سینہ تو نور اسلام سے روشن اور دل گرویدۂ رسول تھا مگر ابھی چچا کے تیور بدلے نہ تھے۔ عبدالعزیٰ منتظر تھا کہ خود چچا کا دل بھی دولت ایمان سے مالا مال ہو جائے تو اظہار ایمان کروں مگر بدنصیب چچا اس دولت کو نہ پا سکا اور وہ پتھر کی تصویر ہی بنا رہا۔

آفتاب نور اب مکہ کی بجائے مدینے کی گھاٹیوں سے طلوع ہونے لگا تھا اور عبدالعزیٰ کی روح اس سیلابِ نور میں جذب ہو کر رہنے کے لئے بے تاب تھی۔ اب ایک طرف ایمان کا بحر مواج جو پہلوئے دل کی دیواروں کو توڑ کر نکل جانا چاہتا تھا دوسری طرف چچا کے خوف کی دیوارِ مزاحمت بھی جو اس کی راہ میں حائل تھی مگر عشق بے تاب کا انگارا مصلحت کے پلو میں کب تک بندھا رہتا......

میں مسلمان ہوں میں مسلمان ہوں

ایک دن آتش ایمان کچھ ایسی بڑھی کہ مصلحتوں کا سارا تانا بانا جل بھن کر رہ گیا۔ جوشِ ایمان سے خوف کی دیوار دھڑام سے گر گئی اور عبدالعزیٰ اونچی اونچی پکارنے لگا میں مسلمان ہوں! میں مسلمان ہوں!

دورِ ابتلائے عبدالعزیٰ کے اظہار اسلام کی خبر چچا نے سنی تو اس کے تن بدن میں آگ سی لگ گئی۔ گرجتا اور برستا ہوا آیا اور آتے ہی عبدالعزیٰ کے گلے سے پکڑ کر جھنجوڑنے لگا اور منہ سے آگ برسانے لگا۔ اب معاملہ ادھر بھی مصلحت کی حدود سے آگے نکل چکا تھا' مرد مومن کی قوت ایمانی جوش کھا کر ابھری اور وہ چچا کو کھری کھری سنانے لگا۔ عبدالعزیٰ نے کہا چچا میں نے اسلام کو آج قبول نہیں کیا آج تو صرف میں نے اس کا اظہار کیا ہے ورنہ مسلمان تو میں کتنے ہی عرصہ سے ہو چکا ہوں۔ میرا خیال تھا کہ شاید تم بھی اس چشمۂ رحمت سے فیض یاب ہو سکو گے مگر تمہاری بدقسمتی تمہارے دامن گیر رہی اور تم یہ سعادت حاصل نہ کر سکے۔ چچا میرا ضبط اب جواب دے گیا ہے۔ آتش ایمان اب بھڑک اٹھی ہے۔ اب دل بے قابو ہے اس لئے اب میں تمہارے سامنے بھی اپنے اسلام کا اظہار کر کے اپنے ایمان پر تمہاری گواہی بھی لینا چاہتا ہوں۔ چچا کی آتش غضب بھی اتنے میں جوان ہو چکی تھی۔ وہ دانت پیستا عبدالعزیٰ پر پل پڑا اور اسے اٹھا کر زمین پر گرا لیا۔

چچا کی آتش غضب اس پر بھی سرد نہ ہوئی بلکہ اس نے عبدالعزیٰ کو دھڑا دھڑ پیٹنا شروع کر دیا وہ ضرب پر ضرب لگا رہا تھا اور کہہ رہا تھا تمہیں ایمان کا مزہ چکھاؤں؟

عبدالعزیٰ کا ایمان اب بے دردی کی بھٹی میں آزمایا جانے لگا۔
اپنی تمام تر بے دردیوں' بے رحمیوں اور سفاکیوں کے ساتھ جلوہ گر چچا کے ہاتھ پر جو پڑتا وہ دے مارتا' ڈھول دھپا' اینٹ پتھر' ڈنڈا سب کا سارے مرحلے ایک ایک کر کے گزر گئے۔ مارتے مارتے چچا تھک گیا اس کی ہمت جواب دے گئی' سانس پھول گئی' بازو شل ہو گئے مگر عبدالعزیٰ کی زبان پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ورد جاری رہا۔

تشدد کی انتہا کر دی

تپتی ہوئی زمین پر بے ہوش پڑا تھا جسم ساکت تھا' اعضاء بے حرکت تھا مگر زبان ابھی تک بدستور "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" کا وظیفہ ہی پکار رہی تھی' چچا تھک ہار کر چلا گیا۔ عبدالعزیٰ کو جوش آیا تو چچا پھر سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔ ایمان کا مزا چکھ لیا یا اور چکھاؤں؟ پھر وہی مطالبہ وہی جواب پھر کفر کا تشدد اور ایمان کا استحکام' بات پھر بڑھ گئی۔ تشدد کا دور پھر چلنے لگا پھر وہی اینٹ پتھر تھے اور ادھر بھی وہی "لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ" عبدالعزیٰ کے چچا نے جب یہ دیکھا کہ ایمان کے اس پہاڑ پر تشدد کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تو اس نے دوسرا حربہ یہ استعمال کیا کہ عبدالعزیٰ کی پوری املاک پر قبضہ کر لیا اس کی جیب سے ایک ایک پائی نکلوائی گھر بار' مال و متاع' بھیڑ بکری' اونٹ کھجور ہر شے سے محروم کر دیا۔ اس نے اس کی زندگی کی شاہراہ پر پہرے بٹھا دیئے اور اسے حیات کی ساری آسائشوں سے محروم کر دیا۔ اسے گمان تھا کہ عبدالعزیٰ اس کرب ناک صورت حال کو برداشت نہ کر سکے گا۔ واپس پلٹ آئے گا' مگر عبدالعزیٰ نے چچا کے اس گمان کو بھی غلط ثابت کر دیا۔
چچا کی ضدی طبیعت تلملا اٹھی۔ وہ غصہ کھا کر اٹھا اور سانپ کی طرح بل کھاتا ہوا آگے بڑھا' بھتیجے کو ایک بار پھر جی بھر کر پیٹا اور بالآخر تن کے سارے کپڑے اتروا لئے اور اسے دھکے مار کر ننگ دھڑنگ گھر سے نکال دیا کہ ستر پوشی کے لئے ایک تار بھی جسم پر نہ چھوڑا' تم خوش' تمہارا رب خوش اور تمہارا رسول خوش۔
عبدالعزیٰ جو کہ حیا و اتقا کا مجسمہ تھا رات کے اندھیرے میں ماں کے دروازے پر آ

کر فریاد کی کہ صرف ستر پوشی کے لئے کوئی کپڑا پھینک دیا جائے۔ بیٹے کی حالت پر ماں کا دل کچھ نرم ہوا۔ اس نے ایک پھٹا پرانا کمبل دور کھڑے اس کی طرف پھینک دیا جسے اس ستم رسیدہ راہ حق نے ہزار جذبہ تشکر سے قبول کیا پھر چیر کر اس کے دو ٹکڑے بنائے۔ ایک ٹکڑا ٹانگوں پر لپیٹ لیا اور دوسرے سے باقی جسم ڈھانپ لیا۔ یہ مسافر دو ٹاٹوں میں لپٹا ہوا دن رات سفر کرتا رہا۔ مکہ سے مدینہ تین سو میل (418 کلومیٹر) کا سفر دن کے وقت آفتاب کا آگ برسانا جس سے پاؤں میں چھالے پڑ جاتے' رات کو نوکیلے پتھروں پر چلنے سے زخم بن جاتے' درختوں کے پتوں سے بھوک مٹاتے ہوئے کئی دن رات کے بعد۔

عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبداللہ ذوالبجادین

بالآخر یہ مسافر اپنی منزل پر پہنچ ہی گیا۔ طلوع فجر کا وقت تھا مسجد نبوی میں جدھر سے آفتاب نور کو طلوع ہونا تھا سراپا انتظار بیٹھ گیا تاکہ چند لمحوں تک کف پائے محبوب سے اڑنے والی دھول کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنا سکے۔ عبدالعزیٰ نہیں عبداللہ ذوالبجادین۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ آج شب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے۔ اندھیرے میں کوئی شخص محسوس ہوا تو پوچھا: ''تم کون ہو؟'' عرض کیا عبدالعزیٰ۔ پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''عبدالعزیٰ نہیں بلکہ عبداللہ ذوالبجادین (دو ٹاٹوں والا)'' عبداللہ کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو جاری ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑھ کر اسے گلے لگا لیا۔ عبداللہ کی ساری تکلیفیں اور تھکاوٹیں دور ہو گئیں۔

اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عبداللہ بہت ہی محبوب تھے۔ ایک دن عبداللہ اپنی عادت کے مطابق بلند آواز سے تلاوت قرآن میں مصروف تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ٹوکا اور کہا: آہستہ پڑھو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پاس ہی تشریف فرما تھے۔ فوراً ارشاد فرمایا: ''اے عمر! اسے کچھ نہ کہو اس نے اللہ اور اس کے رسول کے لئے بھاری قیمت ادا کی ہے۔''

دعائے مصطفیٰ اللہ اکبر

غزوۂ تبوک کے لئے تیاری جاری تھی کہ عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ! میرے لئے اس جنگ میں شہادت کی دعا فرمایئے۔ اب جنگ وہاں مقدور نہیں تھی اور عبداللہ کی درخواست کو رد کرنا خدا کو پسند نہیں تھا چنانچہ عرش والے نے فرش پر اپنے خلیفہ اعظم کو بتا دیا۔ حضور نے کھجور کی چھال منگوا کر اس پر لکھوایا ''الٰہی! کافر کی تلوار پر عبداللہ کا خون حرام کر دے۔''

حضرت عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا تو بہت پریشان ہوئے۔ عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تو شہادت کی دعا چاہی تھی۔ فرمایا: ''عبداللہ' اللہ کی راہ میں نکل کر اگر تم بخار سے بھی فوت ہو گئے تب بھی شہید ہی قرار دیئے جاؤ گے۔'' اللہ کے رسول کا یہ لکھا پورا ہوا' تبوک میں صرف ایک روز بخار آیا اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔

کاش یہ میت میری ہوتی؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: عبداللہ بن عبد نھم والبجادین رضی اللہ عنہ کو وہاں ہی تبوک میں رات کو دفن کر دیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ چراغ بکف کھڑے تھے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم قبر کھود رہے تھے۔ قبر تیار ہو چکی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود قبر میں اترے۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے نعش کو سہارا دیتے ہوئے آگے کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرماتے ہوئے نعش کو تھام لیا کہ اپنے بھائی کی نعش کو میرے حوالے کر دو۔ دفن کر چکے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ اٹھا کر دعا فرمائی ''میں اس شخص پر خوش ہوں تو بھی اس پر خوش ہو جا۔'' عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (جو اس واقعہ کے راوی ہیں) کہ تدفین کا یہ باوقار منظر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبی ہوئی یہ دعا سن کر میں تڑپ گیا اور بے اختیار میرے منہ سے نکلا۔

"يَا لَيْتَنِي كُنْتُ صَاحِبُ اللَّحْدِ"

''اے کاش! یہ میت میری ہوتی۔''

(الاصابۃ' 1085/2' اسد الغابۃ' 228/3' الاستیعاب' 125/3' بشکریہ المکرم)

ایمان ہو تو ایسا ہو:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رومیوں کے ساتھ لڑنے کے لئے ایک لشکر بھیجا۔ ان پر حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کمانڈر بنایا۔ حضرت عبداللہ بن حذیفہ رضی اللہ عنہ کچھ ساتھیوں سمیت گرفتار کر لئے گئے۔ قیصر روم کے پاس ان کو پیش کیا گیا۔ جب انہیں پیش کیا گیا تو اللہ والوں کی شان دیکھئے یہ کس قدر اپنے ایمان میں پختہ' دین پر استقامت کا مظاہرہ کرنے والے اور اپنے آپ کو اللہ کی رضا کے لئے قربان کرنے والے ہوتے ہیں۔

قیصر روم نے کہا: عیسائیت قبول کر لو۔ انہوں نے کہا: میں جس دین پر ہوں اس کو چھوڑنے سے بہتر ہے کہ مر جاؤں۔ یہ میری خواہش ہے کہ میں اس دین پر قربان ہو جاؤں۔ پھر قیصر روم نے کہا جس طرح تم زندگی بسر کر رہے ہو تمہیں معلوم ہے تمہارے سامنے یہ کیسی تمہاری زندگی ہے؟ آؤ اس سلطنت میں' اس بادشاہت میں تمہیں شریک کر لیتا ہوں لیکن ایک بات ہے کہ میرے دین میں شامل ہو جاؤ؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یہ نہیں ہو سکتا' ہم نے جس اسلام کو قبول کیا ہے' وہ دنیا کے سارے دینوں سے بہتر ہے۔ اس نے کہا: اگر باز نہیں آتے ہو تو قتل کر دوں گا۔ جابر اور ظالم حکمرانوں کے پاس یہی آخری حربہ ہوتا ہے کہ قتل کر دیں گے۔ اس اللہ کے ولی نے کہا تم جو چاہتے ہو کر لو میں رب کے دین کو ترک نہیں کر سکتا ہوں۔

اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا:

اس نے ڈرانے کے لئے آگ جلائی۔ ایک دیگ میں تیل ڈال کر گرم کر دیا پھر اپنے آدمیوں کو حکم دیا تو انہوں نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے دو ساتھیوں کو دیگ میں ڈال دیا۔ وہ بے چارے اسی وقت جل کر کوئلہ بن گئے۔ اس نے کہا: دیکھ تیری

آنکھوں کے سامنے جو ان حشر ہوا ہے وہ تیرا بھی ہونے والا ہے۔ اس اللہ کے ولی نے جواب دیا میری آرزو اور تمنا ہے جتنی جلدی ہو سکے میں اپنے رب کے پاس چلا جاؤں۔ اس نے حکم دیا اس کو پکڑو اور دیگ کے اندر ڈال دو۔ دیگ میں پھینکنے لگے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس نے حکم دیا کہ ٹھہر جاؤ شاید یہ ڈر گیا ہے لرز گیا ہے قریب بلاتا ہے کہتا ہے عبداللہ! ابھی بھی تجھے عیسائیت قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں عیسائیت قبول کرلو!

اللہ کے ولیوں کے ایمان کو دیکھو اللہ کے ولیوں کی اللہ کے ساتھ محبت دیکھو اللہ کے ولیوں کے اندر بہادری اور شجاعت دیکھو ان کے اندر اللہ کی راہ میں قربان ہونے کا جذبہ دیکھو حضرت عبداللہ فرماتے ہیں: غلط سمجھا ہے تو نے یہ سمجھا ہے کہ میں موت کو دیکھ کر ڈر گیا ہوں میری آنکھوں میں آنسو تو اس وجہ سے آئے کہ عبداللہ کی ایک جان ہے جو اپنے رب کے راستے میں قربان کر رہا ہے۔ کاش! میری ہزار جانیں ہوتیں تو میں ایک ایک کر کے اپنے رب کے راستے میں قربان کر دیتا۔ یہ اللہ کے ولیوں کی شان ہے۔ انہی کے لیے تو اللہ فرما رہا ہے:

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۝

(41 فصلت: 30، اسد الغابۃ 1/597، الاصابۃ: 4/58، تہذیب الکمال: 14/412)

مومن کا ایمان:

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک اس مومن کامل کو کفار نے بری طرح مارا پیٹا۔ اس کو گرا کر اس کے پیٹ پر چڑھ کر بیٹھے اور پیروں سے روندنے لگے یہاں تک کہ اس کی آنتیں اس کے پیچھے کے راستے سے باہر نکل آئیں۔ اسی وقت خدا کی طرف سے اس کو جنت کی خوشخبری سنائی گئی۔ اسے اللہ تعالیٰ نے دنیا کے رنج و غم سے آزاد کر دیا اور امن و چین سے جنت میں پہنچا دیا۔ ان کی شہادت سے خدا خوش ہوا۔ جنت ان کے لیے کھول دی گئی اور داخلہ کی اجازت مل گئی۔ اپنے

ثواب واجر اور عزت واکرام کو دیکھ کر پھر اس کی زبان سے نکل گیا کاش کہ میری قوم جان لیتی کہ مجھے میرے رب نے بخش دیا اور میری بہت ہی عزت کی۔ فی الواقع مومن سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں وہ دھوکے باز اور بدخواہ نہیں ہوتے۔ اس باخدا شخص نے زندگی میں بھی قوم کی خیر وعافیت چاہی اور مرنے کے بعد بھی ان کا خیر خواہ بنا رہا۔

(تفسیر ابن کثیر مترجم: 413/4)

کاش میری قوم میری مغفرت کو جان لیتی:

حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ نے جناب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ اجازت دیں تو میں اپنی قوم میں تبلیغ دین کے لئے جاؤں اور انہیں دعوت اسلام دوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایسا نہ ہو کہ وہ تم کو قتل کریں!'' جواب دیا کہ حضور اس بات کا تو احتمال ہی نہیں کیونکہ انہیں مجھ سے اس قدر الفت وعقیدت ہے کہ اگر میں سویا ہوا ہوں تو مجھے جگائیں بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اچھا پھر جاؤ۔'' یہ چلے اور جب لات وعزیٰ بتوں کے پاس سے ان کا گزر ہوا تو کہنے لگے اب تمہاری شامت آگئی۔ اس بات پر پورا قبیلہ ثقیف بگڑ گیا۔ انہوں نے کہنا شروع کیا کہ اے میری قوم کے لوگو! تم ان بتوں کو ترک کر دو یہ لات وعزیٰ دراصل کوئی چیز نہیں۔ اسلام قبول کر لو تو سلامتی حاصل ہوگی' اے میرے بھائی بندو! یقین مانو یہ بت کچھ حقیقت نہیں رکھتے' ساری بھلائی اسلام میں ہے' وغیرہ۔

ابھی تین مرتبہ ہی اس کلمہ کو دہرایا تھا کہ ایک بدنصیب جلے تن نے دور سے ہی ایک تیر چلایا جو رگ اکحل پر لگا اور آپ اسی وقت شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب یہ خبر پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ ایسا ہی تھا جیسے سورۂ یٰسین والا جس نے کہا تھا: کاش! میری قوم میری مغفرت اور عزت کو جان لیتی۔''

(تفسیر ابن کثیر: 569/3' مستدرک حاکم: 615/3)

استقامت کے پہاڑ:

حضرت کعب بن احبار رضی اللہ عنہ کے پاس جب حبیب بن زید بن عاصم رضی

اللہ عنہ کا ذکر کیا گیا جو قبلہ ہوازن بن نجار سے تھے جن کو جنگ یمامہ میں مسیلمہ کذاب ملعون نے شہید کر دیا تھا تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم! یہ حبیب بھی اسی حبیب کی طرح تھے جن کا ذکر سورۂ یٰسین میں ہے۔ ان سے اس کذاب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: بے شک وہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

اس نے کہا: میری نسبت بھی تو گواہی دیتا ہے کہ میں رسول اللہ ہوں؟

تو حبیب نے فرمایا: میں نہیں سنتا۔

اس نے کہا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کیا کہتا ہے تو آپ نے فرمایا: میں ان کی رسالت کو مانتا ہوں۔

اس ملعون نے کہا ان کی نسبت تو سن لیتا ہے اور میری نسبت تو بہرا بن جاتا ہے چنانچہ اس کے بعد ایک مرتبہ پوچھا اور ان کے جواب پر ایک عضو بدن کٹوا دیتا پھر پوچھتا اور یہی جواب پاتا اور ایک عضو بدن کٹوا دیتا طرح جسم کا ایک ایک جوڑ کٹوا دیا اور وہ اپنے سچے اسلام پر آخری دم تک قائم رہے اور جو جواب پہلے تھا وہی آخر تک رہا۔ یہاں تک کہ شہید ہو گئے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی پر آخری دم تک نہایت استقلال واستقامت کے ساتھ قائم رہے۔

حافظ الحدیث ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد بن عبدالبر نے ''الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب'' میں اس واقعہ کو بیان فرمایا۔

رومی بادشاہ اور حضرت عبداللہ بن حذافہ:

اسی طرح سے حافظ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں آیت: اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ (16/النحل 106) کے تحت یہ تحریر فرمایا ہے: حافظ ابن عساکر عبداللہ بن حذافہ سہمی صحابی کے ترجمہ میں بیان کرتے ہیں:

آپ کو رومی کافروں نے قید کر لیا اور اپنے بادشاہ تک پہنچا دیا۔ بادشاہ نے آپ سے کہا تم نصرانی بن جاؤ میں تمہیں راج پاٹ میں شریک کیے لیتا ہوں اور اپنی شہزادی کو

تمہارے نکاح میں دے دیتا ہوں۔ حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ یہ تو کیا اگر تو اپنی تمام بادشاہت مجھے دے دے اور تمام عرب کا راج بھی مجھے سونپ دے اور یہ چاہے کہ میں ایک آنکھ جھپکنے کے برابر بھی اپنے دین محمدی سے پھر جاؤں تو یہ ممکن نہیں ہے۔ بادشاہ نے کہا: پھر میں تجھے قتل کر دوں گا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں یہ تجھے اختیار ہے چنانچہ اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا اور انہیں صلیب پر چڑھا دیا اور تیر اندازوں نے قریب سے بحکم بادشاہ ان کے ہاتھ پاؤں اور جسم چھیدنا شروع کر دیا۔ بار بار کہا جاتا کہ اب بھی نصرانیت قبول کر لو تو آپ صبر و استقلال سے فرماتے جاتے تھے: ہرگز نہیں۔ آخر بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے سولی سے اتار لو اور پیتل کی بنی ہوئی دیگ تپا کر آگ بنا کر لائی جائے چنانچہ وہ پیش ہوئی۔ بادشاہ نے ایک اور قیدی مسلمان کی بابت حکم دیا کہ اسے اس میں ڈال دو۔ اسی وقت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کی موجودگی میں آپ کے دیکھتے ہوئے اس مسلمان قیدی کو اس میں ڈال دیا گیا۔ وہ مسکین صحابی اسی وقت جل کر رہ گئے۔ گوشت پوست جل گیا اور ہڈیاں چمکنے لگیں پھر بادشاہ نے عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ سے کہا: دیکھو اب بھی بات مان لو اور ہمارا مذہب قبول کر لو ورنہ اسی آگ کی دیگ میں اسی طرح تمہیں بھی ڈال کر جلا دیا جائے گا۔ آپ نے پھر بھی اپنے جوش ایمانی سے کام لے کر فرمایا: یہ ناممکن ہے کہ خدا کے دین کو چھوڑ دوں۔

جب نکلتی ہے جان اسلام پر

اسی وقت بادشاہ نے حکم دیا کہ انہیں چرخی پر چڑھا کر اس میں ڈال دو۔ جب یہ اس آگ کی دیگ میں ڈالے جانے کے لئے چرخی پر اٹھائے گئے تو بادشاہ نے دیکھا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے ہیں۔ اسی وقت اس نے حکم دیا کہ رک جائیں اور انہیں اپنے پاس بلا لیا اس لئے کہ اب اسے امید بندھ گئی تھی کہ شاید اس عذاب کو دیکھ کر اب ان کے خیالات بدل گئے ہیں۔ میری مان لیں گے اور میرا مذہب قبول کر لیں گے۔ میری دامادی میں آ کر میری سلطنت کا ساجھی بن جائیں گے لیکن بادشاہ کا یہ خیال بے سود نکلا۔ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں صرف اس وجہ سے رویا تھا کہ آج

ایک ہی جان ہے، جسے راہِ خدا میں اس عذاب کے ساتھ قربان کر رہا ہوں، کاش کہ میرے روئیں روئیں میں ایک ایک جان ہوتی تو آج میں سب جانیں راہِ خدا میں اسی طرح ایک ایک کر کے فدا کر دیتا۔

تب نہیں پرواہ مجھ کو جان کی

بعض روایتوں میں ہے کہ آپ کو قید خانہ میں رکھا اور کھانا پینا بند کر دیا۔ کئی دن کے بعد شراب اور خنزیر کا گوشت بھیجا لیکن آپ نے اس بھوک پر بھی اس کی طرف توجہ نہ فرمائی۔ بادشاہ نے آپ کو بلوا بھیجا اور ان سے نہ کھانے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا اس حالت میں یہ میرے لئے مباح تو ہو گیا ہے لیکن میں تجھ جیسے دشمن کو اپنے بارے میں خوش ہونے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔ اب بادشاہ نے کہا: اچھا، تو میرے سر کا بوسہ لے لے میں تمہیں اور تمہارے ساتھ تمام مسلمان قیدیوں کو رہا کر دیتا ہوں۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ اس کے سر کا بوسہ لے لیا اور بادشاہ نے بھی اپنا وعدہ پورا کیا۔ آپ کو آپ کے تمام ساتھیوں سمیت چھوڑ دیا۔ جب عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ یہاں سے آزاد ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہر مسلمان پر حق ہے کہ عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ کا ماتھا چومے اور میں ابتدا کرتا ہوں۔ یہ فرما کر پہلے آپ نے ان کے سر کا بوسہ لیا۔

جب نکلتی جان ہے اسلام پر
تب نہیں پرواہ مجھ کو جان کی
کیوں نہ دوں خوشی سے اپنی جان
چاہیے مجھ کو رضا رحمان کی
آرزو پنہاں مرے سینے میں تھی
اس دلِ مشتاق پر ارمان کی
آنکھ کر لیتی زیارت وقتِ نزع
داعیِ حق ہادیِ ایمان کی

اے خدا پہنچا مرا ان کو سلام
جان جس پر میں نے ہے قربان کی

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی استقامت:

تاریخ طبری اور سیرت ابن ہشام جلد دوم اور رحمتہ للعالمین جلد اول میں ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کو جب سولی کے تختہ پر چڑھایا گیا تو ایک سخت دل نے حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کے دل کو چھیدا اور کہا: کہو اب تو تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پھنس جائے اور میں چھوٹ جاؤں۔ حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے نہایت متانت اور سنجیدگی سے جواب دیا کہ خدا خوب جانتا ہے کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی چبھے۔ پھر ان سے کہا گیا کہ اسلام چھوڑ دو تمہیں آزاد کر دیا جائے گا تو حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! اگر تمام دنیا کی سلطنت بھی میرے سامنے پیش کر دو تب بھی میں اسلام نہیں چھوڑ سکتا' مشرکین نیزوں سے چھیدتے جاتے اور اس قسم کے سوال و جواب کرتے جاتے تھے۔ آخر کار عقبہ بن حارث اور مغیرہ عبدری نے گلے میں پھندا ڈالا اور ہمیشہ کے لئے ان کو راحت کی نیند سلا دیا۔ یہ کیسا عجیب منظر تھا اسلام کے ایک غریب الوطن فرزند پر کیسے کیسے ظلم و ستم ہو رہے تھے۔ بطحائے کفر کا خونی و قاتل توحید کے فرزند کو کس طرح ذبح کر رہا تھا۔ یہ سب کچھ تھا مگر مجسمہ اسلام اب بھی پیکر صبر و رضا بنا ہوا تھا اور بغیر کسی اضطراب کے نہایت سکون سے جان دے دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس فاجعہ عظمیٰ کی خبر وحی کے ذریعہ ہوئی تو فرمایا: ''اے خبیب! تجھ پر سلام۔'' (فتح الباری: 307/7)

اور عمرو بن ربیعہ ضمری رضی اللہ عنہ کو اس شہید وفا کی لاش کا پتہ لگانے کے لئے بھیجا۔ عمرو بن ربیعہ رضی اللہ عنہ رات کو سولی کے پاس ڈرتے ڈرتے گئے درخت پر چڑھ کر رسی کاٹی' جسد اطہر زمین پر گرنا چاہا کہ اتر کر اسے اٹھا لیا لیکن یہ جسم زمین کے قابل نہ تھا بلکہ اس کو فرشتوں نے اٹھا کر اس مقام تک پہنچایا جہاں شہیدان راہ وفا کی روحیں رہتی ہیں۔

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ کا قتل

عمرو بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کو سخت حیرت ہوئی۔ بولے کیا زمین تو نہیں نکل گئی، قتل کرتے وقت انہیں مشرکین نے قبلہ رخ نہیں رکھا تھا لیکن جو چہرہ قبلہ کی طرف پھر چکا تھا وہ کسی دوسری طرف کیوں کر پھر سکتا تھا۔ مشرکین نے بار بار پھیرنے کی کوشش کی مگر ہر طرح انہیں ناکامی رہی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی 332/3)

سعد بن عامر رضی اللہ عنہ جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے عمال میں سے تھے ان کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی میں بے ہوش ہو جایا کرتے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے وجہ دریافت کی تو بولے مجھے نہ کوئی مرض ہے نہ کوئی اور شکایت ہے۔ جب حضرت خبیب بن علی رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں اس وقت اس مجمع میں موجود تھا۔ جس وقت حضرت خبیب بن علی رضی اللہ عنہ کی باتیں یاد آ جاتی ہیں تو کانپ کر بے ہوش ہو جایا کرتا ہوں۔ مجھے اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور فوراً ہی میں بے ہوش ہو جاتا ہوں۔ (رحمتہ للعالمین، ج 1، حالات حضرت خبیب رضی اللہ عنہ)

حضرت صہیب وعمار رضی اللہ عنہما

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو لوہے کی زرہیں پہنا کر دھوپ میں چھوڑ دیتے تھے لیکن دھوپ کی شدت سے ان کی حرارت اسلام میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ کفار مکہ ابوفکیہہ رضی اللہ عنہ کے پاؤں میں بیڑی ڈال کر دھوپ میں لٹا دیتے پھر پشت پر بڑے پتھر کی چٹان رکھ دیتے یہاں تک کہ آپ مختل الحواس ہو جاتے۔ ایک دن امیہ نے ان کے پاؤں میں رسی باندھی اور آدمیوں کو ان کے گھسیٹنے کا حکم دے دیا۔ اس کے بعد ان کو تپتی ہوئی زمین پر لٹا دیا۔ اتفاق سے راہ میں ایک گبریلا جا رہا تھا۔ امیہ نے استہزاء کیا کہ تیرا پروردگار یہی تو نہیں؟ بولے میرا اور تیرا پروردگار اللہ تعالیٰ ہی ہے اس پر اس نے زور سے گلا گھونٹا لیکن اس کے بے درد بھائی کو جو اس وقت اس کے ساتھ تھا اس پر بھی تسکین نہیں ہوئی اور اس نے کہا اس کو اور اذیت دو۔

(اسد الغابہ تذکرہ صہیب وابوفکیہہ)

☆ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے جب خانہ کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو ان پر کفار ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے زمین سے لگا دیا۔ (مسلم شریف 296/2)

امام الانبیاء علیہم السلام کا حوصلہ واستقامت

حضرت اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا احد کے دن سے بڑھ کر بھی کوئی سخت دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ''عائشہ! تمہاری قوم قریش نے مجھ پر مصیبتوں کے کتنے ہی پہاڑ گرائے ہیں لیکن سب سے بڑی مصیبت کی جو چٹان مجھ پر گری وہ ان لوگوں کی جانب سے طائف کی گھاٹی میں اس وقت گری جس میں نے (وہاں کے سردار) کنانہ بن عبد یالیل بن عبد کلال کے ہاں اپنے آپ کو پیش کیا تھا لیکن میں نے جس ارادے کا اظہار کیا اس کا اس نے کوئی جواب نہ دیا چنانچہ میں وہاں سے رنجیدہ ہو کر جدھر کو میرا رخ تھا ادھر ہی کو چل دیا۔ پھر جب مجھے کچھ قرار آیا تو میں ''قرن الثعالب'' کے مقام پر تھا' وہاں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک بادل مجھ پر سایہ کیے ہوئے ہے۔ میں نے سر اٹھاتے ہوئے نظر دوڑائی تو اس میں سے جناب جبریل علیہ السلام نمودار ہوئے۔ انہوں نے مجھے آواز دے کر کہا:

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ سَمِعَ قَوْلَ قَوْمِكَ لَكَ وَمَا رَدُّوْا عَلَيْكَ وَقَدْ بَعَثَ اللّٰہُ اِلَيْكَ مَلَكَ الْجِبَالِ لِتَاْمُرَهٗ بِمَا شِئْتَ فِيْهِمْ ۔

''آپ کی قوم نے جناب کو جو جو کہا اور آپ سے جو سلوک کیا' اللہ نے وہ سب کچھ سن لیا ہے۔ اب آپ کی جانب سے پہاڑوں کے فرشتے کو بھیجا ہے تا کہ آپ ان منکرین کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہیں' اس کا حکم پہاڑوں کے فرشتے کو کر دیں۔'' اب پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی' سلام کیا اور کہا:

يَا مُحَمَّدُ فَقَالَ ذٰلِكَ فِيْمَا شِئْتَ اِنْ شِئْتَ اَنْ اُطْبِقَ عَلَيْهِمُ الْاَخْشَبَيْنِ

''اے محمد! آپ جو چاہیں مجھے حکم دیں۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پسند فرمائیں تو میں مکہ کے دو پہاڑ (ابو قبیس اور قیقعان) کے درمیان اہل طائف کو (چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آٹے کی طرح) پیس کر رکھ دوں؟''

اس پر اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہاڑوں کے فرشتے کو جواب دیا:

بَلْ اَرْجُوْ اَنْ يُّخْرِجَ اللّٰهُ مِنْ اَصْلَابِهِمْ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ وَحْدَهٗ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا ۔

''نہیں' بلکہ میں تو امید لگائے بیٹھا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسلوں سے ایسے لوگوں کو پیدا فرمائے گا جو صرف ایک اکیلے اللہ کی عبادت کریں گے اور وہ کسی کو اللہ کا شریک نہیں بنائیں گے۔''

(صحیح بخاری' بدء الخلق' باب اذا قال احدکم آمین والملائکۃ فی السماء...... 3231)

طائف کے بازار اور دو عالم کے سردار

فائدہ: شوال 10 نبوت (اواخر مئی یا اوائل جون 619ء) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے۔ یہ مکے سے تقریباً ساٹھ میل (90 کلومیٹر) دور ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ آپ نے طائف والوں کو توحید کی دعوت دی لیکن طائف والوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال پتھروں اور گالیوں سے کیا اور اوباش بچوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ وہ آپ کو گالیاں دیتے' پتھر مارتے حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر لہولہان ہو گیا۔ ایسے موقع پر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کچھ نہ کہا' بلکہ ان کے لئے دعا فرمائی:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

''اے اللہ! میری قوم کو ہدایت نصیب فرما' بلاشبہ یہ مجھے نہیں جانتے۔''

(احمد: 1/380' الشفاء لقاضی عیاض' ص 47' دارمی: 2471)

(131)

ہوں گی اے لفظ محبت! تیری تعبیریں بہت

ایک روز حکیم احمد شجاع علامہ اقبال کے مکان پر پہنچے تو علامہ کو بہت زیادہ فکرمند مغموم اور بے چین پایا۔ حکیم صاحب نے گھبرا کر دریافت کیا ''خیر تو ہے آپ آج خلاف معمول بہت زیادہ مضطرب اور پریشان نظر آتے ہیں؟'' علامہ نے خاص انداز میں نظریں اوپر اٹھائیں اور غم انگیز لہجے میں فرمایا:

''احمد شجاع! یہ سوچ کر میں اکثر مضطرب اور پریشان ہو جاتا ہوں کہ کہیں میری عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر سے زیادہ نہ ہو جائے۔''

(روزگار فقیر از فقیر وحید الدین: ج 2' ص 328)

عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ دار اقبال کے یہ اشعار بھی پڑھیے:

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
یہ نہ ساقی ہو تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزمِ توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو
خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

(132)

راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو

حضرت سوید بن حارث رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں بطور وفد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا۔ میں اپنے وفد کے سات آدمیوں میں ساتواں تھا۔ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے اور آپ سے گفتگو کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری اچھی ہیئت اور زینت سے تعجب ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کون ہو؟ ہم نے عرض کیا ہم مومن ہیں۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر قول کے لئے ایک حقیقت ہوتی ہے' تمہارے اس قول وایمان کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت سوید کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: پندرہ عادتیں ہیں۔ پانچ وہ ہیں جن پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے یقین کرنے کا حکم دیا اور پانچ وہ ہیں جو زمانہ جاہلیت سے ہم ان کے عادی ہیں اور آج تک اس پر جمے ہوئے ہیں' اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ ناپسند ہوں تو ہم ان کو چھوڑ دیں گے۔ (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ کذا فی حیاۃ الصحابۃ' ج 3' صفحہ 35)

☆..... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ایک یہودی عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اس نے کہا: اے محمد! اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانوں کو ایک انگلی پر لیا اور تمام زمینوں کو ایک انگلی پر' اور پہاڑوں اور درختوں کو ایک انگلی پر' اور پانی اور دلدل کو ایک انگلی پر' اور ان کو حرکت دی اور فرمایا میں ہی بادشاہ ہوں اور میں ہی مالک ہوں' حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں۔ یہ ہنسنا یہودی عالم کے قول کی تصدیق کے لئے تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۖ وَالْاَرْضُ جَمِیْعًا قَبْضَتُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ

وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

''اور (افسوس ہے کہ) ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی کچھ عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا چاہئے تھی حالانکہ (اس کی وہ شان ہے کہ) ساری زمین اس کی مٹھی میں ہوگی قیامت کے دن اور تمام آسمان لپٹے ہوں گے اس کے داہنے ہاتھ میں وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کے شرک سے۔''

(رواہ البیہقی فی السماء والشیخان کذا فی حیاۃ الصحابۃ ج 3 صفحہ 27)

مولائے کائنات وسرور کائنات

حضرت علی بن ربیعہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے پیچھے بٹھالیا پھر مجھے لے کر حرہ کی طرف چلے پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَيْرُكَ ۔

''اے میرے اللہ میرے گناہوں کو بخش دے بے شک گناہوں کا بخشنے والا تیرے سوا کوئی نہیں۔'' پھر میری طرف ہنستے ہوئے متوجہ ہوئے''۔

میں نے عرض کیا: اے امیر المومنین! آپ کو اپنے رب سے استغفار کرنا اور میری طرف ہنستے ہوئے التفات کرنا یہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے پیچھے سوار کرایا اور حرہ کی طرف لے چلے پھر اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِىْ ذُنُوْبِىْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اَحَدٌ غَيْرُكَ ۔

پھر میری طرف التفات فرمایا اور ہنسے' میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ نے اپنے رب سے مغفرت طلب کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ہنستے ہوئے التفات فرمایا (یہ کیا ہے؟) اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں اپنے رب کے ہنسنے کی وجہ سے ہنسا' اللہ تعالیٰ کے اپنے بندے پر تعجب کرنے کی وجہ کہ یہ بندہ جانتا ہے کہ گناہوں کا بخشنے والا سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔

(رواہ ابن ابی شیبہ وابن منیع کذا فی الکنز ج 1 صفحہ 211 وکذا فی حیاۃ الصحابۃ ج 3 صفحہ 344)

شیطان کی ہلاکت پہ حضور کی مسکراہٹ

حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن مرداس سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفات کی شام میں اپنی امت کے لئے مغفرت ورحمت کی دعا کی اور بہت کثرت سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی بھیجی کہ بے شک میں نے ایسا کر دیا (جس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی) مگر بعض کا ظلم بعض پر معاف نہیں کیا لیکن وہ گناہ جو بندوں اور میرے درمیان ہیں ان کو میں نے معاف کر دیا۔

اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے رب! بے شک تو اس بات پر قادر ہے کہ اس مظلوم کو اس کے ستائے ہوئے بدلہ کا ثواب دے دے اور اس ظالم کو معاف کر دے۔ اس شام کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا قبول نہیں ہوئی۔

جب مزدلفہ کی صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسی دعا کا اعادہ فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی کہ بے شک میں نے ظالم کی بھی مغفرت کر دی، تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ اس وقت مسکرائے جب کہ آپ اس وقت مسکرایا نہیں کرتے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کے دشمن ابلیس سے مسکرایا جب اسے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا میری امت کے بارے میں قبول فرمائی تو وہ ہائے ہلاکی اور ہائے خرابی کہہ کر پکارا اور اپنے سر پر مٹی ڈالی۔

(رواہ البیہقی کذافی حیاۃ الصحابۃ ج 3، صفحہ 364)

دعائے عائشہ پر مسکراہٹ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ کیا تجھے علم ہے کہ اللہ پاک نے مجھے ایک ایسا نام بتایا ہے کہ جب اس کے ذریعہ دعا کی جائے تو اللہ تعالیٰ قبول کر لیتا ہے؟

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے وہ دعا سکھا دیں۔ آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ تیرے لئے وہ مناسب نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں ایک کونے میں (پریشان) بیٹھی رہی پھر اٹھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مجھے سکھا دیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تیرے لئے مناسب نہیں کہ میں تجھے سکھاؤں اور تیرے لئے مناسب نہیں کہ تو اس کے ذریعہ دنیا کی کسی چیز کا سوال کرے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اس کے بعد میں کھڑی ہوئی اور وضو کیا اور دو رکعت نماز پڑھی اور میں نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللهَ وَاَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ وَاَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَاَدْعُوْكَ بِاَسْمَآئِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَمَالَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرَلِیْ وَتَرْحَمَنِیْ ۔

"اے میرے اللہ بے شک میں تجھ کو اللہ کہہ کر پکارتی ہوں اور تجھ کو رحمٰن کہہ کر پکارتی ہوں اور میں تجھ کو بھلا اور رحیم کہہ کر پکارتی ہوں اور میں تجھے تیرے تمام اچھے ناموں کے ساتھ پکار رہی ہوں جو نام میں ان ناموں میں سے جانتی ہوں اور جو نہیں جانتی ہوں یہ کہ تو میری مغفرت کردے اور مجھ پر رحم کر۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (یہ سن کر) ہنسے۔ پھر آپ نے فرمایا وہ نام انہیں ناموں میں ہے جن ناموں کے ساتھ تو نے دعا کی ہے۔ (حیاۃ الصحابہ ج 3 صفحہ 363)

حضرت عمر کی بے چینی اور حضور علیہ السلام کی ہنسی

ایک موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں سے بعض ناگوار باتوں کی وجہ سے ایلاء فرمالیا اور سب سے علیحدہ ہو کر ایک بالاخانہ میں تشریف فرما ہوئے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم میں یہ بات مشہور ہوگئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو طلاق دے دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس بات سے بہت غم ہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے لیکن اندر جانے کی اجازت نہ ملی۔

پھر واپس آئے اور پھر گئے لیکن پھر بھی داخلہ کی اجازت نہ ملی پھر لوٹ آئے لیکن
من نہ آیا تھا' پھر گئے اور اجازت چاہی تو اجازت مل گئی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اندر داخل ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ننگی
ائی پر آرام فرما رہے تھے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! کا کیا آپ نے اپنی
یوں کو طلاق دے دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک بلند کیا اور فرمایا نہیں۔

میں نے کہا: اللہ اکبر' یارسول اللہ! ہم قریش کی وہ جماعت ہیں کہ ہم عورتوں پر
الب رہتے تھے۔ ہم مدینہ آئے تو ہم نے دیکھا کہ انصار کی عورتیں ان کے مردوں پر
الب ہیں تو ہماری عورتوں نے بھی ان سے یہ عادت سیکھ لی۔ ایک دن میں اپنی بیوی
ے بگڑا تو وہ مجھے جواب دینے لگی۔ اس کا جواب بڑا نامناسب معلوم ہوا' اس نے کہا:
آپ کو میرا جواب کیوں برا لگتا ہے؟ اللہ کی قسم! حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ کو
جواب دیتی ہیں اور پورا پورا دن آپ کو چھوڑے رکھتی ہیں۔ میں نے کہا: جس عورت نے
بھی یہ کیا وہ رسوا ہوئی اور خسارہ میں پڑی۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب کی وجہ
ے اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہو گیا تو وہ عورت ہلاک ہو جائے گی۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے پھر میں نے عرض کیا میں آج حفصہ رضی
للہ عنہا کے پاس گیا تھا اور میں نے اس سے کہا: تجھے یہ بات دھوکہ میں نہ ڈالے کہ
ہماری سوکن زیادہ خوبصورت ہے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ محبوب ہے۔ یہ
بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ مسکرائے۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! ذرا اور
جی بہلاؤں؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ میں بیٹھ گیا اور میں نے سر اٹھا کر بالاخانہ
میں دیکھا تو اللہ کی قسم! تین چیزیں تھیں (بڑا مختصر سامان تھا) میں نے عرض کیا: یارسول
اللہ! دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کی امت پر وسعت نازل فرمائے۔ اس نے فارس و
روم پر بڑی وسعت کی ہے حالانکہ وہ اللہ کی عبادت نہیں کرتے۔

یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے ہو کر بیٹھے اور فرمایا: اے ابن خطاب! کیا تو

ابھی تک شک میں ہے؟ ان لوگوں کو اچھی چیزیں دنیا میں دے دی گئی ہیں جو ہمارے لئے آخرت میں ہیں۔

(رواہ احمد ورواہ الشیخان ج بعض الاجزاء 2 'صفحہ 781 وکذافی حیاۃ الصحابہ' ج 2 'صفحہ 805)

شیخین کریمین اور آقا کریم علیہ السلام

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے کی اجازت طلب کی لیکن ان کو اجازت نہ ملی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے ان کو بھی اجازت نہ ملی۔ کچھ دیر بعد دونوں کو اجازت مل گئی۔ یہ دونوں حضرات اندر گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اردگرد آپ کی ازواج جمع تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاموش تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے (اپنے جی میں) کہا کہ میں کوئی ایسی بات کروں گا جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑیں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر آپ زید کی بیٹی یعنی عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی کو دیکھتے کہ ابھی ابھی وہ مجھ سے نان ونفقہ کا مطالبہ کر رہی تھی' میں نے اس کو پکڑا پھر اس کا گلہ دبایا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر ہنسے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھیں نظر آنے لگیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یہ میرے اردگرد جمع ہیں اور مجھ سے نفقہ کا مطالبہ کر رہی ہیں؟

یہ سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لپکے تاکہ ان کو ماریں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی طرف لپکے کہ ان کو ماریں اور یہ دونوں یہ کہہ رہے تھے کیا تم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان چیزوں کا مطالبہ کرتی ہو جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہیں ہیں۔

یہ کیفیت دیکھ کر تمام ازواج مطہرات نے کہا اس مجلس کے بعد ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی ایسی چیز کا مطالبہ نہیں کریں گی جو آپ کے پاس نہ ہو۔

(رواہ احمد والشیخان کذافی حیاۃ الصحابہ' ج 2 'صفحہ 808)

(133)

امام ابن ماجہ علیہ الرحمۃ

ابو عبداللہ کنیت' محمد بن یزید نام' ربعی قزوینی نسبت ہے اور عام طور پر ابن ماجہ کے عرف کے ساتھ مشہور ہیں اور صحیح قول یہی ہے کہ ماجہ آپ کی والدہ کا نام ہے۔ حدیث کے چھ اماموں میں آپ کا شمار ہے اور صحاح ستہ میں سنن ابن ماجہ آپ ہی کی تصنیف ہے۔ 209ھ میں آپ کی ولادت ہوئی۔ قزوین کے رہنے والے ہیں جو ایران کے صوبہ آذر بائیجان کا ایک بہت ہی مشہور و مردم خیز شہر ہے۔ آپ نے علم حدیث کی طلب میں بڑی جدوجہد فرمائی اور اس سلسلے میں حجاز و عراق' شام و خراسان اور مصر وغیرہ کا علمی سفر فرمایا اور خاص کر بصرہ و کوفہ اور بغداد و حرمین شریفین و دمشق کے شہروں میں مقیم رہ کر تقریباً تین سو دس شیوخ سے احادیث کی روایت فرمائی۔

آپ کی امامت فن و جلالت شان اور اعلیٰ حفظ و اتقان کے تمام علمائے محدثین معترف و مداح ہیں۔ محدث خلیل و علامہ ابن جوزی و حافظ ذہبی و ابن خلکان وغیرہ نے آپ کو ثقہ' حافظ کبیر' امام' صاحب اتقان' کبیر الشان عارف علوم حدیث وغیرہ تحریر کیا ہے۔

آپ کے تلامذہ کی فہرست بھی بہت طویل ہے جس کا ذکر موجب طوالت ہے۔ آپ کے عام حالات زندگی کے بارے میں تمام تذکرہ نویسوں نے بہت ہی کم معلومات بہم پہنچائی ہیں تاہم اس قدر ظاہر ہے کہ علم حدیث کی طلب میں آپ نے جس قدر طویل سفر کیے پھر وطن آکر جس طرح درس و تصنیف کا مشغلہ رہا اس سے یہی ظاہر ہے کہ آپ کی ساری زندگی علم حدیث کی تحقیق و اشاعت میں بسر ہوئی۔

آپ کی تصانیف میں تفسیر و تاریخ و سنن قابل ذکر ہیں جن میں سنن ابن ماجہ تو بہت ہی مشہور ہے۔

سنن ابن ماجہ:

امام ممدوح نے لاکھوں حدیثوں کے ذخیرے میں سے انتخاب کر کے چار ہزار روایات کو مختلف ابواب کے تحت پوری مناسبت کے ساتھ اس کتاب میں درج فرمایا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں فرمایا کہ سنن ابن ماجہ میں تیس کتابیں پندرہ سو ابواب اور چار ہزار حدیثیں ہیں جو تھوڑی سی روایات کے علاوہ سب عمدہ ہیں۔

قدمائے محدثین سنن ابن ماجہ کو "صحاح ستہ" میں داخل کرنا پسند نہیں کرتے تھے مگر عام متاخرین کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ صحاح ستہ کی چھٹی کتاب ہے چنانچہ حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ کی کتاب الجامع میں فرمایا: جب محدثین کسی حدیث کے بارے میں رواہ الشیخان یا رواہ الامامان کہیں تو اس سے امام بخاری و مسلم مراد ہوتے ہیں اور جب رواہ الائمۃ الستۃ کہیں تو اس سے امام بخاری و مسلم و ابوداؤد و نسائی و ابن ماجہ مراد ہوتے ہیں اور جب رواہ الخمسہ فرمائیں تو امام بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابوداؤد مراد ہوتے ہیں۔

بہر حال اس میں شک نہیں کہ سنن ابن ماجہ صحاح ستہ میں داخل ہے بلکہ سچ پوچھئے تو سنن ابن ماجہ دو حیثیتوں سے تمام صحاح ستہ میں ممتاز ہے۔ ایک حسن ترتیب یعنی جس خوبی و عمدگی کے ساتھ احادیث کو باب کے مناسب بغیر تکرار کے اس کتاب میں بیان کیا گیا ہے، صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں یہ خوبی ناپید ہے اور اسی خوبی کو دیکھ کر حافظ ابوزرعہ نے سنن ابن ماجہ کے بارے میں فرمایا تھا: اگر یہ کتاب لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تو اکثر جامع وغیرہ حدیث کی کتابیں بیکار و معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

دوسری نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس کتاب میں بہت سی ایسی حدیثیں بھی ہیں جو صحاح ستہ کی دوسری کتابوں میں نہیں ہیں اس بناء پر ظاہر ہے کہ اس کی افادیت دوسری کتب سے بڑھ کر ہے مگر باوجود ان خوبیوں کے چونکہ سنن ابن ماجہ میں صحاح ستہ کی باقی

پانچ کتابوں کی نسبت ضعیف حدیثیں زیادہ ہیں اس لئے اس کا درجہ صحاح ستہ کی کتابوں میں سب سے کمتر ہے۔

آپ کی وفات حسرتِ آیات

21 رمضان بروز دوشنبہ 272ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ محمد بن علی قہرمان اور ابراہیم بن دینار وراق دو بزرگوں نے آپ کو غسل دیا اور آپ کے بھائی ابوبکر نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے دونوں برادران ابوبکر و عبداللہ اور آپ کے فرزند عبداللہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔ آپ کی وفات پر محدثین و عوام میں تہلکہ مچ گیا۔ بہت سے شعراء نے آپ کا مرثیہ لکھا اور محمد بن الاسود قزوینی نے آپ کا ایسا پر درد مرثیہ لکھا جس کو پڑھ کر آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ نمونے کے طور پر دو شعر ملاحظہ فرمایئے۔

لَقَدْ اَدْهٰی دَعَائِمَ عَرْشِ عِلْمٍ
وَضَعْضَعَ رُكْنَهٗ فَقْدُ ابْنُ مَاجَه

یقیناً ابن ماجہ کی موت نے سریر علم کے ستونوں کو توڑ ڈالا اور اس کے پایوں کو منہدم کر کے رکھ دیا ہے۔

وَخَابَ رَجَاءُ مَلْهُوْفٍ كَئِيْبٍ
يُدَاوِيْهِ مِنَ الدَّآءِ ابْنِ مَاجَه

اور اس دردمند مغموم کی آس ٹوٹ گئی جس کی ابن ماجہ چارہ سازی کیا کرتے تھے۔

(تاریخ ابن ماجہ)

(134)

گوشہ نشینی پر دلچسپ مکالمہ

علاقہ شام میں ایک جوان موٹا اونی جبہ پہنے ہاتھ میں عصا لیے شیخ محمد بن رافع رحمۃ اللہ علیہ کو ملا۔ شیخ محمد: ارے کہاں جا رہے ہو؟ جوان: معلوم نہیں۔

شیخ محمد: کہاں سے آ رہے ہو؟ جوان: پتہ نہیں (اس کی یہ باتیں سن کر شیخ نے سمجھا شاید کوئی دیوانہ ہے۔ پھر پوچھا)

شیخ محمد: تمہیں کس نے پیدا کیا؟ اس سوال کو سننا تھا کہ اس کے پورے پیکر جسمانی کا رنگ پیلا ہو گیا' معلوم ہو رہا تھا زعفران میں رنگ دیا گیا۔

جوان: اپنی کیفیت خوف کی طرف اشارہ کر کے بولا! مجھے اس ذات نے تخلیق فرمایا جس کے حیطۂ علم وقدرت سے زمین وآسمان کا ایک ذرہ بھی باہر نہیں۔

شیخ محمد بن رافع نے خیال کیا کہ شاید یہ مجھ سے وحشت زدہ ہو گیا ہے اس لیے انہوں نے کہا' گھبراؤ نہیں میں تمہارا (دینی) بھائی ہوں۔

جوان: واللہ العظیم مجھے لوگوں سے کنارہ کش ہونے کی اجازت ملے تو کسی دشوار گزار پہاڑ کی بلندی پر جاؤں یا کسی غار میں روپوش ہو لوں تاکہ مجھے دنیا اور اہل دنیا سے راحت میسر ہو۔

شیخ محمد: دنیا نے تجھے کیا نقصان پہنچایا ہے کہ تو اس سے اس قدر ناراض ہے؟

جوان: ایک نقصان تو یہی ہے کہ اس کی مضرتیں ہمیں دکھائی نہیں دیتیں۔

شیخ محمد: تیرے پاس اس کی کوئی دوا بھی ہے؟

جس کو مل جائے نعمت عزلت

جوان: میرے پاس اس کا علاج تو ضرور ہے مگر بڑا کٹھن ہے' تم سے ہو نہیں پائے

کوئی آسان دوا کرلو۔ شیخ محمد: کوئی آسان علاج بتاؤ۔ جوان: مرض بیان کرو۔
شیخ محمد: دنیا کی محبت (مرض کا نام سن کر جوان ہنسنے لگا' پھر کہا)
جوان: اس سے بڑا کوئی مرض ہی نہیں' علاج یہ ہے کہ زہر کے تازہ جام پیو' سخت مشقتیں برداشت کرو۔ شیخ محمد: پھر اس کے بعد کیا کرنا ہوگا؟
جوان: صبر کے تلخ گھونٹ اس طرح نوش کرتے جاؤ کہ زبان پر حرف شکایت نہ آئے' وہ مشقت جھیلو جس کے بعد کوئی راحت نہ لو۔ شیخ محمد: بعد ازاں کیا کرنا چاہئے؟
جوان: وحشت بلا انس' فرقت بلا اجتماع کا بار اٹھاؤ۔ شیخ محمد: ان سب کے بعد پھر کیا کروں؟
جوان: اس کے بعد اپنے محبوب سے تسلی اور صبر اگر علاج کرنا چاہو تو یہ سب دوائیں استعمال کرو ورنہ آرام کے گوشہ میں جا بیٹھو اور فتنوں کے طوفان سے کنارہ کش ہو کیونکہ یہ شب دیجور کے ٹکڑوں کی طرح ہیں۔ شیخ محمد: قرب خداوندی نصیب ہونے کے لئے کوئی عمل تلقین کرو۔
جوان: جان برادر! میں نے تمام عبادات کو آزمالیا ہے جو شئے مجھے سب سے زیادہ نفع بخش ملی وہ لوگوں سے کنارہ کشی ہے۔ قلب کے دس حصوں میں سے نو کا تعلق لوگوں سے ہے اور صرف ایک حصہ دنیا سے متعلق ہے لہٰذا جو تنہائی پر قادر ہو گیا اس نے قلب کے نو حصوں پر قبضہ کرلیا۔ جوان نے یہ باتیں کیں اور وہاں سے چلا گیا۔ یہ روایت شیخ محمد کی رافع ہے۔

قلب کے ساتھ دس سے ایک ہے صرف
رابطہ نو کا ہے (مخلوق کے ساتھ
جس کو مل جائے نعمت عزلت
قلب کی سلطنت ہے اس کے ہاتھ

(بزم اولیاء)

(135)

مسجد نبوی کا ایک ستون

مسجد نبوی کے حصے ریاض الجنۃ میں مختلف ستون ہیں۔ ان میں سے ہر ستون کا ایک تاریخی پس منظر اور وجہ تسمیہ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والوں کے لئے یہ ستون اپنے اندر ایک خاص جاذبیت اور کشش رکھتے ہیں۔ بعض پر ان کے نام لکھے ہوئے ہیں۔ غور سے دیکھیں تو ان میں ایک نام ''اسطوانہ ابولبابہ'' بھی ہے۔ یہ ستون ابولبابہ سے کیوں منسوب ہے؟ آئیے یہ جاننے کے لئے تاریخ کے اوراق پلٹتے ہیں۔

یہ انصاری صحابی تھے۔ بنو قریظہ کے علاقہ میں ان کے باغات تھے۔ آل اولاد بھی وہیں تھی۔ اسلام سے پہلے یہ بنو قریظہ کے حلیف تھے۔ اسلام لانے کے بعد بھی ان کے سابقہ تعلقات اور لین دین باقی رہا۔ یہودیوں نے غزوۂ خندق یا احزاب میں مسلمانوں کے ساتھ جو بدعہدی اور غداری کی وہ قارئین سیرت سے ڈھکی چھپی نہیں۔ غزوۂ خندق میں مسلمانوں کی فتح کا تصور بھی مشکل تھا۔ دس ہزار کا لشکر جرار جس نے یہودیوں کے ایماء پر مدینہ کا محاصرہ کر لیا تھا۔ مدینہ کی چھوٹی سی بستی جس کے بچوں، بوڑھوں، جوانوں عورتوں اور بچوں کی کل تعداد پانچ ہزار سے زائد نہ تھی، اسے صفحہ ہستی سے مٹانے کے لئے کفر کی ساری طاقتیں اتحادی بن کر جمع ہو گئی تھیں۔ یہ ایک معجزہ اور اللہ کی خاص مدد تھی کہ مسلمان فتح سے ہمکنار ہوئے۔ دوران جنگ مسلمانوں کے ساتھ بدعہدی کرنا، کافروں کا ساتھ دینا، مسلمان عورتوں کے قلعے پر حملہ کا ارادہ کرنا، بنیادی طور پر اس جنگ کی آگ بھڑکانا اور کافروں کو حملے پر اکسانا معمولی جرائم نہ تھے کہ ان پر خاموشی اختیار کر لی جاتی۔

جبریل امین علیہ السلام کی حاضری

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خندق سے واپس آئے تو حضرت جبریل علیہ السلام حاضر خدمت ہوئے۔ عرض کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو ہتھیار رکھ دیئے ہیں مگر فرشتوں نے ابھی ہتھیار نہیں رکھے۔ اٹھئے اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ بنو قریظہ کا رخ کیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اعلان کرایا کہ جو شخص ہمارا مطیع اور فرمانبردار ہے وہ عصر کی نماز بنو قریظہ میں پڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ کے انتظامی امور ابن اُمّ مکتوم کو سونپے اور بنو قریظہ کے دیار میں ''انا'' نامی کنوئیں کے قریب قیام فرمایا۔ یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ شروع ہوا تو ان کے سامنے ہتھیار ڈالنے کے سوا کوئی راستہ باقی نہ بچا۔ انہوں نے سوچا کہ ہتھیار ڈالنے سے پہلے کیوں نہ اپنے حلیفوں سے مشورہ کرلیں۔ ممکن ہے معلوم ہو جائے کہ ہتھیار ڈالنے کا نتیجہ کیا ہوگا۔ انہوں نے مشورہ کے لئے اپنے پرانے حلیف ابولبابہ بن عبدالمنذر کا انتخاب کیا پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بنو قریظہ نے درخواست کی کہ انہیں ان کے پاس بھیج دیں تاکہ ان سے مشورہ کرسکیں۔ جب وہ وہاں پہنچے تو مرد ان کی طرف دوڑ پڑے اور عورتیں اور بچے ان کے سامنے دھاڑیں مار کر رونے لگے۔ ابولبابہ نے ان کی حالت دیکھی تو رقت طاری ہوگئی۔ یہود نے ان سے مشورہ کیا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے پر ہتھیار ڈال دیں؟ انہوں نے کہا: ہاں! مگر ساتھ ہی حلق کی طرف ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیا۔ مراد یہ تھی کہ اب ذبح کر دیئے جاؤ گے۔ وہ غیر ارادی طور پر ذبح کا اشارہ تو کر بیٹھے مگر فوراً ہی احساس ہوا کہ یہ اشارہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خیانت ہے چنانچہ وہ بجائے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آنے کے سیدھے مسجد نبوی پہنچے اور اپنے آپ کو اس ستون کے ساتھ باندھ لیا جس کا ذکر ہم نے اس مضمون کے شروع میں کیا ہے۔ انہوں نے کہا: اب مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی کھولیں گے۔ مطلب یہ ہے کہ جب میری توبہ قبول ہوگی تبھی میں اپنے آپ کو آزاد کروں گا۔ وہ مسلسل چھ دن اور چھ راتیں اسی ستون کے ساتھ بندھے رہے۔ ان کی بیوی نمازوں کے اوقات میں انہیں کھول دیتیں

اور نماز ادا کرنے کے بعد پھر باندھ دیتی تھیں۔

نزولِ آیۂ قرآنی

ابولبابہ بن عبدالمنذر رکے اس واقعہ میں دوسرے بہت سے اسباق کے ساتھ ساتھ یہ سبق بھی موجود ہے کہ ایک شخص سے نادانی میں بلا ارادہ ایک فوجی راز افشا ہو گیا۔ اس غلطی کا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو علم نہیں تھا۔ وہ چاہتے تو کسی کو اپنی غلطی کی ہوا بھی نہ لگنے دیتے مگر یہ قوت ایمانی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا خوف اور یہ احساس تھا کہ میرا سمیع و بصیر اور دانائے قلوب پروردگار مجھے دیکھ رہا ہے۔ اسی احساس کے زیر اثر انہوں نے نہ صرف اپنی غلطی کا اعتراف کیا بلکہ اپنے لئے از خود سزا بھی تجویز کر لی اور اپنے آپ کو ستون کے ساتھ باندھ لیا۔ کسی بھی مہذب معاشرے میں گناہ کے معترف اور نادم شخص کے لئے لوگوں کے دلوں میں ہمدردی اور محبت کے جذبات جوش مارنے لگتے ہیں۔ گناہ پر اصرار، فخر اور اس پر اڑے رہنا بدبختی کی نشانی ہے۔ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا معاملہ اور بھی اہم تھا۔ یہ اپنی قوم کے سرکردہ اور نمایاں افراد میں سے تھے لہٰذا لوگوں کی دلی خواہش تھی کہ ان کی توبہ قبول ہو جائے۔ خود اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی چاہتے تھے چنانچہ چھ راتیں گزرنے کے بعد جب صبح سویرے یہ وحی نازل ہوئی۔ سورۂ توبہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

”کچھ دوسرے لوگ بھی ہیں جنہوں نے اپنے قصوروں کا اعتراف کر لیا ہے۔ ان کا عمل ملا جلا ہے کچھ نیک ہے اور کچھ برا۔ بعید نہیں کہ اللہ تعالیٰ ان پر پھر رحمت کی نظر فرمائے کیونکہ وہ بڑا بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔“

(التوبہ 9:102)

اس روز اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر تشریف فرما تھے۔

آقا علیہ السلام کی شفقت ورحمت

اس شفیق، رحیم ورؤف اور مہربان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اس ساتھی کی توبہ قبول ہونے پر اتنی خوشی ہوئی کہ فرط مسرت سے بے اختیار ہنس پڑے۔ صحابہ کرام ہوں یا صحابیات یا امہات المومنین ان کی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ عالم تھا کہ وہ اللہ کے رسول کی ایک ایک بات نوٹ کرتے تھے۔ ہماری اماں جان سیّدہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنستے دیکھا تو عرض کرنے لگیں مِمَّ تَضْحَكُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ أَضْحَكَ اللّٰهُ سِنَّكَ ۔ اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کس بات پر ہنس رہے ہیں؟ اللہ تعالیٰ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ اسی طرح ہنساتا رہے۔ ارشاد فرمایا کہ ابولبابہ کی توبہ قبول ہوگئی۔ اس وقت تک پردہ کے احکامات نازل نہیں ہوئے تھے۔ اُمّ سلمہ نے عرض کیا اللہ کے رسول! اگر اجازت ہو تو میں ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو خوشخبری سنا دوں۔ ارشاد ہوا ہاں اگر چاہو تو (سنا دو) وہ اپنے حجرے کے دروازے پر کھڑی ہوگئیں اور فرمانے لگیں: اے ابولبابہ! أَبْشِرْ فَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكَ تمہیں مبارک ہو اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ ادھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہ خبر ملی تو وہ ابولبابہ کو کھولنے کے لئے دوڑے چلے آئے۔ اب ذرا دنیائے محبت کی یہ ادا بھی ملاحظہ فرمائیں۔ انہوں نے فوراً صحابہ کو روک دیا۔ کہنے لگے کہ 'لا' وَاللّٰهِ! حَتّٰى يَكُوْنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ الَّذِيْ يُطْلِقُنِيْ بِيَدِهِ ۔

"اللہ کی قسم! اب تو مجھے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی اپنے دست مبارک سے آزاد فرمائیں گے" چنانچہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز کے لئے نکلے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود اپنے دست مبارک سے کھولا اور آزاد فرما دیا۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام 3/244-248)

(136)

جن کو دیکھنے سے خدا یاد آجائے

حضرت سیّدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں ملک شام روانہ ہوا۔ راستے میں میری ملاقات ایک عجیب وغریب شخص سے ہوئی' اس کے جسم پر ایک پھٹا پرانا کرتہ تھا جس میں جگہ جگہ گرہیں لگی ہوئی تھیں' وہ بڑا حیران و پریشان ایک جگہ بیٹھا ہوا تھا گویا کہ وہ کسی خوفناک چیز سے وحشت زدہ ہے۔ میں اس کے قریب گیا اور کہا: ''اے بھائی! اللہ تعالیٰ! آپ پر رحم فرمائے' آپ کہاں سے آئے ہیں؟'' کہنے لگا ''اسی کے پاس سے آیا ہوں۔'' میں نے پوچھا: ''کہاں کا ارادہ ہے؟'' کہنے لگا ''اسی کی طرف۔'' میں نے کہا: ''اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے' نجات کس چیز میں ہے؟'' کہنے لگا ''تقویٰ و پرہیزگاری اور اس ذات کے بارے میں غور وفکر کرنے میں جس کے تم طالب ہو۔''

میں نے کہا: ''مجھے کچھ نصیحت فرمایئے۔'' وہ شخص کہنے لگا ''میں تمہیں اس قابل نہیں سمجھتا کہ تم نصیحت قبول کرو گے۔'' میں نے کہا: ''انشاء اللہ تعالیٰ! میں نصیحت قبول کروں گا۔'' یہ سن کر اس نے کہا: ''لوگوں سے ہمیشہ دور بھاگنا' کبھی ان کی قربت اختیار نہ کرنا دنیا سے ہمیشہ بے رغبت رہنا ورنہ یہ تجھے ہلاکتوں کے منہ میں ڈال دے گی۔ جس نے دنیا کی حقیقت کو جان لیا وہ کبھی بھی اس کی طرف سے مطمئن نہیں ہوگا' جس نے اس کی تکالیف کو دیکھ لیا اس نے ان تکالیف کی دوائیں بھی تیار کرلیں اور جس نے آخرت کو جان لیا وہ اس کے حصول میں مگن ہوگیا جو شخص بھی آخرت کی نعمتوں میں غور وفکر کرتا ہے وہ ضرور ان کو طلب کرتا ہے اور مشکل ترین نیک اعمال اس کے لئے آسان ہوجاتے

ہیں۔ جب ان اخروی نعمتوں کی طرف ہر سمجھدار کا دل مائل ہوتا ہے تو جس پروردگار نے یہ نعمتیں بنائیں اور انہیں پاکیزہ و سرور کن بنایا وہ ذات اس بات کی زیادہ مستحق ہے کہ اس کی طرف رغبت کی جائے اور اسی کی رضا کے لئے اعمال صالحہ کئے جائیں لہٰذا عقل مند لوگ مخلوق کی بجائے خالق کی طرف دل لگائے ہوئے ہیں' اسی کی محبت کے اسیر ہیں۔ وہ پروردگار انہیں اپنی محبت کے جام پلاتا ہے اور یہ لوگ اپنی زندگی میں ہر وقت اس کی محبت کے پیاسے ہیں' انہیں سیرابی ہوتی ہی نہیں' وہ ہر وقت اپنے خالق حقیقی کے عشق میں سرمست رہتے ہیں۔"

مشعلِ راہ لوگ

پھر وہ مجھ سے مخاطب ہو کر پوچھنے لگا "کیا تم ان باتوں کو سمجھ چکے ہو جو میں نے بیان کیں؟" میں نے کہا: "اللہ آپ پر رحم فرمائے' جو کچھ آپ نے بیان کیا میں وہ تمام باتیں سمجھ چکا ہوں۔" کہنے لگا "اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے تمہیں یہ باتیں سمجھا دیں۔ یہ کہتے وقت اس کے چہرے پر ایک خوشی کی لہر دوڑ گئی" پھر مجھ سے کہا: "تمہارے لئے وہ لوگ مشعل راہ ہیں جو اس کی محبت کے پیاسے ہیں اور وہ جام عشق سے سیر نہیں ہوتے' ان کے دلوں میں حکمت کے چشمے موجزن ہیں' یہ لوگ بہت عقل مند و تیز فہم ہیں' ان کی خواہشات انہیں گمراہ نہیں کر سکتیں اور نہ ہی کوئی انہیں اللہ تعالیٰ کی محبت سے غافل کر سکتا ہے اپنی مضبوطی اور دلیری میں یہ شیر کی طرح ہیں' توکل میں غنی ہیں' مصیبتوں میں ثابت قدم رہنے والے ہیں' مخلوق میں سب سے زیادہ نرم دل اور انیس ہیں' شرم و حیاء کے معاملے میں بہت شدید ہیں اور اپنے مقاصد میں بہت تعریف۔ نہ غرور و تکبر کرتے ہیں' نہ ہی جھوٹی عاجزی کرتے ہیں۔ پس یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مخلص بندے اور مخلوق کے لئے چمکتے ہوئے چراغ ہیں۔

پھر مجھ سے کہا: "اللہ تعالیٰ ہمیں ان چند کلمات کا اچھا صلہ عطا فرمائے۔" پھر اس نے سلام کیا اور جانے لگا تو میں نے کہا: "میں آپ کی صحبت میں رہنا چاہتا ہوں۔" مگر اس نے انکار کر دیا اور کہا: "میں تجھے یاد رکھوں گا تو مجھے یاد رکھنا۔" یہ کہہ کر وہ چلا گیا اور

میں وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔

حضرت سیّدنا بشر بن حارث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیّدنا عیسیٰ بن یونس رحمۃ اللہ علیہ سے میری ملاقات ہوئی اور میں نے انہیں یہ واقعہ سنایا تو وہ فرمانے لگے: ''اس نے تجھ سے محبت کا اظہار کیا' وہ بہت نیک شخص ہے اور اس کا شمار بڑے بڑے اولیاء کرام رحمہم اللہ میں ہوتا ہے' اس نے ایک پہاڑ پر رہائش رکھی ہوئی ہے' صرف نماز جمعہ کے لئے شہر میں آتا ہے اور اس دن سوکھی لکڑیاں بیچتا ہے' ان سے جو رقم ملتی ہے وہ اسے پورا ہفتہ کفایت کرتی ہے۔ مجھے تو تعجب ہے کہ اس نے تجھ سے بات چیت کی اور تو نے اس سے سنی ہوئی نصیحتوں کو یاد کر لیا۔'' (عیون الحکایات)

مرا پیرِ طریقت نصیحتے یاد است

کہ غیرِ خدا ہر چہ ہست برباد است

(137)

فرشتوں کی دنیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے انصاری صحابہ میں سے ایک صحابی نے مجھ سے بیان کیا کہ ایک رات کچھ صحابہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی تیز روشنی پھیل گئی۔ یہ دیکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا:

مَاذَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ إِذَا رُمِيَ بِمِثْلِ هٰذَا۔

''تم زمانہ جاہلیت میں اس طرح ستارہ ٹوٹنے کو کیا کہتے تھے؟''

صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا حقیقت حال کو اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں ہم تو یہ کہا کرتے تھے کہ آج کی رات کوئی بڑا آدمی پیدا کیا گیا ہے (یا کبھی یہ کہتے کہ) آج کی رات کوئی بڑا آدمی مر گیا ہے (ہم اس طرح ستارہ ٹوٹنے کو کسی بڑے اور اہم واقعہ کی علامت سمجھا کرتے تھے) رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ستارہ نہ تو کسی کی موت سے ٹوٹتا ہے اور نہ کسی کے پیدا ہونے سے بلکہ حقیقت حال یہ ہے کہ ہمارا رب جس کا نام بابرکت ہے جب کوئی حکم جاری فرماتا ہے تو عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتے تسبیح (سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد) کرنے لگتے ہیں، پھر ان کی تسبیح کی آواز سن کر آسمان کے فرشتے تسبیح کرنے لگتے ہیں جو عرش اٹھانے والے فرشتوں کے قریب ہیں یہاں تک کہ ان کی تسبیح کی آواز ایک دوسرے آسمان سے ہوتی ہوئی آسمان دنیا پر رہنے والے فرشتوں تک پہنچ جاتی ہے پھر وہ فرشتے جو عرش الٰہی کو اٹھانے والے فرشتوں کے قریب رہتے ہیں عرش کو اٹھانے والے فرشتوں سے پوچھتے ہیں تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا

ہے؟ وہ فرشتے ان کو وہ بات بتاتے ہیں جو پروردگار نے فرمائی ہے' پھر اس بات کو ان سے دوسرے فرشتے دریافت کرتے اور ان سے اور فرشتے' یہاں تک کہ یہ سلسلہ آسمان دنیا پر رہنے والوں تک پہنچ جاتا ہے پھر اس سنی ہوئی بات کو جنات اچک لیتے ہیں یعنی وہ کان لگائے ایسی باتوں کے منتظر رہتے ہیں اور جب وہ چوری چھپے کوئی بات سن لیتے ہیں تو اس کو وہاں سے لے اڑتے ہیں اور اپنے دوستوں' یعنی کاہنوں تک پہنچا دیتے ہیں' چنانچہ ان جنات کو مارنے کے لئے ستارے پھینکے جاتے ہیں (لہٰذا ان ستاروں کے پھینکے جانے کا سبب یہ ہے نہ کہ وہ جس کا تم اعتقاد رکھتے ہو' یعنی کسی کی موت یا پیدائش وغیرہ) اس طرح کاہن اگر اس بات کو جو آسمان سے سنی گئی ہے اور جنات کے ذریعہ اس تک پہنچی ہے جوں کی توں (اس میں کوئی تصرف اور کمی بیشی کے بغیر) بیان کریں تو وہ یقیناً صحیح ثابت ہوگی (لیکن وہ کاہن ایسا نہیں کرتے بلکہ) اس میں جھوٹی باتیں شامل کر دیتے ہیں اور ایک بات کی بہت سی باتیں بنا لیتے ہیں۔

(مسلم' الاسلام' باب تحریم الکھانۃ واتیان الکھان' 5819' الترمذی' 3224)

فرشتوں کا مصافحہ:

اس سے پہلے یہ واقعہ بالفاظ وانداز دیگر کسی مجموعہ میں ذکر ہو چکا ہے پھر تازہ کر لیں۔

حضرت ابو ربعی حنظلہ بن ربیع اسیدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے (یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاتبوں میں سے ایک کاتب تھے' یہ بیان فرماتے ہیں:) مجھے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہے؟ تو میں نے کہا: میں تو منافق ہو گیا۔ اس پر ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا سبحان اللہ! یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے کہا: (جب) ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمارے سامنے دوزخ اور جنت کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں: گویا کہ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں لیکن جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس سے نکل آتے ہیں تو بیوی بچوں اور دنیا کے کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی قسم! ان جیسی

باتوں سے تو ہم بھی دوچار ہوتے ہیں (اگر یہ نفاق ہے تو ہم بھی اس میں مبتلا ہیں اور اس اعتبار سے تو یہ نہایت تشویش ناک معاملہ ہے) چنانچہ میں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ (دونوں) چلے حتیٰ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے۔ پس میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! حنظلہ تو منافق ہو گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ کیسے؟'' میں نے کہا: یارسول اللہ! (جب) ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں' آپ ہمارے سامنے جنت اور دوزخ کا تذکرہ فرماتے ہیں: تو (ایسے معلوم ہوتا ہے کہ) گویا ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں' پھر جب ہم آپ کی مجلس سے نکل آتے ہیں تو بیوی بچوں اور کاروبار میں مشغول ہو جاتے ہیں اور بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ تَدُوْمُوْنَ عَلٰی مَا تَکُوْنُوْنَ عَلَیْہِ عِنْدِیْ وَفِی الذِّکْرِ لَصَافَحَتْکُمُ الْمَلَائِکَۃُ عَلٰی فُرُشِکُمْ وَفِیْ طُرُقِکُمْ ۔

''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! اگر تم ہمیشہ اس حالت وکیفیت میں رہو جس میں تم میرے پاس ہوتے ہو اور (ہر وقت) اللہ کی یاد میں رہو' تو فرشتے تمہارے بستروں اور تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کریں۔''

لیکن اے حنظلہ! وقت وقت کی بات ہے۔ تین مرتبہ آپ نے یہ ارشاد فرمایا: (ہر لمحے انسان کی ایک ہی کیفیت نہیں رہتی' بلکہ حالات کے اعتبار سے کیفیت بدلتی رہتی ہے)۔ (مسلم شریف التوبہ باب فضل دوام الذکر 275)

ملائکہ کی آمد

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کو ڈر ہو کہ رات کے آخری حصہ میں نہ اٹھ سکے گا تو وہ وتر رات کے اول حصے میں (نماز عشاء کے بعد) پڑھ لے اور جس کو امید ہو کہ وہ رات کے آخری حصے میں اٹھے گا تو وہ وتر رات کے آخری حصے میں پڑھے اس لیے کہ آخری رات کی نماز ایسی ہے

کہ اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں۔" (ایضا:755)

☆......سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جب جمعہ کا دن ہوتا ہے تو فرشتے مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر آنے والے کا نام بالترتیب لکھتے جاتے ہیں، پھر جب امام آ جاتا ہے تو وہ اپنے رجسٹر بند کر کے خطبہ سننے لگ جاتے ہیں۔" (بخاری شریف:929)

☆......ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں وہ باتیں دیکھتا ہوں جن کو تم نہیں دیکھتے اور سنتا ہوں جن کو تم نہیں سنتے آسمان چرچر کر رہا ہے اور کیونکر چرچر نہ کرے گا کہ اس میں چار انگلیوں کی جگہ بھی باقی نہیں ہے جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو سجدہ نہ کر رہا ہو۔ قسم خدا کی اگر تم وہ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم تھوڑا ہنستے اور زیادہ روتے اور تم کو بچھونوں پر اپنی عورتوں کے ساتھ مزہ نہ آتا اور تم جنگلوں کو نکل جاتے اللہ تعالیٰ سے فریاد کرتے ہوئے۔ (ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں) قسم خدا کی مجھے تو آرزو ہے کاش! میں ایک درخت ہوتا جس کو لوگ کاٹ ڈالتے۔"

(سنن ابن ماجہ الزہد باب الحزن البکاء 4190 حسن عند البانی)

نمازیوں کے لئے فرشتوں کی دعائیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں آپ نے فرمایا:

نماز باجماعت گھر اور بازار کی نماز سے پچیس درجے زیادہ فضیلت رکھتی ہے اس لئے کہ جب کوئی شخص اچھی طرح وضو کرے اور مسجد میں نماز ہی کے ارادہ سے آئے تو مسجد میں پہنچنے تک جو قدم بھی اٹھاتا ہے اس پر اللہ ایک درجہ بلند کرتا ہے اور اس کا ایک گناہ مٹا دیتا ہے اور جب وہ مسجد میں پہنچ جاتا ہے تو جب تک نماز کے لئے وہاں رہے تو اسے نماز کا ثواب ملتا رہتا ہے اور جب تک وہ اپنے اس مقام میں رہے جہاں نماز پڑھتا

ہے فرشتے اس کے لیے یوں دعا کرتے ہیں: اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَهٗ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْهُ۔
"اے اللہ! اسے معاف کر دے۔ اے اللہ! اس پر رحم فرما۔"
یہ اس وقت تک جاری رہتی ہے جب تک وہ بے وضو نہ ہو۔

(بخاری الصلاۃ باب الصلاۃ فی مسجد السوق: 477)

سیدنا رفاعہ بن رافع زرقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے تو جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سر رکوع سے اٹھایا تو فرمایا: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک شخص نے کہا:
رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُّبَارَكًا فِيْهِ۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب فارغ ہوئے تو فرمایا: "بولنے والا کون تھا؟" اس شخص نے کہا میں تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
رَأَيْتُ بِضْعَةً وَّثَلَاثِيْنَ مَلَكًا يَّبْتَدِرُوْنَهَا اَيُّهُمْ يَكْتُبُهَا اَوَّلُ۔
"میں نے تیس سے زیادہ فرشتوں کو اترتے دیکھا کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے سے پہل کر رہا تھا کہ ان مبارک کلمات کو دوسرے سے پہلے وہ لکھ لے۔" (بخاری الاذان باب فضل اللهم ربنا ولک الحمد: 799)

مجالس ذکر اور فرشتے:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اِنَّ لِلّٰهِ مَلَائِكَةً يَّطُوْفُوْنَ فِي الطُّرُقِ يَلْتَمِسُوْنَ اَهْلَ الذِّكْرِ۔

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے راستوں میں (اللہ کا) ذکر کرنے والوں کو ڈھونڈتے رہتے ہیں اور جب ان کو اللہ کا ذکر کرنے والے مل جاتے ہیں تو وہ (اپنے ساتھی فرشتوں کو) پکارتے ہیں کہ ادھر آؤ تمہارا مقصود حاصل ہو گیا (اللہ کا ذکر کرنے والے مل گئے) پھر فرمایا: فَيَحُفُّوْنَهُمْ بِاَجْنِحَتِهِمْ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا
یہ فرشتے ان لوگوں کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں اور آسمان دنیا تک (تہہ بہ

تہہ پہنچ جاتے ہیں) پھر فرمایا (ذکر کی مجلس برخاست ہونے کے بعد جب یہ فرشتے اللہ کے پاس پہنچتے ہیں تو) اللہ تعالیٰ ان سے دریافت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے زیادہ واقف ہوتا ہے: مَا یَقُوْلُ عِبَادِیْ۔

کہ میرے بندے کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ کہتے ہیں: (اے اللہ!) تیری تسبیح و تکبیر اور حمد و ثنا کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ (اے فرشتو!) کیا انہوں نے مجھے دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں نہیں واللہ! انہوں نے تجھے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھتے تو ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ تجھے دیکھ لیتے تو اس سے کہیں زیادہ تیری حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس بیان کرتے۔ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اے فرشتو!) وہ مجھ سے کس چیز کا سوال کر رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں: وہ تجھ سے جنت مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے جنت کو دیکھا ہے؟ جو اس کی طلب کرتے ہیں؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر دیکھتے تو کیا ہوتا! فرشتے کہتے ہیں: اگر وہ جنت دیکھ لیتے تو بہت شدت سے اس کی خواہش کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے کہ وہ کس چیز سے پناہ مانگ رہے تھے؟ فرشتے کہتے ہیں: وہ دوزخ سے پناہ مانگ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے؟ فرشتے کہتے ہیں: نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اس کو دیکھتے تب ان کی کیا کیفیت ہوتی؟ فرشتے کہتے ہیں: اگر اس کو دیکھتے تو اس سے زیادہ بچتے اور بہت ہی خوف کرتے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَاِنِّیْ اُشْهِدُکُمْ اَنِّیْ قَدْ غَفَرْتُ لَهُمْ۔

''(اے فرشتو!) میں تمہیں گواہ بناتا ہوں کہ ان لوگوں کو میں نے معاف کر دیا ہے۔''

پھر ان فرشتوں میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ان کے ذکر کرنے والے لوگوں میں سے ایک آدمی ذکر کرنے والوں میں سے نہیں تھا' بلکہ کسی ضرورت سے وہاں چلا گیا تھا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُمُ الْجُلَسَآءُ لَا یَشْقٰی بِهِمْ جَلِیْسُهُمْ۔

''وہ ایسے لوگ ہیں کہ جن کا ہم نشین بھی محروم نہیں رہتا۔''

(بخاری' الدعوات' باب فضل ذکر اللہ تعالیٰ: 6408)

اللہ ورسول کی بارگاہ میں توبہ

اُمّ المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ نے ایک تکیہ خریدا جس پر تصویریں تھیں پھر جب اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو باہر دروازے پر کھڑے ہو گئے گھر میں داخل نہ ہوئے (تو عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں) جب میں نے (آپ کے چہرہ مبارک میں) ناراضی کے آثار دیکھے تو میں نے کہا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ أَتُوْبُ إِلَى اللهِ وَإِلَى رَسُوْلِهٖ .

''یارسول اللہ! میں اللہ اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتی ہوں۔''

میں نے کیا گناہ کیا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یہ تکیہ کیسا ہے؟'' میں نے عرض کی کہ میں نے یہ آپ کے لئے خریدا ہے تاکہ آپ اس پر بیٹھیں اور اس پر ٹیک لگائیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ أَصْحَابَ هٰذِهِ الصُّوَرِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يُعَذَّبُوْنَ .

''ان تصویروں کے بنانے والوں کو قیامت کے روز عذاب دیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تصویریں تم نے بنائی ہیں ان کو زندہ کرو۔''

(لیکن ایسا نہ کر سکنے پر عذاب ہوگا) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ الْبَيْتَ الَّذِيْ فِيْهِ الصُّوَرُ لَا تَدْخُلُهُ الْمَلَائِكَةُ .

''جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں وہاں فرشتے نہیں جاتے۔''

(بخاری' اللباس' باب من لم یدخل بیتا فیہ صورۃ: 5961)

(138)

مسکراتا چہرہ میرے حضور ﷺ کا

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسلمان ہوئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ارقم رضی اللہ عنہ صحابی کے مکان پر تشریف فرما تھے کہ یہ دونوں حضرات علیحدہ علیحدہ حاضر خدمت ہوئے اور مکان کے دروازہ پر دونوں اتفاقیہ جمع ہو گئے۔ ہر ایک نے دوسرے کی غرض معلوم کی تو ایک ہی غرض یعنی اسلام لانا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے مستفید ہونا معلوم ہوا۔

اسلام لائے اور اسلام لانے کے بعد جو مسئلہ اس زمانہ میں اس بظاہر قلیل اور کمزور جماعت کو پیش آنا تھا وہ پیش آیا' ہر طرح سے ستائے گئے' تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ آخر تنگ آ کر ہجرت کا ارادہ فرمایا تو کافروں کو یہ چیز بھی گوارا نہ تھی کہ لوگ کسی دوسری جگہ جا کر آرام سے رہیں۔ اس لئے جس کے بارے میں معلوم ہوتا کہ یہ ہجرت کرنا چاہتا ہے اس کو پکڑتے چنانچہ ان لوگوں کا پیچھا کیا گیا اور ایک جماعت ان کو پکڑنے گئی۔ انہوں نے اپنا ترکش نکالا جس میں تیر تھے اور ان لوگوں سے کہا دیکھو تمہیں معلوم ہے کہ میں تم سب سے زیادہ تیرانداز ہوں جب تک ایک بھی تیر میرے پاس ہے تم لوگ مجھ تک نہیں آ سکتے اور جب تیر ختم ہو جائیں گے تو میں اپنی تلوار سے مقابلہ کروں گا۔ جب تلوار بھی میرے ہاتھ نہیں رہے گی پھر جو تم سے ہو سکے تم کرنا۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اپنی جان کے بدلہ میں اپنے مال کا پتہ بتلا سکتا ہوں جو مکہ میں ہے اور دو باندیاں بھی ہیں وہ سب تم لے لو!

اس پر وہ لوگ راضی ہو گئے۔

انہوں نے اپنا مال دے کر جان چھڑائی۔ اسی بارے میں یہ آیت نازل ہوئی

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِىْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌ

بِالْعِبَادِ ۰
جب یہ مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت قبا میں تشریف فرما تھے۔
صورت دیکھ کر ارشاد فرمایا: نفع کی تجارت کی۔
حضرت صہیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت کھجوریں نوش فرما رہے تھے اور میری آنکھ دکھ رہی تھی' میں بھی ساتھ کھانے لگا۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آنکھ دکھ رہی ہے اور کھجوریں کھاتے ہو؟ میں نے عرض کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس آنکھ کی طرف سے کھاتا ہوں جو تندرست ہے۔
حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔
(اسد الغابۃ' ج3' صفحہ 31' کذا فی فضائل الاعمال' صفحہ 21)

تیری مراد یہ ہے جاں فدا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بے شمار صفات تھیں۔ ان میں سے ایک صفت عفو و درگزر کی تھی۔
ایک مرتبہ آپ کھڑے ہوئے تھے' اتنے میں ایک شخص آیا اور آتے ہی اپنی چادر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈالی اور خوب زور سے کھینچا یہاں تک کہ آپ کی گردن مبارک پر نشان پڑ گئے۔
آپ نے فرمایا: اے بندۂ خدا کیا بات ہے؟ اس نے کہا: اَعْطِنِیْ مِنْ مَّالِ اللّٰہِ الَّذِیْ اٰتَاكَ مجھے بھی اس مال سے دیجئے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو دیا ہے تو آپ نے فرمایا ہاں تو میں دوں گا لیکن جو تو نے ستایا ہے اس کا بدلہ بھی لوں گا۔
وہ شخص کہنے لگا نہیں نہیں بدلہ نہیں دوں گا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیوں؟ وہ کہنے لگا اِنَّكَ لَا تُكَافِئُ السَّیِّئَةَ بِالسَّیِّئَةِ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیا کرتے فَضَحِكَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا اس کو ایک اونٹ پر جو لاد دو اور ایک اونٹ پر کھجوریں لاد دو۔ (ماہنامہ الخیر شمارہ نمبر3' اگست 1996' صفحہ 29)

جا اپنے باپ کو مار دے

حضرت حصین رضی اللہ عنہ بن وحوح کہتے ہیں: جب حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بن براء حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تو وہ اپنے جسم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم سے چمٹاتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کو بوسہ دیتے تھے۔

اس حالت میں انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جو آپ کو پسند ہو مجھے حکم دیں میں کبھی بھی آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر ہنس پڑے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ ابھی نوجوان تھے' ان کی یہ بات سن کر فرمایا: جا اپنے باپ کو قتل کر کے آ۔ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ یہ سنتے ہی بھاگے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان پر عمل ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو واپس بلوایا اور فرمایا میں رشتوں کو توڑنے کے لئے نہیں آیا (بلکہ میں رشتوں کو ملانے کے لئے آیا ہوں یہ تو صرف تیرا امتحان تھا)

پھر ایک موقع پر حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ بیمار ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سردی میں وغیم چادر میں عیادت کے لئے تشریف لائے اور فرمایا: معلوم ہوتا ہے کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی موت قریب ہے تم مجھے ضرور خبر کر دینا تاکہ میں ان پر جنازہ پڑھوں اور دفن میں جلدی کرنا۔

لیکن حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میں فوت ہو جاؤں (کیونکہ ان کی وفات رات کے وقت ہوئی) تو مجھے دفن کر دینا اور مجھے میرے رب سے ملا دینا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع نہ کرنا کیونکہ راستہ میں یہودی رہتے ہیں ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو میری وجہ سے تکلیف پہنچے۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو صبح خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ان کی قبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اے اللہ تو طلحہ رضی اللہ عنہ سے اس حالت میں ملاقات کر کہ تو اس کی طرف دیکھ کر مسکرا رہا ہو اور وہ تیری طرف دیکھ کر مسکرا رہا ہو۔

(اسد الغابہ ج 2)

تم نے یہ کیوں نہ کہا......

حضرت رشید رضی اللہ عنہ ایک صحابی ہیں۔ ان کو فارسی بھی کہا جاتا تھا۔ ابو عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: وہ جنگ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور یہ بنی معاویہ الفارسی کے غلام تھے۔ یہ جنگ میں بنی کنانہ کے ایک مشرک سے ملے۔ اس نے لوہے سے اپنے آپ کو چھپا رکھا تھا۔ اس نے میں عوف کا بیٹا ہوں کہہ کر پکارا۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جو بنی حاطب کے غلام تھے انہوں نے اس کا مقابلہ کیا۔ اس مشرک نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ پر حملہ کیا اور ان کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ یہ دیکھ کر حضرت رشید رضی اللہ عنہ اس پر متوجہ ہوئے اور اس کے کندھے پر وار کیا جس سے اس کی زرع کٹ گئی یہاں تک کہ اس کے دو ٹکڑے کر دیئے پھر فرمایا (میں نے بدلہ لیا) اور میں فارسی کا غلام ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماجرہ کو دیکھا اور اس بات کو سنا پھر فرمایا تو نے یوں کیوں نہ کہا: میں انصار کا غلام ہوں۔ اتنے میں ابن عویف مشرک کا دوسرا بھائی کتے کی طرح بھاگتا ہوا آیا۔ اس پر بھی حضرت رشید رضی اللہ عنہ نے حملہ کیا وہ سر پر لوہے کی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ اس کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے پھر فرمایا لے (میں نے بدلہ لے لیا) اور میں انصار کا غلام ہوں۔

اس کی یہ بات سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور فرمایا: اے ابا عبداللہ تو نے بہت اچھا کیا اور اچھا کہا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ابا عبداللہ کہا حالانکہ ان کا کوئی بیٹا نہ تھا۔ (اسد الغابہ' ج 2' صفحہ 176)

(139)

جوہر خطابت اور فیشن

بہادر یار جنگ برصغیر کے مشہور خطباء میں سے ایک ہیں۔ تحریک پاکستان کی تاریخ میں ان کی تقریریں یادگار رہیں گی۔ انہوں نے ایک تقریر میں قیام پاکستان کے لئے قربانی دینے کا مطالبہ کیا۔ جونہی مجمع سے آوازیں آئیں کہ ''ہم بھی آپ کے ساتھ قربانی دینے میں دوش بدوش ہوں گے'' بہادر یار جنگ نے کہا:

''اس قدر جلد فیصلہ نہ کیجئے' میں نے اپنے حسن عزم کا آج اظہار کیا ہے وہ میرے بارہ سالہ شبانہ روز فکر و تعمق کا نتیجہ ہے' میں نے اس کی تیاری اور اس پر عمل بھی شروع کر دیا' جاؤ' اپنی بیویوں کے تابناک چہروں کو' اپنے بچوں کی مسکراہٹ کو آنکھوں کے سامنے رکھ کر فیصلہ کرو' اپنی تجارت اور ذرائع معیشت کی ساری تباہیوں کا تصور کر کے ایک مرتبہ تصفیہ کرو' مسلمانو! جو تصفیے جوش کے عالم میں دوسروں کی تقلید میں کر دیئے جاتے ہیں بسا اوقات آسانی اور اس لئے فانی ہوتے ہیں' آج ہمیں ان کی ضرورت نہیں ہے' جو شجر ملت میں پھول بن کر چمکنا چاہتے ہوں اور پھل بن کر کام و دہن کو شیریں کرنا چاہتے ہوں' ہمیں ان کی ضرورت ہے جو کھاد بن کر زمین میں جذب ہوتے ہیں اور جڑوں کو مضبوط کرتے ہیں' جو مٹی اور پانی میں مل کر رنگین پھول پیدا کرتے ہیں' ہم کو ان کی ضرورت نہیں جو کاخ و ایوان کے نقش و نگار بن کر نگاہ نظارہ باز خیرہ کرنا چاہتے ہوں' ہم ان بنیاد کے پتھروں کو چاہتے ہیں جو ہمیشہ کے لئے زمین میں دفن ہو کر اور مٹی کے نیچے دب کر اپنے اوپر عمارت کی مضبوطی کی ضمانت قبول کرتے ہیں۔'' (آواز دوست از مختار مسعود ص 92)

میں والدہ نہیں والد ہوں

آج کل معاشرہ میں یہ چیزیں زیادہ مقبول ہو رہی ہیں کہ لڑکوں کو لڑکیوں کا لباس

اور لڑکیوں کو لڑکوں کا لباس پہناتے ہیں اور نوجوان مرد و عورت اس سیلاب کے بہاؤ میں بہہ رہے ہیں' یہ طرز بھی یورپ اور امریکہ کے تابکاروں سے شروع ہوا ہے' ان کے نزدیک یہ فیشن اور فخر کی چیز ہے۔ ایک جگہ کا واقعہ ہے کہ کسی جگہ عورت تھی' مرد اور عورت ایک ہی جگہ موجود تھے۔ ایک نوعمر کو دیکھا گیا کہ رواج کے مطابق میز پر کھانا لگا رہا ہے' کسی کی زبان سے یہ نکل گیا کہ ''لڑکا بڑا ہونہار ہے' سلیقہ مندی سے کام کر رہا ہے'' اس پر پیچھے سے آواز آئی کہ ''میاں کیا فرما رہے ہیں' یہ لڑکا نہیں' میری لڑکی ہے'' ان صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور ایک نظر ڈال کر کہا: ''معاف کیجئے' مجھے معلوم نہ تھا کہ آپ اس کی والدہ ہیں۔'' اس نے فوراً جواب دیا کہ ''میاں! آپ صحیح دیکھا کیجئے' میں والدہ نہیں اس کا والد ہوں۔'' (ترقی' ص 52' عاشق الٰہی بلند شہری)

(140)

امام ابوداؤد صاحب السنن

آپ کا نام ونسب سلیمان بن اشعث بن شداد بن عمرو ہے۔ 202ھ میں آپ کی ولادت مقام بصرہ میں ہوئی اور 14 شوال 275ھ کو بصرہ ہی میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ کا وطن بصرہ تھا مگر بار بار آپ نے بغداد میں اقامت فرمائی اور مدتوں بغداد میں رہے۔

آپ نے علم حدیث کی طلب میں حجاز' عراق' شام' خراسان' جزیرہ وغیرہ کا سفر فرمایا اور ہزاروں محدثین سے حدیث کی سماعت فرمائی اور عمر بھر حدیث کی درس وتدریس میں مشغول رہے اسی لئے آپ کے استادوں اور شاگردوں کی تعداد اس قدر زیادہ ہے کہ شمار انتہائی دشوار ہے۔

آپ نے اپنی کتاب سنن ابوداؤد بغداد میں تصنیف فرما کر امام احمد بن حنبل کی خدمت میں پیش فرمائی تو امام ممدوح نے اس کو ایک بہترین کتاب قرار دیا اور بہت ہی تحسین فرمائی اور ابن اعرابی نے تو سنن ابوداؤد کو دیکھ کر یہاں تک کہہ دیا کہ اگر کسی کے پاس قرآن مجید کے سوا دوسری کوئی کتاب نہ ہو اور اس کو سنن ابوداؤد مل جائے تو بس یہی دونوں کتابیں اس کے لئے کافی ہیں اور اس کو مزید کسی دوسری کتاب کی حاجت نہیں پڑے گی۔ پانچ لاکھ حدیثوں میں سے منتخب کر کے چار ہزار آٹھ سو احادیث آپ نے اپنی سنن ابوداؤد میں جمع فرمائی ہیں۔

فن حدیث میں شان کمالی کے ساتھ آپ کے خصائص میں سے یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ اپنے دور کے بعض تنگ نظر محدثین کی طرح ائمہ فقہ کے مخالف نہیں تھے

بلکہ فقہاء کی مساعی جمیلہ کو بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے اور فقہ کے اماموں کا بڑے ادب واحترام کے ساتھ تذکرہ فرماتے چنانچہ ابن عبدالبر قرطبی ناقل ہیں کہ ابوداؤد اکثر یوں فرمایا کرتے تھے: اللہ تعالیٰ امام ابوحنیفہ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ وہ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ امام مالک پر اپنی رحمت نازل فرمائے' وہ امام تھے۔ اللہ تعالیٰ امام شافعی پر رحمت نازل فرمائے' وہ امام تھے۔ صحاح ستہ کے مصنفین میں آپ کی یہ بھی ایک خاص خصوصیت ہے کہ آپ پر فقہی ذوق کا غلبہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ سنن ابوداؤد میں فقہی حدیثوں کا جتنا بڑا ذخیرہ موجود ہے وہ صحاح ستہ میں سے کسی کتاب میں نہیں ملے گا۔

معاصرین کے تاثرات

ابراہیم حربی جو آپ کے زمانے میں قابل اعتماد محدث شمار کیے جاتے تھے' انہوں نے جب سنن ابوداؤد کا مطالعہ کیا تو فرمایا: ابوداؤد کے لئے علم حدیث کو اللہ تعالیٰ نے ایسا نرم کر دیا ہے جیسا حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے لوہے کو نرم فرما دیا تھا۔ آپ ایک جلیل القدر محدث وعظیم المرتبہ مصنف ہونے کے علاوہ صلاح وتقویٰ واعمال صالح اور عبادت و ریاضت کے اعتبار سے بھی یکتائے روزگار ہیں۔ موسیٰ بن ہارون محدث جو آپ کے معاصر (ہم زمانہ) تھے' علانیہ فرمایا کرتے تھے: ابوداؤد دنیا میں حدیث کے لئے اور آخرت میں جنت کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔

بغداد کے اولیائے کرام آپ کا بے حد احترام فرماتے تھے چنانچہ منقول ہے: بغداد کے ایک صاحب کرامت مشہور ولی سہل بن عبداللہ تستری ایک دن امام ابوداؤد کی ملاقات کے لئے آئے اور فرمایا: اے ابوداؤد! اپنی زبان باہر نکالئے میں آپ کی زبان کا بوسہ لوں گا کیونکہ آپ اس زبان سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان فرماتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اصرار سے مجبور ہو کر امام ابوداؤد نے اپنی زبان باہر نکالی اور سہل بن عبداللہ تستری نے نہایت گرمجوشی اور پیار کے ساتھ امام ابوداؤد کی زبان چوم لی۔

ابوداؤد کے مذہب میں مورخین کا اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں: شافعی تھے اور بعض کا قول ہے: حنبلی تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (بستان المحدثین وتاریخ ابن ماجہ وغیرہ)

(141)

گناہوں کا معالج اور روحانی نسخہ

سیّدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بصرہ کے ایک کوچے سے گزر فرما رہے تھے' دیکھا کہ ایک مقام پر لوگوں کی بھیڑ جمع ہے' لوگ گردنیں بلند کر کر کے کسی کو دیکھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ نے خیال فرمایا آخر ایسا کون شخص ہے؟ آپ بھی وہاں گئے' دیکھا کہ ایک نوجوان عزت و وقار سے کرسی پر بیٹھا ہے اور لوگ اسے نبض دکھا رہے ہیں' کچھ لوگ قارورے کی شیشیاں لئے کھڑے ہیں وہ لوگوں کے امراض کی تشخیص کرتا جاتا ہے اور نسخے تجویز کرتا جاتا ہے۔ حضرت مولائے کائنات نے قریب جا کر پوچھا کیا تمہارے پاس جرم عصیان کے مرض کا بھی کوئی نسخہ ہے؟ طبیب نے یہ سوال سن کر سر جھکا لیا آپ نے دوبارہ پھر سہ بارہ جب اپنے سوال کو دہرایا تو اس نے سر اٹھا کر جواب دیا۔

- جناب عالی! اس مرض کا علاج کرنے کے لئے لازم ہے کہ پہلے بوستان ایمان میں جائیں اور وہاں سے یہ مفردات یکجا کریں۔ بیج نیت' حب ندامت' برگ تدبیر' تخم ورع' ثمر فقہ' شاخ یقین' مغز اخلاص' قشر اجتہاد' بیج توکل' کمال اعتبار' تریاق تواضع خضوع قلب اور فہم کامل ان تمام کو کف توفیق اور انگشت تصدیق سے پکڑیں۔ پھر طبق تحقیق میں رکھ کر ندامت کے آنسوؤں سے دھوئیں پھر امید ورجا کی دیگچی میں رکھیں اور اس قدر آتش شوق کی آنچ دیں کہ کف حکمت ابل کر اوپر آ جائے پھر اسے رضا کے پیالے میں انڈیل کر استغفار کے پنکھے سے ٹھنڈا کریں۔ اس طرح ایک لاجواب شربت تیار ہو جائے گا اس کو ایسی جگہ بیٹھ کر استعمال کریں جہاں اللہ کے سوا کوئی نہ دیکھے۔ انشاء اللہ مرض عصیان دفع ہو جائے۔ اس کے بعد اس نے دو شعر پڑھے اور دل کی گہرائیوں سے

ایک نعرہ مستانہ لگا کر جاں بحق ہو گیا۔ مولائے کائنات نے فرمایا واقعی تو دنیا و آخرت دونوں کا طبیب تھا۔ (روض الریاحین)

حضرت ذوالنون مصری اور ایک طبیب حاذق

☆..... حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں ایک حاذق طبیب تھا جس کے پاس مریضوں کی بھیڑ لگی رہتی' مردوں اور عورتوں کا تانتا بندھا رہتا۔ وہ لوگوں کو نہایت مناسب نسخے بتاتا اور لوگ مطمئن ہوتے۔ شیخ ذوالنون بھی گئے اور پوچھا: "کیا آپ کے پاس گناہ کا بھی کوئی علاج ہے؟"

طبیب: (تھوڑی دیر سرافگندہ رہا پھر گویا ہوا) اگر علاج بتاؤں تو کیا سمجھ لو گے؟

حضرت ذوالنون: انشاء اللہ سمجھنے کی کوشش کروں گا۔

طبیب: گناہوں کا علاج کرنے کے لئے پہلے کچھ مفردات جمع کرنے ہوں گے ان کی تفصیل سنو۔ صبر کے بیج' شکر کے پتے' تواضع اور خشوع کی چھال' ہیبت کا روغن' محبت' سکینت اور صداقت کے برادے ان تمام کو احکام شرعیہ کے برتن میں ڈال کر اس کے نیچے آتش شوق جلاؤ' عظمت کی کفگیر سے آہستہ آہستہ ہلاتے جاؤ یہاں تک حکمت کا جھاگ سطح پر آجائے۔ پھر اسے صفائے فکر سے ہٹاؤ' خوب ستھرا ہو جانے پر جام ذکر میں انڈیل کر رضا کی چھلنی میں چھان لو۔ اس کے بعد ذخیرہ انابت و عمل میں حل کرو اور خلوت میں بیٹھ کر پیو۔ پھر آب وفا سے کلی کرو۔ خوف و رجوع کی مسواک کرتے رہو' قناعت کے پھل بھی کھایا کرو اور اپنے منہ کو صاف کرنے کے لئے اعراض ماسواء اللہ کا رومال استعمال کرو۔ انشاء اللہ گناہ کا مرض جاتا رہے گا اور قرب الٰہی حاصل ہوگا۔ (ایضاً)

(142)

منافقین اور ان کا کردار

غزوۂ بنی مصطلق یا غزوۂ مریسیع شعبان 6 ہجری میں پیش آیا۔ مکہ سے مدینہ جائیں تو رابغ کے علاقے میں قدید نامی ایک جگہ ہے۔ اس کے اطراف میں ساحل کے قریب مریسیع نامی ایک چشمہ ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاعات ملیں کہ بنو مصطلق کا سردار حارث بن ابی ضرار آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کے لئے اپنے قبیلے اور کچھ دوسرے عربوں کو ساتھ لے کر آرہا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے برید بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کو اس خبر کی تحقیق کے لئے بھیجا۔ انہوں نے حارث بن ابی ضرار سے خود ملاقات کی اور سارے حالات سے آگاہی حاصل کر کے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مکمل رپورٹ پیش کی۔ دشمن کی تیاریوں کی خبر کی تصدیق ہوگئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا اور پھر دشمن سے مقابلے کے لئے روانہ ہو گئے۔ قبیلہ خزاعہ کے لوگ عام طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خیر خواہ تھے مگر ان کی شاخ بنو مصطلق کے لوگ قریش کے طرفدار تھے۔ جب اسلامی لشکر روانہ ہوا تو اس میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی سمیت منافقین کی ایک جماعت بھی شامل تھی جو اس سے پہلے کسی غزوے میں نہیں گئی۔ مدینہ کا انتظام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ حارث بن ابی ضرار نے اسلامی لشکر کی جاسوسی کے لئے ایک جاسوس بھیجا جو گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا۔ جب دشمن کو اسلامی لشکر کی روانگی اور جاسوس کے قتل کی اطلاع ملی تو ان کی صفوں میں شدید خوف و ہراس پھیل گیا جو عرب ان کے ساتھ تھے وہ بکھر گئے۔ اللہ کے رُسول صلی اللہ علیہ وسلم چشمہ مریسیع تک پہنچے تو دشمن کو آمادہ جنگ پایا۔ اس لڑائی میں

مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ کافروں میں سے بعض قتل ہوئے اور بعض قیدی بنے۔ عورتوں اور بچوں کو قید کر کے مال مویشی پر قبضہ کر لیا گیا۔ قیدیوں میں سردار قبیلہ حارث بن ابی ضرار کی بیٹی جویریہ بھی تھیں۔ وہ ثابت بن قیس کے حصہ میں آئیں۔ ثابت نے انہیں ''مکاتب'' بنالیا۔ مکاتب اس لونڈی یا غلام کو کہتے ہیں جو اپنے مالک سے یہ طے کر لے کہ وہ ایک مقررہ رقم مالک کو ادا کر کے آزاد ہو جائے گا۔

جہالت کی یہ ندا کیسی ہے؟

اوپر ذکر ہو چکا ہے کہ اس غزوہ میں عبداللہ بن ابی سمیت منافقین کی ایک جماعت بھی شامل تھی۔ ان لوگوں کا کام ہی فتنہ وفساد برپا کرنا تھا۔ یہ بہانہ تلاش کرتے رہتے تھے کہ کس طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوائیں۔ اس غزوہ میں انہیں یہ موقع میسر آ گیا۔ تمام سیرت نگاروں نے ان دو بڑے واقعات کا ذکر کیا ہے جو اس غزوہ میں پیش آئے اسی لئے یہ غزوہ مشہور ہو گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ مسلمانوں نے نہایت آسانی سے دشمن پر قابو پالیا' مسلمانوں کا جانی نقصان یہ ہوا کہ صرف ایک شخص مارا گیا۔ اسے بھی ایک انصاری نے دشمن کا آدمی سمجھ کر مار دیا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ بنی المصطلق سے فارغ ہو کر ابھی چشمۂ مریسیع ہی پر قیام فرما تھے کہ چشمہ پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مزدور جہجاہ غفاری جو مہاجر تھے اور ایک انصاری صحابی سنان بن وبر جہنی کا آپس میں جھگڑا ہو گیا۔ بات معمولی تھی۔ پانی لینے اور پلانے پر تو تو میں میں ہو گئی۔ ان دونوں نے بلند آہنگی سے صدا لگائی۔ ایک نے مہاجروں کو آواز دی کہ دوڑو مجھے انصاری مار گیا۔ انصاری نے انصار کے نام کی دہائی دی۔ دونوں طرف سے لوگ دوڑے ہوئے آئے۔ قبائلی تعصب بھڑک اٹھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریب ہی تشریف فرما تھے۔ اطلاع ملی تو فوراً موقع پر تشریف لے آئے۔ دیکھا کہ دونوں طرف کے لوگ غصے میں ہیں۔ آپس میں لڑائی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فریقین کے درمیان کھڑے ہو گئے۔ ارشاد فرمایا: میری موجودگی میں جاہلیت کی یہ ندا کیسی ہے؟ مہاجرین اور انصار دونوں کو ندامت ہوئی کہ واقعی ہم سے کیسی سنگین غلطی ہونے کو تھی۔ اب دونوں

طرف سے صلح اور پیار و محبت کی باتیں ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر کے بعد سب لوگ آپس میں شیر و شکر ہو گئے۔ مگر یہ پیار محبت کی باتیں اور لڑائی جھگڑے سے اجتناب منافقین کو کیسے گوارا ہو سکتا تھا؟ عبداللہ بن ابی غصے سے بھڑک اٹھا۔ کہنے لگا:

رئیس المنافقین کی گندی ذہنیت

کیا ان لوگوں نے ایسی حرکت کی ہے؟ یہ ہمارے علاقے میں آ کر اب ہمارے ہی حریف اور مد مقابل ہو گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہماری اور ان کی حالت پر تو وہی مثل صادق آتی ہے جو پہلے لوگوں نے کہی ہے کہ اپنے کتے کو پال پوس کر موٹا تازہ کرو تاکہ تمہی کو پھاڑ کھائے۔ سنو! اللہ کی قسم! اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو ہم میں سے معزز ترین آدمی، ذلیل ترین آدمی کو نکال باہر کرے گا' پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر بولا یہ مصیبت تم نے خود مول لی ہے۔ تم نے انہیں اپنے شہر میں بسایا اور اپنے اموال ان میں بانٹ دیئے۔ دیکھو! تمہارے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اگر انہیں دینا بند کر دو تو یہ تمہارا شہر چھوڑ کر کہیں اور چلتے بنیں گے۔

اس وقت مجلس میں ایک نوجوان صحابی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ انہوں نے آ کر اپنے چچا کو پوری بات سنائی۔ ان کے چچا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ وہ بولے: اللہ کے رسول! عباد بن بشر سے کہیے کہ اسے قتل کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عمر! یہ کیسے مناسب رہے گا؟ لوگ کہیں گے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔ نہیں بلکہ کوچ کا اعلان کر دو۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ کوچ نہیں فرمایا کرتے تھے۔ لوگ چل پڑے تو حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور سلام کر کے عرض کیا: آج آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے وقت کوچ فرمایا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے صاحب (ابن ابی) نے جو کچھ کہا ہے تمہیں اس کی خبر نہیں ہوئی؟ انہوں نے دریافت کیا کہ اس نے کیا کہا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کا خیال ہے کہ وہ مدینہ واپس ہوا تو معزز ترین آدمی ذلیل ترین آدمی کو مدینہ سے نکال باہر

کرے گا۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو اسے مدینے سے نکال باہر کریں۔ اللہ کی قسم! وہ ذلیل ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم باعزت ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے کہا: اللہ کے رسول! اس کے ساتھ نرمی کیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمارے پاس اس وقت لایا جب اس کی قوم اس کی تاجپوشی کے لئے مونگوں کا تاج تیار کر رہی تھی، اس لئے وہ یہی سمجھتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس کی بادشاہت چھین لی ہے۔

پھر آپ شام تک پورا دن اور صبح تک پوری رات چلتے رہے بلکہ اگلے دن کے ابتدائی اوقات میں بھی اتنی دیر تک سفر جاری رکھا کہ دھوپ سے تکلیف ہونے لگی۔ اس کے بعد اتر کر پڑاؤ ڈالا گیا تو لوگ سواریوں سے اترتے ہی بے خبر ہو کر سو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد بھی یہی تھا کہ لوگوں کو بیٹھ کر گپ لڑانے کا موقع نہ ملے۔

قرآن نے منافقوں کا بھانڈا پھوڑ دیا

ادھر عبداللہ بن ابی کو پتہ چلا کہ زید بن ارقم نے بھانڈا پھوڑ دیا ہے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اللہ کی قسم کھا کر کہنے لگا: جو بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی ہے وہ اس نے ہرگز نہیں کہی۔ اس وقت وہاں انصار کے لوگ بھی موجود تھے انہوں نے بھی کہا اللہ کے رسول! زید ابھی لڑکا ہے۔ ممکن ہے اسے وہم ہو گیا ہو اور اس شخص نے جو کچھ کہا تھا اسے ٹھیک ٹھیک یاد نہ رکھ سکا ہو چنانچہ آپ نے ابن ابی کی بات باور کر مان لی۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اس پر مجھے ایسا غم لاحق ہوا کہ ایسے غم سے میں زندگی میں کبھی دوچار نہیں ہوا تھا۔ میں صدمے کے باعث اپنے گھر ہی میں بیٹھا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقین نازل فرمائی جس میں دونوں باتیں ہیں

هُمُ الَّذِينَ يَقُولُونَ لَا تُنفِقُوا عَلَىٰ مَنْ عِندَ رَسُولِ اللَّهِ حَتَّىٰ يَنفَضُّوا ۗ (المنافقون 63:7)

یہ منافقین وہی ہیں جو کہتے ہیں جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ

کے پاس ہیں ان پر خرچ نہ کرو یہاں تک کہ وہ چلتے بنیں۔"

يَقُولُونَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ط

"یہ منافقین کہتے ہیں: اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو وہاں سے عزت والا ذلیل کو نکال باہر کرے گا۔" (ایضاً:8)

حضرت زیدرضی اللہ عنہ کہتے ہیں: (اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے بلوایا اور یہ آیتیں پڑھ کر سنائیں پھر فرمایا اللہ نے تمہاری بات کی تصدیق کر دی۔

میرا نبی عزت والا ہے اور میرا باپ ذلیل ہے

اس منافق کے بیٹے جن کا نام بھی عبداللہ ہی تھا اس کے بالکل برعکس نہایت نیک طینت انسان اور خیارِ صحابہ میں سے تھے۔ انہوں نے اپنے باپ سے برأت اختیار کر لی اور مدینہ کے دروازے پر تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے۔ جب ان کا باپ عبداللہ بن ابی وہاں پہنچا تو اس سے بولے: اللہ کی قسم! تم یہاں سے آگے نہیں بڑھ سکتے یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیں کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم عزت والے ہیں اور تم ذلیل ہو۔ اس کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف لائے تو آپ نے اسے مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت دی۔ اس کے بعد بیٹے نے باپ کا راستہ چھوڑا۔ عبداللہ بن اُبی کے اسی بیٹے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی عرض کیا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے قتل کرنے کا ارادہ رکھتے ہوں تو مجھے حکم فرمائیے اللہ کی قسم! میں اس کا سر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈال دوں گا۔

(ملخصاً من تفسیر ابن کثیر:4/152-157 والبدایۃ والنہایۃ حدیث:4/156-159)

(143)

اللہ سے ڈرنے والے لوگ

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بہت سے لوگوں کو لے کر بارش کی دعا کرنے چلے۔ وحی نازل ہوئی کہ ''جب تک تمہارے ساتھ گنہگار لوگ موجود ہیں بارش نہیں برسائی جائے گی۔'' چنانچہ آپ علیہ السلام نے اعلان کیا ''تم میں سے جو گنہگار ہے وہ چلا جائے جس نے کوئی گناہ کیا ہو وہ ہمارے ساتھ نہ رکے۔'' یہ سن کر تمام لوگ واپس پلٹ گئے لیکن ایک ایسا شخص باقی رہا جس کی ایک آنکھ ضائع ہو چکی تھی۔ آپ علیہ السلام نے اس سے دریافت فرمایا: ''تم واپس کیوں نہیں گئے؟'' وہ شخص عرض گزار ہوا ''یاروح اللہ علیہ السلام! میں نے لمحہ بھر بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی البتہ ایک مرتبہ بلاقصد میری نظر ایک اجنبی عورت کے پاؤں پر پڑ گئی تھی' اپنے اس فعل پر میں بہت شرمندہ ہوا اور اپنی سیدھی آنکھ نکال پھینکی۔ خدا کی قسم! اگر میری دوسری آنکھ ایسی خطا کرتی تو میں اسے بھی نکال پھینکتا۔''

عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے امتی سے دعا کروائی

یہ سن کر حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام رونے لگے اور اتنا روئے کہ آپ علیہ السلام کی مبارک داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی پھر اس شخص سے فرمایا: ''تو ہمارے لئے دعا کر میری نسبت تو زیادہ دعا کرنے کا حق دار ہے کیونکہ میں تو نبوت کی وجہ سے گناہوں سے معصوم ہوں اور تو معصوم بھی نہیں لیکن پھر بھی ساری زندگی گناہوں سے بچتا رہا۔''

چنانچہ وہ شخص آگے بڑھا اور اپنے ہاتھ بلند کر دیئے پھر کچھ اس طرح سے بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوا ''اے ہمارے پروردگار! تو نے ہی ہمیں پیدا فرمایا اور تو

ہماری پیدائش سے پہلے بھی جانتا تھا کہ ہم کیا عمل کرنے والے ہیں' پھر بھی تو نے ہمیں پیدا فرمایا' جب تو نے ہمیں پیدا فرما دیا تو تو ہی ہمارے رزق کا کفیل ہے۔ اے ہمارے پاک پروردگار! ہمیں بارانِ رحمت عطا فرما۔"

اس پاک پروردگار کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں عیسیٰ علیہ السلام کی جان ہے! ابھی وہ شخص دعا سے فارغ بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ایسی بارش آئی گویا آسمان پھٹ پڑا اور اس کی دعا کی برکت سے پیاسے سیراب ہو گئے۔ (عیون الحکایات)

ایک نوجوان کی مناجات

حضرت سیدنا منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں' میں ایک اندھیری رات سفر پر روانہ ہوا' میں راستے میں ایک جگہ بیٹھ گیا' اچانک میں نے کسی نوجوان کے رونے کی آواز سنی جو روتے ہوئے اس طرح کہہ رہا تھا: "اے میرے پروردگار! تیری عزت و جلال کی قسم! میں نے تیری نافرمانی تیری مخالفت کی بناء پر نہیں کی اور نہ ہی گناہ کرتے وقت میں تیرے عذاب سے بے خبر تھا بلکہ میری بدبختی نے گناہ کو میرے لئے مزین کر دیا اور میں تیری صفت ستاری کی وجہ سے گناہوں پر دلیر ہو گیا تو بار بار میرے گناہوں پر پردہ ڈالتا رہا' میں گناہوں پر جرأت کرتا رہا۔ ہائے میری بربادی! اب مجھے تیرے عذاب سے کون بچائے گا؟ اگر تو نے مجھ سے تعلق ختم کر دیا تو میں کس سے رشتہ قائم کروں گا۔ ہائے افسوس! میں نے ساری جوانی تیری نافرمانی میں گزاری' میں بار بار توبہ کرتا پھر گناہ کر ڈالتا' اب تو توبہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔"

حضرت سیدنا منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اس نوجوان کی گریہ وزاری سن کر میں نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی:"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ (پ28 تحریم 6)

"اے ایمان والو! اپنی جانوں اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت کرے (طاقتور) فرشتے مقرر

ہیں۔"

ایسے ہوتے ہیں ڈرنے والے

جب میں نے یہ آیت تلاوت کی تو مجھے ایک چیخ سنائی دی اور پھر خاموشی طاری ہو گئی۔ اس کے بعد میں وہاں سے آگے روانہ ہو گیا' جب میں دوبارہ اسی مکان کے قریب آیا تو وہاں کسی کا جنازہ رکھا ہوا تھا اور ایک بوڑھی عورت وہاں موجود تھی۔ میں نے اس سے پوچھا: "یہ کس کا جنازہ ہے؟" کہنے لگی "تو کون ہے اور اس کے متعلق پوچھ کر میرے غم کو کیوں تازہ کرنا چاہتا ہے؟" میں نے کہا: "میں ایک مسافر ہوں" پھر اس بوڑھی عورت نے بتایا "یہ میرے بیٹے کی لاش ہے' کل رات یہ نماز پڑھ رہا تھا کہ کوئی شخص گلی سے گزرا اور اس نے ایسی آیت پڑھی جس میں جہنم کی آگ کا تذکرہ تھا' پس اس آیت کو سن کر میرا بیٹا تڑپنے لگا اور اس نے روتے روتے جان دے دی۔" یہ سن کر حضرت سیّدنا منصور بن عمار رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے چلے آئے اور اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرمانے لگے۔ "اے ابن عمار! ایسے ہوتے ہیں ڈرنے والے۔" (ایضاً)

اللہ جل جلالہٗ و عم نوالہٗ
الوکیل النصیر المولیٰ

(144)
شیطان لعنتی اور جہنمی ہو گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابلیس فرشتوں کے ایک قبیلہ میں سے تھا جنہیں جن کہتے تھے جو آگ کے شعلوں سے پیدا ہوئے تھے۔ اس کا نام حارث تھا اور جنت کا خازن تھا۔ اس قبیلے کے سوا اور فرشتے سب کے سب نوری تھے۔ قرآن نے بھی ان جنوں کی پیدائش کا ذکر کیا ہے اور فرمایا ہے: مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ (الرحمٰن:15) آگ کے شعلے کی جو تیزی سے بلند ہوتے ہیں اسے مارج کہتے ہیں جس سے جن پیدا کئے گئے تھے اور انسان مٹی سے پیدا کیا گیا۔ زمین میں پہلے جن بستے تھے۔ انہوں نے فساد اور خون ریزی شروع کی تو اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو فرشتوں کا لشکر دے کر بھیجا انہیں کو جن کہا جاتا تھا۔ ابلیس نے لڑ بھڑ کر مارتے اور قتل کرتے ہوئے انہیں سمندر کے جزیروں اور پہاڑوں کے دامنوں میں پہنچا دیا اور ابلیس کے دل میں یہ تکبر سما گیا کہ میں نے وہ کام کیا ہے جو کسی اور سے نہ ہو سکا۔ چونکہ دل کی اس بدی اور اس پوشیدہ خودی کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو تھا۔

خلافتِ آدم علیہ السلام اور ابلیس لعین

جب پروردگار نے فرمایا: میں زمین میں خلیفہ پیدا کرنا چاہتا ہوں تو ان فرشتوں نے عرض کیا: ایسے کو کیوں پیدا کرتا ہے جو اگلی قوم کی طرح فساد و خونریزی کریں تو انہیں جواب دیا گیا کہ میں وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی ابلیس کے دل میں جو تکبر و غرور ہے اس کا مجھ ہی کو علم ہے تمہیں خبر نہیں' پھر آدم علیہ السلام کی مٹی اٹھائی گئی جو چکنی اور اچھی تھی۔ جب اس کا خمیر اٹھا تب اس سے حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ

سے پیدا کیا اور چالیس دن تک وہ یونہی پتلے کی شکل میں رہے۔ ابلیس آتا تھا اور اس پر لات مار کر دیکھتا تھا تو وہ بجتی مٹی ہوتی جیسے کوئی کھوکھلی چیز ہو پھر منہ کے سوراخ میں گھس کر پیچھے کے سوراخ سے اور اس کے خلاف آتا جاتا رہا اور کہتا رہا کہ درحقیقت یہ کوئی چیز نہیں اور اگر میں اس پر مسلط کیا گیا تو اسے برباد کر کے چھوڑوں گا اور اسے مجھ پر مسلط کیا گیا تو میں ہرگز تسلیم نہ کروں گا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے ان میں روح پھونکی اور وہ سر کی طرف سے نیچے کی طرف آئی تو جہاں جہاں تک پہنچتی گئی خون گوشت بنتا گیا۔ جب ناف تک روح پہنچی تو اپنے جسم کو دیکھ کر خوش ہوئے اور فوراً اٹھنا چاہا لیکن نیچے کے دھڑ میں روح نہیں پہنچی تھی اس لئے اٹھ نہ سکے اسی جلدی کا بیان اس آیت میں ہے۔ آیت (17' الاسراء:11) وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا ۝ یعنی انسان بے صبرا اور جلد باز ہے۔ جب روح جسم میں پہنچی اور چھینک آئی تو کہا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اللہ تعالیٰ نے جواب دیا یرحمک اللہ پھر صرف ابلیس کے ساتھی فرشتوں سے فرمایا: آدم کے سامنے سجدہ کرو تو ان سب نے سجدہ کیا لیکن ابلیس کا وہ غرور و تکبر ظاہر ہو گیا۔ اس نے نہ مانا اور سجدے سے انکار کر دیا اور کہنے لگا میں اس سے بہتر ہوں اس سے بڑی عمر والا ہوں اور اس سے قوی اور مضبوط ہوں۔ یہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور میں آگ سے بنا ہوں اور آگ مٹی سے قوی ہے۔ اس کے انکار پر اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی رحمت سے ناامید کر دیا اور اسی لئے اسے ابلیس کہا جاتا ہے۔ اس کی نافرمانی کی سزا میں اسے راندہ درگاہ شیطان بنا دیا۔ (تفسیر ابن کثیر: 143/1' 144)

اس کا ایک اور جرم:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ وہ بت جو قوم نوح میں تھے وہی عرب میں اس کے بعد پوجے جانے لگے۔ ود قوم کلب کا بت تھا جو دومۃ الجندل میں تھے اور سواع ہذیل کا اور یغوث مراد کا' پھر بنی غطیف کا سبا کے پاس جوف میں تھا اور یعوق ہمدان کا اور نسر حمیر کا جو ذی الکلاع کے خاندان سے تھا یہ قوم نوح علیہ السلام کے نیک لوگوں کے نام تھے جب ان نیک لوگوں نے وفات پائی تو شیطان نے ان کی قوم

کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ ان کے بیٹھنے کی جگہ میں جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے بت نصب کر دیں اور اس کا نام ان (بزرگوں) کے نام پر رکھ دیں چنانچہ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا لیکن اس کی عبادت نہیں کی تھی یہاں تک کہ جب وہ لوگ بھی مر گئے اور اس کا علم جاتا رہا تو اس کی عبادت کی جانے لگی۔

(بخاری التفسیر تفسیر سورۃ الجن باب ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق: 4920)

شیطان کی سب سے بڑی خوشی

حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''بے شک ابلیس اپنا تخت پانی پر رکھتا ہے پھر وہ اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے پس اس کے نزدیک مرتبے کے اعتبار سے وہی مقرب ہوتا ہے جو فتنہ ڈالنے میں ان سے بڑا ہو ان میں سے ایک آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے اس اس طرح کیا تو شیطان کہتا ہے تو نے کوئی (بڑا کام) سرانجام نہیں دیا پھر ان میں سے ایک (اور) آتا ہے اور کہتا ہے کہ میں نے (فلاں آدمی) کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہ ڈلوا دی۔ شیطان اسے اپنے قریب کر کے کہتا ہے ہاں تو ہے'' اعمش نے کہا میرا خیال ہے کہ انہوں نے کہا: وہ اسے اپنے سے چمٹا لیتا ہے۔

(صحیح مسلم صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار باب تحریش الشیطان وسرایاہ.....الخ: 2813)

(145)

جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا......

مغرب میں خاندانی زندگی کی تباہی کا اندازہ اس واقعے سے بھی ہوتا ہے کہ پیرس میں ایک شخص کسی دوسرے شخص سے ملنے اس کے گھر گیا۔ اس نے دیکھا کہ مکان کی سیڑھیوں پر ایک جوان لڑکی بیٹھی زار و قطار رو رہی ہے۔ اس شخص نے رک کر لڑکی سے رونے کی وجہ معلوم کی تو اس نے جواب دیا کہ جس شخص سے آپ مل کر آ رہے ہیں' وہ میرا باپ ہے' میں اس کے پاس اس مکان کا ایک کمرہ کرائے پر لینے آئی تھی لیکن اس نے مجھے یہ کہہ کر کمرہ کرائے پر دینے سے انکار کر دیا کہ ایک دوسری جگہ سے اسے زیادہ کرایہ مل رہا ہے اس لئے وہ مجھے کمرہ کرایہ پر نہیں دے گا۔ لڑکی نے ہچکیاں لیتے ہوئے کہا' اب میں کیا کروں اور کہاں جاؤں؟

☆ پولینڈ میں ایک بوڑھا اپنی بیٹی کے گھر آیا اور وہاں ٹھہرنے کی خواہش ظاہر کی مگر بیٹی نے انکار کر دیا اور بوڑھے کے اصرار پر اسے ڈنڈے مار مار کر گھر سے باہر نکالا۔ شور سن کر لوگ جمع ہوئے تو بیٹی نے بتایا: کچھ عرصہ پہلے مجھے رقم کی ضرورت پڑی تو میرے باپ نے باقاعدہ شرح سود طے کر کے مجھے رقم دی اور اصل زر کے ساتھ سود بھی وصول کیا۔ پھر میں اسے اپنے گھر کیوں ٹھہراتی۔ (رواداری اور مغرب از محمد صدیق شاہ' ص 223)

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا' ناپائیدار ہو گا

(146)

ان تبسم ریز ہونٹوں کی دعاؤں کو سلام

حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ یثربی کہتے ہیں: میں اپنے والد کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد سے فرمایا کیا یہ آپ کا بیٹا ہے؟

میرے والد نے عرض کیا ہاں رب کعبہ کی قسم! میں اس پر گواہ قائم کر سکتا ہوں۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور ہنسے' میرے والد کی تشبیہ اور قسم اٹھانے پر......الخ (اسد الغابۃ' ج 2' صفحہ 186)

☆......حضرت رفاعہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دے دی تھی پھر اس نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن زبیر سے نکاح کر لیا۔ وہ عورت ایک روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے رفاعہ نے طلاق دے دی تھی' پھر میں نے عبدالرحمٰن بن زبیر سے نکاح کر لیا لیکن اس کے پاس کچھ نہیں ہے۔ (اس کا آلہ تناسل ایسا ہے) کپڑے کا ایک کنارہ پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھایا کہ اس طرح بے جان ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر مسکرا دیئے اور پھر فرمایا کیا تو پھر رفاعہ کے پاس جانا چاہتی ہے؟ فرمایا تجھے اس کے پاس جانے کی یعنی دوبارہ نکاح کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں جب تک تو اس کا شہد نہ چکھے اور وہ تیرا شہد نہ چکھے یعنی صحبت نہ کر لے۔ (اسد الغابۃ' ج 3' صفحہ 293)

صدیق اکبر کے ایمان لانے پہ نبی اعظم کی خوشی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور نبوت

سے پہلے یمن گیا۔ میں قبیلہ ازد کے ایک عالم کی خدمت میں حاضر ہوا وہ لوگوں کے علوم سے بہت سی چیزیں جانتا تھا۔ جب اس شیخ نے مجھے دیکھا تو اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ تو اہل حرم سے ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ پھر اس نے کہا: میرا خیال ہے کہ تو اہل قریش سے ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر میں نے کہا: میرا گمان ہے کہ تو قبیلہ تمیم سے ہے؟ میں نے کہا: ہاں میں تمیم سے ہوں۔ میرا نام عبداللہ بن عثمان بن تمیم مرہ ہے۔ اس نے کہا: باقی ایک نشانی رہ گئی ہے تو اپنے پیٹ سے کپڑا اٹھا' میں نے کہا: میں نہیں اٹھاتا جب تک تو مجھے اس معاملہ کی خبر نہ دے۔

اس شیخ نے کہا میں علم صحیح میں یہ خبر پاتا ہوں کہ حرم میں ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور ہوگا اس کے کام نبوت میں ایک جوان اور بوڑھا معاون بنیں گے۔ پس جوان تو اس کے غم میں شریک ہوگا اور اس کا مصائب سے دفاع کرے گا۔ پس بوڑھا سفید رنگ کا ہوگا اور نحیف جسم اور اس کے پیٹ پر ایک تل کا نشان ہوگا اور اس کی بائیں ران پر ایک نشانی ہوگی۔

بس اب تو مجھے وہ دکھا جو تو نے مجھے کہا تھا سوائے اس نشانی کے جو ران پر ہے (کیونکہ وہ حصہ ستر میں شامل ہے) تاکہ تمام نشانیاں مکمل ہو جائیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کپڑا پیٹ سے اٹھایا اس نے ایک تل میری ناف کے اوپر دیکھا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! وہ تو ہی ہے۔

پھر اس نے کہا: میں تجھے قبل از وقت ایک بات کہتا ہوں تو اس سے بچنا' ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے کہا: وہ کیا ہے؟ اس نے کہا: ہدایت سے اعراض کرنے سے بچنا اور صحیح راستہ سے اعراض نہ کرنا اور اللہ تعالیٰ سے اس چیز کے بارے میں ڈرنا جو وہ تجھے عطا کرے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے یمن میں اپنی ضروریات پوری کیں اور جب میں واپس آنے لگا تو اس شیخ سے ملنے گیا تو اس شیخ نے کہا میں نے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں کچھ شعر کہے ہیں وہ سنتے جاؤ۔ میں نے کہا: بہت اچھا' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں مکہ پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان کر دیا تھا۔

قریش مکہ کی پریشانی

میرے پاس عقبہ بن ابی معیط اور شیبہ اور ربیعہ اور ابوجہل اور ابوالبختری اور قریش کے سردار آئے میں نے ان سے کہا کیا کوئی حادثہ پیش آیا ہے یا کوئی اہم بات ظاہر ہوئی ہے۔

انہوں نے کہا: اے ابوبکر رضی اللہ عنہ اس وقت سب سے بڑا خطرہ ابوطالب کا یتیم بھتیجا بنا ہوا ہے اور وہ گمان کرتا ہے کہ وہ نبی مرسل ہے۔ اے ابوبکر رضی اللہ عنہ تو سفر میں نہ ہوتا تو ہم انتظار نہ کرتے (اس کا کام تمام کر دیتے)

اب تو آ گیا ہے بس آپ کا فیصلہ ہمارے لئے کافی اور وافی ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے ان کو اچھی بات کہہ کر رخصت کر دیا اور میں نے لوگوں سے پوچھا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ لوگوں نے کہا خدیجہ کے گھر میں۔

میں گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں نے تجھے باہر آنے کی تکلیف دی ہے۔ کیا آپ نے اپنے آباؤ اجداد کا دین چھوڑ دیا؟ آپ نے فرمایا: اے ابوبکر! میں اللہ کا رسول ہوں تیری طرف بھی اور تمام لوگوں کی طرف بھی۔ پس تو ایمان لے آ۔ میں نے کہا: آپ کی نبوت کی کیا دلیل ہے؟ آپ نے فرمایا وہ شیخ جس سے تو یمن میں ملا تھا؟ میں نے کہا: یمن میں تو بہت سے شیخوں سے ملا ہوں۔

آپ نے فرمایا وہ شیخ جس نے تجھے اشعار دیئے ہیں۔ میں نے کہا: اے میرے حبیب آپ کو کس نے خبر دی ہے؟ آپ نے فرمایا اس ذات عظیم نے جس نے مجھ سے پہلے انبیاء کو معبوث کیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے کہا: اپنا ہاتھ بڑھائیں۔ (تاکہ میں بیعت اسلام کرلوں) میں نے کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں واپس لوٹا اور میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے اسلام پر سب سے زیادہ خوش پایا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی خوش تھے۔

(اسد الغابہ' ج 3' صفحہ 208)

(147)

محدّث ابن نجید اور ابوبکر جصاص رحمہم اللہ

ابوعمرو اسمٰعیل بن نجید نیشاپوری علم حدیث میں محدث کبیر اور تصوف و عبادات و معاملات میں اپنے زمانے کے شیخ اکبر زہد و تقویٰ میں یکتائے زمانہ اور اپنے دور کے ولی کامل تھے چنانچہ آپ کے احوال و کرامات کو دیکھ کر عام طور پر لوگ کہا کرتے تھے: یہ اپنے وقت کے ابدال ہیں۔

خراسان میں حدیث کی عالی سندوں کے اعتبار سے بے حد مشہور تھے۔ علم حدیث میں عبداللہ بن امام احمد بن حنبل کے فاضل شاگرد اور تصوف میں شیخ جنید و ابوعثمان حیری کے صحبت یافتہ تھے اور ان کے شاگردوں میں ان کے نواسے ابوعبدالرحمٰن سلمی ہیں جو صوفیائے کرام کے شیخ اعظم شمار ہوتے ہیں اور ابوعبداللہ حاکم جیسے باکمال محدث نے بھی ابن نجید کی درسگاہ میں زانوائے تلمذ تہ کیا اور کمال کو پہنچے۔ ابن نجید کے والد بہت مالدار شخص تھے۔ میراث میں ابن نجید کو بے شمار مال ملا مگر دولت علم و عمل کے اس دھنی نے درہم و دینار کی ساری دولت کو علماء و مشائخ و طلبہ پر نثار کر دیا اور چند ہی دنوں میں میراث کا سارا مال خدا کی راہ میں خرچ کر ڈالا۔

ریاکاری سے نفرت

ان کی سخاوت کے سلسلے میں یہ واقعہ عجیب و غریب ہے کہ ایک مرتبہ ان کے شیخ ابوعثمان حیری کو مجاہدین کی ضروریات کے لئے کچھ رقم کی ضرورت آن پڑی۔ انتظام نہ ہو سکا تو شیخ ابن نجید سے اس ضرورت کو بیان فرمایا۔ ابن نجید نے فوراً دو ہزار درہموں کی تھیلیاں لاکر شیخ کے قدموں پر ڈال دیں۔ شیخ بے حد خوش ہوئے اور بھری مجلس میں ان کا

اعلان فرما دیا اور لوگوں نے خوب واہ واہ کی مگر ابن نجید کو انتہائی صدمہ ہوا کہ افسوس میرا یہ عمل خیر لوگوں پر ظاہر ہو گیا۔ بے تابانہ مجلس سے اٹھے اور تھوڑی دیر میں پھر واپس آئے اور بھری مجلس میں شیخ سے عرض کیا: حضور! مجھے میرا مال واپس کر دیجئے۔ میں ابھی اس کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا نہیں چاہتا۔ شیخ نے فوراً درہموں کی تھیلیاں ابن نجید کے سامنے ڈال دیں اور ابن نجید تھیلیاں اٹھا کر گھر لائے اور حاضرین مجلس میں خوب چہ مگوئیاں ہوئیں مگر جب رات ہوئی اور شیخ اکیلے رہ گئے تو ابن نجید پھر دو ہزار درہموں کی تھیلیاں لے کر شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: میرے شیخ! آپ اس مال کو پوشیدہ طور پر خرچ فرمائیں اور میرا نام ہرگز کسی پر ظاہر نہ فرمائیں۔ شیخ ابوعثمان پر حالت گریہ طاری ہو گئی اور فرمانے لگے: ابن نجید! تیری ہمت پر صد آفرین ہے۔ شیخ ابوعثمان فرماتے تھے: میں ابن نجید سے جو اس قدر والہانہ محبت رکھتا ہوں تو لوگ مجھے ملامت کرتے ہیں لیکن لوگ نہیں جانتے کہ میرے طریق پر ابن نجید کے سوا کوئی چلنے والا نہیں ہوگا اور یقیناً میرے بعد یہی شخص میرا سچا جانشین اور خلیفہ ہوگا۔ جزء ابن نجید کے نام سے علم حدیث میں آپ کی کتاب مشہور ہے۔ ترانوے سال کی عمر پا کر 365ھ میں آپ نے وفات پائی۔ (بستان المحدثین)

علم وحکمت کا سمندر

امام ابوبکر جصاص رحمۃ اللہ علیہ کا نام احمد بن علی رازی ہے۔ مشہور اکابر حنفیہ سے ہیں اور اپنے دور کے بڑے نامور محدث وفقیہ گزرے ہیں۔ فن حدیث میں امام ابوالحسن کرخی وابوالعباس اصم وحافظ عبدالباقی قانع وغیرہ کے شاگرد خاص ہیں اور ان کے حلقہ درس میں بڑے بڑے ائمہ کبار پیدا ہوئے جن میں امام ابوبکر محمد بن موسیٰ خوارزمی وامام ابوجعفر محمد بن احمد نسفی وامام ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی وامام ابوالفرج احمد بن محمد بن عمر المعروف بہ ابن المسلمہ وامام ابوالحسین محمد بن احمد زعفرانی وامام ابوالحسین محمد بن احمد بن طیب کماری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ علم حدیث کی تحصیل کے لئے مختلف شہروں کا سفر کیا۔ 325ھ میں پہلی مرتبہ بغداد میں آئے اور امام ابوالحسن کرخی کی درگاہ

کے طالب علم بنے۔ پھر بغداد سے اھواز چلے گئے پھر جب دوبارہ بغداد آئے تو امام ابوالحسن کرخی کے مشورہ سے حاکم نیشاپوری کے پاس فن حدیث کی تکمیل کے لئے نیشاپور گئے۔ ابھی نیشاپور ہی میں تھے کہ امام ابوالحسن کرخی کا انتقال ہوا۔ پھر 344ھ میں تیسری مرتبہ بغداد آئے تو پھر بغداد ہی کو اپنا وطن بنالیا اور علم حدیث کی درسگاہ قائم کی جس میں عالم اسلام کے طلبہ بکثرت فیضیاب ہوتے رہے اور بڑے بڑے صاحب کمال اکابر ائمہ آپ کی درسگاہ سے پیدا ہوئے۔

زہد و تقویٰ کا مرکز

آپ کے زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کا پورے بغداد میں چرچا تھا۔ خلیفہ بغداد نے بارہا آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ قبول کرنے کی پیش کش کی۔ مگر آپ اپنی پاکبازی و تقویٰ شعاری کی بناء پر ہمیشہ اس کو ٹھکراتے رہے۔ امام صمیری کا بیان ہے کہ بغداد میں ابوبکر جصاص رازی کے درس کا سلسلہ قائم ہوا تو آپ کی درسگاہ مرجع خلائق بن گئی اور تمام دنیائے اسلام کے طلبہ آپ کے دریائے علم سے سیراب ہونے کے لئے بغداد میں وارد ہونے لگے اور آپ زہد و تقویٰ کے اعتبار سے بزرگانِ سلف کا نمونہ تھے۔ خطیب بغدادی نے ان کے بارے میں فرمایا: ابوبکر جصاص علمائے حنفیہ کے امام تھے اور زہد و تقویٰ میں ان کی بزرگی تمام عالم اسلام میں مشہور تھی۔

حافظ عبدالقادر قرشی نے الجواہر المضیہ میں آپ کا ذکر ان لفظوں میں فرمایا: احمد بن علی الرازی الامام کبیر الشان یعنی احمد بن علی رازی بہت بڑی شان والے امام ہیں۔

آپ 305ھ میں رے میں پیدا ہوئے اور 370ھ میں وفات پائی اور شہر بغداد کو آپ کے مدفن ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ صاحب تصانیف بھی ہیں اور آپ کی کتاب "احکام القرآن" بہت مشہور ہے۔ (تذکرۃ الحفاظ ترجمہ حسن بن رشیق وغیرہ)

(148)

اہل عزیمت' اہل جنت

عارفوں کے پیشوا' متقیوں کے رہنما شیخ ذوالنون مصری نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے بے شمار ایسے بندے ہیں کہ انہوں نے گناہوں کے خارزار لگائے تھے مگر انہوں نے اعمال کی سرزمین کو توبہ کے پانی سے سیراب کیا تو اس سے شرم وندامت اور حزن وملال کے ثمر نکلے۔ ان میں دیوانگی نہیں تھی مگر دیوانے ہوئے۔ کوئی عیب نہیں تھا مگر عیبی ہو گئے۔ وہ فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار ہونے کے باوجود گونگے ہو گئے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب اعظم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عرفان میں کامل ہیں۔ انہوں نے ساغر صفا نوش کیا تو انہیں مصائب وبلاء کے سلسلہ طوفانی کے صبر کا ورثہ ملا۔ ان کے قلوب ملکوت میں متحیر ہوئے اور افکار عالم جبروت میں قلانچیں بھرنے لگے۔ انہوں نے شجر ندامت کی گھنیری چھاؤں حاصل کر لی اور اپنے قرطاس خطا کے مطالعہ میں لگ گئے حتیٰ کہ وہ پرہیزگاری کی سیڑھیاں طے کر کے زہد کی بلند فصیلوں پر پہنچ گئے اور ترک دنیا کی تلخی انہیں شیریں معلوم ہونے لگی۔ لیٹنے کی سخت جگہوں کو انہوں نے نرم بستر سمجھ لیا۔ یہاں تک کہ وہ سلامتی اور نجات کے عروۃ الوثقیٰ پر فائز ہو گئے۔ ان کی روحیں ملاء اعلیٰ کی سیر میں مشغول ہو گئیں اور وہ جنت نعیم میں خیمہ زن ہوئے اور قلزم حیات میں جا گھسے اور نفسانی خواہشات کے پلوں سے پار ہو کر صحن علم میں جا اترے اور حوض حکمت سے آسودہ ہوئے پھر سفینہ عنایت میں سوار ہو کر گلشن راحت کی مسند عزت وکرامت تک پہنچے۔ شیخ ذوالنون دعا کرتے تو اس طرح عرض گزار ہوتے۔

حضرت ذوالنون مصری کی دعا

اے رب ذوالجلال! مجھے ان خوش نصیبوں میں شامل فرما جن کی ارواح عالم ملکوت

میں حیران ہیں اور جن کے لئے حجابات جبروت سرکار دیئے گئے ہیں تو وہ یقین کے دریا میں غوطہ زن اور گلستان اہل تقویٰ میں محوخرام ہیں جو سفینہ توکل پر سوار اور بادبان توسل پر لنگرانداز ہیں جو باد محبت کے سہارے نہر قرب سے گزر کر اخلاص کے ساحل تک پہنچ گئے ہیں جنہوں نے خطاؤں سے رخ پھیر کر طاعتوں کو گلے سے لگالیا ہے۔ الفاظ دعا یہ ہیں:

اللهم اجعلني من الذين تاهت ارواحهم في المكوت و كشف لهم حجاب الجبروت فخاضوا في بحر اليقين وتنزهوا في ظهر رياض المتقين وركبوا في سفينة التوكل واقدموا بشراع التوسل وساروا بريح المحبة في جد اول قريب العزة وحطوا بشاطئ الاخلاص ـ فنبذوا الخطايا وحملوا الطاعات برحمتك ياارحم الراحمين ـ (روض الریاحین)

ایک کمسن بچی کی روحانی پرواز

ایک مبارک اور طویل طفر سے لوٹ کر بھائی گھر پہنچا تو اس کی بہن جو اس سے چھوٹی تھی آ کر لپٹ گئی اور کہنے لگی "بھائی جان! اس مبارک و مسعود سفر سے آپ میرے لئے کیا تحفہ لائے ہیں؟" بھائی نے کہا: تحفہ کیسا تحفہ؟

بہن: کیا آپ اپنے ساتھ کوئی عجیب وغریب تحفہ نہیں لائے ہیں؟

بھائی: تحفہ تو میں کوئی بھی نہیں لایا ہوں میرے پاس اتنی پونجی کہاں کہ تحفہ تحائف خریدوں۔

بہن: جان پدر! کیا آپ مجھے وہ انوکھا سیب نہیں کھلائیں گے جو مدت دراز گزرنے پر بھی خراب نہیں ہوتا۔

بہن کی یہ باتیں سن کر بھائی حیران رہ گیا کہ میری کمسن بہن کو عرفان وروحانیت کے اس عظیم واقعہ کا کیسے علم ہوا؟

مدینۃ النبی شہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عین روضہ مقدسہ (علیٰ صاحبہا الصلوۃ والتسلیم) کے قریب اولیاء اللہ کی ایک مقدس جماعت کسی جانب کا عزم کر رہی تھی۔ قافلہ

میں نو افراد تھے۔ اس نوجوان نے ان کی نورانی شکلوں اور پاکیزہ شباہتوں کو دیکھا تو ان کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ جماعت اولیاء میں سے ایک نے نوجوان کی طرف توجہ کی اور پوچھا تم کہاں جا رہے ہو؟ جواب میں نوجوان نے کہا: ''مجھے اہل اللہ سے محبت ہے اور حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی: المرء مع من احب میرا رہنما ہے۔ اسی جذبہ سے میں آپ لوگوں کے ہمراہ چل رہا ہوں' خدا کرے مجھے بھی آپ لوگوں کی مصاحبت سے نعمت سرمدی میسر ہو۔ جماعت اولیاء کے دوسرے فرد نے کہا: ''شاید تمہیں معلوم نہیں کہ ہم لوگ جہاں جا رہے ہیں وہاں صرف وہی لوگ جا سکتے ہیں جن کی عمریں چالیس سال سے کم نہ ہوں اور تم تو کم عمر ہو۔''

جماعت اولیاء کے تیسرے فرد نے کہا: ''یہ نوجوان اگر ہم لوگوں کے ہمراہ چل رہا ہے تو چلنے دو' ممکن ہے اللہ کے کرم سے یہ بھی وہاں داخلہ پالے۔''

اولیاء کا شہر

رب تعالیٰ کے ان نو بندگان خاص کے ہمراہ دسواں شخص یہ نوجوان بھی تیزی سے سفر کر رہا تھا۔ منزلیں سرعت سے طے ہو رہی تھیں۔ پیروں کے نیچے سے زمین خود بخود رواں دواں تھی۔ یہ لوگ ایک ایسے شہر میں پہنچے جو طلائی اور نقرئی تھا۔ ہر طرف سونا اور چاندی ہی نظر آ رہی تھی۔ وہاں نہایت حسین و جمیل گھنے باغ تھے۔ صاف و شفاف پانی کی نہریں بہہ رہی تھیں۔ درختوں سے بکثرت پھل لٹک رہے تھے۔ سب نے وہاں میوے کھائے' اور سیراب ہوئے۔ نوجوان نے وہاں سے تین سیب اپنے ساتھ لئے' اسے کسی نے منع بھی نہ کیا۔ قافلہ متحیر تھا کہ خدایا زمین پر ایسے ایسے خوبصورت شہر بھی تو نے بنائے ہیں۔ اس نے اہل قافلہ میں سے ایک صاحب سے پوچھا: ''یہ شہر کون سا ہے اس کا نام کیا ہے؟'' جواب ملا یہ اولیاء اللہ کا شہر ہے اللہ تعالیٰ کے ولیوں کا جب جی چاہتا ہے خواہ وہ کہیں بھی ہوں یہ شہر ان تک پہنچ جاتا ہے مگر چالیس سال سے کم عمر شخص اس شہر میں داخل نہیں ہوتا تم خوش نصیب ہو کہ تم کم عمری میں جا پہنچے۔ وہ قافلہ مکہ شریف پہنچا تو نوجوان نے ایک سیب دامغان کے رہنے والے ایک شخص کو دیا مگر اس نے حقارت سے سیب کو

پھینک دیا۔ قافلہ اولیاء میں سے ایک نے نوجوان کو ملامت کی اور کہا: اس سیب کی ناقدری کیوں کرتے ہو؟ اپنے پاس سنبھال کر رکھو جب بھوک لگے تو کھا لینا۔ یہ کبھی خراب ہونے والا نہیں ہے اور نہ ہی ضائع ہوگا۔

گھر پہنچ کر بہن کی زبان سے نوجوان نے جب اس سیب کا تذکرہ سنا تو حیرت و استعجاب میں ڈوب گیا اور پوچھا: "بہن سچ بتا تجھے یہ سب کیسے پتہ چلا؟"

بہن: بھائی جان! آپ تو اس شہر کی سیر ایک بار روکنے کے بعد میسر آئی ہے مجھ کو تو بیس سال کی عمر میں ہی اِس شہر میں لے گئے تھے اور بخدا وہاں جانے کی میں از خود خواہش مند نہیں تھی۔

مرید و محبؒ اور مراد و محبوب

بھائی: مگر میں نے تو سنا ہے کہ چالیس سال سے کم عمر والوں کو وہاں جانا نصیب نہیں ہوتا صرف میں ایک تھا جو اس اصول سے مستثنیٰ رہا۔ میرے سوا کم عمری میں وہاں کوئی نہیں گیا۔

بہن: تم نے سچ سنا مگر یہ اصول و ضابطہ ان کے لئے ہے جو مرید و محبؒ ہوں' ان کے لئے نہیں جو مراد و محبوب ہیں۔ وہ جب چاہیں داخل ہو سکتے ہیں اور اگر چاہو تو میں اس شہر کی زیارت ابھی کرا دوں۔

بھائی: سبحان اللہ! ضرور: بہن نے یہ سن کر آواز دی کہ اے شہر اولیاء حاضر ہو جا۔ فوراً وہی شہر سامنے آ موجود ہوا۔ سونے' چاندی کا شہر' گھنیرے باغوں والا شہر' نہروں' فواروں والا شہر' اس کی لہلہاتی شاخوں پر پھل لدے ہوئے تھے۔

بہن: اب بتاؤ تمہارا سیب کہاں ہے؟

بہن کا اشارہ پا کر اس باغ سے اتنے سیب گرے کہ اس نوجوان کے قد کے اوپر آ گئے۔ یہ عجیب و غریب معاملہ دیکھ کر بھائی مسکرا پڑا اور اسے یقین ہوا کہ میری بہن سلوک و روحانیت میں اتنی بلندی پر پہنچ چکی ہے کہ اس نے مقام محبوبیت حاصل کر لیا ہے۔ رحمہا اللہ (ایضاً)

(149)

یہ ہے یقینی جنتی

وہ نجد کا ایک بدو تھا۔ گفتگو اتنی شاندار اور دل پذیر کرتا کہ سننے والے حیرت زدہ رہ جاتے۔ اسے فصیح عربی پر مکمل عبور حاصل تھا۔ بڑا خوبصورت' گورا چٹا رنگ' بالوں کے پٹے کانوں کی لو تک سے نکلے ہوئے جیسے چاند کے گرد ہالہ ہو۔

وہ اپنی قوم کا سفیر بن کر مدینہ طیبہ پہنچا۔ اونٹنی پر سوار یہ بدو سیدھا مسجد نبوی میں آیا اور اللہ رے بدوی فطری بے خوفی کہ اپنی اونٹنی بھی مسجد کے اندر لے گھسا۔ اونٹنی ایک کونے میں بٹھا دی اور خود اس حلقے کی طرف بڑھا جہاں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ حلقے کے قریب پہنچا تو سلام نہ دعا' چھٹتے ہی اس نے بدوی لہجے میں پوچھا: محمد صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے درمیان ٹیک لگائے تشریف فرما تھے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا یہ جو روشن چہرے والے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں یہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اب وہ بدو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست مخاطب ہوا۔ کہنے لگا آپ ہی ابن عبدالمطلب ہیں؟ ارشاد ہوا تمہارے سوال کا جواب دیا جا چکا ہے۔ یہ شخص جس کا نام ضمام بن ثعلبہ تھا نجد کا رہنے والا تھا۔ داعیان توحید جب اس علاقے کے قبیلہ بنو سعد میں پہنچے تو ان لوگوں نے جو طبعاً دور رس اور معاملہ فہم تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفیر سے خاصی معلومات حاصل کیں۔ بہت سارے سوال جواب ہوئے۔ دین کیا ہے؟ اللہ اور اس کے رسول کے بارے میں' ارکان اسلام کے بارے میں۔ انہیں بہت کچھ بتایا گیا تو انہوں نے سوچا کہ کیوں نہ اپنا ایک نمائندہ مدینہ بھیجا جائے جو بالمشافہ گفتگو کرے اور ان باتوں

کی تصدیق کر آئے چنانچہ انہوں نے باہم مشورے کے بعد ایک نہایت سمجھدار اور ذہین و فطین شخص ضمام بن ثعلبہ کو مدینہ بھیجا۔

فصاحت و بلاغت کا پیکر بدو دربار رسالت میں

ہر چند یہ بدو تھا مگر اتنے اچھے اسلوب سے گفتگو کرتا تھا کہ اس کے انداز گفتگو پر عمر فاروق رضی اللہ عنہ جیسی شخصیت نے فرمایا میں نے ضمام سے بہتر اور موثر گفتگو کرنے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ ضمام نے کہا اللہ کے رسول! میں قبیلہ بنی سعد بن بکر سے تعلق رکھتا ہوں' میرا نام ضمام بن ثعلبہ ہے۔ میری قوم نے چند باتوں کی تحقیق کے لئے مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے۔ میں بدو ہوں۔ میرے لب و لہجے اور اندازِ گفتگو کی شدت کو محسوس نہ فرمایئے گا۔ ارشاد ہوا جو انداز گفتگو چاہو اختیار کر لو۔ میرے دل میں ہرگز کوئی میل نہیں آئے گا۔ تم...... بے تکلف ہو کر اطمینان سے...... بات کرو۔

اب اس نے بولنا شروع کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب اور آپ سے پہلوں کے رب کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام ابنائے آدم کی طرف نبی اور رسول بنا کر بھیجا ہے؟ ارشاد ہوا: اللهم نعم ۔ ہاں! اللہ گواہ ہے' اسی نے مجھے منصب رسالت عطا فرمایا ہے۔

اس نے کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے حکم دیا ہے کہ دن اور رات میں پانچ مرتبہ نماز ادا کریں؟ ارشاد ہوا: اللہ کی قسم! حقیقت یہی ہے۔

اس نے اگلا سوال کیا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی اللہ نے آپ کو حکم دیا ہے کہ سال بھر میں ایک ماہ (رمضان) کے روزے رکھیں؟ فرمایا: اللہ کی قسم! ایسا ہی ہے۔ ضمام نے مزید کہا: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا واقعی اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا ہے کہ امراء سے صدقہ یعنی زکاۃ لے کر فقراء میں تقسیم کر دی جائے؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہاں بالکل ایسا ہی ہے۔ اب ضمام نے بے ساختہ کہا: جو احکام آپ صلی اللہ

علیہ وسلم لے کر آئے ہیں' میں ان پر ایمان لاتا ہوں۔

قارئین کرام! یہ جو ایمان افروز مکالمہ درج کیا گیا ہے یہ صحیح بخاری کی حدیث نمبر 63 سے لیا گیا ہے۔ صحیح مسلم میں یہی واقعہ سوال و جواب کی شکل میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

ضمام بن ثعلبہ بازی لے گیا

ضمام نے پوچھا: ان بلند و بالا آسمانوں کو کس نے بنایا ہے؟ ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے دریافت کیا یہ زمین کس نے بچھائی ہے؟ ارشاد فرمایا: اللہ نے۔ عرض کیا اچھا تو ان پہاڑوں کو کس نے نصب کیا ہے؟ جواب ملا اللہ تعالیٰ نے۔ اس نے کہا: جس ذات نے آسمانوں کو بلند کیا' زمین کو بچھایا اور پہاڑوں کو نصب کیا اس کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا اسی نے آپ کو ہمارے لئے رسول بنا کر معبوث فرمایا ہے؟ اللہ کے رسول ٹیک لگا کر تشریف فرما تھے۔ یہ سوال بڑا اہم تھا۔ آپ نے فوراً ٹیک چھوڑ دی۔ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔ چہرۂ اقدس احساس ذمہ داری سے سرخ ہو گیا۔ اب ارشاد فرمایا اَللّٰهُمَّ نَعَمْ 'اللہ شاہد ہے' واقعہ یہی ہے' پھر اس نے ارکان اسلام کے بارے میں کچھ سوالات کئے' کلمہ شہادت پڑھا' مسلمان ہونے کے شرف سے مشرف ہوا اور کہنے لگا اللہ کی قسم! جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اس میں کوئی کمی کروں گا نہ اضافہ...... پھر وہ مجلس سے اٹھا اور واپس چلا گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اسے شفقت بار نظروں سے واپس جاتا دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی عالم مسرت میں صحابہ رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا: مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا جو یہ چاہتا ہو کہ کسی جنتی کو دیکھے تو وہ ضمام بن ثعلبہ کو دیکھ لے۔

(صحیح البخاری' حدیث 63' صحیح مسلم' حدیث 11-12)

(150)
تلاوت کی لذت

حضرت سیّدنا صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیّدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس آئے اور فرمانے لگے: ''کل صبح فلاں جگہ پہنچ جانا' میرے کچھ اور دوست بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ پھر ہم حضرت سیّدنا ابوجہیر رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لئے چلیں گے۔'' میں نے کہا: ''ٹھیک ہے' میں مقررہ وقت پر وہاں پہنچ جاؤں گا۔'' جب میں صبح اس جگہ پہنچا جہاں کا مجھے کہا گیا تھا تو حضرت سیّدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ مجھ سے پہلے ہی وہاں موجود تھے اور ان کے ساتھ حضرت سیّدنا محمد بن واسع' حضرت سیّدنا ثابت بنانی اور حضرت حبیب رحمہم اللہ بھی موجود تھے۔ میں نے ان سب کو ایک ساتھ دیکھ کر دل میں کہا: ''اللہ کی قسم! آج کا دن بہت خوش کن ہوگا۔'' پھر ہم سب حضرت سیّدنا ابوجہیر رحمۃ اللہ علیہ کی طرف چل دیئے۔ حضرت سیّدنا ابوجہیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے گھر میں عبادت کے لئے ایک جگہ مخصوص کر رکھی تھی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ ''بصرہ شہر'' میں صرف نمازِ جمعہ کے لئے تشریف لاتے اور نماز کے بعد فوراً ہی واپس تشریف لے جاتے۔

حضرت سیّدنا صالح مری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ہم ایک انتہائی خوبصورت جگہ سے گزرے تو حضرت سیّدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے ثابت! اس جگہ نماز پڑھ لو کل بروزِ قیامت یہ جگہ تمہاری گواہی دے گی۔'' پھر ہم حضرت سیّدنا ابوجہیر رحمۃ اللہ علیہ کے گھر پہنچے اور ان کے متعلق پوچھا تو پتا چلا کہ وہ نماز پڑھنے گئے ہیں' ہم ان کا انتظار کرنے لگے۔

ولی راولی می شناسد

کچھ ہی دیر بعد حضرت سیّدنا ابو جہیر رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے' آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت غمزدہ' پریشان حال اور بہت کمزور تھے' ایسا لگتا تھا جیسے ابھی قبر سے نکل کر آ رہے ہوں۔ پھر انہوں نے مختصر سی نماز پڑھی اور نہایت غمگین حالت میں ایک جگہ بیٹھ گئے۔ ان سے مصافحہ کرنے کے لئے سب سے پہلے حضرت سیّدنا محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ گئے اور انہوں نے سلام کیا' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا اور پوچھا: ''تم کون ہو؟ میں تمہاری آواز نہیں پہچان پاتا۔'' حضرت سیّدنا محمد بن واسع رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کی ''میں بصرہ سے آیا ہوں۔'' پوچھا: ''تمہارا نام کیا ہے؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا ''میرا نام محمد بن واسع ہے۔'' یہ سن کر فرمانے لگے: ''مرحبا' مرحبا! کیا تم ہی محمد بن واسع ہو جن کے متعلق بصرہ والے یہ کہتے ہیں: سب سے زیادہ فضیلت والے یہی ہیں' خوش آمدید بیٹھ جائیے۔'' پھر حضرت سیّدنا ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کیا' ان سے بھی نام پوچھا تو انہوں نے بتایا ''میرا نام ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔'' یہ سن کر فرمانے لگے: ''مرحبا' اے ثابت! کیا تمہارے ہی متعلق لوگوں میں مشہور ہے کہ سب سے زیادہ لمبی نماز پڑھنے والے ثابت بنانی ہیں' خوش آمدید! آپ تشریف رکھیں۔''

پھر حضرت سیّدنا حبیب رحمۃ اللہ علیہ سلام کے لئے حاضر ہوئے۔ ان سے پوچھا ''تمہارا نام کیا ہے؟'' عرض کی ''حبیب۔'' فرمایا: ''کیا تم ہی وہ حبیب ہو جن کے متعلق مشہور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کبھی کسی سے کوئی سوال نہیں کرتے' خوش آمدید' تشریف رکھئے۔'' پھر حضرت سیّدنا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے سلام کیا اور جب اپنا نام بتایا تو فرمایا: ''مرحبا! مرحبا! اے مالک بن دینار! تمہارے ہی متعلق مشہور ہے کہ تم سب سے زیادہ مجاہدہ کرنے والے ہو۔'' پھر انہیں بھی اپنے پاس بٹھا لیا۔

پھر میں سلام کے لئے حاضر ہوا۔ جب میرا نام پوچھا تو میں نے اپنا نام بتایا' فرمانے لگے: ''اچھا! تمہارے ہی متعلق مشہور ہے کہ تم قرآن بہت اچھا پڑھتے ہو' میری بڑی خواہش تھی کہ تم سے قرآن سنوں' آج مجھے قرآن سناؤ۔'' حکم ملتے ہی میں نے تلاوت

شروع کردی۔خدا کی قسم! ابھی میں تعوذ (اَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ) بھی مکمل نہ کر پایا تھا کہ وہ بے ہوش ہو گئے۔ جب افاقہ ہوا تو فرمانے لگے: ''اے صالح! مجھے قرآن سناؤ۔'' چنانچہ میں نے قرآن پاک کی یہ آیت تلاوت کی:

وَقَدِمْنَآ اِلٰی مَا عَمِلُوْا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنٰہُ ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا ○

(پ19، الفرقان:23)

''اور جو کچھ انہوں نے کام کیے تھے ہم نے قصد فرما کر انہیں باریک باریک غبار کے بکھرے ہوئے ذرے کر دیا کہ روزن کی دھوپ میں نظر آتے ہیں۔''

ایک آیت سنی اور روح پرواز کر گئی

جیسے ہی انہوں نے یہ آیت سنی ایک چیخ ماری اور پھر ان کے گلے سے عجیب و غریب آواز آنے لگی اور تڑپنے لگے پھر یکدم ساکت ہو گئے۔ ہم ان کے قریب پہنچے تو دیکھا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی۔ ہم نے لوگوں سے پوچھا: ''کیا ان کے گھر والوں میں سے کوئی موجود ہے؟'' لوگوں نے بتایا'' ایک بوڑھی عورت ان کی خدمت کرتی ہے۔'' جب اس بوڑھی عورت کو بلایا گیا تو اس نے پوچھا: ''کس طرح ان کا انتقال ہوا؟'' ہم نے بتایا'' ان کے سامنے قرآن کی ایک آیت پڑھی گئی جسے سنتے ہی ان کی روح پرواز کر گئی۔''

اس عورت نے پوچھا: ''تلاوت کس نے کی تھی؟ شاید! حضرت سیّدنا صالح قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تلاوت کی ہوگی۔'' ہم نے کہا: ''جی ہاں! تلاوت تو حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ نے کی ہے لیکن تم انہیں کس طرح جانتی ہو؟'' کہنے لگی ''میں انہیں جانتی تو نہیں مگر حضرت سیّدنا ابوجہیر رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے: اگر میرے سامنے حضرت سیّدنا صالح قاری رحمۃ اللہ علیہ نے تلاوت کی تو میں ان کی تلاوت سنتے ہی مر جاؤں گا۔''

پھر اس عورت نے کہا: ''خدا کی قسم! حضرت صالح رحمۃ اللہ علیہ (کی پردرد آواز) نے ہمارے حبیب کو قتل کر ڈالا۔'' یہ کہہ کر وہ عورت رونے لگی۔ پھر ہم سب نے مل کر حضرت سیّدنا ابوجہیر رحمۃ اللہ علیہ کی تجہیز و تکفین کی۔ (عیون الحکایات)

(151)

شانِ علم اور مقامِ علماء

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”جو آدمی دنیا کی سختیوں میں سے کسی مسلمان کی کوئی سختی اور تنگی دور کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن وہاں کی سختیاں اس سے دور کرے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد کرتا رہے جب تک وہ اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرتا رہتا ہے اور جو آدمی علم کی تلاش میں کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر جنت کے راستہ کو آسان کر دیتا ہے اور جب کوئی جماعت اللہ کے گھر (مسجد یا مدرسہ) میں قرآن پڑھتی پڑھاتی ہے تو اس پر (اللہ کی جانب سے) تسکین نازل ہوتی ہے۔ رحمت خداوندی اس کو اپنے اندر چھپا لیتی ہے اور فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں' نیز اللہ تعالیٰ اس جماعت کا ذکر ان (فرشتوں) میں کرتا ہے جو اس کے پاس رہتے ہیں اور جس نے عمل میں تاخیر کی آخرت میں اس کا نسب کام نہیں آئے گا۔“

(صحیح مسلم' الذکر والدعاء' باب فضل الاجتماع علی تسر وھۃ القرآن...... 6853' بخاری' 2442' ابن ماجہ' 225)

تصویر کا دوسرا رُخ

لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قیامت کے دن پہلا آدمی جس پر (خلوص نیت کو ترک کر دینے کا) حکم لگایا جائے گا

وہ ہوگا جسے (دنیا میں) شہید کر دیا گیا تھا چنانچہ (میدان حشر میں) وہ پیش کیا جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنی (دی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا کام کیا؟ یعنی اللہ اسے اپنی نعمتیں جتا کر الزاماً فرمائے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکرانہ میں کیا اعمال کیے؟ وہ کہے گا میں تیری راہ میں لڑا یہاں تک کہ شہید کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے کیونکہ تو اس لیے لڑا تھا کہ تجھے بہادر کہا جائے چنانچہ تجھے (بہادر کہا گیا) اور تیرا اصل مقصد مخلوق سے حاصل ہو اب مجھ سے کیا چاہتا ہے۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل کھینچا جائے' یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا پھر (دوسرا) وہ آدمی ہوگا جس نے علم حاصل کیا' دوسروں کو تعلیم دی اور قرآن کو پڑھا چنانچہ اسے بھی (اللہ کے حضور میں) لایا جائے گا' اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی پھر اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کیے؟ وہ کہے گا میں نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور تیرے لئے ہی قرآن پڑھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو علم محض اس لئے حاصل کیا تھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لئے پڑھا تھا تاکہ تجھے لوگ قاری کہیں' چنانچہ تجھے (عالم وقاری) کہا گیا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر (تیسرا) وہ آدمی ہوگا جس کو اللہ نے (معیشت میں) وسعت دی اور ہر قسم کا مال عطا فرمایا۔ اس کو بھی اللہ کے حضور میں لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی عطا کی ہوئی) نعمتیں یاد دلائے گا جو اسے یاد آ جائیں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو نے ان نعمتوں کے شکر میں کیا اعمال کیے؟ وہ کہے گا میں نے کوئی ایسی راہ نہیں چھوڑی جس میں تو خرچ کرنا پسند کرتا اور تیری خوشنودی کے لیے میں نے اس میں خرچ نہ کیا ہو' اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے' تو نے خرچ اس لئے کیا تاکہ تجھے (سخی) کہا جائے اور تجھے (سخی) کہا گا۔ پھر حکم دیا جائے گا کہ اسے بھی منہ کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

(صحیح مسلم الامارۃ باب من قاتل للریاء والسمعۃ استحق النار: 4923 احمد: 8260)

معلم و متعلم کی فضیلت

حضرت کثیر بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں (ایک صحابی) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے پاس دمشق (شام) کی مسجد میں بیٹھا ہوا تھا کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: میں سرکار دو عالم رضی اللہ عنہ کے شہر سے آپ کے پاس ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جس کے بارے میں مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسے آپ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں۔ آپ کے پاس میرے آنے کی اس کے علاوہ اور کوئی غرض نہیں ہے (یہ سن کر) حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے یہ سنا کہ "جو آدمی کسی راستہ کو (خواہ لمبا ہو یا مختصر) علم دین حاصل کرنے کے لئے اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو بہشت کے راستہ پر چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی رضامندی کے لئے اپنے پروں کو بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے ہر وہ چیز جو آسمانوں کے اندر ہے (فرشتے) اور جو زمین کے اوپر ہے (جن وانس) اور مچھلیاں جو پانی کے اندر ہیں دعائے مغفرت کرتی ہیں۔" اور فرمایا:

وَاِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلٰى سَائِرِ الْكَوَاكِبِ وَاِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ وَاِنَّ الْاَنْبِيَاءَ لَمْ يُوَرِّثُوْا دِيْنَارًا وَّلَا دِرْهَمًا وَرَّثُوا الْعِلْمَ فَمَنْ اَخَذَهٗ اَخَذَ بِحَظٍّ وَافِرٍ۔

"اور عابد پر عالم کو ایسی ہی فضیلت ہے جیسے کہ چودھویں کا چاند تمام ستاروں پر فضیلت رکھتا ہے اور عالم انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء وراثت میں دینار و درہم نہیں چھوڑ گئے ہیں' ان کا ورثہ علم ہے لہٰذا جس نے علم حاصل کیا اس نے کامل حصہ پایا۔"

(سنن ابوداؤد' العلم' باب الحث علی طلب العلم: 3641' مسند احمد 22058' جامع ترمذی 2682' سنن ابن ماجہ 223' دارمی 342)

مرنے کے بعد ثواب کا سلسلہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

''مومن کو اس کے جس عمل یا جن نیکیوں کا مرنے کے بعد ثواب پہنچتا ہے اس میں ایک تو علم ہے جس کو اس نے سیکھا اور رواج دیا تھا' دوسرا نیک اولاد ہے جس کو اپنے بعد چھوڑا۔ تیسرا قرآن ہے جو وارثوں کے لئے چھوڑا ہو۔ چوتھا مسجد ہے جس کو اپنی زندگی میں بنالیا گیا ہو' پانچواں مسافر خانہ ہے جس کو اس نے تعمیر کیا ہو' چھٹا نہر ہے جس کو اس نے جاری کیا ہو اور ساتویں وہ خیرات ہے جس کو اس نے اپنی تندرستی اور زندگی میں اپنے مال سے نکالا ہو' ان تمام چیزوں کا ثواب اس کے مرنے کے بعد اس کو پہنچتا ہے۔''

(صحیح ابن ماجہ' مقدمہ' باب معلم الناس الخیر: 242)

☆ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو تین اعمال کے سوا اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں:

صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ ۔ صدقہ جاریہ۔

اَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ ۔ ایسا علم جس سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہوں۔

اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُوْ لَهُ ۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرتی ہے۔

(مسلم' 1631' ابوداؤد' الوصایا' باب ماجاء فی الصدقۃ فی المیت' 2880)

طلب علم میں سفر:

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا: نوف بکالی کہتے ہیں: خضر علیہ السلام کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی اور وہ موسیٰ وہ نہیں ہیں جو بنی اسرائیل کے پیغمبر تھے بلکہ وہ دوسرے ہیں۔ ابن عباس نے کہا: وہ دشمن خدا جھوٹ کہتا ہے مجھے ابن ابی کعب کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ ایک دن موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کے سامنے وعظ کہنے کھڑے ہوئے تو ان سے پوچھا: کیا سب سے بڑا عالم کون ہے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: میں لیکن اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہ آئی کیونکہ موسیٰ

علیہ السلام نے اسے خدا کی طرف منسوب نہیں اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا: مجمع البحرین میں ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے بڑا عالم ہے' موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا: اے پروردگار! مجھے ان تک کون پہنچائے گا اور کبھی سفیان یہ الفاظ روایت کرتے پھر وہ اور ان کے خادم یوشع بن نون چلے حتیٰ کہ ایک بڑے پتھر کے پاس پہنچے۔ دونوں نے اس پر اپنا سر رکھا تو موسیٰ علیہ السلام کو نیند آ گئی۔ مچھلی تڑپ کر نکلی اور دریا میں گر گئی اور اس نے دریا میں اپنا راستہ سرنگ کی طرح بنا لیا یعنی اللہ نے مچھلی کے جانے کے راستہ سے پانی کے بہاؤ کو روک لیا پس وہ طاق کی طرح ہو گیا اور آپ نے اشارہ سے بتایا: طاق کی طرح ہو گیا پھر دونوں باقی رات اور پورا دن آگے چلے۔ جب دوسرا دن ہوا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنے خادم سے کہا ذرا ہمارا کھانا تو لاؤ ہم نے اس سفر میں بڑی تکلیف اٹھائی اور موسیٰ علیہ السلام کو سفر میں کلفت اس وقت محسوس نہ ہوئی جب تک وہ اللہ کے حکم کردہ راستہ سے آگے نہ بڑھ گئے تو ان کے خادم نے کہا آپ کو معلوم ہے کہ جب ہم پتھر کے پاس بیٹھے تھے تو میں مچھلی کو بھول گیا اور مجھے تو صرف شیطان ہی نے اس کی یاد سے غافل کیا ہے اور اس نے دریا میں اپنا عجیب طریقہ سے راستہ بنا لیا سو مچھلی کا وہ سرنگ نما راستہ ان کے لئے تعجب کا باعث تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہم تو یہی چاہتے تھے پھر وہ دونوں اپنے قدم کے نشان دیکھتے ہوئے پیچھے لوٹے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کی ملاقات ہو گئی

یہاں تک کہ دونوں اسی پتھر کے پاس پہنچے تو ایک آدمی کو دیکھا کہ کپڑا اوڑھے ہوئے لیٹا ہے موسیٰ علیہ السلام نے اسے سلام کیا تو انہوں نے جواب دیا اور کہا: اس سرزمین میں تو سلام کا رواج نہیں ہے تو انہوں نے کہا: میں موسیٰ ہوں اس شخص نے کہا بنی اسرائیل کے موسیٰ؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں! میں آپ کے پاس وہ ہدایت وحکمت کی باتیں سیکھنے آیا ہوں جو آپ کو بتائی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا: اے موسیٰ مجھے کچھ خداداد علم ہے جو اللہ نے مجھے عطا کیا ہے تم اسے نہیں جانتے اور تمہیں کچھ خداداد علم ہے جو اللہ نے تمہیں عطا کیا ہے میں اسے نہیں جانتا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کیا میں آپ کے ساتھ رہ

سکتا ہوں؟ خضر علیہ السلام نے کہا تم میرے ساتھ رہ کر صبر نہیں کر سکتے اور تم کیونکر ایسی بات پر صبر کر سکتے ہو جس کی حقیقت کا تمہیں علم نہیں ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا انشاء اللہ آپ مجھے صابر پائیں گے اور میں آپ کی کسی معاملہ میں نافرمانی نہیں کروں گا پھر یہ دونوں دریا کے کنارے کنارے چلے ایک کشتی ان کی طرف سے گزری۔ انہوں نے کشتی والوں سے کہا ہمیں بٹھالو۔ کشتی والوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان لیا تو بغیر کسی اجرت کے انہیں بٹھالیا۔

علم الٰہی کی وسعتیں

(اتنے میں) ایک چڑیا آکر کشتی کے ایک طرف بیٹھ گئی اور اس نے دریا میں ایک یا دو چونچیں ماریں۔ خضر نے کہا: اے موسیٰ! میرے اور تمہارے علم سے خدا کے علم میں اتنی کمی بھی نہیں ہوئی جتنا اس چڑیا نے اپنی چونچ سے دریا کا پانی کم کیا ہے (پھر) یکا یک خضر علیہ السلام نے ایک کلہاڑی اٹھائی اور کشتی کا ایک تختہ نکال ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا آپ نے یہ کیا کیا؟ ان لوگوں نے تو بغیر اجرت کے ہمیں کشتی میں بٹھایا اور آپ نے ان کی کشتی کو توڑ ڈالا تا کہ ان کی سواریوں کو غرق کر دیں۔ بے شک آپ نے یہ برا کام کیا ہے۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے نہیں کہا تھا: تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے! موسیٰ علیہ السلام نے کہا میں بھول گیا تھا اس پر مواخذہ نہ کیجئے اور میرے کام میں مجھ پر تنگی پیدا نہ کیجئے۔ پس پہلی مرتبہ تو موسیٰ علیہ السلام سے بھول ہوئی پھر یہ دونوں دریا سے نکلے تو ایک لڑکے کے پاس سے گزرے جو اور لڑکوں کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ خضر علیہ السلام نے اس بچہ کا سر پکڑ کر اپنے ہاتھ سے اسے گردن سے جدا کر دیا۔ (سفیان نے اپنی انگلیوں سے ایسا اشارہ کیا جیسے وہ کوئی چیز توڑتے ہیں) موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا آپ نے ایک پاکیزہ اور بے گناہ انسان کو بغیر جرم کے قتل کر دیا بیشک آپ نے بہت برا کام کیا۔ خضر علیہ السلام نے کہا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکتے؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا: اگر اس کے بعد میں آپ سے کچھ پوچھوں تو مجھے جدا کر دیجئے۔ بے شک آپ میری طرف سے معذوری کی حد کو پہنچ گئے پھر وہ دونوں چلے

حتیٰ کہ جب وہ ایک گاؤں کے لوگوں کے پاس پہنچے تو انہوں نے ان سے کھانا مانگا۔ انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ انہوں نے وہاں ایک دیوار دیکھی جو گرنا چاہتی تھی اور جھک گئی تھی۔ خضر علیہ السلام نے ہاتھ سے اس طرح اشارہ کیا (اور سفیان رضی اللہ عنہ نے اس طرح اشارہ کیا جیسے وہ کسی چیز پر اوپر کی طرف ہاتھ پھیر رہے ہیں اور میں نے سفیان کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ جھک گئی تھی صرف ایک مرتبہ سنا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہم ان کے پاس آئے۔ انہوں نے نہ ہمیں کھانا دیا نہ ضیافت کی اور آپ نے ان کی دیوار کو درست کر دیا۔ اگر آپ چاہتے تو ان سے اجرت لے لیتے۔

اور راستے جدا ہو گئے

خضر علیہ السلام نے کہا اب ہمارے تمہارے درمیان جدائی ہے میں تمہیں ان باتوں کی حقیقت بتاتا ہوں جن پر تم صبر نہیں کر سکے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کاش! موسیٰ علیہ السلام صبر کرتے اور اللہ ہم سے ان کا (اور زیادہ) قصہ بیان کرتا۔''

پھر بیان کیا رہی کشتی تو وہ چند مسکینوں کی تھی، جو سمندر میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے آگے ایک بادشاہ تھا جو ہر کشتی چھین کر لے لیتا تھا اور رہا لڑکا تو اس کے ماں باپ دونوں مومن تھے تو ہم ڈرے کہ وہ ان دونوں کو سرکشی اور کفر میں پھنسا دے گا تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کو ان کا رب اس کے بدلے ایسی اولاد دے جو پاکیزگی میں اس سے بہتر اور شفقت میں زیادہ قریب ہو اور رہ گئی دیوار تو وہ شہر میں دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان دونوں کے لئے ایک خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک تھا تو تیرے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچ جائیں اور اپنا خزانہ نکال لیں، تیرے رب کی طرف سے رحمت کے لئے اور میں نے یہ اپنی مرضی سے نہیں کیا۔ یہ ہے اصل حقیقت ان باتوں کی جن پر تو صبر نہیں کر سکا۔ (تفسیر ابن کثیر 355/3)

علماء اور علم کی قدر کرنے والے بادشاہ:

مامون امیر المومنین ہیں اور خلیفۃ المسلمین ہیں اس کے دو بیٹے ہیں۔ نحو کے بہت بڑے عالم فراء سے علم حاصل کرتے ہیں' دو بیٹے اور امیر المومنین کے بیٹے اور شہزادے جن کی خدمت کے لئے بے شمار غلام موجود ہوتے ہیں ایک دن یہ عالم دین ان کے استاد تعلیم دے رہے ہیں' مسند تدریس سے کسی کام کی غرض سے اٹھتے ہیں۔ یہ دونوں مامون کے بیٹے جلدی سے اٹھتے ہیں کہ ہم استاد کے جوتوں کو سیدھا کریں۔ جب جوتوں کے پاس پہنچتے ہیں ایک کہتا ہے میں جوتے سیدھے کروں گا۔ دوسرا کہتا ہے میں جوتے سیدھے کروں گا۔ الغرض ایک جوتا ایک نے سیدھا کیا دوسرا جوتا دوسرے نے سیدھا کیا۔ جب مامون کو پتہ چلتا ہے رپورٹ دینے والے ہر جگہ موجود ہوتے ہیں۔ انہوں نے مامون کو بتایا: آج تیرے بیٹوں نے یہ کام کیا ہے۔ اس نے کیا کہا؟ اس وقت کے لوگ' اس وقت کے صاحب سلطنت' اس وقت کے صاحب اقتدار' اس وقت کے حکمران اہل علم کی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے قدر کیا کرتے تھے۔ اس نے اسی وقت فراء کو اپنے دربار میں بلایا۔ جب آئے' عزت وتکریم سے بٹھایا' پوچھا مجھے بتاؤ اس وقت معزز ترین آدمی کون ہے؟ اس عالم دین نے کیا کہا؟ اس وقت تو معزز ترین امیر المومنین آپ ہی ہیں۔

آؤ مسلمانو! آج ہم جھوٹی عزت کے لئے کس قدر پاپڑ بیلتے ہیں؟ حقیقت میں جن لوگوں کے دل میں تقویٰ ہوتا ہے' حقیقت میں جو اہل اللہ ہوتے ہیں' حقیقت میں اللہ سے ڈرنے والے ہوتے ہیں۔ ان کی حالت کیا ہوا کرتی تھی؟ مامون اسی وقت کہتا ہے نہیں! میں اس وقت عزت والا نہیں ہوں' معزز ترین تو اس وقت آپ ہیں جن کے جوتے میرے بیٹے سیدھے کر رہے ہیں۔ (تاریخ بغداد 14/ 1.5)

اللہ کی قسم! یہ بادشاہ ہے:

ایک دفعہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی زبیدہ شہر میں موجود تھے۔ اس شہر میں ایک بہت بڑے عالم دین حافظ الحدیث عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ آتے ہیں۔ ہوتا کیا ہے؟ جب شہر کے باسیوں کو پتہ چلتا ہے کہ آج ہمارے شہر میں ایک عالم آرہے ہیں تو

شہر والے اپنے گھروں سے نکلتے ہیں' استقبال کے لئے ٹولیوں میں' جوق در جوق لوگ نکل رہے ہیں۔ ملکہ زبیدہ نے پوچھا: آج کیا بات ہے؟ لوگ شہر سے باہر کیوں جا رہے ہیں؟ بتایا گیا آج اس شہر میں ایک عالم دین آ رہے ہیں' لوگ ان کے استقبال کے لئے جا رہے ہیں۔ اس وقت ملکہ زبیدہ نے کیا کہا تھا؟ هٰذَا وَاللّٰهِ الْمَلِكُ۔

"اللہ کی قسم! بادشاہ ہارون الرشید نہیں بادشاہ یہ عالم دین ہے۔"

(تہذیب الکمال: 584/5' 3547' تاریخ بغداد' 156/10' تاریخ اسلام للذھبی' 1383/1)

جس کا لوگوں کے دلوں پر کنٹرول ہے' لوگ جس کے استقبال کے لئے لوگ شہر سے باہر نکل رہے ہیں' یہ لوگ علماء کی قدر کرنے والے ہوتے تھے۔

یہیں بس نہیں ہوتی ابو المعاویہ یہ حدیث کے بہت بڑے امام گزرے ہیں۔ تذکرۃ الحفاظ میں یہ واقعہ موجود ہے کہ انہوں نے علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہے ان کو یہ واقعہ بیان کیا۔ ابو المعاویہ نابینے تھے' آنکھیں ان کی نہیں تھیں' کھانا کھانے کے بعد ہاتھ دھونے کے لئے اٹھے۔ ایک شخص نے ان کے ہاتھ دھلا دیئے اور اس نے اس شخص سے پوچھا: آپ کو معلوم ہے آپ کے ہاتھ کس نے دھلائے ہیں؟ یہ کہنے لگے مجھے تو معلوم نہیں ہارون الرشید اس وقت بولتا ہے کہ میں آپ کے ہاتھ دھلانے والا تھا۔ (تاریخ بغداد' 7347/9/14)

عالم کی عابد پر فضیلت

حضرت ابی امامہ باہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے:

ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلَانِ اَحَدُهُمَا عَابِدٌ وَالْاٰخَرُ عَالِمٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلٰى اَدْنَاكُمْ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو آدمیوں کا ذکر کیا گیا جن میں سے ایک عابد تھا اور دوسرا عالم (آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا ان دونوں میں افضل کون ہے؟) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عالم کو عابد پر ایسے ہی فضیلت ہے جیسا کہ

میری فضیلت اس آدمی پر جو تم میں سے ادنیٰ درجہ کا ہو۔" پھر اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کے فرشتے اور آسمان و زمین کی تمام مخلوقات یہاں تک کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں اور مچھلیاں پانی میں اس آدمی کے لئے دعائے خیر کرتی ہیں جو لوگوں کو بھلائی (علم دین) سکھاتا ہے۔"

(جامع الترمذی العلم باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ 2685 الدارمی 289)

ایک حدیث کے لئے مدینہ سے دمشق تک کا سفر

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ فلاں مسئلہ تو مجھے معلوم ہے لیکن جو الفاظ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلے تھے وہ میں بھول گیا تو وہی الفاظ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کی زبان سے سننے کے لئے ملک شام کے دارالخلافہ دمشق میں پہنچے۔ اس کے لئے منڈی سے جا کر سواری خریدی اور سفر شروع کیا۔ صعوبتوں والا خطرناک سفر تھا۔ راستہ میں بھوک پیاس برداشت کی۔ درختوں کے پتوں پر گزارا کیا۔ وہاں پہنچ کر ان کے دروازے پر دستک دی اور کہا: میں جابر ہوں آپ کی خدمت میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں۔ انہوں نے تعجب سے کہا جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ۔ کہا جی ہاں۔ وہ جلدی سے باہر تشریف لائے۔ معانقہ کیا' بڑے خوش ہوئے اور دریافت کیا کہ آپ نے اتنا لمبا سفر کس غرض سے کیا؟

فرمایا مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ کے بارے میں وہ الفاظ یاد ہیں جو اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان کئے تھے۔

فَخَشِيْتُ اَنْ اَمُوْتَ قَبْلَ اَنْ اَسْمَعَهَا

"مجھے ڈر سا لگا کہ کہیں درست الفاظ سننے سے پہلے مجھے موت نہ آ جائے۔"

انہوں نے جب الفاظ سنائے تو کہنے لگے اجازت دیجئے اب میں واپس چلتا ہوں۔ انہوں نے کہا: آپ نے اتنا لمبا سفر کیا ہے آپ کو کھانے اور آرام کی ضرورت ہے اور اس کے بعد واپس ہی جانا ہے۔ کہتے ہی اگر میں کھانے اور آرام کرنے میں یہاں وقت ضائع کروں تو یہ میرے اپنے مشن کے منافی ہے۔ (سنن دارمی 1/69)

☆ ......حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْدًا سَمِعَ مَقَالَتِيْ فَوَعَاهَا ثُمَّ بَلَّغَهَا عَنِّيْ .

''اللہ خوش و خرم رکھے ایسے شخص کو جس نے میری حدیث کو سنا' یاد کیا اور پھر لوگوں کو آگے پہنچایا۔'' (ابن ماجہ:236)

میں تو سو احادیث سنوں گا:

وہ مکہ مکرمہ میں باب بنی ہاشم کے پاس ایک بلند جگہ پر جلوہ افروز ہو کر لوگوں کا مشاہدہ کر رہے تھے کہ اچانک ایک آدمی پاس آ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا میں حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت شغف رکھتا ہوں لہٰذا عرض یہ ہے۔ اے ابو محمد! مجھے حدیث بیان کرو۔ کہتے ہیں میں نے چند احادیث اسے سنائیں۔ اس نے مزید تقاضا کیا۔ میں نے اس کی مزید خواہش بھی پوری کر دی لیکن اس کی بار بار درخواست سن کر میں نے اس کے سینہ پر ہاتھ سے ذرا سا دھکا دیا کہ اب بس بھی کرو۔ وہ بلند جگہ پر بیٹھا تھا۔ نیچے وادی کی طرف لڑھک گیا اور گہری جگہ جا گرا۔ چاروں جانب حجاج کرام بھاگ کر اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور یہ خبر عام ہونے لگی کہ سفیان بن عیینہ نے ایک حاجی کو مار ڈالا۔ جب حاجیوں کے درمیان اس سلسلہ میں چہ مگوئیوں نے طول پکڑا تو میں ڈر گیا اور افسوس کرنے لگا کہ کیونکر میں نے اس بے چارے کو دھکا دیا؟ پھر جلدی سے نیچے اتر کر وادی میں گیا اور اس شخص کا سر اپنی گود میں رکھ کر پوچھا' کیا ہوا؟ وہ آدمی اپنے پاؤں مسلسل ہلائے جا رہا تھا اور منہ سے جھاگ نکالے جا رہا تھا۔ یہ بھیانک منظر دیکھ کر یہ جملہ لوگوں میں عام ہو گیا کہ سفیان نے آدمی مار ڈالا۔ میں نے اس آدمی سے کہا' تمہارا ناس ہو کھڑے ہو جاؤ تم لوگوں کو نہیں دیکھ رہے' وہ کیا کہہ رہے ہیں؟ اس نے مجھے کہا ذرا کان قریب کرو اور کان میں سرگوشی کرتے ہوئے کہنے لگا:

لَا وَاللّٰهِ الَّا اَقُوْمُ حَتّٰى تُحَدِّثَنِيْ مِائَةَ حَدِيْثٍ عَنِ الزُّهْرِيْ وَعَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ .

''اللہ کی قسم! میں اس وقت تک نہیں اٹھوں گا جب تک آپ امام زہری اور

عمرو بن دینار کی سند سے مجھے سو احادیث نہیں سنائیں گے۔"

چنانچہ سفیان بن عیینہ کہتے ہیں میں نے اس آدمی کو سو احادیث سنائیں۔ سو احادیث سننے کے بعد وہ اس جگہ سے اٹھ کر چل دیا کیونکہ اسے کوئی چوٹ نہ لگی تھی۔

(کتاب الاذکیاء لابن جوزی، ص 138)

حصول علم کے لئے محنت ضروری ہے:

امام عبداللہ بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے باپ یحییٰ سے سنا وہ فرماتے ہیں: لَا یُسْتَطَاعُ الْعِلْمُ بِرَاحَةِ الْجَسَدِ۔

"بدن کی راحت سے علم کا حصول نہیں ہو سکتا۔"

(صحیح مسلم المساجد، باب اوقات الصلوات الخمس، رقم: 1390)

☆......ایک حکایت ہے کہ ایک طالب علم کو مطالعہ کا بہت شوق تھا لیکن رات کی روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا۔ محلہ میں سرکاری لالٹینیں لگی ہوئی تھیں۔ اس نے سوچا کہ ان کی روشنی سے مستفید ہوا جائے چنانچہ فن نحو کی کتاب "الکافیہ" لے کر لالٹین کی روشنی میں بیٹھ کر پڑھنے لگے۔ ابھی کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ نواب کے ہرکارے آن پہنچے اور کہنے لگے کہ نواب صاحب گشت پر ہیں لہٰذا رستے سے ہٹ جاؤ۔ اس طالب علم کو دھکے دے کر انہوں نے ایک طرف کر دیا۔ جونہی نواب قریب سے گزرا تو اس طالب علم نے بلند آواز سے کہا: نواب بنے پھرتے ہو اگر کافیہ کی ایک لائن پوچھوں تو نانی یاد آ جائے گی۔

یعنی مشتاقان علم کے نزدیک پڑھنا اور سمجھنا نواب بننے سے کہیں بہتر تھا اور جن کا ماضی میں علم کی دنیا میں ایک نام ہے انہوں نے ایک ایک بات کو سمجھنے کے لئے بڑے بڑے سفر کئے اور مشکلاتِ سفر برداشت کیں تب جا کر وہ آسمان علم پر ایک ستارے کی حیثیت سے چمکے۔

☆......مشہور امام ابوبکر محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب الزہری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 124ھ جن کی ثقاہت و عدالت پر جملہ محدثین اور ائمہ اسماء الرجال کا اتفاق ہے آپ علم الحجاز والشام کے لقب سے مشہور تھے۔ مشہور اموی خلیفہ حضرت عمر

بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ المتوفی 101 ھ کے حکم سے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے علم حدیث کو مدون کیا' اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر مضبوط حافظہ عطا کیا تھا کہ آپ نے صرف 80 دنوں (یا راتوں) میں مکمل قرآن کریم حفظ کر لیا تھا۔ مشہور اموی خلیفہ عبدالملک بن مروان المتوفی 86 ھ سے امام زہری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مکالمہ ہوا تھا جو عربی سے اردو ترجمہ کے ساتھ پیش خدمت ہے۔

ایک علمی مکالمہ (عجم کی عرب پر فضیلت):

امام ابوعمرو عثمان بن عبدالرحمٰن الشہرزوری المتوفی 643 ھ لکھتے ہیں:

ہمارے پاس امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت بیان کی گئی ہے انہوں نے فرمایا: میں عبدالملک بن مروان کے پاس آیا۔

☆ - فقال من أين قدمت يا زي؟ اس نے کہا: اے زہری تو کہاں سے آیا ہے؟

☆ - قلت من مكة . میں نے کہا: مکہ سے۔

اس نے کہا: تو نے مکہ میں پیچھے کس کو چھوڑا ہے جو ان کا سردار ہو؟

☆ - قلت عطاء بن ابى رباح . میں نے کہا: عطاء بن ابی رباح کو۔

☆ - قال فمن العرب ام من الموالى؟

اس نے کہا: وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے؟

☆ - قلت من الموالى . میں نے کہا: وہ عجمیوں میں سے ہے۔

☆ - قال وبم سادهم . اس نے کہا: وہ کس وجہ سے ان کا سردار بنا ہے۔

☆ - قلت بالديانة والرواية . میں نے کہا: دیانت اور روایت کی وجہ سے۔

☆ - قال ان اهل الديانة والرواية لينبغى ان يسودوا .

اس نے کہا: اہل دیانت و روایت اس لائق ہیں کہ وہ سردار بنیں؟

☆ - قال فمن يسود اهل اليمن؟ اس نے کہا: اہل یمن کی سرداری کون کرتا ہے؟

☆ - قلت طاوس بن كيسان . میں نے کہا: طاؤس بن کیسان۔

☆ - قال فمن العرب ام من الموالى؟

اس نے کہا: وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے؟

☆- قلت من الموالي . میں نے کہا: عجمیوں میں سے۔

☆- قال وبم سادهم؟ اس نے کہا: وہ کس وجہ سے ان کا سردار بنا ہے؟

☆- قلت بما سادهم به عطاء . میں نے کہا: جس چیز سے عطاء سردار بنا ہے۔

☆- قال انه لينبغي . اس نے کہا: یہ اس کے مناسب ہے کہ ایسا ہی ہو۔

☆- قال فمن يسودا اهل مصر؟ اس نے کہا: اہل مصر کی سرداری کون کرتا ہے؟

☆- قلت يزيد بن ابي حبيب . میں نے کہا: یزید بن ابی حبیب۔

☆- قال فمن العرب ام من الموالي؟

اس نے کہا: وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے۔

☆- قلت من الموالي . میں نے کہا: عجمیوں میں سے۔

☆- قال فمن يسود اهل الشام؟ اس نے کہا: اہل شام کی سرداری کون کرتا ہے؟

☆- قلت مكحول . میں نے کہا: مکحول۔

☆- قال فمن العرب ام من الموالي؟

اس نے کہا؟ وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے؟

☆- قال قلت من الموالي عبد نوبي اعتقه امرأة من هذيل .

میں نے کہا: عجمیوں میں سے وہ حبشی غلام تھا جس کو (قبیلہ) ہذیل کی ایک عورت نے آزاد کیا تھا۔

☆- قال فمن يسود اهل الجزيرة؟

اس نے کہا: اہل جزیرہ کی سرداری کون کرتا ہے؟

☆- قلت ميمون بن مهران . میں نے کہا: میمون بن مہران۔

☆- قال فمن العرب ام امن الموالي؟

اس نے کہا: وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے؟

☆- قلت من الموالي . میں نے کہا: عجمیوں میں سے؟

☆- قال فمن یسود اهل الخراسان؟

اس نے کہا: اہل خراسان کی سرداری کون کرتا ہے؟

☆- قلت الضحاك بن مزاحم ۔ میں نے کہا: ضحاک بن مزاحم۔

☆- قال فمن العرب ام من الموالی؟

اس نے کہا: وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے؟

☆- قلت من الموالی ۔ میں نے کہا: عجمیوں میں سے۔

☆- قال فمن یسود اهل البصرة؟ اس نے کہا: اہل بصرہ کی سرداری کون کرتا ہے؟

☆- قلت الحسن بن ابی الحسن ۔ میں نے کہا: حسن بن ابی الحسن۔

☆- قال فمن العرب اُم من الموالی؟

اس نے کہا: وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے؟

☆- قلت من الموالی ۔ میں نے کہا: عجمیوں میں سے۔

☆- قال ویلك فمن یسود اهل الکوفة؟

اس نے کہا: تجھ پر افسوس ہے اہل کوفہ کی سرداری کون کرتا ہے؟

(یہ اس وجہ سے کہا: اب تک خلیفہ کے دریافت کردہ تمام محدثین عجمی تھے اور کسی بھی عربی محدث کا ذکر نہیں آیا تھا جس پر خلیفہ کو تعجب ہوا)

ایک محدث عربی باقی سب عجمی

☆- قلت ابراهیم النخعی ۔ میں نے کہا: ابراہیم نخعی۔

☆- قال فمن العرب ام من الموالی؟

اس نے کہا: وہ عرب میں سے ہے یا عجمیوں میں سے؟

☆- قلت من العرب ۔ میں نے کہا: عرب میں سے ہے۔

☆- قال ویلك یازهری فرجت عنی والله لتسودن الموالی علی العرب حتی یخطب لها علی المنابر والعرب تحتها ۔

اس نے کہا: اے زہری! تجھ پر افسوس ہے (یہ خلیفہ نے خوشی کی وجہ سے کہا کیونکہ

عربی محدث کا ذکر بھی آ گیا) تو نے میری پریشانی کو دور کر دیا۔ اللہ کی قسم! البتہ عجمی (لوگ) عرب پر سرداری کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ منبروں پر بیٹھ کر خطبہ دیتے ہیں اور عرب ان کے سامنے (بیٹھے) ہوتے ہیں۔

☆- قلت یا امیر المومنین انما هو امر الله و دینه من حفظه ساد ومن ضیعه سقط.

میں نے کہا: اے امیر المومنین یہ تو اللہ اور اس کے دین کا معاملہ ہے جس نے اس کو محفوظ کیا وہ سردار ہوا اور جس نے اس کو ضائع کیا وہ گرا (چاہے وہ عربی ہو یا عجمی ہو)۔ (علوم الحدیث لابن الصلاح عربی ص 360 تا 362، طبع مدینہ منورہ)

طلباء کی صحبت سے مچھیرا نواز دیا گیا

ایک شخص مچھلیاں پکڑتا تھا۔ ادھر تین طلباء ایک تصویر پر بحث کرتے ہوئے آئے کہ تصویر کس کی ہے۔ ایک نے کہا: مذکر کی ہے۔ دوسرے نے کہا مونث کی ہے۔ تیسرے نے کہا مخنث کی ہے۔ بحث بڑھ گئی تو انہوں نے مچھیرے کو ثالث تجویز کر لیا اور اس کو مذکر مونث اور مخنث کے معانی پڑھا دیئے اور تصویر سامنے رکھ دی کہ اس کا فیصلہ کر لو۔ مچھیرے کی عقل میں جیسا آیا کہا مگر وہ تین لفظوں کا علم ہو گیا۔ اس نے طلباء کو مچھلیاں دے کر رخصت کیا اور خود اپنے کام میں مصروف رہا۔ جال میں ایک سنہری مچھلی بہت خوب صورت ہاتھ لگی جس کو وہ بادشاہ کے پاس تحفہ کے طور پر لے گیا۔ اس کو اپنے زنانہ حوض میں رکھیں۔ بادشاہ نے تحفہ قبول کیا اور وزیر کو کہا: مچھیرے کو پانچ صد انعام دے دو۔ وزیر بخیل تھا۔ اس نے انعام ٹالنے کو بادشاہ سے کہا: آپ اس ایک سنہری مچھلی کا کیا کریں گے۔ یہ مذکر ہے۔ اس کا جوڑا مونث چاہیے۔ جب یہ مچھیرا دوسرا جوڑا لائے گا تو انعام پائے گا۔ بادشاہ خاموش رہا۔

مچھیرے نے کہا جناب عالی! یہ مچھلی ایک نئی قسم کی ہے۔ نہ یہ مذکر ہے نہ یہ مونث ہے یہ تو مخنث ہے جس کا جوڑا نہیں ہوا کرتا۔ وزیر کھسیانہ سا ہو گیا۔ بادشاہ کو ہنسی آ گئی اور وزیر سے کہا: خزانچی کو حکم دو کہ خزانہ سے مچھیرے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے۔ ایک

مچھلی کا انعام دوسرا معقول جواب کا انعام' چنانچہ وزیر خزانہ نے ایک ہزار روپیہ انعام دے دیا۔ یہ ایک طالب علم کا فائدہ ہے۔ (بحوالہ مجموعہ رسائل ص 328)

طالب علم کا اخلاص:

ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں غالباً دسمبر 1918ء کا واقعہ ہے کہ میں رانچی میں نظر بند تھا۔ عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر مسجد سے نکلا تو مجھے محسوس ہوا کوئی شخص پیچھے آرہا ہے۔ مڑ کر دیکھا تو ایک شخص کمبل اوڑھے کھڑا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: کیا آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں؟ کہا: ہاں جناب! میں بہت دور سے آیا ہوں۔

کہاں سے؟ سرحد پار سے۔

یہاں کب پہنچے؟ آج شام کو پہنچا۔ میں بہت غریب آدمی ہوں۔ قندھار سے پیدل چل کر کوئٹہ پہنچا وہاں چند ہم وطن سوداگر مل گئے تھے۔ انہوں نے مجھے نوکر رکھ لیا اور مجھے آگرہ پہنچا دیا۔ آگرہ سے یہاں تک پیدل چل کر آیا ہوں۔ بولی! افسوس تم نے اتنی مصیبت کیوں برداشت کی؟ کہنے لگا: اس لئے کہ آپ سے قرآن مجید کے بعض مقامات سمجھ لوں۔ میں نے الہلال اور البلاغ کا ایک ایک حرف پڑھا ہے۔ یہ شخص چند دنوں تک ٹھہرا اور پھر یکا یک واپس چلا گیا۔ وہ چلتے وقت اس لئے نہیں ملا کہ اسے اندیشہ تھا کہ میں اسے واپسی کے مصارف کے لئے روپیہ دوں گا اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کا بار مجھ پر ڈالے۔ اس نے یقیناً واپسی میں بھی مسافت کا بڑا حصہ پیدل طے کیا ہوگا۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں۔ مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ زندہ ہے یا نہیں لیکن اگر میرے حافظے نے کوتاہی نہ کی ہوتی تو میں یہ کتاب (تفسیر ترجمان القرآن) اس کے نام منسوب کرتا۔ (12 ستمبر 1931)

طالب علم کا اعزاز

زر بن حبیش رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں موزوں پر مسح کرنے کا مسئلہ پوچھنے کے لئے حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا: اے زر! کیسے آئے ہو؟ میں نے کہا: علم طلب کرنے کے لئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

فرشتے اپنے پر طالب علم کے لئے بچھا دیتے ہیں اس علم (دین) سے خوش ہو کر جو

وہ حاصل کرتا ہے۔

میں نے کہا: میرے سینے میں پیشاب پاخانے کے بعد موزوں پر مسح کرنے کی بابت اشتباہ پیدا ہو گیا ہے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں اس لئے میں آپ سے پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ کیا آپ نے اس کی بابت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ بیان کرتے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں۔ جب ہم مسافر ہوتے آپ ہمیں حکم دیتے تھے: ہم اپنے موزے تین دن اور تین راتیں نہ اتاریں (اتنی مدت تک ان پر مسح کرتے رہیں) مگر جنابت سے (اگر انسان جنبی ہو جائے تو پھر غسل ضروری ہوتا ہے اس لئے موزے اتارنے ضروری ہوں گے) لیکن پیشاب، پاخانے اور نیند سے (ان چیزوں سے موزے اتارنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان کے بعد بدستور مسح جائز ہے) میں نے کہا: کیا آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت کے بارے میں بھی کچھ بیان کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے کہا: ہاں ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، ایک اعرابی (بدو) نے آپ کو نہایت اونچی آواز سے پکارا۔ یا محمد! نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اونچی آواز میں اسے جواب دیا کہ میں یہاں ہوں۔ میں نے اس سے کہا افسوس ہے تجھ پر۔ اپنی آواز پست کر تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے اور اس طرح اونچی آواز سے بولنا تیرے لئے ممنوع ہے۔ اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں تو آواز پست نہیں کروں گا، اعرابی نے (مزید) کہا: آدمی کچھ لوگوں سے محبت کرتا ہے حالانکہ وہ ان سے نہیں ملا؟ (یہ گویا اس کا سوال تھا جو اس نے کیا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں ارشاد فرمایا: "آدمی قیامت کے روز ان لوگوں کے ساتھ ہوگا جن سے اس کو محبت ہوگی۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو فرماتے رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مغرب کی جانب ایک دروازے کا ذکر فرمایا جس کی چوڑائی میں ایک سوار چالیس یا ستر سال چلتا رہے۔ حضرت سفیان یکے از راویان حدیث فرماتے ہیں: یہ دروازہ شام کی طرف ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دروازے کو اس وقت پیدا فرمایا جب اس نے آسمان و زمین کی تخلیق کی اور اسی وقت سے یہ توبہ کے لئے کھلا ہے یہ اس وقت تک

بند نہیں ہوگا۔ جب تک سورج اس (مغرب) کی طرف سے طلوع نہیں ہوگا۔ (سنن ترمذی'

ابواب الدعوات' باب ماجاء فی فضل التوبۃ والاستغفار وما ذکر من رحمۃ اللہ لعبادہ:3535' سنن نسائی:1272' صحیح)

یہی لڑکا بڑا ہو کر امام غزالی بنا:

نظام الملک نے جب مدرسہ نظامیہ کی بنیاد رکھی تو کثیر تعداد میں طلباء نے داخلہ لیا۔ چند سال تو بہت علمی ماحول رہا مگر آہستہ آہستہ طلباء کے دینی ذوق و شوق میں کمی آتی گئی۔ کسی نے نظام الملک سے شکایت کی کہ آپ طلباء کی سہولت کے لئے اتنی کثیر رقم خرچ کر رہے ہیں مگر خاطر خواہ نتیجہ برآمد نہیں ہو رہا۔ نظام الملک نے صحیح صورت حال معلوم کرنے کے لئے ایک دن بھیس بدلا اور عشاء کے بعد مدرسہ پہنچ گیا۔ دیکھا کہ طلبہ تکرار کے لئے دو دو اور تین تین کی ٹولیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ نظام الملک ان میں ایک طالب علم کے پاس گیا اور سلام کرنے کے بعد پوچھا: آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ طالب علم نے کہا: ہم علم حاصل کرنے آئے ہیں۔ پوچھا کس لئے علم حاصل کرنا چاہتے ہو؟ طالب علم نے کہا میرے والد بڑے مفتی ہیں' علم حاصل کرنے کے بعد ان کی جگہ سنبھالوں گا۔ نظام الملک نے دوسرے طالب علم سے پوچھا: آپ کیوں علم حاصل کرنا چاہتے ہیں؟ اس نے کہا: میرے والد فلاں مسجد کے خطیب ہیں میں علم حاصل کرنے کے بعد خطابت کا منصب سنبھالوں گا۔ نظام الملک مختلف طلباء کے پاس جا جا کر یہی سوال پوچھتا رہا۔ ہر طالب علم کا یہی جواب تھا کہ علم حاصل کرنے سے ہمیں فلاں عہدہ ملے گا۔ عزت ملے گی اور لوگوں میں عزت و قدر کی نگاہ سے دیکھے جائیں گے۔

ایک طالب علم کی وجہ سے پورا مدرسہ بچ گیا

نظام الملک یہ سب سن کر بہت آزردہ ہوا کہ افسوس یہ طالب علم نہیں بلکہ طالب دنیا ہیں۔ ان کے لئے اتنی کثیر مقدار میں مال و دولت خرچ کرنے کا کیا فائدہ' بہتر ہے کہ مدرسے کو بند کر دیا جائے اور یہی مال کسی دوسرے کار خیر میں صرف کر دیا جائے۔ انہی خیالات کا تانا بانا بناتے ہوئے نظام الملک مدرسہ کے دروازے پر واپس پہنچا تو دیکھا کہ ایک طالب علم چراغ جلائے الگ تھلگ اپنی کتاب کا مطالعہ کرنے میں مشغول ہے۔

نظام الملک نے سوچا چلو اس سے بھی یہی پوچھتے چلیں چنانچہ اس نے طالب علم کے پاس جا کر سلام کیا۔ طالب علم نے زبان سے سلام کا جواب تو دیا مگر آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا کہ یہ سلام کرنے والا کون ہے؟ نظام الملک بڑا حیران ہوا۔ پوچھا: میاں کیا بات ہے ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتے کوئی بات تو کرو۔ طالب علم نے ٹکا سا جواب دیا کہ جناب میں یہاں آپ سے باتیں کرنے نہیں آیا۔ نظام الملک نے پوچھا: آخر یہاں کس مقصد کے لئے آئے ہو۔ طالب علم نے کہا: میں اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا چاہتا ہوں اور مجھے نہیں معلوم کہ میں کیسے کروں؟ یہ علم ان کتابوں میں موجود ہے۔ میں یہ علم حاصل کرنے کے لئے یہاں آیا ہوں۔ اب آپ کی مہربانی آپ خوامخواہ سوالات پوچھ کر میرا وقت ضائع نہ کریں۔ نظام الملک یہ جواب سن کر اتنا خوش ہوا کہ اس نے ارادہ کرلیا کہ جب تک ان جیسا ایک بھی طالب علم موجود ہے میں مدرسے کے اخراجات میں کمی نہیں کروں گا۔ یہی لڑکا بڑا ہو کر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ بنا۔ (باادب بانصیب ص 114 تا 116)

امام بخاری کی شانِ بے نیازی

خالد بن احمد الذہلی گورنر بخارا نے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ مطالبہ کیا کہ آپ گھر آ کر میرے لڑکوں کو صحیح بخاری اور تاریخ کبیر پڑھا دیں۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قاصد کو جواب دیا کہ میں علم کی توہین نہیں کرسکتا اور نہ لوگوں کے گھروں میں علم اور کتابیں لئے پھر سکتا ہوں۔ گورنر صاحب سے کہہ دیجئے کہ اگر ان کو علم کا شوق ہے تو وہ میری مسجد یا گھر میں آ کر مجھ سے پڑھ لیا کریں۔ گورنر صاحب کا پیغام آیا کہ اچھا میرے لڑکے کے لئے ایک الگ مجلس منعقد کیا کریں جس میں کوئی دوسرا طالب علم شریک نہ ہو۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میں دین کے بارے میں یہ امتیازی رویہ ہرگز صحیح نہیں سمجھتا۔ گورنر صاحب نے جب یہ کھرا کھرا جواب سنا تو بعض علماء کو جنہیں امام بخاری سے حسد تھا ان کے پیچھے لگا دیا اور ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخارا کو خیر آباد کہتے ہوئے سمرقند تشریف لے گئے۔ وہیں کچھ عرصہ کے بعد داعی اجل کو لبیک کہا اور سمرقند سے چھ میل دور خرتنگ کے مقام میں مدفون ہوئے۔ (البغدادی 33/2)

(152)

از مکافاتِ عمل غافل مشو

احمد بن طولون کو اپنے حوض کے پاس ایک بچہ پڑا ہوا ملا۔ اس کو اٹھا لیا۔ اس کی پرورش اور دیکھ بھال بڑی توجہ اور جانفشانی سے کی۔ اس کا نام احمد رکھا اور وہ ''احمد یتیم'' کے نام سے مشہور ہوا۔ اللہ نے اس کو ذہانت وفطانت اور ظاہری و باطنی خوبیوں سے خوب نوازا تھا۔ احمد بن طولون کا جب آخری وقت آ گیا تو اس نے احمد یتیم کو اپنے بیٹے ابوالجیش کے سپرد کر دیا۔ جب احمد بن طولون دنیا سے رخصت ہوا تو ابوالجیش نے احمد کو بلا کر کہا: ''میں تمہیں اپنے یہاں ایک منصب پر فائز کرنا چاہتا ہوں لیکن میری یہ عادت ہے کہ میں کسی شخص کو کوئی ذمہ داری سپرد کرنے سے پہلے اس سے یہ عہد و پیمان لیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ کسی قسم کی خیانت کا ارتکاب نہیں کرے گا۔'' احمد یتیم نے عہد کر لیا تو ابوالجیش نے اسے اپنے مال واسباب کا نگران اور تمام حشم و خدم کا امیر مقرر کر دیا۔ ابوالجیش، احمد یتیم کا بڑا خیال رکھتا تھا۔ احمد یتیم نے بھی اپنی ایمانداری، صاف گوئی، خدمت اور دیگر اعلیٰ صلاحیتوں کے ذریعہ اس کے دل میں گھر کر لیا تھا یہاں تک کہ وہ اپنے گھریلو امور کے سلسلے میں بھی اس پر اعتماد کرتا تھا۔

ایک دن اس نے احمد یتیم سے کہا: ''میری فلاں باندی کے کمرے میں جاؤ جس جگہ میں بیٹھا ہوں، وہاں ایک موتی رکھا ہوگا اسے لے کر آؤ۔'' احمد یتیم جب اس کمرے میں داخل ہوا تو اس نے امیر ابوالجیش کی چہیتی اور خاص لونڈی کو ایک خادم کے ساتھ قابلِ اعتراض حالت میں پایا۔ خادم نے جب احمد یتیم کو دیکھا تو نکل بھاگا۔ لونڈی احمد

یتیم کے پاس آ کر اسے بھی پیش کش کرنے لگی۔ احمد یتیم نے کہا: "اللہ کی پناہ! میں اپنے محسن کے ساتھ خیانت نہیں کر سکتا' میں نے اس کے ساتھ عہد کر رکھا ہے۔" یہ کہہ کر اس نے موتی اٹھایا اور امیر کی خدمت میں جا کر پیش کیا۔ احمد یتیم کے لونڈی کے یہاں سے اس طرح چلے آنے کے بعد وہ شدید ڈر اور خوف میں مبتلا ہو گئی کہ کہیں وہ امیر کو خبر نہ کر دے۔ مگر جب کچھ دن اطمینان سے گزر گئے اور امیر کے مزاج میں کوئی غیر معمولی تبدیلی نظر نہ آئی تو لونڈی کے خوف میں کچھ کمی واقع ہوئی لیکن پھر ایسا اتفاق ہوا کہ امیر نے ایک نئی لونڈی خرید لی اور اس کو سب سے زیادہ چاہنے لگا۔ طرح طرح کے انعام و اکرام سے نوازنے لگا۔ پہلی لونڈی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو وہ دل ہی دل میں کڑھنے لگی۔ اس نے یہ یقین کر لیا کہ ضرور احمد یتیم نے اس خیانت کا ذکر امیر سے کر دیا ہے لہٰذا اس نے احمد یتیم سے بدلہ لینے کی ٹھانی' چنانچہ ایک دن روتی ہوئی امیر ابوالجیش کے پاس آئی اور دھاڑیں مار مار کر کہنے لگی "احمد یتیم نے میری عزت سے کھیلنے کی کوشش کی ہے" امیر نے جب یہ سنا تو غیظ و غضب سے کانپنے لگا اور فوراً اس کو قتل کرنے کا ارادہ کر لیا لیکن پھر کچھ سوچ کر اپنے ارادے کو موخر کیا۔ اپنے ایک قابل اعتماد خادم کو بلا کر کہا: "میں ایک شخص کو سونے کا طشت دے کر تمہارے پاس بھیجوں گا' وہ جب تم سے آ کر کہے کہ اس طشت کو مشک سے بھر دو تو تم اس کو قتل کر کے اس کا سر طشت میں ڈھانپ کر میرے پاس لے آنا۔" چنانچہ امیر نے اپنے خواص اور مقربین کی ایک محفل سجائی' مشروبات کا دور چلنے لگا۔ احمد یتیم بھی ان کے سامنے بیٹھا ہوا تھا۔ وہ بڑا پرسکون اور ہشاش بشاش تھا۔ اس کے چہرے پر کسی قسم کی کوئی پریشانی دکھائی نہ دیتی تھی۔ اتنے میں امیر نے ایک طشت احمد یتیم کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا: "احمد یتیم! یہ طشت فلاں خادم کے پاس لے جاؤ اور اس سے کہو کہ امیر نے اس میں مشک بھرنے کا حکم دیا ہے۔"

گندم از گندم بروید جو ز جو

احمد طشت لے کر چل پڑا۔ راستے میں جب وہ باقی مصاحبین و خدام کے پاس سے گزرنے لگا تو انہوں نے اس کو روک لیا اور مجلس کے بارے میں پوچھنے لگے۔ احمد یتیم نے جان چھڑانے کی کوشش کی اور کہا: ''مجھے امیر نے کسی کام سے بھیجا ہے'' لیکن انہوں نے ایک نہ سُنی اور کہا: کسی دوسرے کو بھیج دو۔ جب وہ لے آئے تو پھر تم امیر کی خدمت میں لے جانا چنانچہ اس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اس کی نظر اس خادم پر پڑی جس کو اس نے باندی کے ساتھ دیکھا تھا۔ احمد یتیم نے اسے طشت تھماتے ہوئے کہا ''فلاں خادم کے پاس جا کر اس سے کہو کہ امیر نے حکم دیا ہے کہ اس کو مشک سے بھر دو۔'' خادم نے جا کر اسی طرح کہا۔ امیر کے حکم کے مطابق خادم خاص نے اس کا سر کاٹا اور طشت میں ڈھانپ کر چل پڑا۔ راستے میں احمد یتیم نے اس سے طشت لے لیا اور اس سے بے پرواہ ہو کر کہ اس میں کیا ہے' امیر کی خدمت میں جا پہنچا۔ امیر نے جب اسے طشت لئے زندہ سلامت اندر آتے دیکھا تو حیرت سے کبھی احمد یتیم کو دیکھتا تو کبھی طشت کو۔ احمد یتیم نے طشت امیر کے سامنے رکھا اور کپڑا اٹھایا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ اب وہ بھی گم صم تھا۔ کبھی طشت میں رکھے انسانی سر کو دیکھتا تو کبھی امیر کو۔ جب اسے کچھ سمجھ نہ آیا تو بے اختیار پکار اٹھا ''یہ کیا ہے؟'' امیر خود اس کی طرف سوالیہ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔

اور مجرم کو اس کے کیے کی سزا مل گئی

بالآخر اس نے امیر کے پاس سے طشت لے کر جانے سے واپس آنے تک کی ساری کارگزاری سنائی اور اس کے علاوہ کسی بات سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ امیر نے احمد یتیم کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا ''تم اس کے متعلق ایسی کوئی بات جانتے ہو جس کی وجہ سے یہ اس انجام تک پہنچا ہے؟'' احمد یتیم نے کہا: ''اے امیر! اس نے ایک خیانت کا ارتکاب کیا تھا جس کا آج اسے خمیازہ بھگتنا پڑا ہے۔ میں نے آپ کو اطلاع نہ دے کر اس

کے جرم کی پردہ پوشی کی تھی۔'' پھر اس نے اول سے آخر تک ساری کہانی امیر کو سنا ڈالی۔ امیر نے لونڈی کو طلب کیا اور اس سے تفتیش کی تو اس نے اپنے جرم کا اعتراف کر لیا اور احمد یتیم کی پاکدامنی کی تصدیق کی۔ امیر نے لونڈی کو احمد یتیم کے سپرد کرتے ہوئے اس کے قتل کا حکم دیا چنانچہ لونڈی کو قتل کر دیا گیا۔ اس واقعہ کے بعد امیر ابوالجیش کی نگاہ میں احمد یتیم کی قدر و منزلت مزید بڑھ گئی اور اس نے تمام امور کی زمام تصرف اس کے حوالے کر دی۔ غور کریں دیانت دار کو اس کی دیانت کا صلہ اور خیانت والے کو اس کی خیانت کا بدلہ کس طرح ملا۔ (المستطرف ص 215)

لا الٰہ الا اللہ

(153)

پیاری صورت ہنستا چہرہ

حضرت امیہ بن مخشی رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا کھا رہا تھا۔ اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی تھی۔ جب اس نے آخری لقمہ منہ کی طرف اٹھایا تو کہا: بسم اللہ اولہ و آخرہ۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنسے اور فرمایا شیطان شروع سے اس کے ساتھ کھا رہا تھا جب اس نے بسم اللہ پڑھی، یعنی اللہ کا نام لیا تو شیطان نے جو اس کے پیٹ میں تھا سب قے کر دیا۔ (کیونکہ وہ اس کھانے سے جس پر اللہ کا نام لیا جائے نہیں کھاتا اور اس گھر میں جس میں یاد خدا ہوتی ہو، نہیں آتا)۔ (رواہ احمد کذا فی اسد الغابۃ ج 1، صفحہ 121)

☆ ...... حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بن ریاب بیان کرتے ہیں اور یہ عبداللہ ان لوگوں میں سے ہیں جو انصار میں سب سے پہلے اسلام لائے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوۂ بدر، احد اور خندق بلکہ ان تمام غزوات میں شریک ہوئے جن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم شریک تھے۔ یہ کہتے ہیں: وہ چھ افراد ہیں جو پہلے اسلام لائے تھے ان میں بنی نجار کے اسعد رضی اللہ عنہ بن زرارہ اور عوف بن مالک رضی اللہ عنہ بن رفاعہ اور رافع بن مالک بن عجلان اور قطبہ بن عامر اور عقبہ بن عامر اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم تھے۔

یہی عبداللہ بن ریاب کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جبرئیل علیہ السلام میرے پاس سے گزرے میں نماز پڑھ رہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ کر ہنسے اور میں بھی اس کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔ (رواہ الثلاثۃ کذا فی اسد الغابۃ ج 256)

منہ سے جھڑتے پھول

جارود بن معلّٰی رضی اللہ عنہ بعض نے کہا ابن علاء بعض نے کہا جارود بن عمرو یہ قبیلہ عبدالقیس سے تعلق رکھتے تھے۔

ان کی کنیت ابا المنذر تھی۔ بعض نے کہا ابا غیاث، بعض نے کہا ابا عتاب۔

بہر کیف ان کے نام میں اور کنیت میں کافی اختلاف ہے۔

ان کو جارود اس لئے کہا جاتا ہے کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں بکر بن وائل پر لوٹ مار کی تھی اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دس ہجری میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوئے۔ یہ پہلے نصرانی تھے ان کے اسلام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوئے اور ان کا اکرام کیا اور ان کو اپنے قریب کیا۔ ارض فارس یا نہاوند کے مقام پر شہید ہوئے۔

(اسد الغابۃ، ج 1، صفحہ 261)

☆...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اے عائشہ رضی اللہ عنہا تو اس وقت تک نہ سویا کر جب تک چار عمل نہ کر لیا کر:

1- قرآن شریف ختم کر کے سویا کر۔

2- تمام انبیاء علیہم السلام کو تو اپنا سفارشی بنا کر سویا کر۔

3- اور تمام مسلمانوں کو راضی کر کے سویا کر۔

4- اور ایک حج اور عمرہ کر کے سویا کر۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مشغول ہو گئے اور میں اپنے بستر پر پڑی رہی۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب سے کہا: یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، تھوڑے وقت میں یہ چار کام کس طرح ہو سکتے ہیں؟

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیے اور فرمایا جب تو سورۂ اخلاص تین دفعہ پڑھ لے تو گویا تو نے ایک قرآن شریف ختم کر لیا اور جب تو مجھ پر اور تمام انبیاء پر درود پڑھے تو تمام انبیاء علیہم السلام قیامت کے دن تیرے سفارشی ہوں گے۔

اور جب تو نے تمام مومنین کے لئے استغفار کیا تو سارے مسلمان تجھ سے راضی ہو جائیں گے۔

اور جب تو نے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ کہا تو گویا تو نے حج اور عمرہ کیا۔ (تفسیر حقی بحوالہ درۃ الناصحین ج 2071)

اپنے دشمن کے بیٹے کے اسلام پہ اظہار مسرت

حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ بن ابی جہل سخت دشمن اسلام تھے بدر میں مسلمانوں کے خلاف بڑی سرگرمی کے ساتھ حصہ لیا۔ اسی معرکہ میں ان کا باپ معاذ و معوذ دونو جوانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا۔

احد میں یہ اور خالد بن ولید مشرکین کی کمان کرتے تھے۔ سنہ 5 ہجری میں جب تمام مشرکین عرب نے اپنے قبیلوں کے ساتھ مدینہ پر چڑھائی کی تو عکرمہ بھی بنی کنانہ کو لے کر مسلمانوں کے استیصال کے لئے گئے۔

فتح مکہ کے موقع پر چند متعصب لوگوں کے علاوہ سب نے اپنے آپ کو سپرد کر دیا تھا۔ ان میں عکرمہ بھی تھے۔

فتح مکہ کے بعد جب دشمنان اسلام کی قوتیں ٹوٹ گئیں اور مکہ اور اطراف کے قبائل جوق در جوق اسلام میں داخل ہو رہے تھے۔ بعض سخت قسم کے لوگ مکہ چھوڑ کر دوسرے مقامات پر منتقل ہو گئے تھے۔

عکرمہ بھی انہی میں تھے چنانچہ وہ یمن کے ارادہ سے بھاگ گئے ان کی بیوی مشرف بہ اسلام ہو گئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شوہر کی جان کی امان لے کر ان کی تلاش میں نکلیں۔ عکرمہ جب یمن کے لئے کشتی پر سوار ہوئے تو سلامتی کے لئے لات اور عزیٰ کا نعرہ لگایا۔

ساتھیوں نے کہا یہاں لات عزیٰ کام نہیں دیتے یہاں صرف خدائے واحد کو پکارنا چاہیے۔

دل کی دنیا بدل گئی

یہ بات عکرمہ کے دل پر اثر کر گئی۔ کہنے لگا اگر دریا میں خدائے واحد ہے تو خشکی میں بھی وہی ہے پھر کیوں نہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ جاؤں۔

ان کی بیوی تلاش کرتے ہوئے ان کے پاس پہنچ گئی اور اس سے کہا میں ایسے انسان کے پاس سے آ رہی ہوں جو سب سے نیک' سب سے بہتر ہے۔ اس سے میں تمہاری جان کی امان لے کر آئی ہوں۔

بیوی کی یہ باتیں سن کر عکرمہ مکہ واپس آئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں تھے۔ عکرمہ کو دیکھ کر مسرت سے اچھل پڑے اور مرحبا یا الراکب المہاجر کہہ کر استقبال کیا۔

عکرمہ نے کہا کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے امان دی ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم مامون ہو' اس رحم و کرم کو دیکھ کر فرطِ ندامت سے سر جھکا لیا اور کہا: اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(رواہ البخاری وابن سعد کذا فی سیرۃ ابن ہشام' ج 2' ص 265 وکذا فی سیر الصحابہ' ج 5' صفحہ 168)

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

فِیْ بُیُوْتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ وَ یُذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ ۙ یُسَبِّحُ لَهٗ فِیْهَا بِالْغُدُوِّ وَ الْاٰصَالِ

۱۳۸۵

(154)

جو حدیثیں بیان کرتے ہیں

حضرت ابن جمیع رحمۃ اللہ علیہ کا نام و نسب محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن عبدالرحمٰن بن یحییٰ بن جمیع ہے۔ ان کو صیداوی و غسانی بھی کہتے ہیں۔ انہوں نے مکہ مکرمہ و مدینہ منورہ و کوفہ و بصرہ و بغداد و مصر کے مشہور شیوخ حدیث سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کے استادوں میں ابن اعرابی و محاملی و ابوالعباس بن عقدہ بہت نامور ہیں اور حافظ عبدالغنی بن سعید و تمام رازی ان کے شاگردوں کی فہرست میں بہت ممتاز ہیں۔

ابوبکر خطیب وغیرہ نے ان کو عادل ثقہ تحریر فرمایا۔ بہت عبادت گزار و صاحب ریاضت و مجاہدہ تھے۔ اٹھارہ برس کی عمر سے وفات تک یہی معمول رہا کہ سال بھر ہمیشہ روزہ دار ہی رہے۔

آپ کی تصانیف میں سے ''معجم ابن جمیع'' بہت مشہور ہے۔ آپ کی ولادت 305ھ میں ہوئی اور آپ کا سن وفات 402ھ ہے۔ (بستان المحدثین)

☆...... حضرت ابو موسیٰ مدینی رحمۃ اللہ علیہ کا نام و نسب محمد بن عمر بن ابو عیسیٰ احمد بن عمر بن محمد مدینی ہے۔ یہ اصفہان کے رہنے والے ہیں اور یہ ان باکمال محدثین میں شمار ہوتے ہیں جنہوں نے بہت سی مفید کتابیں تصنیف فرمائی ہیں چنانچہ ان کی تصانیف میں سے ''نزہتہ الحفاظ'' بہت مشہور ہے۔ انہوں نے حافظ ابوالقاسم اسمٰعیل بن محمد بن فضل تیمی وغیرہ محدثین سے علم حدیث حاصل کیا۔ ان کا حافظہ اتنا قوی تھا کہ حاکم کی کتاب ''علوم الحدیث'' کو ایک مرتبہ پڑھا اور پوری یاد ہو گئی۔

جن کی ہر ہر ادا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

ان کے مزاج میں بہت زیادہ استغناء تھا۔ دنیاداروں سے بہت دور رہتے اور کبھی

کسی کا نذرانہ قبول نہیں فرماتے تھے۔ ان کے پاس تھوڑا سا سامان تھا' اسی سے تجارت کر کے اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ حافظ عبدالقادر رُہادی فرماتے ہیں: میں ڈیڑھ سال تک برابر دونوں وقت ان کی خدمت میں آتا جاتا رہا مگر اس مدت میں کوئی بات خلافِ شریعت ان سے صادر ہوتے ہوئے میں نے نہیں دیکھی۔ انتہائی پابند شریعت' کثیر العبادت وصاحب کرامت بزرگ تھے۔ اصفہان میں قحط پڑ گیا اور لوگ گرمی اور پانی کی کمی سے بے حد پریشان تھے' انہیں دنوں میں 9 جمادی الاخریٰ 581ھ کو آپ کا وصال ہوگیا۔ ابھی لوگ آپ کے دفن سے فارغ نہیں ہوئے تھے کہ اس کثرت سے بارش ہوئی کہ سارا علاقہ سیراب ہوگیا۔

اس زمانے کے ایک بزرگ کا بیان ہے کہ اسی روز میں نے یہ خواب دیکھا تھا کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوگئی۔ انہوں نے گھبرا کر ایک معبر سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی تو اس نے کہا: تمہارے خواب کی تعبیر یہ ہے کہ مسلمانوں کے پیشواؤں میں سے کسی ایسے کامل شخص کی وفات ہوگی جو اپنے وقت کا بے مثل عالم ہوگا کیونکہ ایسا ہی خواب حضرت امام شافعی وحضرت امام احمد بن حنبل وحضرت سفیان ثوری رحمہم اللہ کی وفات کے وقت پر بھی دیکھا گیا تھا۔ خواب دیکھنے والے بزرگ کا بیان ہے کہ ابھی شام نہیں ہونے پائی تھی کہ گلی کوچوں میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حافظ ابوموسیٰ مدینی کا انتقال ہوگیا۔ (بستان المحدثین)

ایسے پیر طریقت پہ لاکھوں سلام

حضرت بسر بن سعید مدنی رحمۃ اللہ علیہ وہ کثیر الحدیث تابعی محدث ہیں جو روایت و درس حدیث کے ساتھ اس قدر بکثرت عبادت کرتے تھے کہ ہر خاص وعام ان کو عابد کے لقب سے پکارتا تھا۔ یہ حضرت عثمان وابوہریرہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے تربیت یافتہ فاضل شاگرد ہیں اور سالم ابوالنضر وبکیر بن الشج ومحمد بن ابراہیم وغیرہ مشہور محدثین کے شیخ ہیں۔

علی بن مدینی وابن سعد وغیرہ نے ان کو ثقہ ومتقی اور بہت بڑا عابد وزاہد تحریر فرمایا۔

یہ ابن تابعین کرام میں سے ہیں جو زہد و توکل اور کثرت عبادت میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔ بالکل بے سروسامان ایک پردیسی مسافر کی طرح اپنے وطن میں رہتے تھے۔ اموی خلیفہ ولید بن عبدالملک نے حضرت عمر بن عبدالعزیز سے پوچھا: اس وقت مدینہ منورہ میں سب سے افضل کون بزرگ ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ بسر بن سعید۔

ابن حبان کا قول ہے: بسر بن سعید انتہائی نیک و صالح اور اعلیٰ درجے کے عابد و زاہد تھے۔ عمر بھر مال و سامان سے کنارہ کش رہے۔ یہاں تک کہ اپنے کفن کا سامان بھی اپنے بعد نہیں چھوڑا۔ 101ھ میں رحلت فرمائی۔ (تہذیب التہذیب)

مستجاب الدعوات

ابوعبداللہ بن بکر بن عبداللہ مزنی دورِ تابعین میں مشہور محدث وفقیہ گزرے ہیں۔ علم حدیث میں حضرت انس بن مالک و ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے شرف تلمذ رکھتے ہیں اور حسن بصری وغیرہ کبار تابعین کی درسگاہوں سے بھی فیض پائے ہوئے ہیں اور ان کے شاگردوں میں ثابت بنانی و سلیمان تیمی و عاصم احول وغیرہ بڑے شہرت و قابلیت کے مالک ہیں۔

ابن معین و نسائی و ابوزرعہ و ابن سعد وغیرہ نے ان کو قابل اعتماد و حجت و فقیہ و فاضل لکھا اور ان کے تقویٰ شعار و عبادت گزار ہونے کی شہادت دی اور حمید طویل کا بیان ہے کہ یہ اولیائے مستجاب الدعوات میں سے تھے یعنی یہ ان برگزیدہ و باخدا صالحین میں سے ہیں جن کی دعائیں بارگاہ خداوندی میں بہت زیادہ اور بہت جلد مقبول ہوتی ہیں۔ 108ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

روزانہ ایک ہزار نوافل

حضرت بلال بن سعد بن تمیم اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعمرو یا ابوزرعہ ہے۔ دمشق کے باشندے تھے۔ اپنے والد و ابوالدرداء و امیر معاویہ وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے حدیث روایت کرتے ہیں اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں امام اوزاعی

بہت مشہور محدث ہیں۔ ابن سعد و عجلی وغیرہ نے ان کو بزرگ تابعی و ثقہ محدث لکھا اور ابوزرعہ نے فرمایا: یہ بہترین واعظ بھی تھے اور علم و عمل و تقویٰ و عبادت و ریاضت کے اعتبار سے شام میں ان کا وہی درجہ تھا جو عراق میں خواجہ حسن بصری کا اور امام اوزاعی نے تو یہاں تک فرمایا: عبادت کے معاملے میں بلال بن سعد کا وہ مرتبہ ہے کہ اس امت میں سے کسی کے بارے میں اتنی کثیر عبادت کا حال سننے میں نہیں آیا۔ ابن حبان نے ان کے بارے میں کہا: یہ قابل اعتماد محدث اور اپنے دور کے سب سے افضل و اعلیٰ درجے کے عابد و زاہد تھے۔ یہ دوسری طرح طرح کی عبادتوں کے علاوہ روزانہ بلاناغہ ایک ہزار رکعت نماز نفل پڑھتے تھے۔ ان کا سنہ وفات تقریباً 120ھ ہے۔ (تہذیب التہذیب)

نفلی عبادت و تلاوت کی کثرت

حضرت بشر بن منصور سلمی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابومحمد اور وطن بصرہ ہے۔ یہ حدیث میں ایوب سختیانی و عاصم احول و ابن جریج وغیرہ مشہور محدثین کے شاگرد ہیں اور عبدالرحمٰن بن مہدی و فضیل بن عیاض و بشر حافی و شیبان بن فروخ جیسے باخدا و عابد و زاہد محدثوں نے ان سے سبق پڑھا۔

یہ بڑے خداترس و متقی استاد حدیث تھے۔ عبدالرحمٰن بن مہدی عام طور پر کہا کرتے تھے: میں نے بشر بن منصور سے بڑھ کر خدا سے ڈرنے والا کسی کو نہیں دیکھا۔ قواریری کا قول ہے: میں نے جتنے مشائخ کو دیکھا ان میں سب سے افضل بزرگ بشر بن منصور ہی ہیں۔ ابن حبان نے ان کو ثقہ محدث اور بصرہ کا سب سے نیک و صالح عالم اور سب سے بڑا عبادت گزار عابد بتایا۔ یہ روزانہ پانچ سو رکعات نماز نفل پڑھتے تھے اور ہر تیسرے دن قرآن مجید کا ایک ختم پورا کرتے تھے۔ آخری عمر میں نابینا ہو گئے تھے مگر پھر بھی ان کی عبادت کے معمولات میں ذرہ برابر فرق نہیں پڑا۔ 180ھ میں دنیا سے رحلت فرمائی۔ (تہذیب التہذیب)

☆ ابواسمٰعیل بشر بن المفضل رقاشی بصری بصرہ کے ان علمائے حدیث میں سے ہیں جو حدیث و فقہ اور تقویٰ و عبادت میں اپنے دور کے ممتاز علمائے ربانیین میں

سے ہوئے۔ یہ حمید طویل و ابو ریحانہ ومحمد بن منکدر و ابن عون وغیرہ مشہور محدثین کے گہوارۂ تعلیم و تربیت کے پروردہ ہیں اور امام احمد بن حنبل و اسحٰق وغیرہ کبار محدثین ان کے سینے سے علم کا دودھ پی کر بالغ النظر ہوئے۔

عجلی و بزاز وغیرہ نے ان کو ثقہ و فقیہ اور بہترین حدیثوں والا بتایا اور علی بن مدینی نے ان کے تقویٰ و عبادات اور ریاضت و مجاہدہ کی تفصیل بتاتے ہوئے تحریر فرمایا: یہ روزانہ بلاناغہ چار سو رکعات نماز نفل پڑھتے تھے اور عمر بھر صوم داودی کے پابند رہے یعنی ایک دن روزہ رکھتے اور ایک دن افطار فرماتے۔ 187ھ میں ان کا وصال ہوا۔

(تہذیب التہذیب)

(155)

دودھ اور شہد دینے والی بکری

قرون اولیٰ میں روئے زمین پر کیسے کیسے باکمال لوگ چلتے پھرتے تھے اور اہل اللہ کو تلاش کرنے والے بھی جہاں کہیں ایسے اہل باطن کا سراغ پاتے تلاش کرنے نکل پڑتے۔ حضرت شیخ ابوالربیع مالقی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں: مجھے لوگوں نے بتایا: فلاں شہر میں ایک ولیہ خاتون رہتی ہے جن سے کرامتوں کا صدور ہوتا ہے۔ دور دراز سے لوگ ان کی زیارت کو آتے ہیں۔ نام فضہ ہے۔ حضرت شیخ کا طرز عمل یہ تھا کہ کبھی کسی عورت کی زیارت کے لئے نہ جاتے مگر ان ولیہ کی شہرت اتنی سنی کہ آمادہ سفر ہو گئے۔ مشہور تھا کہ ان ولیہ کے پاس ایک بکری ہے جس کے تھن سے دودھ بھی نکلتا ہے اور شہد بھی۔ یہ شیخ نے نیا پیالہ خریدا، ولیہ خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ سلام وتحیہ کے بعد گزارش کی کہ میں آپ کی بکری کے دودھ اور شہد سے مستفید ہونا چاہتا ہوں۔ خاتون ولیہ نے بکری حاضر کر دی۔ آپ نے اس کو دوہا تو واقعی دودھ اور شہد نکلا۔ آپ نے پوچھا: یہ بکری آپ کو کہاں سے ملی اس کا واقعہ سنائیں۔ ولیہ خاتون نے بیان کیا ''ہم نادار اور غریب لوگ تھے ہمارے پاس ایک بکری تھی میرے شوہر ایک صالح انسان تھے۔ عیدالاضحیٰ کا موقع آیا تو میرے خاوند نے کہا چلو ہم لوگ اس بکری کی قربانی کریں۔ میں نے کہا: دیکھئے ہم لوگ تو خود ضرورت مند ہیں قربانی ہم پر فرض نہیں اگر ہم لوگ قربانی نہ بھی کریں تو مواخذہ نہیں۔ رب تعالیٰ کو ہمارے حال کا علم ہے کہ ہم لوگ اس بکری کے زیادہ محتاج ہیں۔ میرے خاوند نے میری بات مان لی اور قربانی نہیں کی۔

مہمان کی برکت

اس کے بعد اسی روز ہمارے گھر ایک مہمان آیا۔ میں نے خاوند کی خدمت میں

عرض کی پروردگار عالم نے ہم لوگوں کو مہمان کی خاطر و مدارات کا حکم فرمایا ہے اس لئے اب بکری ذبح کرنی چاہیے۔ اپنے بچوں کو ذبح کے منظر سے بچانے کے لئے انہیں لے کر میں گھر میں رہی اور خاوند دیوار کے باہر بکری ذبح کرنے لگے۔ کچھ دیر بعد میں نے دیکھا کہ ایک بکری دیوار پر کودی اور ہمارے گھر کے اندر آ گئی۔ میں نے خیال کیا کہ شاید بکری قابو سے نکل گئی اور بھاگ کر دیوار پر چڑھ گئی۔ میں نے دیوار کے پیچھے شوہر کو دیکھا تو وہ بکری ذبح کر کے اس کی کھال اتار رہے تھے۔ مین نے اپنے شوہر سے دوسری بکری کا حال بتایا۔ انہوں نے کہا: عجب کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے اچھی بکری عنایت فرمائی ہو اور واقعتاً ایسا ہی ہوا وہ بکری صرف دودھ دیتی تھی اور یہ بکری دودھ کے ساتھ شہد بھی دیتی ہے۔ رب تعالیٰ نے ہمیں مہمان کی ضیافت کا یہ اجر عطا فرمایا۔''

حضرت شیخ ابوالربیع مالقی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے اس ولیہ خاتون نے اپنے اہل عقیدت کو مخاطب کر کے کہا: ''میرے فرزندو! یہ ہماری بکری تمہارے قلوب میں چرتی ہے اگر تمہارے دل پاکیزہ ہوں گے تو اس کا دودھ بھی عمدہ ہوگا اور اگر قلوب میں تغیرہ ہوگا تو دودھ بھی خراب ہو جائے گا اس لئے تمہیں اپنے قلوب کو پاکیزہ رکھنا چاہیے۔''

(روض الریاحین)

گنجینۂ لطف و عطا الورٰی خیر الوریٰ ﷺ

(156)

کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے

تاریخ اسلام کے صفحات میں ثمامہ بن اثال کا نام جلی حروف سے رقم ہے۔ یہ شخص یمامہ کے علاقے کا حکمران تھا۔ یہ علاقہ آج کل کے سعودی دارالحکومت ریاض کے قرب و جوار میں واقع تھا۔ ثمامہ اسلام دشمنی میں پیش پیش تھا۔ اس نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ! قتل کرنے کا چیلنج دے رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اللہ سے اس پر قابو پانے کی دعا فرمائی تھی۔ ایک مرتبہ ثمامہ عمرہ کرنے کے ارادے سے نکلا۔ اس کی قسمت کہ وہ راستہ بھول گیا اور مدینہ طیبہ کے قریب جا نکلا۔ مسلمانوں کے حفاظتی دستے ہر وقت مدینہ منورہ کے اطراف میں پٹرولنگ کرتے رہتے تھے۔ کوئی مشکوک شخص، دشمن کا کوئی جاسوس یا کوئی کافر برے ارادے سے مدینہ کا رخ کرتا تو حفاظتی دستے اس کے ناپاک ارادے ناکام بنا دیتے تھے۔ ثمامہ بھی ایک حفاظتی دستے کی گرفت میں آ گیا۔ چونکہ یہ شخص اپنے کفر میں معروف تھا اور اسلام دشمنی میں اس کے عزائم ڈھکے چھپے نہ تھے' اس لئے اسے گرفتار کر کے مسجد نبوی کے ستون سے باندھ دیا گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دشمن اسلام کی گرفتاری کی خبر دی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ اسے دیکھا۔ لمبا قد' خوبصورت چہرہ' توانا جسم' بھرا ہوا سینہ' اکڑی ہوئی گردن' اٹھی ہوئی نگاہیں' تمکنت' شان' شکوہ' سطوت' صولت' غرض حکمرانی کی تمام تر رعونت اس کی شخصیت سے ٹپک رہی تھی۔

یا رسول اللہ! رہائی ہے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور پوچھا: ثمامہ کیا حال ہے؟ آخر میرے رب نے مجھے تم پر قابو دے ہی دیا۔ اس نے نہایت غصے اور تکبر سے جواب دیا: اے محمد! ٹھیک ہے معاملہ ایسا ہی ہو گیا ہے' مگر سنو! اِنْ تَقْتُلْ تَقْتُلْ ذَا دَمٍ' وَاِنْ تُنْعِمْ تُنْعِمْ عَلٰی

شَاکِرٍ' وَاِنْ تَسْاَلَ مَالاً تُعْطَهُ اگر مجھے قتل کرو گے تو میرے قتل کا بدلہ لیا جائے گا کیونکہ میں کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں اور اگر احسان کرو گے تو ایک ایسے شخص پر احسان کرو گے جو اس کا شکر گزاری کے ساتھ بدلہ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ ہاں' اگر مال و دولت کی ضرورت ہو تو بات کرو' جتنا چاہو دیا جا سکتا ہے۔

اس کو اپنا بنا کے چھوڑ دیا

قارئین کرام! ذرا یہاں رک جایئے۔ اس کی گفتگو اور لب و لہجہ پر غور فرمایئے کہ وہ تاریخ کی سب سے بڑی شخصیت سے کتنی بے ادبی اور کس قدر متکبرانہ انداز میں گفتگو کر رہا ہے۔ دنیا کا کوئی اور حکمران ہوتا تو اسی وقت اس گستاخ کی گردن اڑا دینے کا حکم دیتا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حلم' صبر و ثبات اور عالی ظرفی کے کیا کہنے کہ یہ گستاخانہ گفتگو سننے کے بعد بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسی کے حال پر چھوڑ دیا۔ کوئی سخت بات نہیں فرمائی بلکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ اس کی دودھ سے ضیافت کرو۔

دوسرا دن ہوا تو پھر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ثمامہ کے پاس سے گزرے اور دریافت فرمایا: ثمامہ کیسے ہو؟

اس نے پھر کہا: اے محمد! خیرت سے ہوں۔ اگر قتل کر دو گے تو یہ ایک ایسے شخص کا قتل ہو گا جس کا خون رائیگاں نہ جائے گا اگر معاف کر دو گے تو شکریہ ادا کریں گے اور اگر مال چاہتے ہو تو بات کرو۔"

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ہم جیسے مساکین آپس میں گفتگو کرتے تو کہتے تھے اسے قتل کر کے کیا ملے گا۔ امیر آدمی ہے' اس سے مال ہی لے لینا چاہئے۔ کم از کم کچھ دنوں کے لئے روٹی میسر آ جائے گی۔ تیسرا دن ہوا آج اسی چیز کا فیصلہ ہونا تھا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر پوچھا ثمامہ کس حال میں ہو؟ اس نے حسب سابق کہا خیر ہے اور ساتھ ہی اپنے گزشتہ الفاظ دہرا دیئے جن میں اس نے بڑے غرور سے فخریہ انداز میں اپنے قبیلے کا ذکر کیا اپنے مال و دولت کی کثرت کا اظہار کیا اور ساتھ ہی دھمکی بھی دے ڈالی۔ اب صحابہ کرام منتظر تھے کہ اس گستاخ کو کیا سزا ملتی ہے۔ وہ آپ کی آواز اور حکم کی

طرف کان لگائے کھڑے تھے کہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اس کی رسیاں کھول دو پھر فرمایا ثمامہ! جاؤ میں تمہیں بغیر کسی شرط کے رہا کرتا ہوں۔

حکم کی تعمیل ہوئی۔ ثمامہ کو رہا کر دیا گیا۔ اس نے اپنی سواری پکڑی اور اس کا رخ مدینہ سے باہر کی جانب کر کے اسے دوڑانے لگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لطف و کرم سے وہ اپنی جان سلامت لے کر نکل آیا تھا لیکن وہ اپنے دل کو رحمت للعالمین کے تیر محبت سے نہ بچا سکا۔ مسجد نبوی سے باہر نکلتے ہوئے اسے بے اختیار خیال آیا کہ اتنا برگزیدہ اور اتنا بلند حوصلہ انسان تو میں نے آج تک نہیں دیکھا۔ میرے الفاظ میں کتنی شدت اور حدت تھی۔ مگر اس کے باوجود ان کا تحمل ان کے غصہ پر غالب رہا اور انہوں نے مجھے رہا کر دیا...... بقول شاعر کیفیت کچھ اس طرح سے تھی:

اس نے اپنا بنا کے چھوڑ دیا
کیا اسیری ہے کیا رہائی ہے!

میری بات بن گئی ہے تیری بات کرتے کرتے

سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ وہ مدینہ کے ایک نواحی باغ میں گیا' کنویں پر غسل کیا' صاف ستھرے کپڑے پہنے' پھر اس کے قدم خود بخود مسجد نبوی کی طرف بڑھنے لگے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک وہیں تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو فرمایا ثمامہ! ہم نے تو تمہیں چھوڑ دیا تھا پھر کیسے آنا ہوا؟ اس نے عرض کیا آپ کا رہا کرنا بھی کیا خوب رہا کرنا ہے۔ آپ نے چھوڑا تو ہے مگر ہمیشہ کے لئے اپنا بنا کر۔ اب میں آپ ہی کا غلام ہوں۔ میری تمنا ہے کہ مجھے کلمہ پڑھائیے اور اپنے جاں نثاروں میں شامل کر لیجئے۔ اسلام کی نعمت ملنے کے بعد اس نے کہا: اللہ کے رسول! اس کائنات میں آپ کا چہرہ میرے لئے سب سے زیادہ قابل نفرت تھا۔ آپ کے دین کو میں نہایت برا سمجھتا تھا۔ آپ کا شہر میرے لئے سب سے ناپسندیدہ تھا مگر اب جبکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی بن گیا ہوں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کر لی ہے تو اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مجھے ساری کائنات کے چہروں سے زیادہ محبوب

ہے' دنیا کا کوئی دین آپ کے دین سے بہتر اور افضل نہیں اور آپ کی یہ بستی روئے زمین کی ساری بستیوں کے مقابلے میں میرے لئے محبوب ترین ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔

تو لاجواب ہے تیرا کوئی جواب نہیں

اس نے مزید عرض کیا اللہ کے رسولؐ! میں اپنے دین کے مطابق عمرہ کی نیت سے گھر سے نکلا تھا۔ اب جبکہ میں مسلمان ہو گیا ہوں مجھے عمرہ کی اجازت عطا فرمائیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تربیت فرمائی اور عمرے کا طریقہ بتایا۔ وہ مکہ مکرمہ چل دیا۔ ثمامہ عرب کے حکمرانوں میں نمایاں مقام کا حامل تھا۔ مکہ مکرمہ میں قیام کے دوران وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات اور اسلام کے حوالے سے مجالس میں گفتگو کرتا رہا۔ کفار کے لئے یہ باتیں بہت تکلیف دہ تھیں چنانچہ انہوں نے کہا: صبـــا ثـــمـــامة ''ثمامہ بے دین ہو گیا۔'' اس نے کہا: اللہ کی قسم! میں بے دین نہیں ہوا بلکہ مسلمان ہوا ہوں۔ میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی تصدیق کی ہے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں ثمامہ کی جان ہے! یمامہ سے گندم کا ایک دانہ بھی اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر مکہ میں نہیں آئے گا۔ اپنے وطن پہنچ کر اس نے اپنی بات پر عمل کیا اور مکہ کو اناج کی سپلائی بند کر دی۔ مکہ میں قحط کی کیفیت پیدا ہو گئی۔ اہل مکہ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خط لکھا جس میں اپنی قرابت کا واسطہ دیا اور درخواست کی کہ ثمامہ کے نام یمامہ کی گندم کی ترسیل کے لئے حکم نامہ جاری فرمائیں..... اب یہاں پھر تھوڑی دیر کے لئے رکئے اور غور کیجئے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کس قدر عالی ظرف اور اعلیٰ اخلاق والے تھے کہ باوجود اہل مکہ کے زبردست مظالم کے آپ نے ثمامہ کو پیغام بھجوایا کہ اہل مکہ کی گندم کی سپلائی بحال کر دیں۔ کیا ایسے اعلیٰ رحم و کرم اور عالی ظرفی کی دنیا میں کوئی اور مثال نظر آتی ہے؟ (صحیح البخاری' حدیث 4372' فتح الباری 8/109-111' وزاد المعاد 3/277' والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام 4/295'296)

(157)

عقل کے چور

حضرت سیّدنا عبدالواحد بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''ایک مرتبہ میں ایک راہب کے پاس سے گزرا جو لوگوں سے الگ تھلگ اپنے صومعہ (عبادت خانہ) میں رہتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا: ''اے راہب! تو کس کی عبادت کرتا ہے؟'' کہنے لگا ''میں اس کی عبادت کرتا ہوں جس نے مجھے اور تجھے پیدا کیا۔'' میں نے پوچھا: ''اس کی عظمت و بزرگی کا کیا عالم ہے؟'' اس نے جواب دیا ''وہ بڑی عظمت و مرتبت کا مالک ہے' اس کی عظمت ہر چیز سے بڑھ کر ہے'' میں نے پوچھا: ''انسان کو دولت عشق کب نصیب ہوتی ہے؟'' تو وہ کہنے لگا ''جب اس کی محبت بے غرض ہو اور وہ اپنے معاملہ میں مخلص ہو۔''

میں نے پوچھا: ''محبت کب خالص و بے غرض ہوتی ہے؟'' اس نے جواب دیا ''جب غم کی کیفیت طاری ہو اور وہ محبوب کی اطاعت میں لگ جائے۔'' میں نے کہا: ''محبت میں اخلاص کی پہچان کیا ہے؟'' کہنے لگا ''جب غم فرقت کے علاوہ کوئی اور غم نہ ہو۔''

میں نے پوچھا: ''تم نے خلوت نشینی کو کیوں پسند نہیں کیا؟'' کہنے لگا ''اگر تو تنہائی و خلوت کی لذت سے آشنا ہو جائے تو تجھے اپنے آپ سے بھی وحشت محسوس ہونے لگے۔''

میں نے پوچھا ''انسان کو خلوت نشینی سے کیا فائدہ حاصل ہوتا ہے؟'' راہب نے جواب دیا ''لوگوں کے شر سے امان مل جاتی ہے اور ان کی آمد و رفت کی آفت سے جان چھوٹ جاتی ہے۔'' میں نے کہا: ''مجھے کچھ اور نصیحت کر۔'' تو وہ کہنے لگا ''ہمیشہ حلال

رزق کھاؤ پھر جہاں چاہو سو جاؤ تمہیں غم و پریشانی نہ ہوگی۔" میں نے پوچھا: "راحت و سکون کس عمل میں ہے؟" اس نے کہا: "خلاف نفس کام کرنے میں۔" میں نے پوچھا: "انسان کو راحت وسکون کب میسر آئے گا؟" تو وہ کہنے لگا "جب وہ جنت میں پہنچ جائے گا۔"

میں نے پوچھا: "اے راہب! تو نے دنیا سے تعلق توڑ کر اس صومعہ (عبادت خانہ) کو کیوں اختیار کر لیا؟" کہنے لگا "جو شخص زمین پر چلتا ہے وہ اوندھے منہ گر جاتا ہے اور دنیا داروں کو ہر وقت چوروں کا خوف رہتا ہے پس میں نے دنیا داروں سے تعلق ختم کر لیا اور دنیا کے فتنہ وفساد سے محفوظ رہنے کے لئے اپنے آپ کو اس ذات کے سپرد کر دیا جس کی بادشاہی زمین و آسمان میں ہے دنیا دار لوگ عقل کے چور ہیں پس مجھے خوف ہوا کہ یہ میری عقل چرا لیں گے اور حقیقی بات یہ ہے کہ جب انسان اپنے دل کو تمام خواہشات نفسانیہ اور برائیوں سے پاک کر لیتا ہے تو اس کے لئے زمین تنگ ہو جاتی ہے (اسے دنیا قید خانہ معلوم ہوتی ہے) پھر وہ آسمانوں کی طرف بلندی چاہتا ہے اور قرب الٰہی کا متمنی ہو جاتا ہے اور اس بات کو پسند کرتا ہے کہ ابھی فوراً اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔"

راہب کی حکمت سے بھرپور باتیں

پھر میں نے اس سے پوچھا: "اے راہب! تو کہاں سے کھاتا ہے؟" کہنے لگا "میں ایسی کھیتی سے اپنا رزق حاصل کرتا ہوں جسے میں نے کاشت نہیں کیا بلکہ اسے تو اس ذات نے پیدا فرمایا ہے جس نے یہ چکی یعنی داڑھیں میرے منہ میں نصب کیں میں اسی کا دیا ہوا رزق کھاتا ہوں۔" میں نے پوچھا: "تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کرتے ہو؟" کہنے لگا "اس مسافر کا کیا حال ہوگا جو بہت دشوار گزار سفر کے لئے بغیر زادِ راہ کے روانہ ہوا ہو اور اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اندھیری اور وحشت ناک قبر میں اکیلا رہے گا وہاں کوئی غم خوار و مونس نہ ہوگا پھر اس کا سامنا عظیم و قہار ذات سے ہوگا جو احکم الحاکمین ہے جس کی بادشاہی تمام جہانوں میں ہے۔" اتنا کہنے کے بعد وہ راہب زار و قطار رونے لگا۔

قال را بگذار مردِ حال شو

میں نے پوچھا: ''تجھے کس چیز نے رلایا؟'' کہنے لگا ''مجھے جوانی کے گزرے ہوئے وہ ایام رلا رہے ہیں جن میں میں کچھ نیکی نہ کر سکا اور سفر آخرت میں زادِ راہ کی کمی مجھے رلا رہی ہے' کیا معلوم میرا ٹھکانہ جہنم ہے یا جنت؟''

میں نے پوچھا: ''غریب کون ہے؟'' کہنے لگا ''غریب اور قابل رحم وہ شخص نہیں جو روزی کے لئے شہر بہ شہر پھرے بلکہ غریب (اور قابل رحم) تو وہ شخص ہے جو نیک ہو اور فاسقوں میں پھنس جائے۔''

بار بار صرف (زبان سے) استغفار کرنا (اور دل سے توبہ نہ کرنا) تو جھوٹوں کا طریقہ ہے' اگر زبان کو معلوم ہو جاتا کہ کس عظیم ذات سے مغفرت طلب کی جا رہی ہے تو وہ منہ میں خشک ہو جاتی۔ جب کوئی دنیا سے تعلق قائم کرتا ہے تو موت اس کا تعلق ختم کر دیتی ہے۔

پھر کہنے لگا ''اگر انسان سچے دل سے توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے بڑے بڑے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے اور جب بندہ گناہوں کو چھوڑنے کا عزم مصمم کر لے تو اس کے لئے آسمانوں سے فتوحات اترتی ہیں اور اس کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں اور ان دعاؤں کی برکت سے اس کے سارے غم کافور ہو جاتے ہیں۔'' راہب کی حکمت بھری باتیں سن کر میں نے اس سے کہا: ''میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں' کیا تم اس بات کو پسند کرو گے؟'' تو وہ راہب کہنے لگا ''میں تمہارے ساتھ رہ کر کیا کروں گا' مجھے تو اس خدا تعالیٰ کا قرب نصیب ہے جو رزاق ہے اور روحوں کو قبض کرنے والا ہے' وہی موت و حیات دینے والا ہے' وہی مجھے رزق دیتا ہے' کوئی اور ایسی صفات کا مالک ہو ہی نہیں سکتا (مجھے وہ ذات کافی ہے' میں کسی غیر کا محتاج نہیں)۔ (عیون الحکایات)

(158)

حدیث شریف کا احترام

☆..... حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 118ھ) اس امر کو مستحب سمجھتے تھے کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث باوضو ہی پڑھائیں۔ (مصنف عبدالرزاق: 344/1)

☆..... حضرت امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کا جب وضو نہ ہوتا اور حدیث بیان کرنا چاہتے تو تیمم کر لیتے تھے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ البیان: 198/2)

☆..... حضرت ضرار بن مرہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے: سلف صالحین اس بات کو ناپسند کرتے تھے کہ بے وضو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثیں بیان کریں۔ (ایضا)

☆..... حضرت امام لیث بن سعد رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی 175ھ) کتابت حدیث بھی وضو کر کے کیا کرتے تھے۔ (مدارج النبوۃ: 543/1)

☆..... حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے:

مَا وَضَعْتُ فِیْ کِتَابِ الصَّحِیْحِ حَدِیْثًا اِلَّا غَسَلْتُ قَبْلَ ذٰلِكَ وَصَلَّیْتُ رَکْعَتَیْنِ۔

"میں نے صحیح بخاری میں جو حدیث بھی درج کی ہے اس سے پہلے میں نے غسل کیا ہے اور دو رکعت نماز پڑھی ہے۔" (مقدمہ حاشیہ بخاری ص 4 ج 1)

ان خاک نشینوں کی ٹھوکر میں زمانہ ہے

☆..... امام قبیصہ بن عقبہ (المتوفی 215ھ) کے دروازے پر بادشاہ ابودلف کا لڑکا مع اپنے خادموں کے حدیث کی روایات حاصل کرنے کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت قبیصہ نے نکلنے میں کچھ دیر کی تو شہزادہ کے خادموں نے آواز دی۔ شہزادہ دروازے پر ہے

اور آپ باہر نہیں آتے؟ حضرت قبیصہ باہر نکلے تو انہوں نے اپنے تہہ بند کے کنارے پر خشک روٹی کا ایک ٹکڑا رکھا ہوا تھا۔ فرمایا: جو شخص دنیا سے صرف اس پر راضی ہو وہ شہزادے کو کیا جانتا ہے۔ بخدا میں (شہزادے کی بے ادبی کی وجہ سے) اس سے حدیث بیان نہیں کروں گا۔ (تذکرۃ: 340/1)

☆......سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ آپ عالم اہل مدینہ اور سید التابعین تھے۔ ان کی ولادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے تیسرے سال ہوئی۔ انہوں نے متعدد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دیکھا اور ان سے فیض حاصل کیا۔ حدیث کے عالم و حافظ ہونے کے ساتھ مفسر قرآن بھی تھے۔ علم قرآن و سنت پر اس قدر عبور تھا کہ صحابہ کی موجودگی میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حق بات کہنے میں بے باک تھے۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد حکمرانوں نے انہیں تشدد کا نشانہ بنایا۔ وہ خوابوں کی تعبیر میں بھی خاصا علم رکھتے تھے۔ علی بن مدینی کہتے ہیں سعید بن مسیب سے زیادہ وسیع العلم کوئی شخص میں نے نہیں دیکھا۔ انہوں نے 94ھ میں وفات پائی۔ (سیر اعلام النبلاء ج 4) مشہور تابعی تھے۔ ان کے علم کا چرچا دور دور تک پھیلا ہوا تھا اور قتادہ کہا کرتے تھے:

مَا اَحَدٌ اَعْلَمُ بِقَضَاءِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَلَا اَبُوْبَکْرٍ وَّلَا عُمَرُ مِنِّیْ۔

''رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیق اور عمر رضی اللہ عنہم کے فیصلوں کا مجھ سے زیادہ علم رکھنے والا اور کوئی نہیں۔''

(ایضاً ج 4 ص 221 طبقات ابن سعد: 120/5)

سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی کیا کرتے تھے بلکہ ان کا بیان ہے

مَا فَاتَتْنِیَ الصَّلَاۃُ فِیْ جَمَاعَۃٍ مُنْذُ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً

''چالیس سال سے کوئی باجماعت نماز مجھ سے فوت نہیں ہوئی۔''

(حلیۃ الاولیاء 162/2، سیر اعلام النبلاء 221/4)

علاوہ ازیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کے متعلق جب بھی آپ سے سوال کیا جاتا تو نہایت ہی ادب و احترام کے ساتھ جواب دیا کرتے تھے۔ جانکنی کے عالم میں ایک حدیث کے متعلق آپ سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:

اَجْلِسُوْنِیْ ۔ ''مجھے بٹھادو۔''

لوگوں نے عرض کیا آپ تو سخت بیمار ہیں۔ آپ نے فرمایا:

اَجْلِسُوْنِیْ کَیْفَ اَسْاَلُ عَنْ کَلَامِ الْحَبِیْبِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَنَا مُضْطَجِعٌ ۔

''مجھے بٹھادو۔ مجھ سے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کے بارے میں پوچھا جائے اور میں لیٹ کر جواب دوں یہ کیسے ممکن ہے؟''

(مدارج النبوۃ' 541/1)

نماز میں آگے سے گزرنے والے کو دھکا دے دیا:

سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جمعہ کے دن کسی چیز کو سترہ بنا کر نماز پڑھ رہے تھے اتنے میں ایک جوان آیا جو (قبیلہ) بنی ابی معیط سے تھا۔ اسے گزرنے کے لیے اور کوئی راستہ نظر نہ آیا تو اس نے یہ چاہا کہ ان کے آگے سے ہی گزر جائے تو سیدنا ابوسعید نے اس کے سینے پہ دھکا دیا۔ جوان نے اِدھر اُدھر نظر ڈالی۔ جب اسے دوسرا کوئی راستہ نظر نہ آیا تو اس نے دوبارہ آگے سے گزرنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابوسعید نے پہلے سے زیادہ زوردار دھکا دیا جس سے اسے تکلیف ہوئی اور وہ ابوسعید کو برا بھلا کہتے ہوئے مروان کے پاس چلا گیا اور ابوسعید سے جو معاملہ ہوا تھا اس کی مروان سے شکایت کی اور اس کے پیچھے پیچھے ابوسعید بھی مروان کے پاس چلے گئے تو مروان نے کہا: اے ابوسعید! تمہارا اور تمہارے بھائی کے بیٹے کا کیا معاملہ ہے؟ ابوسعید رضی اللہ عنہ نے کہا: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

اِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ اِلٰی شَیْءٍ یَسْتُرُہٗ مِنَ النَّاسِ فَاَرَادَ اَحَدٌ اَنْ یَجْتَازَ بَیْنَ یَدَیْہِ فَلْیَدْفَعْہُ فَاِنْ اَبٰی فَلْیُقَاتِلْہُ فَاِنَّمَا ھُوَ شَیْطَانٌ ۔

"جب تم میں سے کوئی شخص سترہ رکھے ہوئے نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی اس کے سامنے سے گزرنا چاہے تو اسے چاہئے کہ اسے ہٹا دے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے اس لئے کہ وہ شیطان ہے۔"

(بخاری الصلاۃ باب یرد المصلی من مر بین یدیہ: 509)

ہمیں یہی حکم دیا گیا ہے

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رحمۃ اللہ علیہ نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ سے (ملاقات کے لئے) اجازت طلب کی مگر ان کو اجازت نہ ملی (کیونکہ اس وقت) سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ (کسی کام میں) مشغول تھے تو ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ لوٹ گئے پھر جب سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ فارغ ہوئے تو فرمایا: میں نے عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری) کی آواز سنی تھی ان کو اجازت دے دو تو لوگوں نے کہا: وہ تو واپس چلے گئے ہیں تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے ان کو بلوایا (اور پوچھا: تم کیوں لوٹ گئے تھے؟) انہوں نے جواب دیا کہ ہمیں اسی بات کا حکم دیا جاتا تھا (اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی حکم ہے کہ اجازت نہ ملنے پر واپس چلے جاؤ) تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم اس پر کوئی گواہ پیش کرو لہٰذا وہ انصار کی مجلس میں آئے اور ان سے پوچھا: تو انصار نے کہا: اس بات کی گواہی تو سیّدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بھی دے سکتے ہیں جو ہم سب سے چھوٹے ہیں چنانچہ وہ انہی کو لے گئے (اور انہوں نے شہادت دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم تھا) تو سیّدنا عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: مجھ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم پوشیدہ رہ گیا کیونکہ میں بازاروں میں تجارت کے لئے سفر کرنے میں مشغول ہو گیا تھا۔

(بخاری شریف البیوع باب الخروج فی التجارۃ 2022)

حدیث کا احترام نہ کرنے والے سے بولنا ترک کر دیا

سیّدنا عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو دو انگلیوں سے کنکریاں پھینکتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا (اس طرح) مت پھینکو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا:

لَا یُصَادُ بِهٖ صَیْدٌ وَلَا یُنْکیٰ بِهٖ عَدُوٌّ وَّلٰکِنَّهَا قَدْ تَکْسِرُ السِّنَّ وَتَفْقَأُ الْعَیْنَ ۔

''اس سے (کیا فائدہ کہ اس سے) نہ تو کوئی شکار ہی ہوتا ہے اور نہ دشمن ہی زخمی ہوتا ہے البتہ (یہ کنکری) کسی کا دانت توڑ دیتی ہے یا آنکھ پھوڑ دیتی ہے (سوائے نقصان کے کوئی نفع نہیں ہے)''

اس کے بعد انہوں نے اسے پھر اسی طرح کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث تجھ سے بیان کی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح کنکری پھینکنے سے منع فرمایا ہے لیکن تو پھر بھی وہی حرکت کر رہا ہے؟

لَا اُکَلِّمُكَ کَذَا وَ کَذَا ۔

''اب میں تجھ سے اتنی مدت تک کلام نہ کروں گا''

(ایضاً' الصید والذبائح باب الخذف والبندقۃ' 5479)

(159)

خاندانی مزاج کا اثر

ایک شخص اپنا قصہ بیان کرتا ہے کہ ایک مرتبہ میں سفر پر نکلا تو راستہ بھٹک کر ایک جنگل میں جا نکلا۔ اچانک میری نظر ایک جھونپڑی پر پڑی تو میں وہاں چلا آیا۔ جھونپڑی میں ایک عورت تھی۔ اس نے مجھے دیکھ کر پوچھا: ''کون ہو تم؟'' میں نے کہا: ''ایک مسافر مہمان ہوں۔'' یہ سن کر وہ بہت خوش ہوئی۔ کہنے لگی ''اللہ تعالیٰ آپ کا آنا مبارک کرے' آیئے! تشریف رکھئے۔'' میں گھوڑے سے اتر آیا۔ اس نے میرے سامنے کھانا پیش کیا۔ میں عورت کی مہمان نوازی سے بہت متاثر ہوا۔ ابھی میں کھانا کھا کر فارغ ہی ہوا تھا کہ اتنے میں اس کا شوہر آ پہنچا۔ اس نے غصیلی نگاہوں سے مجھے گھورا اور کرخت لہجے میں پوچھا: ''کون ہو تم؟'' میں نے کہا: ''ایک مسافر مہمان ہوں۔'' یہ سن کر وہ ناک بھوں چڑھا کر کہنے لگا ''مہمان ہو تو یہاں کیا کرنے آئے ہو؟ ہمارا کسی مہمان سے کیا کام؟'' میں اس کی بدمزاجی برداشت نہ کر سکا' اسی وقت گھوڑے پر سوار ہوا اور چل دیا۔

مجھے اس جنگل بیابان کی خاک چھانتے ہوئے دوسرا دن ہو چلا تھا۔ آج پھر مجھے اس ویرانے میں ایک جھونپڑی نظر آئی۔ میں قسمت آزمائی کرنے چلا آیا۔ دیکھا تو یہاں بھی ایک عورت تھی۔ اس نے پہلے تو مجھے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا پھر بولی ''کون ہو تم؟'' میں نے جواب دیا' ''ایک مسافر مہمان ہوں۔'' وہ جل بھن کر کہنے لگی ''ہونہہ! مہمان ہو تو یہاں ہمارے پاس کیا لینے آئے ہو' جاؤ اپنا راستہ ناپو۔'' ابھی وہ اپنی جلی کٹی سنا رہی تھی کہ اس کا شوہر آ گیا۔ اس نے ایک نظر مجھے دیکھا پھر اپنی بیوی سے مخاطب ہوا ''کون ہے یہ؟'' بیوی نے برا سا منہ بنا کر کہا: ''کوئی مسافر مہمان ہے۔'' یہ سن کر اس کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ اس نے آگے بڑھ کر مجھے گلے لگایا۔ کہنے لگا ''آپ کی آمد

مبارک، آپ ہمارے لئے اللہ کی رحمت بن کر آئے ہیں۔" پھر اس نے مجھے عزت و احترام سے بٹھایا۔ نہایت ہی عمدہ کھانے لے کر آیا۔ میں کھانا کھا ہی رہا تھا کہ مجھے گزشتہ روز کا واقعہ یاد آ گیا اور بے اختیار میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیلتی چلی گئی۔ اس شخص نے مجھے مسکراتے ہوئے دیکھا تو پوچھا: "آپ کیوں مسکرا رہے ہیں؟" میں نے اس کے سامنے گزشتہ روز کا واقعہ بیان کیا اور دونوں میاں بیوی کا متضاد سلوک بھی ذکر کیا۔ یہ سن کر وہ شخص ہنس دیا۔ بولا "وہ عورت جس سے گزشتہ روز آپ کا واسطہ پڑا تھا، میری بہن ہے اور اس کا شوہر جس کی بداخلاقی کی آپ شکایت کر رہے ہیں، میری اس بیوی کا بھائی ہے، یقیناً ہر شخص پر اس کے خاندانی مزاج کا اثر ضرور ہوتا ہے۔"

(المستطرف فی کل فن مستظرف)

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(160)

علاماتِ نبوت

حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ یہود کے بڑے علماء میں سے تھے اور ان میں سب سے زیادہ مال والے تھے۔ یہ اسلام لائے اور بہت اچھا اسلام لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے اور غزوۂ تبوک کے سفر میں فوت ہوئے۔

حضرت عبداللہ بن سلام نقل کرتے ہیں کہ زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک نظر دیکھا تو تمام نبوت کی نشانیاں پہچان گیا مگر دو نشانیاں معلوم نہ ہوسکیں۔ ایک ان کا حلم ان کے غصہ پر سبقت کر جاتا ہے دوسرا کسی نادان کی سختی پر آپ کا حلم بڑھتا ہے۔

کہتے ہیں: مجھے اس کی تمنا رہی کہ کسی ذریعہ سے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی معاملہ کروں تا کہ یہ علامات بھی ظاہر ہو جائیں۔ فرماتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر سے نکلے، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے۔ ایک دیہاتی سوار آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! فلاں بستی کے لوگ مسلمان ہیں، ان کو فاقہ نے آ لیا، اگر آپ مناسب جانیں تو کچھ ان کے پاس بھیج دیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ضرور ایسا کرتا لیکن میرے پاس اس وقت کچھ نہیں۔ حضرت زید بن سعنہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: یہ سن کر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہو گیا اور میں نے کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہیں تو مجھ سے ابھی رقم (پیسے) لے لیں اور دو ماہ بعد اس کے بدلہ میں کھجوریں دے دیں۔

حضرت زید بن سعنہ کے ساتھ معاملہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ٹھیک ہے تو میں نے اسی دینار آپ کو دیئے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب دو ماہ پورے ہونے میں دو دن باقی تھے تو میں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کے لیے باہر نکلے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کے علاوہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قمیص اور چادر کو پکڑا اور میں نے غصہ کی حالت میں آپ کو دیکھا اور کہا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرا حق ادا کرو۔ اللہ کی قسم! تم قریش بڑے وعدہ خلاف ہو اور قرض ادا کرنے میں ٹال مٹول کرتے ہو۔ اس طرح کی میں نے دو چار باتیں اور کیں۔

جب میری نظر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پڑی تو دیکھا غصہ کی وجہ سے ان کی آنکھیں گھوم رہی تھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا: اے اللہ کے دشمن کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کہتا ہے جو میں سن رہا ہوں۔ اللہ کی قسم! میں تیری گردن اڑا دوں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور مسکرا دیئے اور فرمایا: اے عمر! نہیں بلکہ تو اس کو اچھے طریقے سے وصولی کا حکم کر اور مجھے قرض ادا کرنے کا کہہ کر اور فرمایا: اے عمر! اس کے ساتھ جا اور اس کا حق دے دے اور بیس سیر زیادہ دے کیونکہ تو نے اس کو ڈرایا ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ گیا۔ انہوں نے میرا حق بھی ادا کیا اور بیس سیر زیادہ بھی دیا۔ میں نے عرض کیا: اے عمر رضی اللہ عنہ تجھے معلوم ہے کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ اس لئے کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام صفات پہچان چکا تھا' صرف یہ علامت باقی تھی' وہ بھی میں نے پہچان لی تو گواہ ہو جا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر کلمہ شہادت پڑھا۔

(اسد الغابۃ' ج2' صفحہ 232)

اُمِّ عمارہ کی جانثاری

حضرت اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا انصاریہ ان عورتوں میں سے ہیں جو شروع زمانہ میں مسلمان ہوئیں اور بیعت العقبہ میں شریک ہوئیں۔

اور یہ اکثر لڑائیوں میں شریک ہوئیں۔ احد کی لڑائی کا واقعہ خود سناتی ہیں کہ میں پانی کا مشکیزہ بھر کر چل دیتی تا کہ دیکھوں مسلمانوں پر کیا گزری اور اگر کوئی پیاسا زخمی ملا تو پانی پلاؤں گی۔ اس وقت ان کی عمر تینتالیس برس کی تھی۔ ان کے خاوند اور دو بیٹے بھی لڑائی میں شریک تھے۔

مسلمانوں کو فتح اور غلبہ ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر میں جب کفار کو غلبہ ہونے لگا تو یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گئیں اور جو کافر ادھر کا رخ کرتا تو یہ اس کو ہٹاتی تھیں۔ شروع میں ان کے پاس ڈھال بھی نہ تھی۔ بعد میں ملی جس پر کافروں کا حملہ روکتی تھیں۔ کمر پر ایک کپڑا باندھ رکھا تھا جس کے اندر مختلف چیتھڑے بھرے ہوئے تھے۔

جب کوئی زخمی ہو جاتا تو ایک کپڑا نکال کر جلا کر زخم میں بھر دیتیں اور خود بھی زخمی ہوئیں۔ بارہ تیرہ جگہ زخم آئے۔ ان میں ایک زخم بہت شدید تھا۔ اُمِّ سعید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے ان کے کندھے پر ایک بہت گہرا زخم دیکھا تو میں نے پوچھا: یہ کس طرح لگا۔ کہنے لگیں کہ احد کی لڑائی میں جب لوگ اِدھر اُدھر پریشان پھر رہے تھے تو ابن قمیہ یہ کہتا ہوا آیا کہ محمد کہاں ہے مجھے کوئی بتا دے کہ کدھر ہیں اگر آج وہ بچ گئے تو میری نجات نہیں۔ مصعب بن عمیر اور چند آدمی اس کے سامنے آ گئے۔ ان میں میں بھی تھی۔ اس نے میرے کندھے پر وار کیا۔ میں نے بھی اس پر کئی وار کیے مگر اس پر دوہری زرہ تھی۔ اس لئے زرہ سے حملہ رک جاتا تھا۔ یہ زخم ایسا سخت تھا کہ سال بھر تک علاج کیا مگر اچھا نہ ہوا۔ اسی دوران محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حمراء الاسد کی لڑائی کا اعلان کر دیا۔ اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا بھی کمر باندھ کر تیار ہو گئیں مگر کیونکہ پہلا زخم بالکل ہرا تھا اس لئے شریک نہ ہو سکیں

اُمِ عمارہ کے لئے حضور علیہ السلام کی دُعا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حمرا الاسد سے واپس ہوئے تو سب سے پہلے اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کی اور جب معلوم ہوا کہ افاقہ ہے تو بہت خوش ہوئے۔

اس زخم کے علاوہ اور بھی بہت سے زخم احد کی لڑائی میں آئے تھے۔ اُمِّ عمارہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اصل میں وہ لوگ گھوڑے پر سوار تھے اور ہم پیدل تھے۔ اگر وہ بھی پیدل ہوتے جب بات بنتی۔ اس وقت اصل مقابلہ کا پتہ چلتا جب گھوڑے پر کوئی آتا مجھے مارتا تو اس کے حملوں کو میں ڈھال پر روکتی رہتی۔

اور جب وہ منہ پھیر کر جاتا تو میں اس کے گھوڑے کی ٹانگ پر حملہ کرتی اور وہ کٹ جاتی جس سے وہ بھی گرتا اور سوار بھی گرتا اور جب وہ گرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم میرے لڑکے کو آواز دے کر میری مدد کو بھیجتے' میں اور وہ دونوں مل کر اس کو نمٹا دیتے۔

ان کے بیٹے عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میرے بائیں بازو میں زخم آیا اور خون رکتا نہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس پر پٹی باندھ لو۔

میری والدہ آئیں اپنی کمر سے ایک کپڑا نکالا اور پٹی باندھی اور پٹی باندھ کر کہنے لگیں کہ جا کافروں سے مقابلہ کر۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منظر کو دیکھ کر فرمایا: اے اُمِّ عمارہ اتنی ہمت کون رکھتا ہوگا جتنی تو رکھتی ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دوران ان کو اور ان کے گھرانے کو کئی بار دعائیں دیں اور تعریف بھی فرمائی۔ اُمِ عمارہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اسی وقت ایک کافر سامنے آیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ یہی ہے جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا ہے۔ میں بڑھی اور اس کی پنڈلی پر وار کیا جس سے وہ زخمی ہو گیا اور ایک دم بیٹھ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور فرمایا: بیٹے کا بدلہ لے لیا؟ اس کے بعد ہم لوگ آگے بڑھے اور اس کو نمٹا دیا۔ (طبقات ابن سعد بحوالہ فضائل اعمال صفحہ 138)

محبِّ اہل بیت کے لئے پروانۂ برأت

حضرت بلال رضی اللہ عنہ بن حمامہ فرماتے ہیں: ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکراتے ہوئے تشریف لائے تو حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ بن عوف آپ کی طرف کھڑے ہوئے اور عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کیوں مسکراتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک بشارت کی وجہ سے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب چاہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہو جائے تو رضوان جنت کو حکم دیا اس نے شجرہ طوبیٰ کو ہلایا اور اس سے براۃ کے پروانے گرے۔ اہل بیت سے محبت کرنے والوں کی تعداد کے برابر، پھر اس درخت طوبیٰ سے فرشتے پیدا ہوئے، ہر ایک نے ایک پروانہ لے لیا۔ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر اہل بیت سے محبت کرنے والے کو جہنم میں براۃ کا پروانہ دیں گے۔ (اسد الغابہ ج 1 صفحہ 206)

(161)

زہد فی الدنیا کا مطلب

زُہد کا لغوی معنی ہے کسی چیز کو حقیر اور گھٹیا سمجھ کر اس سے زیادہ بہتر کو اختیار کرتے ہوئے اور اس کی ضرورت نہ ہونے کی وجہ سے اسے چھوڑ دینا۔ ارشاد باری عز اسمہ ہے وَكَانُوْا فِيْهَا مِنَ الزّٰهِدِيْنَ (یوسف 20:12) یعنی اور وہ لوگ کچھ ان کے قدر دان تو تھے ہی نہیں۔ قرآن کریم دنیا سے بے رغبت کرانے والی آیات' اس کی حقارت و ذلت' سرعت فنا و زوال کی خبروں سے اور آخرت کی طرف رغبت و شوق دلانے والی آیات اور اس کی شرافت و ہمیشگی و دوام کی خبروں سے بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ جب کسی انسان کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے: تو اس کے قلب میں ایسی بصیرت پیدا فرما دیتا ہے جس کی وجہ سے اسے دنیا و آخرت کی حقیقت نظر آنے لگتی ہے پھر انسان ان دونوں میں سے جو ترجیح کے قابل ہے اسے ترجیح دینے لگتا ہے چنانچہ ارشاد عالی ہے:

قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ ج وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّمَنِ اتَّقٰى

"آپ فرما دیجئے کہ دنیا کا تمتع محض چند روزہ ہے اور آخرت ہر طرح سے بہتر ہے اس شخص کے لئے جو اللہ تعالیٰ کی مخالفت سے بچے۔" (نساء 77:4)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔

"اور دنیوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکے کا سودا ہے۔"

(آل عمران 185:3)

زُہد کے بارے میں اکابر کی آراء

ابن قیم جوزی نے اپنی کتاب مدارج السالکین 10/2 میں زہد کے متعلق گفتگو

فرمائی ہے اور اس سلسلے میں بڑا مفید کلام نقل فرمایا ہے جس کا کچھ اقتباس ہم ذکر کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: لوگوں نے بڑی کثرت سے زہد کے متعلق کلام کیا ہے اور ہر ایک نے اپنے ذوق کے اعتبار سے بات کی ہے اور اپنی حالت اور مشاہدے کو بتایا ہے۔ اس لئے کہ قوم کی اکثر عبارتیں ان کے ذوق اور کیفیت ہی کے اعتبار سے ہوا کرتی ہیں اور علمی زبان کی گفتگو ذوقی زبان کی گفتگو سے زیادہ وسیع اور دلیل وحجت کے زیادہ قریب ہوا کرتی ہے۔

ابن تیمیہ کہتے ہیں جس چیز کا آخرت میں کوئی نفع نہ ہو اسے چھوڑ دینا ''زہد'' ہے اور آخرت میں جس چیز کے ضرر کا اندیشہ ہو اسے چھوڑ دینا ''ورع'' ہے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: روکھا سوکھا کھانا اور موٹا جھوٹا پہننا زہد نہیں بلکہ دنیا میں امیدوں کو مختصر کر دینے کا نام زہد ہے۔

ابن الجلاء فرماتے ہیں: دنیا کو زوال وفنا کی نگاہ میں دیکھنا تاکہ اس کی حقارت نظروں میں رہے پھر اس سے اعراض کرنا آسان ہو جائے اس کا نام ''زہد'' ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا: ایک شخص کے پاس ہزار دینار ہیں تو کیا یہ بھی زاہد ہو سکتا ہے؟ فرمانے لگے: جی ہاں بشرطیکہ ان کے بڑھنے پر خوشی اور کمی پر غم نہ ہو۔

امام احمد ہی فرماتے ہیں: زہد تین قسم کا ہے۔ پہلا حرام کو چھوڑ دینا یہ عوام کا زہد ہے۔ دوسرا حلال میں سے بھی ضرورت سے زائد چھوڑ دینا یہ خواص کا زہد ہے۔ تیسرا ہر اس چیز کو ترک کر دینا جو اللہ سے غافل کر دے یہ عارفین کا زہد ہے۔

زہد کے متعلق جس قدر اقوال ہیں ان میں سب سے زیادہ جامع یہی آخری قول ہے۔

زہد کے بارے میں ایک عمدہ قول یہ بھی ہے کہ دنیا میں زہد حلال کو حرام کر لینا یا مال کو ضائع وبرباد کر دینے کا نام نہیں ہے بلکہ زہد اس چیز کا نام ہے کہ تجھے ان چیزوں پر جو اللہ کے ہاں ہیں بہ نسبت ان چیزوں کے جو تیرے پاس ہیں زیادہ یقین اور اعتبار ہو اور

تجھے کسی تکلیف کے پہنچنے کی صورت میں اس پر اجر وثواب ملنے کی توقع اور امید زیادہ ہو بہ نسبت تکلیف نہ پہنچنے کی صورت کے۔

قرآنی آیات اور انسانی خواہشات

دنیا اور اس کی زیب وزینت سے فتنے میں پڑنا' خواہشات کو مرغوب رکھنا اور نقد کو ادھار پر ترجیح دینا انسانی فطرت ہے۔ ارشاد باری ہے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَ الْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَ الْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ○

''خوشنما معلوم ہوتی ہے لوگوں کو محبت مرغوب چیزوں کی عورتیں ہوئیں' بیٹے ہوئے' لگے ہوئے ڈھیر ہوئے سونے اور چاندی کے نشان لگے ہوئے گھوڑے ہوئے' مویشی ہوئے اور زراعت ہوئی۔ یہ سب استعمالی چیزیں ہیں دنیوی زندگی کی اور انجام کار کی خوبی تو اللہ ہی کے پاس ہے۔'' (آل عمران)

نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے:

كَلَّا بَلْ تُحِبُّوْنَ الْعَاجِلَةَ○ وَتَذَرُوْنَ الْاٰخِرَةَ○

''اے منکرو! ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم دنیا سے محبت رکھتے ہو اور آخرت کو چھوڑ بیٹھتے ہو۔'' (القیامہ:20'21)

ابن قدامہ (مختصر منہاج القاصدین' ص 210) میں فرماتے ہیں: بہت سے لوگوں نے مطلقاً دنیا کی مذمت اور برائی سن لی اور یہ سمجھ بیٹھے کہ جو موجودات منافع کے لیے پیدا کی گئی ہیں ان کی طرف اشارہ ہے۔ یہ سمجھ کر جو چیزیں سبب صلاح تھیں مثلاً لباس وطعام وغیرہ' انہیں بھی چھوڑ بیٹھے حالانکہ اللہ رب العزت نے انسانی فطرت میں ایک ایسی نفسانی قوت رکھی ہے جو اصلاح نفس کا سبب بنتی ہے' تو جب بھی کبھی وہ طاقت ابھرتی ہے تو اسے دبا دیا جاتا ہے اور اسی چیز کو زہد خیال کیا جاتا ہے حالانکہ حقوق نفس کی

جہالت اس کا سبب ہے' اکثر زہاد کا یہی حال ہے۔ وہ لوگ علم کی قلت کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں مگر ہم کسی طرف جھکاؤ کے بغیر کھلم کھلا حق کو بیان کرتے ہیں۔

ضروریات زندگی کا حصول زہد کے خلاف نہیں

واضح ہو کہ موجودہ اشیاء کا نام "دنیا" ہے جس کے اندر انسان کا بھی حصہ ہے جسے زمین اور اس کے اوپر کی اشیاء سے تعبیر کیا جا سکتا ہے' زمین انسان کے لئے مسکن اور رہائش گاہ ہے اور اس کے اوپر کی اشیاء مثلاً طعام' شراب' لباس اور مناکحت' یہ تمام چیزیں اس بدن انسانی کے لئے سبب راحت ہیں جس کا مرجع اللہ رب العزت کی ذات کی طرف ہے۔ یہ انسانی جسم ان مصالح کے بغیر باقی نہیں رہ سکتا جس طرح کہ ایک اونٹنی طویل سفر حج میں اپنی مصالح (دانہ پانی) کے بغیر باقی نہیں رہ سکتی' اب ان مصالح کو بقدر ضرورت ترتیب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق استعمال میں لانا قابل مدح ہے اور اس ترتیب سے ہٹ کر ضرورت سے زیادہ استعمال کرنا باعث شر و فساد اور قابل مذمت ہے' چنانچہ ان اشیاء کے استعمال سے شر میں پڑنے کی کوئی وجہ نہیں' اس لئے کہ پھر تو بجائے نفع کے ضرور لازم آئے گا اور آخرت کی تیاری سے باز رکھے گا اور مقصود فوت ہو کر رہ جائے گا۔

اس کی مثال تو اس شخص کی سی ہو گی جو طویل سفر کے قافلے کے ساتھ ہو' وہ بجائے قافلے کے ساتھ چلنے کے اونٹنی کے دانہ پانی اور اس پر رنگا رنگ کپڑے ڈالنے میں ہی لگا رہے اور اس بات کو بالکل ہی بھول جائے کہ اس کے قافلے کے رفقاء اپنے سفر پر روانہ ہو چکے ہیں اب یہ شخص اور اس کی اونٹنی جنگل میں درندوں کا شکار نہ بنیں گے تو اور کیا ہو گا؟

اور بقدر ضرورت لینے میں کوتاہی کرنے کی بھی کوئی وجہ نہیں کیونکہ اونٹنی اپنی مصالح کے استعمال کئے بغیر سفر نہ کر سکے گی لہٰذا اب پر امن اور سلامتی والا راستہ اعتدال ہوا کہ موجودہ چیزوں میں سے سفر کے لئے بقدر ضرورت توشہ لے' خواہ کتنا ہی لذیذ کیوں نہ ہو اس لئے کہ نفس کو اس کی مرغوب چیز دینا یہ اس کی معاونت اور اس کے

حق کی ادائیگی ہے۔

زاہدوں کے پیشوا اور ان کا طرزِ زندگی

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بسا اوقات عمدہ ترین کھانے تناول فرماتے تھے اور سفر میں اپنے ساتھ عمدہ قسم کا ناشتہ رکھتے تھے۔

حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ بھی بعض مرتبہ انتہائی مرغوب طعام تناول فرماتے اور فرمایا کرتے کہ جب ہمیں میسر آجاتا ہے تو مردوں کی طرح کھاتے ہیں اور جب نہیں ملتا تو مردوں کی طرح صبر کرتے ہیں۔

زہد کے بارے میں جس قدر آیات قرآنی' احادیث نبوی' آثار صحابہ اور واقعات و اشعار وارد ہوئے ہیں اس کے علاوہ بھی اسلام میں زہد کے مقام و مرتبے کے بیان میں کثرت سے تالیفات ملتی ہیں۔ ''اصحاب سنن'' نے اپنی تالیفات میں خصوصیت کے ساتھ ابواب رقاق و زہد کو علیحدہ طور پر بیان کیا ہے۔ دیکھئے کشف الظنون (2/279) ابن ابی الدنیا نے اس میں بہت سی احادیث' آثار' واقعات اور کثرت سے ایسے اشعار ذکر کئے ہیں جو دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلانے والے ہیں۔ لہٰذا یہ انتہائی پاکیزہ اور ادبی سیاحت گاہ ہے۔

عبداللہ بن مبارک کے عمدہ ترین اشعار کے ترجمہ پر ہم اس مقدمے کو ختم کرتے ہیں جو انہوں نے مکہ کی طرف جاتے ہوئے کہے تھے۔

''زندگی سے بغض' اللہ کی خشیت اور اپنے آپ کو اس (جنت) کے بدلے بیچنا جس کی کوئی قیمت نہیں ان چیزوں نے مجھے (اپنے گھر سے) نکالا ہے۔ میں نے آخرت اور دنیا کا موازنہ کیا کہ کہیں دونوں برابر تو نہیں۔ اللہ کی قسم! ان دونوں میں ہرگز برابری نہیں۔''

ابو عتاہیہ فرماتے ہیں: میں دیکھ رہا ہوں کہ جس شخص کے پاس دنیا زیادہ آجاتی ہے وہ اس کے لئے عذاب بن جاتی ہے۔ اپنے عزت کرنے والوں کی بڑی اہانت کے ساتھ تذلیل کرتی ہے اور جس کی نظروں میں یہ ذلیل ہو جائے اس کا اعزاز و اکرام کرتی

ہے جب تجھے کسی چیز کی ضرورت نہ ہو تو اسے چھوڑ دے اور جس کی ضرورت ہے اسے حاصل کر۔

بعض حکماء فرماتے ہیں: جو شخص دنیا سے بے رغبت ہوگا وہ اس کا مالک بن جائے گا اور جو اسے چاہے گا وہ اس سے محروم رہے گا۔

حضرت عون بن عبداللہ سے مروی ہے کہ انسان کے دل میں دنیا و آخرت کی مثال ترازو کے دو پلڑوں کی سی ہے۔ ان میں سے ایک جس قدر بھاری ہوگا دوسرا اتنا ہی ہلکا ہو گا۔ (مقدمہ کتاب الزہد لابن ابی الدنیا رحمۃ اللہ علیہ)

(162)
امام بخاری اور ان کی صحیح بخاری

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام ونسب محمد بن اسمٰعیل بن ابراہیم بن مغیرہ بردزبہ بخاری جعفی ہے۔ آپ کے پردادا مغیرہ حاکم بخارا یمان جعفی کے ہاتھ پر اسلام لائے تھے اور چونکہ اس زمانے کا دستور تھا کہ جو شخص کسی کے ہاتھ پر مسلمان ہوتا تھا تو اس کو اسی قبیلے کی طرف منسوب کرتے تھے اس لئے امام بخاری کو بھی جعفی کہنے لگے۔

آپ 13 شوال 194ھ کو جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ پیدا ہوئے اور باسٹھ سال کی عمر میں شب شنبہ عید الفطر کی رات میں عشاء کی نماز کے وقت 256ھ میں وفات پائی اور خرتنگ گاؤں میں جو سمرقند سے دس میل کے فاصلے پر ہے مدفون ہوئے۔ کسی بزرگ نے آپ کے سن ولادت ومدتِ عمر وسن وفات کو ایک قطعہ میں بیان کیا ہے۔

کان البخاری حافظاً و محدثاً
جمع الصحیح مکمل التحریر
میلادہ صدق و مدۃ عمرہ
فیھا حمید و انقضی فی نور

اس قطعہ میں لفظ صدق کے اعداد 194 سن ولادت اور حمید کے اعداد 62 مدت عمر اور نور کے اعداد 256 وفات کا سال ظاہر کرتے ہیں۔

امام بخاری بچپن ہی میں نابینا ہو گئے تھے۔ اس وجہ سے ان کی والدہ کو بڑا رنج وقلق رہتا تھا اور وہ ہر وقت نہایت گریہ وزاری کے ساتھ خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے فرزند کی بصارت کے لئے دعا مانگا کرتی تھیں۔ ناگہاں ایک رات ان کی والدہ کو خواب میں

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کا دیدار ہوا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تیری گریہ وزاری اور دعا کے سبب سے تیرے فرزند کو بصارت عنایت فرمائی چنانچہ جب وہ صبح اٹھیں تو اپنے نورِ نظر کی آنکھوں کو روشن و بینا پایا۔

گیارہ سال کی عمر کا ایک حیرت انگیز واقعہ

امام بخاری کو احادیث یاد کرنے کا شوق بچپن ہی سے تھا اور حافظہ بے حد قوی تھا چنانچہ دس سال کی عمر میں آپ کا یہ حال تھا کہ مکتب میں جو حدیث سنتے اس کو یاد کر لیتے۔ مکتب سے فراغت پانے کے بعد پتہ چلا کہ امام داخلی بہت بڑے عالم حدیث ہیں تو ان کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ ایک روز کا واقعہ ہے کہ امام داخلی اپنی کتابوں سے لوگوں کو احادیث سنا رہے تھے۔ ان کی زبان سے نکلا کہ سفیان عن ابی الزبیر عن ابراھیم امام بخاری فوراً بول اٹھے کہ ابوالزبیر تو ابراہیم سے روایت نہیں کرتے۔ امام داخلی نے امام بخاری کی بات کو تسلیم نہیں کیا تو امام بخاری نے کہا: اس کو کتاب کے اصل نسخہ میں دیکھنا چاہئے چنانچہ امام داخلی نے مکان میں جا کر اصل نسخہ کا مطالعہ کیا اور باہر آ کر فرمایا: اس لڑکے کو بلاؤ۔ امام بخاری حاضر ہوئے تو امام داخلی نے فرمایا: میں نے اس وقت جو پڑھا تھا' وہ بے شک غلط تھا۔ اچھا اب تم بتاؤ کہ صحیح کس طرح ہے؟ امام بخاری نے عرض کیا: صحیح سفیان عن الزبیر عن عدی عن ابراھیم ہے۔ امام داخلی حیران رہ گئے اور فرمایا: واقعی تم سچ کہتے ہو۔ پھر قلم اٹھا کر اپنی کتاب کی تصحیح کر لی۔ یہ واقعہ اس وقت کا ہے جب امام بخاری کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی۔

جب امام بخاری سولہ برس کے ہوئے تو عبداللہ بن مبارک کی تمام کتابیں یاد کر لیں اور محدث وکیع کے تمام نسخے بھی ازبر کر ڈالے۔ پھر اپنی والدہ اور اپنے بھائی احمد بن اسمٰعیل کے ہمراہ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ حج سے فراغت ہوئی تو والدہ اور بھائی وطن واپس چلے آئے اور خود بلادِ حجاز میں طلب حدیث کے لئے ٹھہر گئے اور تمام علمی مرکزوں کا سفر کر کے ایک ہزار اسی شیوخ کی خدمتوں میں حاضری دے کر چھ لاکھ حدیثوں کو زبانی یاد کر لیا۔ علم حدیث کی طلب میں آپ نے مکہ مکرمہ' مدینہ منورہ' کوفہ' بصرہ' بغداد' مصر' واسطہ

الجزائر، شام، بلخ، بخارا، مرو، ہرات، نیشاپور وغیرہ علمی مرکزوں کا بار بار سفر فرمایا۔

بے مثال قوتِ حافظہ

حاشد بن اسمٰعیل (جو امام بخاری کے زمانے کے محدث ہیں) کہتے ہیں: امام بخاری طلب حدیث کے لئے میرے ہمراہ محدثین کی خدمت میں آمد و رفت رکھتے تھے لیکن ان کے پاس قلم و دوات وغیرہ لکھنے کا کوئی سامان نہ ہوتا تھا اور نہ وہ درس کی مجلسوں میں کچھ لکھتے تھے۔ آخر میں نے ان سے ایک دن کہہ دیا کہ جب تم حدیث سن کر لکھتے ہی نہیں تو درس گاہ میں تمہارے آنے جانے سے کیا فائدہ؟ سولہ دن کے بعد امام بخاری نے مجھ سے کہا: تم لوگوں نے مجھ کو بہت کچھ کہہ ڈالا۔ اچھا آؤ! اب میری یادداشت کا تم لوگ اپنی لکھی ہوئی کاپیوں سے مقابلہ کرو۔ اس مدت میں ہم لوگوں نے پندرہ ہزار حدیثیں لکھی تھیں۔ امام بخاری نے ان پندرہ ہزار حدیثوں کو زبانی اس طرح سنا دیا کہ میں خود اپنی لکھی ہوئی کاپیوں کو ان کی یادداشت سے صحیح کرتا تھا۔ اس کے بعد امام بخاری نے فرمایا: تم لوگ سمجھتے ہو کہ میں خوامخواہ بلا فائدہ اِدھر اُدھر کی درسگاہوں میں سرگردانی کرتا رہتا ہوں۔ حاشد بن اسمٰعیل کا بیان ہے کہ میں اسی دن یہ سمجھ گیا تھا کہ امام بخاری وہ ہونہار طالب علم ہیں کہ آگے چل کر کوئی ان سے مقابلہ نہیں کر سکے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ آپ علم حدیث میں امام الدنیا و شیخ الاسلام و امیر المومنین فی الحدیث ہوئے اور دنیا بھر کے مشائخ حدیث سے خراجِ تحسین حاصل کیا۔ امام مسلم بن الحجاج قشیری آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو پہلے آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا پھر عرض کیا: یا استاذ الاستاذین و یا سید المحدثین و یا طبیب الحدیث آپ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کا پاؤں چوم لوں۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے: خراسان کی زمین پر امام بخاری جیسا کوئی محدث پیدا نہیں ہوا اور محمد اسمٰعیل بن اسحٰق بن خزیمہ (جو مشرق و مغرب کے مشائخ حدیث کی صحبت اٹھا چکے تھے) علانیہ کہا کرتے تھے: آسمان کے نیچے امام بخاری سے بڑھ کر کوئی عالم حدیث نہیں ہے۔ اٹھارہ سال کی عمر سے تصنیف کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یوں تو آپ نے بہت سی کتابیں تصنیف فرمائیں مگر آپ کی

تصنیفات میں کتاب التاریخ و صحیح بخاری یہ دو بہت ہی معرکۃ الآراء مشہور کتابیں ہیں۔

صحیح بخاری لکھنے کا سبب

صحیح بخاری کی تصنیف کا سبب یہ ہوا کہ ایک دن اسحٰق بن راہویہ کے احباب نے کہا: کیا ہی اچھا ہوتا کہ اگر کسی محدث کو اللہ تعالیٰ یہ توفیق عطا فرماتا کہ وہ علم حدیث میں کوئی ایسی مختصر کتاب تیار کر دیتا جس میں صرف وہی حدیثیں درج ہوں جو صحت میں اعلیٰ مرتبہ رکھتی ہیں۔ امام بخاری اس مجلس میں موجود تھے۔ ان کے دل میں یہ بات جم گئی چنانچہ 6 لاکھ حدیثوں کے ذخیرے میں سے اعلیٰ درجہ کی صحیح حدیثوں کا انتخاب کر کے سولہ برس کی محنت شاقہ کے بعد اپنی اس کتاب کو تصنیف فرمایا جو عام طور پر صحیح بخاری کے نام سے مشہور ہے اور صحاح ستہ کی سب سے بڑی اور عظیم الشان کتاب ہے۔ اس کتاب میں کل حدیثیں اگر مکررات و معلقات و متابعات کو شامل کر کے شمار کی جائیں تو نو ہزار بیاسی حدیثیں ہیں اور اگر مکررات کو حذف کر کے گنتی کی جائے تو کل حدیثوں کی تعداد صرف دو ہزار سات سو اکسٹھ رہ جاتی ہے۔ (مقدمہ فتح الباری)

یہ تعداد اگرچہ امام بخاری کو جس قدر صحیح حدیثیں یاد تھیں ان کے دسویں حصے کے برابر بھی نہیں ہیں لیکن اس میں شبہ نہیں کہ یہ کتاب امام موصوف کے حسن انتخاب کا بہترین نمونہ ہے مگر یہاں یہ بات بھی ذہن نشین کر لینی چاہئے کہ امام بخاری کو لاکھوں صحیح حدیثیں ایسی بھی یاد تھیں جو ان کی کتاب بخاری میں درج نہیں ہیں اور دوسرے محدثین کی کتابوں میں موجود ہیں لہٰذا بعض کج فہم ملاؤں کا یہ کہنا ہے کہ جو احادیث صحیح بخاری میں درج نہیں ہیں وہ صحیح احادیث نہیں ہیں۔ یہ ایک کھلا ہوا فریب اور پہاڑ سے بھی بڑی غلطی ہے۔

حافظ ابو جعفر عقیلی کہتے ہیں: امام بخاری نے جب اپنی صحیح بخاری تصنیف فرمائی تو اسے امام احمد بن حنبل و علی بن مدینی و یحییٰ بن معین وغیرہ کبار محدثین کی خدمت میں پیش کیا تو ان سب حضرات نے اس کتاب کے صحیح ہونے کی شہادت دی البتہ صرف چار حدیثوں کے بارے میں لوگوں نے اختلاف کیا مگر عقیلی کا بیان ہے کہ ان چاروں کے

بارے میں بھی امام بخاری ہی کا فیصلہ درست ہے اور وہ چاروں حدیثیں بھی صحیح ہیں۔

(مقدمہ فتح الباری)

اس کتاب میں امام بخاری جب کسی حدیث کو لکھتے تو پہلے غسل کر کے دو رکعت نماز ادا کرتے اور مضامین احادیث کے عنوانوں کو (جس کو محدثین ترجمۃ الباب کہتے ہیں) مدینہ منورہ میں قبر انور و منبر نبوی کے درمیان بیٹھ کر مرتب فرماتے۔ ہر ترجمۃ الباب پر بھی دو رکعت نماز نفل ادا کرتے' چنانچہ امام بخاری کے اس حسن نیت ہی کی برکت ہے کہ یہ کتاب اس قدر مقبول ہوئی کہ اس کو نوے ہزار شاگردوں نے بلاواسطہ خود امام بخاری سے پڑھا اور سنا اور آپ کے ان شاگردوں میں سب سے آخری شاگرد محمد بن یوسف فربری متوفی 320ھ ہیں۔ انہوں نے امام بخاری سے دو مرتبہ اس کتاب کا سماع کیا۔ ایک بار 248ھ میں اپنے وطن فربر میں جب امام بخاری وہاں تشریف لائے اور دوسری بار 252ھ میں خود بخارا جا کر اور آج کل ہندوستان بلکہ عرب و عجم میں ان کی ہی روایات علو اسناد کی وجہ سے شائع و مشہور ہیں۔

دورِ ابتلاء و آزمائش

طریقۂ صالحین کی طرح امام بخاری کو بھی امتحان و ابتلاء پیش آیا اور وہ یہ کہ امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی نے حکم دیا کہ آپ شاہی محل میں آ کر میرے فرزندوں کو صحیح بخاری اور دوسری کتابوں کا سبق پڑھائیں۔ امام بخاری نے جواب دیا کہ یہ علم حدیث ہے' میں اس علم کو ذلیل نہیں کرنا چاہتا۔ آپ اپنے فرزندوں کو میری درسگاہ میں بھیج دیں۔ تو دوسرے طالب علموں کی طرح وہ بھی علم حاصل کریں گے۔ امیر نے کہا: جس وقت میرے شاہزادے درسگاہ میں آئیں' آپ دوسرے طلبہ کو اپنی درسگاہ میں نہ آنے دیں۔ میرے دربان و چوبدار دروازے پر کھڑے رہیں گے کیونکہ میری نخوت اس چیز کو گوارا نہیں کر سکتی کہ غریبوں اور مسکینوں کے لڑکے میرے فرزندوں کے برابر بیٹھیں۔ امام بخاری نے اس کو بھی قبول نہیں فرمایا اور جواب دیا کہ یہ علم حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔ اس میں امیر و فقیر ساری امت برابر کے شریک ہیں۔ اس علم میں کسی کو کوئی

خاص خصوصیت نہیں دی جا سکتی۔ اتنی بات پر امیر بخارا خفا ہو گیا اور اس نے حریث بن ابی الوقاء وغیرہ گمراہ علمائے ظواہر کو اپنے ساتھ ملا لیا اور امام بخاری کے مذہب و اجتہاد میں خواہ مخواہ کی غلطیاں نکال کر اور عوام کو بھڑکا کر ایک طوفان کھڑا کر دیا اور اس میں دسیسہ کاری و حیلہ سازی سے امام بخاری کو بخارا سے نکال دیا۔

وطن سے ہجرت اہل وطن کے لیے نحوست

امام بخاری رنج و غم میں ڈوبے ہوئے اپنے وطن سے روانہ ہو گئے مگر چلتے وقت اپنے دردمند دل سے یہ دعا کی۔ الٰہی! ان لوگوں کو تو اس بلا میں مبتلا کر جس بلا میں یہ لوگ مجھے مبتلا کرنا چاہتے ہیں چنانچہ آپ کی دعا مقبول ہو گئی اور ایک مہینہ بھی نہیں گزرا کہ امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی معزول کر دیئے گئے اور خلیفہ کا حکم پہنچا کہ اس کو گدھے پر سوار کر کے شہر میں گشت کرائیں اور پھر شہر سے باہر نکال دیں۔ اس طرح امیر بخارا خالد بن احمد ذہلی کو کامل تباہی و بربادی کا سامنا ہوا اور ایک بے گناہ اللہ والے کی بے ادبی کی سزائیں ہی دنیا میں مل گئی۔

اسی طرح حریث بن ابی الورقاء اور دوسرے دنیادار مولویوں کو بھی جو امام بخاری کی توہین میں شریک تھے بے حد ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ان سب لوگوں کا وقار خاک میں مل گیا اور سب کے سب طرح طرح کی آفتوں اور بلاؤں میں گرفتار ہوئے۔

امام بخاری بخارا سے نکل کر نہایت بے کسی کی حالت میں پہلے نیشاپور گئے مگر وہاں کے متکبر امیر سے بھی آپ کی نہیں بنی تو مجبوراً وہاں سے لوٹ کر خرتنگ تشریف لائے اور اس چھوٹے سے گاؤں میں آپ نے قیام فرما کر درس حدیث شروع کر دیا یہاں تک کہ اسی گاؤں میں آپ کی وفات ہو گئی اور خاص عید الفطر کے دن بعد نماز ظہر اسی گاؤں میں آپ مدفون ہوئے۔

قبر کی مٹی سے خوشبو اور قابلِ رشک موت

منقول ہے جب آپ دفن کیے گئے تو آپ کی قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو آنے لگی چنانچہ لوگ انتہائی تعجب کے ساتھ قبر کی مٹی کو سونگھتے تھے اور اٹھا کر لے جاتے تھے اور ایک

مدت دراز تک یہ سلسلہ جاری رہا کہ دور دور سے آ کر لوگ آپ کی قبر کی مٹی کو خوشبو کی وجہ سے اٹھا لے جاتے تھے۔

شیخ عبدالواحد طوی نے (جو اس زمانے کے اولیائے کاملین میں سے تھے) خواب میں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ راستے پر منتظر کھڑے ہیں۔ انہوں نے سلام عرض کر کے پوچھا: یا رسول اللہ! آپ کس کا انتظار فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا: محمد بن اسمٰعیل بخاری کا انتظار کر رہا ہوں۔ شیخ عبدالواحد طوسی کا بیان ہے کہ اس خواب کے چند روز بعد ہی میں نے امام بخاری کی وفات کی خبر سنی۔ جب میں نے لوگوں سے وفات کا پوچھا تو پتہ چلا کہ ٹھیک اسی وقت اسی گھڑی میں آپ کی وفات ہوئی تھی جس ساعت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں منتظر دیکھا تھا۔

امام بخاری کے اشعار

امام بخاری نہایت زاہد، پرہیز گار اور صاحب تقویٰ و عبادت گزار تھے۔ عمر بھر کسی کی غیبت نہیں کی۔ امراء و سلاطین کے درباروں میں کبھی نہیں گئے۔ درس حدیث کے بعد فاضل اوقات میں کثرتِ نوافل و تلاوت قرآنِ مجید کا شغل رکھتے تھے۔

آپ کبھی کبھی نظم کا بھی شوق فرماتے تھے چنانچہ آپ کا ایک قطعہ تبرکاً تحریر کیا جا رہا ہے۔

اِغْتَنِمْ فِی الْفَرَاغِ فَضْلَ رُکُوْعٍ
فَعَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ مَوْتُکَ بَغْتَہ

فرصت کے وقت میں ایک رکعت نماز کی فضیلت کو غنیمت جان، کیونکہ شاید تیری موت اچانک آ جائے۔

کَمْ صَحِیْحٍ رَأَیْتُ مِنْ غَیْرِ سُقْمٍ
ذَھَبَتْ نَفْسُہُ الصَّحِیْحَۃُ فَلْتَۃً

میں نے تو بہت سے تندرستوں کو دیکھا کہ بلا کسی مرض کے ان کی تندرست

جان اچانک چل بسی۔

بخاری شریف کی برکات

بہت سے محدثین و بزرگان دین نے بارہا تجربہ کیا ہے کہ آپ کی کتاب صحیح بخاری شریف کا ختم پڑھنا دشمنوں کے خوف' مرض کی سختی اور دوسری بلاؤں میں تریاق کا کام دیتا ہے۔

بہت سے بزرگان دین کے خوابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیح بخاری کو اپنی طرف منسوب فرمایا ہے چنانچہ ان میں سے ایک یہ ہے کہ ایک مرتبہ محمد احمد مروزی مکہ مکرمہ میں مقام ابراہیم و حجر اسود کے مابین سوئے ہوئے تھے تو یہ خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: اے ابوزید! تم شافعی کی کتاب کا درس کب تک دیتے رہو گے؟ تم ہماری کتاب کا درس کیوں نہیں دیتے؟ محمد بن احمد نے حیران ہو کر عرض کیا: یارسول اللہ! میری جان آپ پر قربان ہو' آپ کی کتاب کون سی ہے؟ ارشاد فرمایا: ''جامع محمد بن اسمٰعیل بخاری'' یعنی صحیح بخاری شریف

واضح ہو کہ بخاری کا پورا نام الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و سننه و ایامه ہے مگر بعض لوگ بطور اختصار اس کو ''جامع محمد بن اسمٰعیل'' اور بعض لوگ الجامع الصحیح اور بعض لوگ صحیح البخاری اور ہمارے ہندوستان میں عام طور پر لوگ اس کو ''بخاری شریف'' کہتے ہیں۔

(بستان المحدثین و مقدمہ بخاری وغیرہ)

(163)

ڈوبا ہوا فرزند زندہ نکلا

سیّدنا سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کی مریدہ متعلمہ ایک نیک خاتون تھیں جو اپنے استاذ محترم کے پاس رہتی تھیں۔ ان کا ایک فرزند تھا جو ایک معلم کے پاس پڑھنے جایا کرتا تھا۔ لڑکے کو اس کے استاذ نے پن چکی کسی کام سے بھیجا۔ سوئے اتفاق کہ لڑکا پانی میں جا گرا۔ وقت پر اسے کسی نے نہیں نکالا اور وہ ڈوب گیا۔ لڑکے کا معلم اس حادثہ کی خبر لے کر حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس پہنچا۔ حضرت کو سن کر بہت رنج ہوا۔ انہوں نے سوچا اس بات کی اطلاع لڑکے کی ماں کو اس طرح دی جائے کہ اسے صبر ہو جائے۔

حضرت اس خاتون کے پاس تشریف لے گئے۔ مصاحبین بھی ساتھ تھے۔ آپ نے صبر کی فضیلت اور برکت کے بارے میں کلام فرمایا۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کی مرضی پر راضی برضا ہونے کے فضائل گنائے۔

خاتون: جناب میں کچھ سمجھی نہیں کہ ان تقریروں کا کیا موقع ہے؟

حضرت سری: بات دراصل یہ ہے کہ تیرا بیٹا پانی میں ڈوب کر انتقال کر گیا ہے۔

خاتون: میرا بیٹا! نہیں نہیں' میرے رب نے یہ نہیں کیا۔

حضرت سری: اس میں شک نہیں' معلم صاحب نے اسے پن چکی پر بھیجا تھا وہاں وہ ندی میں گر کر ڈوب گیا۔

خاتون: مجھے اس جگہ لے چلئے۔

لوگ اس صالح خاتون کو لے کر نہر پر آئے اور لڑکے کے ڈوبنے کا مقام دکھایا۔ خاتون نے آواز دی بیٹے محمد! پانی سے لڑکے نے جواب دیا ''لبیک امی جان!'' پھر وہ

پارسا خاتون نہر میں اتر گئی اور اپنے فرزند کا ہاتھ پکڑ کر نکال لائی۔ وہ زندہ و صحیح سلامت تھا۔

حضرت جنید بغدادی کی عقدہ کشائی

سید الطائفہ جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کی عقدہ کشائی چاہی تو انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ کے احکام میں وہ خاتون اتنی مستعد ہے کہ اس کی برکتوں سے آنے والے واقعات کا علم اسے پہلے ہی کرا دیا جاتا ہے اور اپنے فرزند کے ساتھ ہونے والے حادثہ کی اطلاع چونکہ اسے پہلے ہی دی گئی اس لئے جب اسے آپ لوگوں نے بتایا تو اس نے اس سے انکار کر دیا اور نہایت جزم سے کہا: اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اگر ایسا ہونے والا ہوتا تو مجھے خبر دی گئی ہوتی (اس واقعہ کو حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک تلمیذ نے بیان فرمایا)۔ (روض الریاحین)

محمد رسول اللہ ﷺ

(164)

نامۂ مبارک چاک کرنے والے کی حکومت کا خاتمہ ہو گیا

سن 6 ہجری کے اواخر میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ صلح طے پا جانے کے بعد مدینہ منورہ پہنچ کر دنیا کی بڑی بڑی بادشاہتوں تک اسلام کا عالمگیر پیغام پہنچانے کے لئے سربراہان مملکت کے نام نامہ ہائے مبارک ارسال کرنے کا فیصلہ فرمایا۔

خطوط بھجوانے کے لئے آپ نے مختلف سفیروں کا انتخاب کیا۔ سفیر کے انتخاب کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک معیار مدنظر رکھتے تھے۔ اس کی شکل وصورت' اس کی جسامت' اس کی ذہانت' فراست' علم' انداز گفتگو' حلم و حوصلہ' حافظہ' قوت مشاہدہ شہسواری' غرضیکہ ہر لحاظ سے اہل ترین شخص کو خط دے کر روانہ کیا جاتا تھا۔ جب خطوط لکھنے کا ارادہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ بادشاہ صرف اسی صورت میں خطوط قبول کرتے ہیں جب ان پر مہر لگی ہوئی ہو' چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک نقش تھے۔ (بخاری شریف 5872) سب سے اوپر لفظ اللہ' اس کے نیچے رسول اور اس کے نیچے لفظ محمد کندہ تھا۔ ایران کے بادشاہ خسرو پرویز کے نام خط لکھوایا اور اس کے لئے اسلام کے ایک عظیم فرزند اور شہسوار عبداللہ بن حذافہ سہمی کا انتخاب فرمایا۔ انہیں حکم ملا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک بحرین کے حاکم کے سپرد کر دیں جو اسے ایران کے بادشاہ کسریٰ کو پہنچا دیں۔ یہ نامہ بحرین کے حاکم کو محرم الحرام 7 ہجری کے شروع میں پہنچایا گیا اور اس

نے اسے کسریٰ تک پہنچایا۔ اس خط کا مضمون اس طرح تھا:

نامۂ مبارکہ کا مضمون

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کے نام......

اس شخص پر سلام جو ہدایت کی پیروی کرے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام انسانوں کی جانب اللہ کا فرستادہ ہوں۔ تاکہ جو شخص زندہ ہے اسے انجام بد سے ڈرایا جائے اور کافروں پر حق بات ثابت یعنی حجت تمام ہو جائے۔ پس تم اسلام لاؤ سلامت رہو گے اور اگر اس سے انکار کیا تو مجوس کا بار گناہ بھی تم پر ہوگا۔

کسریٰ بن ہرمز نے خط ترجمان کی وساطت سے سنا۔ پہلا ہی فقرہ: محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ عظیم فارس کی جانب کے الفاظ سنے تو آگ بگولا ہو گیا۔ اس نے نامۂ مبارک چاک کر دیا اور نہایت تکبر سے بولا کہ میری رعایا کا ایک حقیر غلام اپنا نام میرے نام سے پہلے لکھتا ہے!

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مزق ملکہ اس نے میرے خط کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنی سلطنت کو پارہ پارہ کر لیا ہے۔ (تاریخ الطبری: 142/3)

(165)
شہزادے کی انگوٹھی

حضرت سیدنا عبداللہ بن الفرج العابد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھے کسی تعمیری کام کے لئے مزدور کی ضرورت پڑی' میں بازار آیا اور کسی ایسے شخص کو تلاش کرنے لگا جو میری خواہش کے مطابق ہو۔ یکا یک میری نظر ایک نوجوان پر پڑی جو سب سے آخر میں بیٹھا ہوا تھا۔ چہرہ شرافت وعبادت کے نور سے چمک رہا تھا۔ اس کا جسم بہت ہی کمزور تھا۔ اس کے سامنے ایک زنبیل اور رسی پڑی ہوئی تھی۔ اس نے اون کا جبہ پہنا ہوا تھا اور ایک موٹی چادر کا تہبند باندھا ہوا تھا۔

میں اس کے پاس آیا اور پوچھا: ''اے نوجوان! کیا تم مزدوری کرو گے؟'' کہنے لگا ''جی ہاں۔'' میں نے پوچھا: ''کتنی اجرت لو گے؟'' اس نے جواب دیا ''ایک درہم اور ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) لوں گا۔'' میں نے کہا: ''ٹھیک ہے' میرے ساتھ چلو۔'' وہ نوجوان کہنے لگا ''جیسے ہی موذن ظہر کی اذان دے گا میں کام چھوڑ کر نماز کی تیاری کروں گا اور نماز کے بعد دوبارہ کام شروع کر دوں گا' پھر جب عصر کی اذان ہوگی تو میں فوراً کام چھوڑ کر نماز کی تیاری کروں گا اور نماز کے بعد کام کروں گا' اگر تمہیں یہ شرط منظور ہے تو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں ورنہ کوئی اور مزدور ڈھونڈ لو۔'' میں نے کہا: ''مجھے تمہاری یہ شرط منظور ہے۔'' میں اسے لے کر اپنے گھر آیا اور کام کی تفصیل بتا دی۔ اس نے کام کے لئے کمر باندھی اور اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور مجھ سے کوئی بات نہ کی۔ جب موذن نے ظہر کی اذان دی تو اس نے مجھ سے کہا: ''اے عبداللہ! موذن نے اذان دے دی ہے۔'' میں نے کہا: ''آپ جائیے اور نماز کی تیاری کیجئے۔'' نماز سے فراغت کے بعد وہ

عظیم نوجوان دوبارہ اپنے کام میں مشغول ہو گیا اور بڑی دیانت داری سے احسن انداز میں کام کرنے لگا۔ عصر کی اذان ہوتے ہی اس نے مجھ سے کہا: ''اے عبداللہ! موذن اذان دے چکا۔'' میں نے کہا: ''جایئے اور نماز پڑھ لیجئے۔'' نماز کے بعد وہ دوبارہ کام میں مشغول ہو گیا اور غروب آفتاب تک کام کرتا رہا پھر میں نے اسے طے شدہ اجرت دی اور وہ وہاں سے رخصت ہو گیا۔

شہزادہ اور مزدور؟

کچھ دنوں بعد مجھے دوبارہ مزدور کی ضرورت پڑی تو مجھ سے میری زوجہ نے کہا: ''اسی نوجوان کو لے آنا کیونکہ اس کے عمل سے ہمیں بہت نصیحت حاصل ہوئی ہے اور وہ بہت دیانتدار ہے چنانچہ میں بازار گیا تو مجھے وہ نوجوان کہیں نظر نہیں آیا۔ میں نے لوگوں سے اس کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگے'' کیا آپ اسی کمزور ونحیف نوجوان کے بارے میں پوچھ رہے ہیں جو سب سے آخر میں بیٹھا ہے؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں' میں اسی کے متعلق پوچھ رہا ہوں۔'' تو انہوں نے کہا: ''وہ تو صرف ہفتہ کے دن آتا ہے' اس کے علاوہ کسی دن کام نہیں کرتا۔'' یہ سن کر میں واپس آ گیا اور ہفتے کا انتظار کرنے لگا پھر بروز ہفتہ میں دوبارہ بازار گیا تو میں نے اس پرکشش وعظیم نوجوان کو اسی جگہ موجود پایا۔ میں اس کے پاس گیا اور اس سے پوچھا: ''کیا تم مزدوری کرو گے؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں لیکن میری وہی شرائط ہوں گی جو میں نے پہلے بتائی تھیں۔'' میں نے کہا: ''مجھے منظور ہے' تم میرے ساتھ چلو۔'' وہ میرے ساتھ گھر آیا اور میں نے اسے کام کی تفصیل بتا دی۔ وہ بڑی دیانت داری سے پہلے کی طرح کام کرتا رہا اور اس نے کئی مزدوروں جتنا کام کیا۔ شام کو میں نے اسے طے شدہ اجرت سے زیادہ رقم دینا چاہی تو اس نے زائد رقم لینے سے انکار کر دیا۔ میں نے بہت اصرار کیا مگر وہ نہ مانا اور اجرت لئے بغیر ہی وہاں سے جانے لگا۔ مجھے اس بات سے بڑا رنج ہوا کہ وہ بغیر اجرت لئے ہی جا رہا ہے۔ میں نے اس کا پیچھا کیا اور بصد عاجزی اسے اجرت دی۔ اس نے زائد رقم واپس کر دی اور طے شدہ مزدوری لے کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔ کچھ دنوں کے بعد جب دوبارہ ہمیں مزدور کی

ضرورت پڑی تو میں ہفتہ کے دن بازار گیا اور اسی نوجوان کو تلاش کرنے لگا لیکن وہ مجھے کہیں نظر نہ آیا۔ میں نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا: وہ ہفتے میں صرف ایک دن کام کرتا ہے اور مزدوری میں ایک درہم اور ایک دانق (درہم کا چھٹا حصہ) اجرت لیتا ہے وہ روزانہ ایک دانق اپنے استعمال میں لاتا ہے۔ آج وہ بیمار تھا اس لئے نہیں آیا۔ میں نے پوچھا: ''وہ کہاں رہتا ہے؟'' لوگوں نے بتایا ''فلاں مکان میں رہتا ہے۔'' میں وہاں پہنچا تو وہ ایک بڑھیا کے مکان میں موجود تھا۔ بڑھیا نے بتایا: یہ کئی دنوں سے بیمار ہے۔ میں اس کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ وہ سخت بیماری میں مبتلا ہے اور اینٹوں کا تکیہ بنایا ہوا ہے۔ میں نے اسے سلام کیا اور پوچھا: ''اے میرے بھائی! کیا تمہاری کوئی حاجت ہے؟'' کہنے لگا ''جی ہاں، مجھے تم سے ایک ضروری کام ہے، کیا تم اسے پورا کرو گے؟'' میں نے کہا: ''انشاء اللہ تعالیٰ میں تمہارا کام ضرور پورا کروں گا' بتاؤ! کیا کام ہے؟''

شہزادے کی وصیت

اس نوجوان نے کہا: ''جب میں مر جاؤں تو یہ لوٹا اور زنبیل گورکن کو دے دینا اور کفن کے لئے مجھے یہی میرا اون کا جبہ اور چادر کافی ہے، مجھے اسی لباس میں سپرد خاک کر دینا اور میری جیب میں ایک انگوٹھی ہے اسے اپنے پاس رکھنا اور میری تدفین کے بعد اسے امیر المومنین ہارون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جانا' جب ان کی شاہی سواری فلاں دن فلاں مقام سے گزرے تو انہیں کہنا ''میرے پاس آپ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک امانت ہے پھر انہیں یہ انگوٹھی دکھا دینا' وہ خود ہی تمہیں اپنے پاس بلا لیں گے اور اس بات کا خیال رکھنا کہ یہ کام میری تدفین کے بعد ہی کرنا۔'' میں نے کہا ''ٹھیک ہے، میں تمہاری وصیت پر عمل کروں گا۔''

پھر اس عظیم نوجوان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ مجھے اس کی موت کا بہت دکھ ہوا۔ بہرحال میں نے اس کی وصیت کے مطابق اس کی تجہیز و تکفین کی اور پھر انتظار کرنے لگا کہ خلیفہ ہارون الرشید کی سواری کس دن نکلتی ہے۔ جب وہ دن آیا تو میں راستے میں بیٹھ گیا۔ امیر المومنین جاہ و جلال کے عالم میں ہزاروں شہسواروں کے ساتھ

بڑی شان وشوکت سے چلے آرہے تھے۔ جب ان کی سواری میرے قریب سے گزری تو میں نے بلند آواز سے کہا: ''اے امیر المومنین! میرے پاس آپ کی ایک امانت ہے۔'' پھر میں نے وہ انگوٹھی دکھائی۔ انہوں نے انگوٹھی دیکھ کر حکم دیا کہ اسے ہمارے مہمان خانے میں لے جاؤ' میں اس سے علیحدگی میں گفتگو کروں گا۔

چنانچہ مجھے محل میں پہنچا دیا گیا۔ جب خلیفہ ہارون الرشید کی واپسی ہوئی تو انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا اور باقی تمام لوگوں کو باہر جانے کا حکم دیا پھر مجھ سے پوچھا: ''تم کون ہو؟'' میں نے کہا: ''میرا نام عبداللہ بن فرج ہے۔'' انہوں نے پوچھا: ''تمہارے پاس یہ انگوٹھی کہاں سے آئی؟'' میں نے اس عظیم نوجوان کا سارا واقعہ خلیفہ ہارون الرشید کو سنا دیا۔''

بادشاہ ہارون الرشید اپنے بیٹے کی قبر پہ

یہ سن کو وہ اس قدر روئے کہ مجھے ان پر ترس آنے لگا پھر جب وہ میری طرف متوجہ ہوئے تو میں نے ان سے پوچھا: ''اے امیر المومنین! اس نوجوان سے آپ کا کیا رشتہ تھا؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ میرا بیٹا تھا۔'' میں نے پوچھا: ''اس کی یہ حالت کیسے ہوئی؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ مجھے خلافت ملنے سے پہلے پیدا ہوا تھا۔'' ہم نے اس کی خوب نیک ماحول میں پرورش کی اور اس نے قرآن کا علم سیکھا پھر جب مجھے خلافت کی ذمہ داری سونپی گئی تو اس نے مجھے چھوڑ دیا اور میری دنیاوی دولت سے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا' یہ اپنی ماں کا بہت فرمانبردار تھا' میں نے اس کی ماں کو ایک انگوٹھی دی جس میں بہت ہی قیمتی یاقوت تھا اور اس سے کہا: ''یہ میرے بیٹے کو دے دو تا کہ بوقت ضرورت اسے بیچ کر اپنی حاجت پوری کر سکے۔'' اس کے بعد وہ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا اور ہمیں اس کے متعلق بالکل معلومات نہ مل سکیں' آج تم نے اس کے متعلق بتایا ہے پھر آپ رونے لگے اور کہا: ''آج رات مجھے اس کی قبر پر لے چلنا۔''

جب رات ہوئی اور ہم دونوں اس کی قبر پر پہنچے تو خلیفہ ہارون الرشید اس کی قبر کے پاس بیٹھ گئے اور زار وقطار رونا شروع کر دیا اور ساری رات روتے روتے گزار دی۔

جب صبح ہوئی تو ہم وہاں سے واپس آ گئے ۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے: ''تم روزانہ رات کے وقت میرے پاس آیا کرو، ہم دونوں اس کی قبر پر آیا کریں گے۔'' چنانچہ میں ہر رات ان کے پاس جاتا' وہ میرے ساتھ قبر پر آتے اور رونا شروع کر دیتے پھر واپس چلے جاتے ۔ حضرت سیّدنا عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ نوجوان خلیفۃ المسلمین ہارون الرشید کا شہزادہ تھا۔ مجھے تو اس وقت معلوم ہوا جب خود امیر المومنین نے بتایا: وہ میرا بیٹا تھا۔'' (عیون الحکایات)

هل يستوي الذين يعلمون والذين لا يعلمون

(166)

سنت و بدعت روایات کی روشنی میں

بدعت کے بارے میں اس سے پہلے کسی مجموعہ میں تفصیل سے بحث ہو چکی' یہاں چند روایات و واقعات کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ اگر اس مضمون سے کوئی شبہ ذہن میں آئے تو پہلے بیان ہونے والے بدعت کے مفہوم و اقسام کی طرف رجوع فرمائیں۔

☆...... حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما تھے کہ آپ کو ہلکی سی اونگھ آئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اپنا سر مبارک اٹھایا۔ ہم نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کو کس بات پر ہنسی آ رہی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھ پر ابھی ایک سورت نازل ہوئی ہے۔ پھر پڑھا:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ ۝ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ۝ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ ۝ (الکوثر: 1 تا 3)

''یقیناً ہم نے تجھے (حوض) کوثر (اور بہت کچھ) دیا ہے' پس تو اپنے رب کے لئے نماز پڑھ اور قربانی کر' یقیناً تیرا دشمن ہی لاوارث اور بے نام و نشان ہے۔''

پھر فرمایا: ''کیا تم جانتے ہو کہ کوثر کیا ہے؟'' ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: ''وہ ایک نہر ہے مجھ سے میرے رب نے اس کا وعدہ کیا ہے' اس میں بہت سی خوبیاں ہیں' وہ ایک حوض ہے' جس پر قیامت کے دن میری امت کے لوگ پانی پینے آئیں گے اور اس کے برتنوں کی تعداد ستاروں کی تعداد کے برابر

ہے' ایک شخص کو وہاں سے ہٹا دیا جائے گا میں عرض کروں گا یا اللہ! کیا یہ میرا امتی نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ نہیں جانتے کہ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کون سی نئی باتیں گھڑی تھیں۔'' (صحیح مسلم' الصلاۃ' باب حجۃ من قال: البسملۃ آیۃ من اول کل سورۃ سوی براءۃ...... 894' ابوداؤد' 784' النسائی' 903)

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی رائے

سیّدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کوفہ کی مسجد میں ایک نیا کام ہوتا دیکھ کر سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو خبر دی کہ چند لوگ مسجد میں حلقہ بنا کر بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ایک کہتا ہے سو دفعہ اللہ اکبر کہو تو وہ سنگریزوں پر سو دفعہ اللہ اکبر کا ورد شروع کر دیتے ہیں پھر سو بار لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اور سو بار سبحان اللہ پڑھنے کے لئے کہتا ہے تو لوگ مل کر اس کا ورد شروع کر دیتے ہیں۔ سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا انہیں کہہ دو کہ تم اپنے گناہ شمار کرو نیکیوں کے ہم ضامن ہیں۔ پھر آپ موقع پر پہنچ گئے اور انہیں مخاطب کر کے فرمایا: مَا ھٰـذَا الَّذِیْ تَصْنَعُوْنَ؟

''یہ تم کیا کر رہے ہو؟''

انہوں نے کہا: کنکریوں پر اَللّٰہُ اَکْبَرُ' لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ' سُبْحَانَ اللّٰہِ پڑھ کر اللہ کا ذکر کر رہے ہیں۔

سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم اپنے گناہ شمار کرو نیکیوں کا میں ضامن ہوں کہ وہ برباد نہیں ہوں گی۔ افسوس ہے تم پر اے امت محمد! تم کس قدر جلد برباد ہو رہے ہو ابھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے صحابہ موجود ہیں ابھی تو آپ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے' آپ کے برتن نہیں ٹوٹے۔ اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یا تو تمہارا یہ طریقہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے بہتر ہے یا تم گمراہی کا دروازہ کھول رہے ہو۔

وہ بولے اے ابوعبدالرحمٰن! ہم تو یہ اچھا کام کر رہے ہیں تو سیّدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَکَمْ مِّنْ مُّرِیْدٍ لِّلْخَیْرِ لَنْ یُّصِیْبَہٗ۔

''کتنے ہی نیکی کے خواہش مند ایسے ہوتے ہیں جو نیکی حاصل نہیں کر سکتے۔'' (سنن دارمی: 1/79، 204)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا مؤقف

خلیفہ مروان نے یہ شاہی حکم جاری کر رکھا تھا کہ جب بادشاہ خطبہ پڑھ رہا ہو تو دورانِ خطبہ آنے والا بغیر دو رکعتیں پڑھے بیٹھ جائے کیونکہ اس سے شان شاہی کی تحقیر ہوتی ہے۔ اتفاق سے ایک جمعہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے تو مروان خطبہ دے رہا تھا۔ انہوں نے نماز پڑھنی شروع کر دی۔ اس پر محافظ انہیں بٹھانے کے لئے آئے لیکن آپ نہ مانے یہاں تک کہ نماز سے فارغ ہو گئے پھر جب جمعہ کی نماز سے فارغ ہو گئے تو ہم ان کے پاس آئے اور کہا: اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے یہ لوگ تو آپ پر ٹوٹ پڑے تھے۔ انہوں نے فرمایا میں ان دو رکعتوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھ لینے کے بعد کبھی نہیں چھوڑ سکتا پھر واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جمعہ کے دن ایک آدمی آیا میلی کچیلی صورت میں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دو رکعتیں پڑھنے کا حکم دیا۔ اس نے دو رکعتیں پڑھیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے رہے۔ (یارو! اگر آج شاہی فرمانروا مجھے نماز کی وجہ سے قتل بھی کر دیتے تو مجھے برا نہ لگتا اور میں روز قیامت دربار الٰہی میں فخر سے کہہ سکتا کہ اے اللہ! میں نے تیرے نبی کی سنت کی لاج اپنی گردن پیش کر کے رکھ لی اب تو مجھ سے راضی ہو جا)۔

(ترمذی: الجمعہ: 490)

☆..... امام عبدالعزیز بن رفیع رحمۃ اللہ علیہ (متوفی 130ھ) فرماتے ہیں:

سیدنا عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''لَا اَدْرِیْ'' مجھے اس کے متعلق علم نہیں۔

عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں: امام عطاء سے کہا گیا: اَلَا تَقُوْلُ بِرَاْیِکَ

آپ اپنی رائے سے جواب کیوں نہیں دیتے؟

تو اس کے جواب میں امام عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

اِنِّیْ اَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یُّدَانَ فِی الْاَرْضِ بِرَاْیِیْ ۔
مجھے اللہ تعالیٰ سے اس بات میں شرم آتی ہے کہ زمین میں میری رائے کو دین بنایا جائے۔ (سنن الدارمی المقدمۃ باب التورع عن الجواب فیما لیس فیہ کتاب ولا سنۃ: 108 صحیح)

حضرت انس بن مالک کا بیان

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے تو (دیکھا) کہ ایک رسی دو ستونوں کے درمیان بندھی ہوئی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: مَا ھٰذَا الْحَبْلُ؟

''یہ رسی کیا ہے؟ (کس مقصد کے لئے بندھی ہے؟)''

لوگوں نے بتلایا کہ یہ (حضرت ام المومنین) زینب رضی اللہ عنہا کی رسی ہے۔ جب وہ (عبادت کرتے کرتے) تھک جاتی ہیں تو اس کے ساتھ لٹک جاتی ہیں (تا کہ سستی دور ہو جائے) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو کھول دو! تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اس وقت تک نماز پڑھے جب وہ فرحت و نشاط محسوس کرے جب سست ہو جائے (تھک جائے) تو وہ سو جائے۔'' (صحیح بخاری التہجد باب ما یکرہ من التشدید فی العبادۃ: 5150 صحیح مسلم صلاۃ المسافرین باب امر من نعس فی صلاتہ: 784)

☆......سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

تین آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھر آئے ان سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کے متعلق پوچھتے تھے جب ان کو (اس کی تفصیل بتلائی گئی) تو گویا انہوں نے اسے کم سمجھا اور کہا: ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا مقابلہ؟ آپ کے سبب تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلوں اور پچھلوں کے تو اگلے پچھلے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں (اس لئے ہمیں تو آپ سے زیادہ عبادت کرنے کی ضرورت ہے) چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا میں تو ہمیشہ ساری رات نماز پڑھا کروں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزے رکھوں گا کبھی روزے کا ناغہ نہیں کروں گا۔ تیسرے نے کہا میں عورتوں سے کنارہ کش رہوں گا اور کبھی نکاح نہیں کروں گا (رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ باتیں پہنچیں تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان سے پوچھا: ''تم نے اس طرح کہا ہے؟'' (جب اس کا جواب انہوں نے اثبات میں دیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''خبردار! اللہ کی قسم! میں تم میں سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا اور اس کا سب سے زیادہ خوف دل میں رکھنے والا ہوں لیکن میں روزے رکھتا بھی ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں (رات) کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں اور میں عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں (پس یہ سارے کام ہی میری سنت ہیں) اور جس نے میری سنت سے اعراض کیا میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔''

(صحیح بخاری، النکاح، باب الترغیب فی النکاح، 5063، صحیح مسلم، 1401، سنن نسائی، 3217)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَّكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ .

''(دین میں) ہر نیا ایجاد کردہ کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہوتی ہے۔''

(صحیح جامع الصغیر، 1353، ابوداؤد، 4607، النسائی، 1578)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحْدَثَ فِيهَا حَدَثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ .

''جو یہاں (مدینہ میں) کوئی بدعت جاری کرے گا اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔''

(بخاری، الاعتصام بالکتاب والسنۃ، باب اثم من آوی محدثا، 7306)

☆..... سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے متعلق کچھ مفسدین کا خیال تھا کہ ان کے پاس خاص راز کی باتیں موجود ہیں۔ انہوں نے اس کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: ہمارے

پاس سوائے کتاب اللہ کے اور اس صحیفہ کے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے دوسری کوئی مخفی چیز نہیں ہے (اس صحیفے میں یہ مضمون بھی ہے) مدینہ عیر (نامی پہاڑ) سے لے کر مقام ثور تک حرم ہے۔

مَنْ اَحْدَثَ فِيْهَا حَدَثًا اَوْ آوٰى مُحْدِثًا فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفٌ وَّلَا عَدْلٌ ۔

''جو شخص یہاں بدعت ایجاد کرے، اس پر عمل کرے یا کسی بدعتی کو پناہ دے اس پر اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی لعنت ہو۔ اس کی نہ کوئی نفلی عبادت مقبول ہو گی اور نہ ہی کوئی فرضی عبادت اور جو کوئی (غلام) اپنے مالک کو چھوڑ کر بغیر اس کی اجازت کے کسی دوسرے کو مالک بنائے تو اس پر بھی اللہ کی اور فرشتوں کی اور سب انسانوں کی لعنت ہو۔ نہ اس کی کوئی نفلی عبادت مقبول ہو گی نہ کوئی فرضی عبادت۔''

(بخاری، فضائل المدینہ، باب حرم المدینہ، 1870)

بدعتی کا گناہ

عمرو بن عوف المزنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ اَحْيَا سُنَّةً مِّنْ سُنَّتِيْ فَعَمِلَ بِهَا النَّاسُ كَانَ لَهٗ مِثْلُ اَجْرِ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اُجُوْرِهِمْ شَيْئًا وَّمَنِ ابْتَدَعَ بِدْعَةً فَعَمِلَ بِهَا كَانَ عَلَيْهِ اَوْزَارُ مَنْ عَمِلَ بِهَا لَا يَنْقُصُ مِنْ اَوْزَارِ مَنْ عَمِلَ بِهَا شَيْئًا ۔

''جس شخص نے میری کوئی سنت زندہ کی اور لوگوں نے اس پر عمل کیا تو اسے ان تمام لوگوں کے برابر اجر ملے گا جنہوں نے اس سنت پر عمل کیا اور ان لوگوں کے اپنے اجر میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی اور جس نے کوئی بدعت جاری کی تو اس پر ان تمام لوگوں کے گناہوں کے برابر گناہ کا بوجھ ہو گا

جنہوں نے اس بدعت پر عمل کیا اور اس بدعت پر عمل کرنے والے لوگوں کے اپنے گناہوں کے بوجھ میں بھی کوئی کمی نہیں آئے گی۔"

(سنن ابن ماجہ' مقدمہ باب احیاء سنۃ قد امیتت' 209' صحیح)

☆...... حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ارشاد سنا' آپ فرماتے ہیں:

لَقَدْ تَرَكْتُكُمْ عَلٰى مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيْغُ عَنْهَا اِلَّا هَالِكٌ۔

"لوگو! میں تمہیں ایسے روشن دین پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اور جس نے اس سے منہ موڑا سمجھو وہ ہلاک ہو گیا۔

(کتاب السنۃ' لابن عاصم' تحقیق از البانی' 49)

(167)

شہاب نامہ سے چند واقعات

جس مقام پر اب منگلا ڈیم واقع ہے، وہاں پر پہلے میر پور کا پرانا شہر آباد تھا۔ جنگ کے دوران اس شہر کا بیشتر حصہ ملبے کا ڈھیر بنا ہوا تھا۔ ایک روز میں ایک مقامی افسر کو اپنی جیپ میں بٹھائے اس کے گرد و نواح میں گھوم رہا تھا۔ راستے میں ایک مفلوک الحال بوڑھا اور اس کی بیوی ایک گدھے کو ہانکتے ہوئے سڑک پر آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ دونوں کے کپڑے میلے کچیلے اور پھٹے پرانے تھے۔ دونوں کے جوتے بھی ٹوٹے پھوٹے تھے۔ انہوں نے اشارے سے ہماری جیپ کو روک کر دریافت کیا ''بیت المال کس طرف ہے؟'' آزاد کشمیر میں خزانے کو بیت المال ہی کہا جاتا ہے۔ میں نے پوچھا: ''بیت المال میں تمہارا کیا کام ہے؟'' بوڑھے نے سادگی سے جواب دیا:

''میں نے اپنی بیوی کے ساتھ مل کر میر پور شہر کے ملبے کو کرید کرید کر سونے چاندی کے زیورات کی دو بوریاں جمع کی ہیں، اب انہیں اس کھوتی پر لاد کر ہم بیت المال میں جمع کروانے جا رہے ہیں۔''

ہم نے ان کا گدھا ایک پولیس کانسٹیبل کی حفاظت میں چھوڑا اور بوریوں کو جیپ میں رکھ کر دونوں کو اپنے ساتھ بٹھا لیا تاکہ انہیں بیت المال لے جائیں۔ آج بھی جب وہ نحیف و نزار اور مفلوک الحال جوڑا مجھے یاد آتا ہے تو میرا سر شرمندگی اور ندامت سے جھک جاتا ہے کہ جیپ کے اندر میں ان دونوں کے برابر کیوں بیٹھا رہا۔ مجھے تو چاہیے تھا کہ میں ان کے گرد آلود پاؤں اپنی آنکھوں اور سر پر رکھ کر بیٹھوں۔ ایسے پاکیزہ سیرت لوگ پھر کہاں ملتے ہیں؟ اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر۔

بادشاہ لوگ:

ایک دفعہ رفیع گنج کے تھانیدار کو ہمراہ لے کر میں ایک نہایت دور افتادہ علاقے کے دورے پر گیا۔ یہ مقام مکھیوں اور مچھروں کے لئے مشہور تھا اس لئے ہم دونوں اپنی اپنی مچھر دانی ساتھ لے کر گئے تھے۔ رات کو ہم دونوں نے جس چھوٹے سے ریسٹ ہاؤس میں قیام کیا وہاں چارپائیاں تو تھیں لیکن مچھر دانیاں لگانے کے لئے کسی قسم کے ڈنڈے موجود نہ تھے۔ مجبوراً مچھر دانی لگائے بغیر میں سامنے والے برآمدے میں لیٹ گیا اور تھانیدار نے اپنی چارپائی پچھلے برآمدے میں بچھا لی۔ لیٹتے ہی مٹر کے دانوں کی طرح موٹے موٹے مچھروں نے چاروں طرف سے زبردست یورش کر دی۔ وہ قطار در قطار چیں چیں کرتے ہوئے آتے تھے اور قدرے بے رحمی سے کاٹتے تھے جیسے کوئی دہکتے ہوئے انگارے چمٹے سے اٹھا اٹھا کر سل رہا ہو۔ مچھروں کے حملوں سے میرا تو برا حال ہو رہا تھا لیکن عقبی برآمدے سے برابر تھانیدار کے پرسکون خراٹوں کی آواز آ رہی تھی۔ آدھی رات کے قریب میں نے دبے پاؤں اٹھ کر اس کی طرف جھانکا تو دیکھا کہ تھانیدار صاحب کی چارپائی پر ان کی مچھر دانی بڑی آن بان سے تنی ہوئی ہے اور چار مقامی چوکیدار اسے چاروں کونوں سے تھامے بالکل بے حس و حرکت پتھر کے ستونوں کی طرح ایستادہ ہیں۔ (شہاب نامہ ص 198)

انگریز کی وطن پرستی:

صدر ایوب کے اقتدار کے آخری چند برسوں میں یہاں پر امریکہ کے جو سفیر متعین تھے ان کا اسم گرامی "بی ایچ او ہلرٹ" تھا۔ ایک روز راولپنڈی میں ایک استقبالیہ سے فارغ ہو کر ہم اپنی اپنی گاڑیوں کا انتظار کر رہے تھے۔ مسٹر او ہلرٹ کی گاڑی پہلے آ گئی۔ انہوں نے اصرار کر کے اسلام آباد جانے کے لئے مجھے اپنی کار میں بٹھا لیا۔ جتنا عرصہ ہم مری روڈ سے گزرتے رہے وہ پاکستانی سڑکوں پر ٹریفک اور پیدل چلنے والوں کے رنگ ڈھنگ پر طرح طرح کی پھبتیاں کستے رہے۔ موٹروں، بسوں، رکشاؤں اور سکوٹروں کے ہجوم میں بدحواس ہو کر ادھر ادھر بھٹکنے والے راہگیروں کو وہ تمسخر اور تکبر سے Bipede

(دو پایہ مخلوق) کے لقب سے نوازتے تھے۔ فیض آباد چوک پر پہنچ کر جب ہم شاہراہ اسلام آباد کی طرف مڑنے والے تھے تو مسٹر او ہلرٹ نے اچانک اپنے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے اور اپنا سر گھٹنوں میں دے کر سیٹ پر جھک گئے۔ مجھے یہی خیال آیا کہ ان کی آنکھ میں کوئی مچھر یا مکھی گھس گئی ہے اور بے چارے سخت تکلیف میں مبتلا ہیں۔ میں نے ازراہ ہمدردی ان سے دریافت کیا ''آپ خیریت سے تو ہیں۔'' مسٹر او ہلرٹ نے اپنی گاڑی ایک طرف رکوائی اور پھیکے لہجے میں بولے:

''میں بالکل خیریت سے نہیں، کس طرح خیریت سے ہو سکتا ہوں؟ وہ دیکھو! انہوں نے اس طرف اشارہ کر کے کہا' وہ دیکھو آنکھوں کا خار' میں جتنی بار ادھر سے گزرتا ہوں میری آنکھوں میں یہ کانٹا بری طرح کھٹکتا ہے۔''

میں نے باہر کی طرف نظر دوڑائی تو چوراہے میں بڑا سا اشتہاری بورڈ آویزاں تھا جس پر پی آئی اے کا رنگین اشتہار دعوت نظارہ دے رہا تھا۔ اس اشتہار میں درج تھا: ''پی آئی اے سے پرواز کیجئے اور چین دیکھئے۔'' (شہاب نامہ: ص962)

دیکھا آپ نے امریکی سفیر کی وطن پرستی کو کہ چین کی طرف پی آئی اے کی پرواز کا اشتہار اس کی نظروں میں کانٹا بن کر کھٹک رہا تھا کہ اس سے پاک چین دوستی بڑھے گی اور امریکی مفادات کو نقصان پہنچے گا۔

غیر منقولہ جائیداد:

قیام پاکستان کے بعد حکومت نے ثقافتی صنعت سے وابستہ اداروں اور شخصیات کو بھارت میں ان کی غیر منقولہ جائیداد کا معاوضہ دینے کا فیصلہ کیا اور اس کے لئے ایک بورڈ تشکیل دیا۔ قدرت اللہ شہاب اس بورڈ کے رکن تھے۔ وہ لکھتے ہیں:

ایک سرکس والے نے اپنے شیر کا معاوضہ مانگا تھا جسے وہ بھارت چھوڑ آیا تھا۔ بورڈ کے ممبروں نے اسے بتایا: ہم تو صرف غیر منقولہ جائیداد کا معاوضہ دیتے ہیں' شیر تو چلتا پھرتا متحرک درندہ ہے' اس کا معاوضہ دینا بورڈ کے اختیار میں نہیں۔ سرکس والے نے برجستہ جواب دیا ''صاحب! شیر تو پنجرے میں بند رہتا ہے' پنجرہ تو غیر منقولہ ہے۔''

☆ ایک صاحب پانچ تانگے بھارت چھوڑ آئے تھے اور ان کے عوض کسی فیکٹری کے طلب گار تھے۔ ان سے بھی یہی کہا گیا کہ تانگے غیر منقولہ جائیداد کے شمار میں نہیں آتے اس لئے ہمارا بورڈ ان کا معاوضہ دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔ اس پر درخواست دہندہ نے کہا: "جناب! میرے تانگے غیر منقولہ تھے کیونکہ میں ان میں گھوڑے نہیں جوتتا تھا۔"

محمد دین کی دیانت و حق گوئی

ایک شخص محمد دین نے ضلع لدھیانہ کے کسی گاؤں میں آٹا پیسنے کی مشین لگائی ہوئی تھی۔ مشین خریدنے کی اصل رسید بھی درخواست کے ساتھ منسلک تھی۔ ہمارا بورڈ پانچ ہزار روپے سے زیادہ مالیت کے اثاثوں کا فیصلہ کرتا تھا۔ میں نے محمد دین سے کہا: اگر اس نے اپنی مشین کی قیمت دو ہزار دو سو کی جگہ پانچ ہزار روپے درج کی ہوتی تو بورڈ اسے ضرور معاوضہ دے دیتا کیونکہ اس کے کاغذات بڑے صاف اور سچے ہیں۔ اس نے جواب دیا "اچھا میری قیمت ہی دو ہزار دو سو روپے ہے تو میں پانچ ہزار کیسے لکھ دیتا۔"

میں نے کہا: "تم نے یہ مشین آٹھ برس پہلے خریدی تھی، اب تو قیمتیں بڑھ گئی ہیں۔ اب تو اس کی قیمت پانچ ہزار سے بھی اوپر ہوگی۔"

محمد دین ہنسا "صاحب آپ بھی بڑے بھولے ہیں، پرانی ہو کر تو مشین کی قیمت گھٹتی ہے، بڑھا نہیں کرتی۔"

محمد دین کو ہم کچھ نہ دے سکے لیکن وہ ہمیں بہت کچھ دے گیا۔ صبح سے لے کر شام تک ہمارے بورڈ کو جھوٹ، فریب اور لالچ کے جس طوفان بے تمیزی کا سامنا کرنا پڑتا تھا، اس ماحول میں محمد دین جیسے انسان، دیانت، امانت اور پاکیزگی کے وہ ستون تھے جن کی برکت سے قومیں زندہ رہتی ہیں اور پروان چڑھتی ہیں۔ (شہاب نامہ، ص 629، 630)

اخلاقی انحطاط کے زوال پذیر معاشرہ میں محمد دین جیسے لوگوں کو دیکھ کر ڈھارس بندھتی ہے کہ

ابھی کلیوں میں چٹک، گل میں مہک باقی ہے
دل میں رونق، ابھی آنکھوں میں چمک باقی ہے

(168)

اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

حضرت اُمّ حرام رضی اللہ عنہا حضرت انس رضی اللہ عنہ کی خالہ تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے ان کے گھر تشریف لے جاتے اور کبھی دوپہر کو آرام وغیرہ وہیں فرماتے۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر آرام فرماتے تھے کہ مسکراتے ہوئے اٹھے' اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں' کس بات پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے کچھ لوگ مجھے دکھلائے گئے جو سمندر پر لڑائی کے لئے اس طرح سوار ہوئے جیسے تختوں پر بادشاہ بیٹھے ہوں۔

ام حرام رضی اللہ عنہا نے عرض کیا: یارسول اللہ! دعا فرمادیجئے کہ حق تعالیٰ شانہ مجھے بھی ان میں شامل کردے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بھی انہی میں ہو۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر آرام فرمایا اور پھر مسکراتے ہوئے اٹھے۔ اُمّ حرام رضی اللہ عنہا نے سبب دریافت کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا۔ اُمّ حرام رضی اللہ عنہم نے پھر دعا کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پہلی جماعت میں سے ہو۔

چنانچہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے جو شام کے حاکم تھے' جزائر قبرص پر حملہ کرنے کی اجازت چاہی۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بن سفیان رضی اللہ عنہ نے ایک جماعت کے

ساتھ حملہ کیا جس میں اُمّ حرام رضی اللہ عنہا بھی تھیں۔ واپسی پر ایک خچر پر سوار ہو رہی تھیں کہ وہ بدکا اور یہ اس سے گر گئیں جس سے گردن ٹوٹ گئی اور آپ انتقال فرما گئیں اور وہیں دفن ہوئیں۔ (رواہ البخاری کذافی حلیۃ الاولیاء ج 2' صفحہ 61 وکذافی فضائل الاعمال' صفحہ 129)

آتا ہے غلاموں سے انہیں پیار کچھ ایسا

حضرت ربیعہ رضی اللہ عنہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: ایک دیہاتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا' اس نے اپنا اونٹ مسجد سے باہر بٹھا دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہ سے بعض نے حضرت نعمان رضی اللہ عنہ کو کہا: اگر تو اس اونٹ کو ذبح کر دے تو ہم اس کا گوشت کھائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی قیمت ادا فرما دیں گے۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے اس اونٹ کو ذبح کر دیا۔ جب وہ دیہاتی واپس جانے لگا تو اس نے اپنی سواری کو ذبح پایا تو اس نے شور مچایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور فرمایا: کس نے کیا ہے؟ لوگوں نے کہا نعمان رضی اللہ عنہ نے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو تلاش کرتے کرتے ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے گھر پہنچ گئے وہ وہاں چھپے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے نعمان رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یارسول اللہ! میں نے اس کو یہیں دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو وہاں سے نکالا اور پوچھا: کس چیز نے تجھے یہ کرنے پر ابھارا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! ان لوگوں نے کہا تھا تو ذبح کر دے ہم گوشت کھائیں گے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کی قیمت ادا فرما دیں گے۔

یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے چہرے سے (مٹی) صاف فرما رہے تھے اور مسکرا رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیہاتی کو اس کی قیمت ادا فرما دی۔

(اسد الغابۃ' ج 5' صفحہ 36)

صحابہ کرام کا آپس میں مزاح

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ شام کی طرف

گئے۔ ان کے ساتھ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ اور حضرت سویبط رضی اللہ عنہ تھے۔ جس اونٹ پر زادراہ تھا اس پر حضرت سویبط رضی اللہ عنہ مقرر تھے۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ بڑے مزاح کرنے والے تھے۔ یہ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور ان سے کہا مجھے کھانا کھلا۔ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں کھلاتا جب تک کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نہ آجائیں۔

حضرت نعمان رضی اللہ عنہ نے کہا میں ابھی تیری خبر لیتا ہوں۔ یہ کہہ کر ایک تجارتی قافلہ کے پاس آئے۔ ان سے کہا: میرے پاس ایک عرب غلام ہے تم مجھ سے خرید لو لیکن ہوشیار رہنا وہ دوگلہ ہے۔ وہ کہے گا میں آزاد ہوں اگر تم نے اس کی بات پر یقین کر لیا تو میں تمہارے ثمن کے واپسی کا ذمہ دار نہ ہوں گا۔

انہوں نے کہا: نہیں نہیں، ہم نے تجھ سے دس اونٹ کے بدلہ میں وہ خرید لیا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کو پکڑ لائے اور ان کو کھینچتے آ رہے تھے اور قافلہ میں پہنچ کر کہا یہ وہی ہے۔ لوگوں نے حضرت سویبط رضی اللہ عنہ سے کہا (جو ان کو نہ جانتے تھے) کہ ہم نے تجھ کو دس اونٹوں کے بدلے میں خرید لیا ہے۔

حضرت سویبط رضی اللہ عنہ نے کہا یہ نعمان رضی اللہ عنہ کاذب ہے۔ میں تو آزاد مرد ہوں۔ لوگوں نے کہا ہم کو یہ اطلاع پہلے مل چکی ہے کہ تو اس طرح کہے گا۔ حضرت نعمان رضی اللہ عنہ حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کو ان کے حوالہ کر کے اونٹ لے کر واپس آ گئے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (جو کسی کام کی غرض سے اس وقت وہاں موجود نہ تھے) آئے تو ان کو اس بات کی خبر دی گئی تو وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر گئے اور ان کے اونٹ واپس کر کے حضرت سویبط رضی اللہ عنہ کو واپس لے آئے۔

جب یہ قافلہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں واپس ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قصہ کی خبر دی گئی تو آپ بھی مسکرائے اور آپ کے سارے ساتھی بھی مسکرائے۔

(اسد الغابہ ج 5 صفحہ 36)

جلالِ فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ

حضرت سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس داخل ہونے کی اجازت طلب کی اور آپ کے پاس قریش کی عورتیں تھیں (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج تھیں) نان ونفقہ کے بارے میں زیادتی کی طلب گار تھیں، ان عورتوں کی آواز آپ کی آواز سے بلند ہو رہی تھی۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو داخلہ کی اجازت مل گئی تو عورتیں فوراً پردہ میں چھپ گئیں۔ یہ منظر دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا اللہ تعالیٰ آپ کو ہنساتا رہے میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان عورتوں پر تعجب ہے کہ یہ میرے پاس تھیں جب تیری آواز سنی تو بھاگ کر چھپ گئیں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ زیادہ حق دار ہیں کہ یہ عورتیں آپ سے ڈریں۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان عورتوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: اے اپنی جان کی دشمنو! مجھ سے ڈرتی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ڈرتیں؟

تو ان عورتوں نے کہا: تو زیادہ سخت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے عمر! قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے شیطان اس راستہ پر نہیں چلتا جس راستہ پر تو چلتا ہے۔ (رواہ البخاری ج 2، صفحہ 299)

دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک شخص جمعہ کے دن حاضر خدمت ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے کہا: قحط پڑ گیا ہے یارسول اللہ! آپ اپنے رب سے بارش طلب کیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمان کی طرف دیکھا کوئی بادل کا نشان تک نہ تھا۔ پھر آپ نے بارش کے لئے دعا کی۔ بادل آ گئے پھر بارش برسی یہاں تک کہ مدینہ کی وادیاں بہنے لگیں۔ بارش آنے والے جمعہ تک برستی رہی۔ آپ

جب آئندہ جمعہ خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے تو پھر وہی شخص حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا: یارسول اللہ! ہم غرق ہو گئے' اب آپ اپنے خدا سے بارش کے ختم ہونے کی دعا کیجئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم (اس کے متضاد کلام پر) مسکرائے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے اردگرد برسا ہم پر نہ برسا۔ یہ دعا دو یا تین مرتبہ مانگی۔ پس بادل مدینہ سے دائیں اور بائیں پھٹ گئے پھر بارش ہمارے دائیں بائیں برستی رہی ہم پر نہ برستی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کرامت (عزت' معجزہ) کو ظاہر فرمایا اور آپ کی دعا کو قبول فرمایا۔ (رواہ البخاری' ج 2' صفحہ 900' وکذا فی البدایہ' ج 6' صفحہ 78)

راضی ہیں ہم اس میں جس میں تیری رضا ہو

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم طائف میں تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ ہم کل واپس چلیں گے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے کہا ہم واپس نہیں لوٹیں گے جب تک کہ فتح نہ کرلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر تم صبح کرو لڑتے ہوئے صبح ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے لڑائی کی اور سخت لڑائی ہوئی اور بہت سے مسلمان زخمی ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا ہم انشاء اللہ کل واپس چلیں گے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خاموش رہے (کیونکہ ایک دن قبل انہوں نے مقابلہ کا کہہ کر نقصان اٹھایا تھا) ان کی خاموشی دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے۔

ایک جنگ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو لڑنے کی ترغیب دی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اس طرح نہیں کہیں گے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے کہا تھا تو اور تیرا رب جاؤ اور ہم یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہم تو آپ کے دائیں بھی لڑیں گے اور بائیں بھی اور آپ کے آگے بھی لڑیں گے اور پیچھے بھی۔ راوی کہتے ہیں: یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک چمکنے لگا اور خوشی کے آثار اس پر نمایاں تھے۔ (رواہ البخاری' ج 2' صفحہ 564)

پیکرِ عصمت و عفت

☆...... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب لوگوں نے مجھ پر تہمت لگائی تو مجھے عرصہ تک پتہ نہ چلا۔ اُمّ مسطح کے بتلانے پر مجھے خبر ہوئی۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں سے مشورہ کرتے' لوگ مختلف قسم کے مشورے دیتے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا اگر تو بَری ہے تو اللہ تعالیٰ تجھ کو بری کر دے گا اور اگر تجھ سے غلطی ہوگئی ہے تو تو معافی مانگ لے اللہ تعالیٰ معاف کرے گا۔ فرماتی ہیں کہ اس سے قبل کئی راتیں ایسی گزریں کہ میں روتی رہی اور نیند نہ آئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانے پر نہ میرے والد نے کوئی جواب دیا اور نہ میری ماں نے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی والدہ فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی اس مجلس سے جدا نہ ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کا نزول شروع ہوگیا۔ جب وحی منقطع ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلا کلمہ جو فرمایا وہ یہ تھا کہ اے عائشہ! اللہ نے تجھے بَری کر دیا ہے۔

(رواہ البخاری' ج 2' صفحہ 595)

حضور پاک کی خوشی

حضرت زید رضی اللہ عنہ بن اسلم اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ ایک رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سفر کرتے رہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بات پوچھی تو آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر پوچھا آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ انہوں نے سہ بارہ دریافت کیا آپ پھر بھی خاموش رہے' حضرت عمر کہتے ہیں: میں نے اپنے آپ کو مخاطب کیا: اے عمر تیری ماں تجھے روئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تیری باتوں کا جواب نہیں دیا۔ میں نے اپنا اونٹ تیز کر لیا اور سارے مسلمانوں سے آگے نکل گیا۔ اس ڈر سے کہ کہیں کوئی میرے بارے میں وحی نازل نہ ہو جائے۔ ابھی تھوڑی دیر گزری تھی کہ ایک پکارنے والے نے مجھے پکارا۔ میں نے اپنے دل میں کہا شاید تیرے بارے

میں قرآن نازل ہو گیا ہے' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آج مجھ پر ایک سورہ نازل ہوئی ہے اور یہ مجھے اس ساری دنیا سے محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۔ (رواہ البخاری' ج 2' صفحہ 699)

☆......حضرت صہیب رضی اللہ عنہ بن سنان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں مومن کے معاملہ پر بڑا متعجب ہوں (بڑا خوش ہوں) کہ اس کا ہر معاملہ خیر ہی خیر ہے' اگر کوئی خوشی کا موقع میسر ہو اس پر وہ شکر کرے تو یہ اس کے لئے بہتر ہے اور اگر اسے کوئی تکلیف پہنچے تو اس پر وہ صبر کرے تو یہ بھی اس کے لئے بہتر ہے۔

(رواہ مسلم کذافی ریاض الصالحین' صفحہ 26)

حضرت ابو طلحہ کا باغ

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ابو طلحہ رضی اللہ عنہ انصاری مدینہ میں سب سے زیادہ اور سب سے بڑے باغ والے تھے۔ ان کا ایک باغ تھا جس کا نام "بیرحا" تھا۔ وہ ان کو بہت زیادہ محبوب تھا۔ مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا پانی بھی اس میں نہایت شیریں اور افراط سے تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی اکثر اس باغ میں تشریف لے جاتے اور اس کا پانی نوش فرماتے اور جب قرآن کی آیت لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے جب تک ایسی چیزوں سے خرچ نہ کرو جو تم کو پسند ہو' نازل ہوئی تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا مجھے اپنا باغ بیر حا سب سے زیادہ محبوب ہے اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: محبوب مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو' اس لئے میں وہ باغ اللہ کی راہ میں دیتا ہوں۔ آپ جیسا مناسب سمجھیں اسے اس کے موافق خرچ کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت زیادہ مسرت کا اظہار فرمایا اور فرمایا: بہت ہی عمدہ مال ہے۔ میں یہ مناسب سمجھتا ہوں کہ اسے اپنے اہل قرابت میں تقسیم کر دو۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے رشتہ داروں میں تقسیم فرما دیا۔ (تفسیر ابن کثیر کذافی فضائل اعمال' صفحہ 80)

☆...... حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ بن حارث فرماتے ہیں: ایک سیاہ فام عورت آئی۔ اس نے کہا: میں نے تجھے اور تیری بیوی کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر یہ واقعہ بیان کیا (مطلب یہ تھا کہ یہ نکاح جائز ہے یا نہیں) آپ نے اس سے اعراض فرمایا اور مسکرائے اور فرمایا تیرے لئے یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے حالانکہ ابی اہاب کی بیٹی تیرے نکاح میں ہے۔ اب اس کو طلاق دے دو کیونکہ وہ تیری رضاعی بہن ہے۔ یاد رہے! (اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ صرف دودھ پلانے والی کی گواہی معتبر ہے یا نہیں)۔ (رواہ البخاری ج 1 صفحہ 19 صفحہ 276)

(169)

دنیا کی حقیقت

امام ابن ابی الدنیا جن کا نام عبداللہ بن محمد بن عبید ہے پوری سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں کہ ابو حازم نے حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ذوالحلیفہ نامی مقام سے ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مری ہوئی بکری دیکھی جس کی ٹانگیں پھولنے کی وجہ سے اوپر اٹھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ بکری اپنے مالک کی نگاہوں میں بے قیمت نہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یقیناً بے قیمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے! دنیا' اللہ کے ہاں اس سے بھی زیادہ بے وقعت ہے جتنی کہ یہ بکری اپنے مالک کی نگاہوں میں بے وقعت ہے اور اگر دنیا کی اللہ کی ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی قدر ہوتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو پانی کا ایک گھونٹ نہ پلاتا۔

ابن ماجہ (4110) اس کی سند میں زکریا بن منظور ضعیف ہے۔ اصل متن امام مسلم کے نزدیک صحیح ہے۔ (2957) عن جابر بن عبداللہ امام ترمذی کے نزدیک آخری جز عن سھل بن سعد ہے حسن اور صحیح فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں بھی امام ابن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ دنیا کی مذمت کے بارے میں بہت ساری روایات اپنی کتاب الزہد میں بیان فرمائی ہیں جن میں سے چند یہ ہیں:

دیگر روایات

ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہیں ولید بن سفیان عطار نے خبر دی' انہیں ابن ابو عدی نے' وہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں' وہ علاء بن عبدالرحمٰن سے' وہ اپنے والد سے' وہ

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دُنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔

(مسلم شریف' 2956' ترمذی' 2325 اور فرمایا صحیح حسن ہے۔ ابن ماجہ 4113)

☆..... ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہیں عباس بن یزید مصری نے خبر دی' انہیں ابومعاویہ نے' انہیں اعمش نے' وہ شمر بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں وہ شہر بن حوشب سے' وہ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے اور یہ مرفوعاً روایت فرماتے ہیں: قیامت کے روز جب دنیا کو لایا جائے گا تو کہا جائے گا کہ دنیا کا جو حصہ اللہ کے لئے تھا اسے علیحدہ کر لو اور باقی کو جہنم میں ڈال دو۔

(الترغیب والترہیب' 55/1' فرمایا بیہقی نے عن شہر بن حوشب عن عبادہ بن صامت موقوفاً روایت کیا ہے)

☆..... ہمیں عبداللہ نے خبر دی' انہیں محمد بن حمید نے' انہیں مہران بن ابوعمر نے' انہیں سفیان ثوری نے' وہ محمد بن منکدر سے روایت کرتے ہیں' وہ اپنے والد سے' وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ملعون (اللہ کی رحمت سے دور) ہے اور جو کچھ دنیا میں ہے وہ بھی ملعون ہے' ہاں اس کا جو حصہ اللہ کے لئے ہے وہ ملعون نہیں۔ (اس کی سند میں محمد بن حمید بن حیان رازی ہے جو ضعیف حافظ ہیں' ابن معین ان کے بارے میں عمدہ رائے رکھتے تھے۔ التقریب 156/2' ابونعیم نے حلیہ میں یہ حدیث ذکر کی ہے ترمذی نے بھی اس کو ذکر کیا ہے اور حسن کہا ہے۔ ابن ماجہ نے بھی ذکر کی ہے)

دنیا و آخرت کا نفع و نقصان

عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں خالد بن خداش نے' انہیں عبدالعزیز بن محمد نے انہیں عمرو بن ابوعمرو نے خبر دی' وہ مطلب بن حطب سے روایت کرتے ہیں' وہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص دنیا سے محبت کرتا ہے وہ اپنی آخرت کو نقصان پہنچاتا ہے اور جو آخرت سے محبت کرتا ہے وہ (بظاہر) اپنی دنیا کو نقصان پہنچاتا ہے۔ (پس جب ضابطہ یہ ہے تو) جو چیز ہمیشہ رہنے

والی ہے اس کو اس چیز پر ترجیح دو جو بہر حال فنا ہو جانے والی ہے۔

ہر برائی کی جڑ

عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں عباد بن عوام نے' وہ ہشام یا عوف سے روایت کرتے ہیں' وہ حسن سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں مروان بن معاویہ نے' وہ محمد بن ابوقیس سے روایت کرتے ہیں' وہ سلیمان بن حبیب سے' وہ ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے' وہ فرماتے ہیں: جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی تو شیاطین کے گروہ ابلیس کے پاس آ کر کہنے لگے ایک عظیم الشان نبی معبوث ہوئے ہیں اور ان کی امت ظاہر کر دی گئی ہے۔ ابلیس نے پوچھا: انہیں دنیا سے محبت ہے؟ وہ بولے ہاں دنیا سے تو محبت ہے۔ وہ کہنے لگا اگر انہیں دنیا سے محبت ہے تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ وہ بتوں کی پوجا نہ کریں گے' میں صبح شام ان پر تین کام پیش کروں گا' حق مال لینا' اسے ناحق خرچ کرنا اور خرچ کی جگہ میں خرچ نہ کرنا۔ سارے کا سارا اثر فتنہ انہیں تین چیزوں کے پیچھے ہے۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابوعلی عبدالرحمٰن بن زبان طائی نے خبر دی' انہیں عبدالصمد بن عبدالوارث نے' انہیں عبدالواحد بن زید نے اسلم کوفی سے' وہ مرہ بن شراحیل ہمدانی سے روایت کرتے ہیں' وہ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: ہم لوگ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے' انہوں نے پانی مانگا تو انہیں شہد ملا ہوا پانی پیش کیا گیا۔ جب اسے منہ کے قریب کیا تو رونے لگے اور اس قدر روئے کہ انہیں دیکھ کر ان کے ساتھی بھی رونے لگے۔ ان کے ساتھی (کچھ دیر بعد) چپ ہو گئے مگر وہ روتے ہی رہے۔ دوبارہ (پینے کے لئے) منہ کے قریب کیا تو اور زیادہ رونے لگے۔ ان کے ساتھی سمجھے کہ ہم تو رونے کی کثرت کی وجہ سے رونے کا سبب بھی نہ پوچھ سکیں گے۔ فرماتے ہیں: کچھ دیر بعد آنکھیں پونچھیں تو

ساتھیوں نے پوچھا: اے خلیفہ رسول! آپ (اس قدر) کیوں رو رہے تھے؟ فرمانے لگے: میں ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا' میں نے دیکھا کہ آپ اپنے آپ سے کسی کو ہٹا رہے ہیں حالانکہ آپ کے ساتھ کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ آپ کس چیز کو اپنے آپ سے ہٹا رہے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے! یہ دنیا میرے سامنے ظاہر ہوئی ہے تو میں نے اسے کہا تو مجھ سے دور ہٹ جا۔ پھر وہ جاتے ہوئے کہنے لگی آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو مجھ سے بچ گئے ہیں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آنے والے مجھ سے نہ بچ سکیں گے۔

دنیا کی آخرت کے مقابلے میں حقیقت

عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحٰق بن اسمٰعیل نے خبر دی' انہیں سفیان نے خبر دی' وہ اسمٰعیل سے روایت کرتے ہیں' وہ قیس سے روایت کرتے ہیں' انہیں مستور دفہری نے بتایا: انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا اللہ کی قسم! دنیا کی مثال آخرت کے مقابلے میں اتنی سی ہے کہ تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے پھر دیکھے کہ اس انگلی پر کتنا پانی لگا ہے۔

☆.....عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن عثمان عجلی نے خبر دی' انہیں ابو اسامہ نے خبر دی وہ مجالد سے روایت کرتے ہیں کہ وہ شعبی سے وہ مسروق سے' وہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اللہ کی قسم! دنیا آخرت کے مقابلے میں خرگوش کی ایک چھلانگ کی طرح ہے۔ (تقلیل مدت دنیا مراد ہے)

☆.....عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حمدون بن سعد مؤدب نے بتایا انہیں نصر بن اسمٰعیل نے خبر دی' وہ موسیٰ بن صغیر سے روایت کرتے ہیں وہ عمرو بن مرہ سے وہ ابو جعفر سے وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: انتہائی تعجب ہے اس شخص پر جو ہمیشگی کے گھر کو سچا جانتا ہے پھر بھی دھوکے کے گھر (دنیا) کے لئے محنت و کوشش کرتا ہے۔

☆.....عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں ولید بن مسلم نے

خبر دی، وہ فرماتے ہیں: ضحاک بن عثمان نے کہا: میں نے بلال بن سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر اللہ کے ہاں دنیا (کی قدر و قیمت) مچھر کے پر کے برابر بھی ہوتی تو فرعون کو پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ ملتا۔

عقل مند کون ہے؟

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی کہ انہیں عنبسہ بن عبدالواحد نے خبر دی، وہ مالک بن مغول سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا دنیا اس شخص کا گھر ہے جس کا (آخرت) میں کوئی گھر نہیں اور اس کا مال ہے جس کا (آخرت میں) کوئی مال نہیں اور دنیا میں تو وہ شخص جمع کرتا ہے جس میں کوئی عقل نہیں۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں ہارون بن عبداللہ اور علی بن مسلم نے بتایا، انہیں سیار نے خبر دی، انہیں جعفر نے، انہیں مالک بن دینار نے، وہ فرماتے ہیں: لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا: اے ابوالحسن بتائیے کہ دنیا (کی حقیقت) کیا ہے؟ فرمانے لگے: لمبی بات کروں یا مختصر؟ لوگوں نے کہا! مختصر ہی بتا دیجئے۔ فرمانے لگے: دنیا کے حلال کا حساب ہوگا اور اس کا حرام جہنم میں لے جائے گا۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حسین بن عبدالرحمٰن نے خبر دی، انہیں عبداللہ بن محمد تیمی نے خبر دی، وہ بنو عدی کے ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: ایک شخص نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: اے امیرالمومنین دنیا کی حقیقت بیان فرمائیے؟ فرمانے لگے: میں ایسے گھر کے بارے میں کیا بتاؤں کہ اس میں جو تندرست ہے وہ اپنی جگہ مطمئن ہے اور جو بیمار ہے وہ نادم ہے، جو محتاج و فقیر ہے وہ غمگین ہے اور جو مالدار ہے وہ آزمائش و فتنے میں ہے، اس کے حلال کا حساب کتاب دینا پڑے، اس کے حرام کی وجہ سے جہنم میں جانا پڑے۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے قاسم بن ہاشم نے خبر دی، انہیں عبدالوہاب بن نجدہ حوطی نے، انہیں بقیہ بن ولید نے، وہ ابوالحجاج مہری سے روایت کرتے ہیں، وہ

ابومیمون لخمی سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ایک روڑی پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا آؤ! تمہیں دنیا (کی حقیقت) دکھلاؤں' (یہ فرما کر) آپ نے اس روڑی سے چند پرانے چیتھڑے اور بوسیدہ ہڈیاں اٹھائیں اور فرمایا یہ ہے دنیا (کی حقیقت)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں داؤد بن عمرو نے خبر دی' انہیں منصور بن ابوالاسود نے خبر دی' وہ اعمش سے روایت کرتے ہیں' وہ ابوسفیان سے' وہ حسن سے' حسن فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یقیناً دنیا بڑی مزیدار اور سرسبز ہے اور اللہ ضرور تمہیں اس کی خلافت عطا فرمائے گا تاکہ دیکھے کہ تم کیسے اعمال کرتے ہو' بلاشبہ جب بنی اسرائیل کے لئے دنیا پھیلا دی گئی اور کشادہ کر دی گئی تو وہ (آخرت کو چھوڑ کر اس کی چیزوں) زیورات' عورتیں' خوشبو اور لباس پر فخر کرنے لگے۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن عمرو بن عباس باہلی نے خبر دی' انہیں سعید بن عامر نے' وہ معاذ بن عامر سے روایت کرتے ہیں' وہ یونس بن عبید سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: دنیا کو تو اس شخص کی سے ہی تشبیہ دی جاسکتی ہے جو سو رہا ہو اور نیند میں وہ کچھ پسندیدہ اور کچھ ناپسند چیزیں دیکھ رہا ہو۔ اسی حالت میں وہ بیدار ہو جائے۔

ایک عقل مند سے سوال

عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحٰق بن اسماعیل نے خبر دی' انہیں ابراہیم بن عیینہ نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: کسی عقلمند سے پوچھا گیا: کون سی شے سب سے زیادہ دنیا کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے؟ اس نے کہا: سونے والے شخص کے پراگندہ خیالات۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے ابوزکریا منتوف سے سنا وہ قواریری سے بیان کر رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے دنیا کا تذکرہ کیا تو فرمانے لگے: نیند کے پراگندہ خیالات یا ڈھلنے والا سایہ ہے عقل مند انسان ایسی چیز سے دھوکہ نہیں کھاتا۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حسین نے خبر دی' انہیں یوسف بن حکم رقی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ دنیا کی مثال بیان فرمایا کرتے

تھے ان کے اشعار میں سے ایک یہ بھی منقول ہے۔

''اے دنیا کی لذتوں میں پھنسنے والو! ڈھلتی چھاؤں سے دھوکہ کھانا حماقت ہے۔''

دنیا عارض سایہ ہے

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے موسیٰ بن عبداللہ مقری نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: ایک دیہاتی شخص کسی قوم کے ہاں مہمان ٹھہرا' انہوں نے کھانا پیش کیا تو اس نے تناول کر لیا۔ اس کے بعد ان کے ایک خیمے میں جا سویا۔ انہوں نے وہاں سے خیمہ اکھاڑ لیا' اسے دھوپ لگی تو وہ بیدار ہوا اور کھڑے ہو کر کہنے لگا:

خبردار! دنیا کی حقیقت فقط تیرے بنائے ہوئے عارضی سائے کی طرح ہے اور یہ تیرا عارضی سایہ ضرور ایک نہ ایک دن ختم ہو کر رہے گا۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے حسین بن عبدالرحمٰن نے خبر دی' انہیں محمد بن انس اسدی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: چند لوگوں کا مقام ''ابرق عزاف'' سے گزر ہوا تو انہوں نے ہاتف غیبی کو سنا جو کہہ رہا تھا:

دنیا جس شخص کا انتہائے مقصود ہو وہ دھوکے کی رسی پکڑے ہوئے ہے۔

(کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

إِنَّ الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ

(170)

محدثین کرام کی مقبولیت

حضرت امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابوعیسیٰ اور نام ونسب محمد بن عیسیٰ بن سورہ بن موسیٰ بن ضحاک سلمی بوغی ہے۔ بوغ ایک گاؤں کا نام ہے جو شہر ترمذ سے چھ کوس کے فاصلے پر ہے۔ اس گاؤں کی طرف نسبت ہونے سے آپ بوغی بھی کہلاتے ہیں۔ آپ اسی گاؤں میں 209ھ میں پیدا ہوئے۔ امام ترمذی امام بخاری کے سب سے مشہور شاگرد و جانشین شمار کیے جاتے ہیں اور ان کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ خود امام بخاری نے بعض حدیثوں میں ان کی شاگردی اختیار فرمائی ہے۔

امام مسلم و امام ابوداؤد سے بھی آپ کو تلمذ حاصل ہے اور ان دونوں کے شیوخ سے بھی آپ نے روایت فرمائی ہے۔

امام ترمذی کا حافظہ

آپ کا حافظہ بے حد قوی تھا۔ مشہور حکایت ہے کہ ایک شیخ کی حدیث کے دو جزو آپ نے نقل کیے تھے مگر اب تک ان کو پڑھ کر سنانے کا موقع نہیں ملا تھا۔ مکہ مکرمہ کے راستے میں اتفاقاً شیخ سے ملاقات ہوگئی۔ امام ترمذی نے ان اجزاء کی قرأت کی درخواست پیش کی۔ شیخ نے منظور فرمالی اور فرمایا: تم ان ورقوں کو اپنے ہاتھ میں لے لو۔ میں پڑھتا ہوں اور تم مقابلہ کرتے جاؤ۔ امام ترمذی نے ان ورقوں کو تلاش کیا تو وہ دستیاب نہیں ہوئے۔ فوراً سادے کاغذ کے چند ورق ہاتھ میں لے کر فرضی طور پر سننے میں مشغول ہوگئے اور شیخ قرأت فرمانے لگے۔ اتفاقاً شیخ کی نظر سادے کاغذوں پر پڑگئی تو شیخ کو بڑا غصہ آیا اور فرمایا: تم میرا مذاق بناتے ہو؟ امام ترمذی نے لکھے ہوئے ورقوں

کے گم ہونے کا واقعہ صاف صاف عرض کر دیا اور کہا: وہ اوراق اگر چہ میرے ساتھ نہیں ہیں مگر مجھے لکھے ہوئے سے بھی زیادہ یاد ہیں۔ شیخ نے فرمایا اچھا پڑھ کر تو سناؤ۔ امام ترمذی نے ساری حدیثوں کو فر فر سنا دیا۔ شیخ نے انتہائی تعجب کر کے فرمایا: مجھے یقین نہیں آتا کہ تم نے مجھ سے صرف ایک بار سن کر سب حدیثوں کو یاد کر لیا ہوگا۔ امام ترمذی نے عرض کیا: اچھا اب امتحان کر لیجئے چنانچہ شیخ نے خاص طور پر اپنی روایتوں میں سے چالیس حدیثیں پڑھیں۔ امام ترمذی نے سن کر فوراً ہی چالیس حدیثوں کو لفظ بہ لفظ سنا دیا اور کہیں ایک جگہ بھی کوئی غلطی نہیں ہوئی۔ شیخ نے امام ترمذی کی قوت حافظہ پر انتہائی حیرت و تعجب فرماتے ہوئے ان کے حفظ و یادداشت کی بے حد تحسین فرمائی۔

جامع ترمذی کے علوم کی تفصیل:

امام ترمذی کی علم حدیث میں بہت سی تصنیفات ہیں مگر ان کی جامع ترمذی بے حد مشہور و مقبول کتاب ہے جو صحاح ستہ میں داخل ہے۔ یہ کتاب امام بخاری و امام ابوداؤد دونوں کے طریقوں کی جامع ہے۔ ایک طرف تو انہوں نے احادیث احکام میں سے صرف ان حدیثوں کو لیا ہے کہ جن پر فقہائے کرام کا عمل ہے۔ دوسری طرف امام بخاری کی طرح سب ابواب کی حدیثوں کو لے کر اپنی کتاب کو جامع بنا دیا ہے۔ پھر مزید برآں علوم حدیث کے دوسرے شعبوں کو بھی اس کتاب میں شامل کر کے اس کو اس قدر کثیر المنافع بنا دیا ہے کہ مجموعی حیثیت سے اس کو صحاح ستہ کی تمام کتابوں پر فوقیت حاصل ہے۔

حافظ ابن رشید نے ان فنونِ حدیث کی جو اس کتاب میں مذکور ہیں حسب ذیل تفصیل بیان فرمائی ہے:

(1) ترتیب ابواب (2) فقہ حدیث کا بیان (3) علل احادیث و بیان صحیح و ضعیف (4) راویوں کے ناموں اور کنیتوں کا بیان (5) جرح و تعدیل (6) جن سے حدیث نقل کی ہے ان کے متعلق یہ تصریح کہ ان میں سے کن کن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف ملاقات حاصل کیا اور کس نے نہیں (7) روایانِ حدیث کا شمار۔

اور حافظ ابوالفتح بن سیّد الناس نے فرمایا: منجملہ ان علوم کے جو امام ترمذی کی کتاب میں موجود ہیں اور جن کو ابن رشید نے ذکر نہیں کیا ہے یہ ہیں۔

(8) بیان شذوذ (9) بیان موقوف (10) بیان مدرج! اور حافظ ابوبکر بن العربی نے تو یہاں تک فرمایا: علم حدیث کے شعبوں میں سے چودہ فنون امام ترمذی کی جامع میں موجود ہیں۔ (عارضۃ الاحوذی ومجموعہ شروح اربعۃ ترمذی)

ترمذی شریف کی برکات

امام ترمذی فرماتے ہیں: جب میں اپنی اس جامع کی تالیف سے فارغ ہوا تو سب سے پہلے میں نے اس کو علمائے حجاز کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو بے حد پسند فرمایا پھر علمائے عراق کی خدمت میں لے گیا تو انہوں نے بھی یک زبان ہو کر اس کی مدح سرائی فرمائی پھر علمائے خراسان کے روبرو پیش کیا تو انہوں نے بھی اپنی رضامندی ظاہر فرمائی۔ اس کے بعد میں نے اس کتاب کے نشر واشاعت کی کوشش کی۔

امام ترمذی کا یہ بھی قول ہے: جس گھر میں یہ کتاب ہو گویا اس گھر میں حضور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں جو کلام فرما رہے ہیں۔

امام ترمذی زہد وتقویٰ اور عبادت وریاضت میں بھی اپنے دور کے بے مثال عابد وزاہد تھے اور خوف خدا اس درجہ رکھتے تھے کہ اس سے زیادہ ان کے لئے ممکن نہیں تھا۔ شب بیداری اور خوف الٰہی سے اس قدر گریہ وزاری فرماتے کہ روتے روتے آپ کی آنکھوں میں پہلے آشوب چشم ہوا پھر بینائی جاتی رہی۔ 17 رجب شب دوشنبہ 279ھ میں آپ نے وفات پائی اور خاص ترمذ شہر میں مدفون ہوئے۔ (بستان المحدثین واکمال وغیرہ)

حضرت امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ:

ابوبکر احمد بن حسین بیہقی شعبان 384ھ میں نیشاپور میں تین کوس دور بیہق نامی گاؤں میں پیدا ہوئے اس لئے بیہقی کہلاتے ہیں۔ حجاز کوفہ بصرہ بغداد خراسان وغیرہ کے علمی مدارس میں مشہور شیوخ حدیث سے علم حدیث پڑھا۔ آپ کے استادوں میں

حاکم وابوطاہر وابن فورک متکلم اصولی وصوفی ابوعلی رودباری وابوعبدالرحمٰن سلمی صوفی وغیرہ بہت مشہور ہیں۔ آپ بڑی بڑی عجیب ومفید کتابوں کے مصنف ہوئے جن میں کتاب معرفۃ السنن والاثار بہت مشہور ہے۔ آپ کی کل تصانیف کا اندازہ سولہ ہزار صفحات کے قریب ہے۔

زہد وتقویٰ اور دیانت وعبادت میں علمائے ربانیین کی تمام خصائل حمیدہ کے جامع تھے۔ امام الحرمین نے ان کے بارے میں فرمایا کہ دنیا میں بیہقی کے سوا کسی کا احسان امام شافعی کی گردن پر نہیں ہے کیونکہ بیہقی نے اپنی تمام کتابوں میں امام شافعی کے مذہب کی خوب خوب نصرت وتائید کی ہے۔ بیہقی نے جب کتاب ''معرفۃ السنن والاثار'' کی تصنیف شروع کی تو اس زمانے کے بعض اولیاء نے امام شافعی کو خواب میں دیکھا کہ وہ اس کتاب کے چند ورق اپنے ہاتھ میں لے کر فرماتے ہیں: آج میں نے فقیہ ابوبکر احمد بن حسین بیہقی کی کتاب کے سات جزو پڑھے ہیں۔

مشہور فقیہ وقت محمد بن عبدالعزیز مروزی کا بیان ہے کہ ایک روز میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک صندوق زمین سے آسمان کی طرف اڑا جا رہا ہے اور اس کے اردگرد ایک نور چمک رہا ہے۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کیا چیز ہے؟ فرشتوں نے جواب دیا کہ بیہقی کی تصنیفات کا صندوق ہے جو بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو گیا ہے۔

10 جمادی الاولیٰ 485ھ کو شہر نیشاپور میں آپ کا وصال ہوا۔ لوگ ان کو تابوت میں رکھ کر بیہق گاؤں میں لائے اور مقام خسروجرد میں دفن کیا۔

کبھی کبھی آپ شاعری کا بھی شوق فرماتے تھے چنانچہ یہ تین شعر آپ کے فکر سخن کا بہترین نمونہ ہیں۔

مَنِ اعْتَزَّ بِالْمَوْلٰی فَذَاكَ جَلِيْلٌ
وَمَنْ رَامَ عِزًّا عَنْ سِوَاهُ ذَلِيْلٌ
وَلَوْ اَنَّ نَفْسِيْ مُذْ بَرَاهَا مَلِيْكُهَا
مَضٰى عُمْرُهَا فِيْ سَجْدَةٍ لَقَلِيْلٌ

اُحِبُّ مُنَاجَاةَ الْحَبِیْبِ بِاَوْجُہٍ
وَلٰکِنْ لِسَانُ الْمُذْنِبِیْنَ کَلِیْلٌ

"جو خداوند تعالیٰ سے عزت کا خواستگار ہوا وہ بزرگ ہے اور جس نے خدا کے سوا کسی دوسرے سے عزت طلب کی وہ ذلیل ہے۔

اگر میری جان جب سے اس کے مالک نے اس کو پیدا کیا' تمام ایک ہی سجدہ میں گزار دے پھر بھی یہ نہایت ہی قلیل ہے۔

میرا دل تو یہی چاہتا ہے کہ محبوب سے طرح طرح کی باتیں کروں' مگر اس کو کیا کروں کہ گنہگاروں کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔" (بستان المحدثین)

حضرت بشر بن حارث مروزی رحمۃ اللہ علیہ:

ان کی کنیت ابونصر ہے اور یہ وہی مشہور صاحب ولایت و باکرامت بزرگ ہیں جو تذکرۃ الاولیاء میں "بشر حافی" کے نام سے مشہور ہیں۔ عام طور پر لوگ ان کو صرف ایک ریاضت و مجاہدہ کرنے والا صوفی سمجھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ اتنے باکمال شیخ الحدیث وفقیہ ومفتی اعظم تھے کہ امام احمد بن حنبل ان کی درسگاہ کے طالب علم بنے۔

یہ حدیث میں امام مالک وحماد بن زید وفضیل بن عیاض وعبدالرحمٰن بن مہدی وغیرہ سینکڑوں اولیائے محدثین کے شاگرد رشید ہیں اور علم وعمل' زہد وتقویٰ اور عبادت و ریاضت میں اس قدر کامل واکمل ہوئے کہ اپنے معاصرین سے خراج تحسین حاصل کیا اور علمائے متاخرین نے ان کی مدح وثناء فرمائی چنانچہ دار قطنی وابن سعد وغیرہ نے ان کو معتمد' ثقہ' صاحب فقہ' کثیر حدیثوں والا محدث اور بہت بڑا عابد و زاہد تحریر کیا ہے اور خطیب بغدادی نے فرمایا یہ اپنے زمانے میں تقویٰ وزہد وعبادت وغیرہ قسم کی فضیلتوں میں سب سے بڑھ کر تھے۔ خطیب بغدادی نے حج کے موقع پر زمزم شریف کے کنویں کے پاس جو چند دعائیں مانگی تھیں' ان میں سے ایک دعا یہ بھی تھی کہ یا اللہ مجھے بشر حافی کی قبر کے پہلو میں دفن کی جگہ مل جائے' چنانچہ ان کی یہ دعا قبول ہوئی اور خطیب بغدادی حضرت بشر حافی کے پہلو میں دفن ہوئے۔

ابوعبداللہ کو جب آپ کی وفات کی خبر ہوئی تو فرمایا: بشر حافی اس امت میں یقیناً بے نظیر صاحب علم وعمل تھے۔

بغداد میں بشر حافی کی درس گاہ حدیث بہت مشہور تھی جہاں ہزاروں تشنگانِ علم سیراب ہوتے تھے اور اہل بغداد آپ سے فتاویٰ بھی حاصل کرتے تھے مگر بعد میں مجلس درس وفتاویٰ ختم کر کے آپ بالکل گوشہ نشین ہو گئے اور ۱۱ ربیع الاول 227ھ کو بغداد میں آپ کا وصال ہوا۔ جنازہ میں اتنا ہجوم ہوا کہ صبح کو جنازہ اٹھایا گیا اور رات کو قبرستان پہنچا اور نماز جنازہ میں حاضرین کی تعداد کا شمار نہیں ہوسکا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

(171)

دو مضطرب روحیں

رسول خاتم النبیین کی مبارک نورانی ''مسجد نبوی'' میں اپنے دور کے عظیم خطیب شیخ ابو عامر واعظ رحمۃ اللہ علیہ مصروف عبادت تھے۔ ان کے پاس ایک سیاہ فام غلام آیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک رقعہ تھا جو انہیں دیا' رقعہ کا مفہوم یہ تھا: ''پیارے بھائی! اللہ تعالیٰ آپ کو دولت فکر سے نوازے' عبرت پذیری سے مانوس کرے' حب خلوت دے' غفلت سے جگائے' میں آپ کا برادر طریقت ہوں' آپ کی آمد سنی تو میں خوش ہو گیا اور زیارت و ہمکلامی کا ایسا شوق ہوا کہ اگر وہ مجسم ہو کر بلند ہو تو سائبان بن جائے اور نیچے ہو تو مجھے اٹھا لے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ مجھے شرف لقاء سے محروم نہ فرمایئے گا۔ والسلام۔''

خط پڑھ کر ابو عامر قاصد کے ہمراہ چلے۔ وہ انہیں قبا کے علاقے میں لے گیا جہاں ایک شکستہ مکان کے اندر جس میں کھجور کی لکڑی کا دروازہ تھا ایک سن رسیدہ نابینا' معذور و کمزور بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ شیخ ابو عامر نے سلام کیا تو وہ کہنے لگے میں آپ کی زیارت کا مشتاق تھا اور آپ کی باتیں سننے کا متمنی' جس سے میرے دل کا گھاؤ بھرے' میرا مرض اتنا شدید ہے کہ تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز ہیں۔ ممکن ہے آپ کا وعظ میرے درد کی دوا ثابت ہو جائے۔ اس عارف حق کی باتیں سننے کے بعد ابو عامر سکتہ میں آ گئے اور بہت غور و فکر کے بعد انہیں بزرگ کی دقیق باتوں کی تہہ تک رسائی ہوئی۔ شیخ ابو عامر نے اس کے بعد جو کچھ بیان کیا اس کا خلاصہ یہ ہے۔

دو بزرگوں کی حکمت سے بھرپور گفتگو

شیخ محترم؟ ذرا آپ اپنی قلبی نگاہ کو عالم ملکوت کی جانب اٹھایئے' کانوں کو اس

طرف لگائیے اور حقیقت ایمان کو جنت ماویٰ کی سمت متوجہ فرمائیے تو رب ذوالجلال والا کرام نے جو بے بہا نعمتیں اپنے دوستوں کے لئے تیار فرمائی ہیں آپ کے سامنے ہوں گی۔ اس کے بعد آتش دوزخ کی طرف خیال کیجئے جہاں رب تعالیٰ نے باغیوں کے لئے عذاب تیار کئے ہیں۔ اس کے بعد آپ پر منکشف ہو جائے گا کہ مکان ثواب (جنت) اور مکان عذاب (جہنم) میں کتنا عظیم فرق ہے اور اولیاء اللہ کا انتقال باغیانِ خدا کے مرنے جیسا نہیں ہے۔

شیخ ابو عامر کا خطبہ سن کر بزرگ پر گریہ و زاری طاری ہوئی۔ آہ سرد کھینچنے اور اضطراب و بیقراری میں بل کھانے لگے۔

بزرگ: بخدا اے ابو عامر آپ کی دوا مفید ثابت ہوئی اور مجھے اس سے شفا کی پوری امید ہے' خدا آپ پر رحم کرے۔

ابو عامر: شیخ محترم! رب تعالیٰ آپ کا محرم اسرار ہے آپ کی خلوت و جلوت سے واقف ہے اور دنیا سے کنارہ کش ہو کر آپ کے بیٹھنے کو جانتا ہے۔

بزرگ: (ایک نعرہ مستانہ مار کر) کون ہے جو میرے فقر کو مٹائے' میرے فاقہ کو ختم کرے' کون ہے جو میری خطاؤں سے درگزر کرے۔ اے میرے مالک و مولا! صرف تو ہی میرا حقیقی حاجت روا ہے اور میرا ماویٰ و ملجا اور ٹھکانا اور آسرا ہے۔

یہ کہتے کہتے بزرگ گر پڑے' شیخ ابو عامر نے اٹھانا چاہا تو دیکھا کہ عشق حقیقی کا مسافر اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا ہے۔ بزرگ کے واصل بحق ہونے کے بعد ایک کمرے سے ایک نوجوان لڑکی نکل کر آئی جو صوف کا جبہ اوڑھنی پہنے ہوئے تھی۔ پیشانی پر نشان سجدہ منور تھا۔ ریاضت شاقہ اور عبادت نے اسے زرد کر دیا تھا۔ اس نے کہا۔

بیٹی بھی باپ کی محبت میں چل بسی

اے عارفوں کے دل کا چین! سبحان اللہ آپ نے بڑا عظیم کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ آپ کا یہ عمل قبول بارگاہ حق ہو۔ یہ میرے باپ ہیں' بیس سال سے ان کا یہی حال تھا۔ ریاضت و عبادت کرتے کرتے معذور ہو گئے اور روتے روتے آنکھوں کی بینائی ختم

کرلی۔ آپ سے ملنے کی ہمیشہ تمنا کیا کرتے تھے اور کہتے شیخ ابو عامر کی مجلس میں ایک بار کی حاضری نے مجھے نئی زندگی سے نوازا اور خواب غفلت سے بیدار کیا۔ اگر ایک بار اور میں ان کی باتیں سنوں تو امید ہے کہ ان کا کلام مجھے زندہ نہ رہنے دے۔ اس کے بعد باپ کی لاش کے پاس آ کر ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور ان کی خوبیاں بیان کر کے رونے لگی۔

لڑکی: والد گرامی! آپ کتنے اچھے تھے' گناہوں کے خوف سے گریہ وزاری نے آپ کو نابینا بنا دیا اور مالک ذوالجلال کی وعید نے آپ کو مار ہی ڈالا۔

ابو عامر: اے لڑکی! تو اس قدر بیقراری سے کیوں روتی ہے' انہیں تو دار الجزاء میں جگہ ملی۔ وہ آغوش رحمت میں جا پہنچے۔ شیخ ابو عامر کی یہ بات سن کر لڑکی نے بھی اپنے باپ ہی کی طرح ایک لرزہ خیز چیخ مار کر اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔

اہل ظاہر کیا سمجھ پائیں گے راحت ملی
عاشقوں کو جان دے کر کون سی نعمت ملی

شیخ ابو عامر نے ان دونوں کی تجہیز و تکفین کی' وہ حسینی سیّد تھے۔ شیخ نے خواب میں ان دونوں کو سبز بہشتی محلوں میں جنت کے اندر دیکھا۔ (روض الریاحین)

(172)

اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہاری بادشاہی پکی

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک کسریٰ کو پہنچا۔ اس نے نہایت تکبر سے اسے پھاڑ دیا۔ اس نے اپنے سیکرٹری کو بلوایا اور کہا: کو فوراً میرے نائب یمن کے گورنر باذان کو خط لکھو کہ وہ یہ معلوم کرے کہ یہ شخص کون ہے جس نے اتنی بڑی جرأت کی ہے کہ مجھے خط لکھا اور میرے نام سے پہلے اپنا نام لکھ دیا۔ مزید برآں دو مضبوط اور توانا آدمی بھیجو اور اسے گرفتار کر کے میرے سامنے پیش کرو۔

چنانچہ باذان نے اپنے دو نہایت ہی سمجھدار آدمی روانہ کر دیئے جن میں سے ایک اس کا قہرمان (داروغہ) تھا اور دوسرے کا نام خرخرہ تھا۔ انہیں حکم دیا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار کر لائیں۔ یہ دونوں یمن سے طائف پہنچے یہاں ایک قریشی سے ملے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھا۔ اس نے بتایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں ہیں۔ طائف کے لوگوں کو جب ان کے عزائم کا علم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے کہ لو مسئلہ حل ہو گیا۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کسریٰ نے طلب کر لیا ہے۔ اب وہ خود ہی ان سے نمٹ لے گا۔

قہرمان اور خرخرہ مدینہ پہنچے۔ یہ دونوں بڑے ہٹے کٹے تھے۔ لمبی لمبی مونچھیں رکھی ہوئی تھیں۔ داڑھی بالکل منڈائی ہوئی تھی۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ہیئت کذائی دیکھی تو منہ پھیر لیا۔ قہرمان نے کہا شہنشاہ کسریٰ کے حکم پر باذان بادشاہ نے ہمیں آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گرفتار کرنے کا حکم دیا ہے۔

کسریٰ کے ایلچی دربارِ رسالت میں

چنانچہ میں آپ کو لینے آیا ہوں۔ اگر آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ساتھ چلتے ہیں تو پھر وہ شہنشاہ کسریٰ کو سفارش کرے گا کہ آپ کو کچھ نہ کہا جائے اور آپ کو کچھ عطا بھی

کر دے اور اگر آپ نے جانے سے انکار کیا تو پھر آپ اسے خوب جانتے ہیں۔ وہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اور آپ کی قوم کو تباہ و برباد کر دے گا۔ آپ کی بستیاں ویران کر دے گا۔ جیسا کہ پہلے بتایا جا چکا ہے کہ ان کی شکل وصورت دیکھ کر آپ نے شدید نفرت کا اظہار کیا اور چہرے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: وَيْلَكُمَا مَنْ اَمَرَكُمَا بِهٰذَا ؟ ''تمہارا ستیاناس ہو، تمہیں داڑھی منڈانے کا حکم کس نے دیا ہے؟'' انہوں نے کہا: اَمَرَنَا رَبُّنَا ہمیں ہمارے آقا کسریٰ نے حکم دیا ہے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وَلٰـكِنْ رَبِّىْ اَمَرَنِىْ بِاِعْفَاءِ لِحْيَتِىْ وَقَصِّ شَارِبِىْ مگر میرے رب تعالیٰ نے مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم دیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے پاس کل آنا۔ رات کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے بتلا دیا کہ فلاں ماہ کی فلاں تاریخ کو رات کے وقت کسریٰ کے بیٹے شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر کے اقتدار پر قبضہ کر لیا ہے۔ اگلے دن وہ دونوں پھر آئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو وحی الٰہی کے مطابق بتایا: تمہارے شہنشاہ کو اس کے بیٹے نے منگل 10 جمادی الاولیٰ 7 ہجری کی رات کے چھ گھنٹے گزرنے کے بعد قتل کر کے حکومت خود سنبھال لی ہے۔ وہ دونوں حیران رہ گئے۔ بے ساختہ کہنے لگے آپ کو معلوم بھی ہے کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ رَبِّىْ قَتَلَ رَبَّكُمَا ''میرے رب نے تمہارے رب کو ہلاک کر ڈالا ہے۔'' انہوں نے کہا: ہم ابھی بادشاہ باذان کو لکھ دیتے ہیں۔ فرمایا ہاں اس کو میری طرف سے یہ خبر پہنچا دو اور لکھ دو کہ میرا دین اور میری حکومت وہاں تک پہنچ کر رہے گی جہاں تک کسریٰ پہنچ چکا ہے۔ بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر اس جگہ رکے گی جہاں سے آگے اونٹ اور گھوڑے کے قدم جا ہی نہیں سکتے (وہاں سے آگے سمندر ہے) تم دونوں اس سے یہ بھی کہہ دینا اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو جو کچھ تمہارے زیر اقتدار ہے وہ سب میں تمہارے ہی پاس رہنے دوں گا اور تمہیں تمہاری قوم کا بادشاہ بنا دوں گا۔

(تاریخ الطبری 143/3 والبدایۃ والنہایۃ 485/6)

(173)

حضرت ابراہیم بن ادھم علیہ الرحمۃ

حضرت سیّدنا یحیٰی بن اسود کلابی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کو میں نے اپنے باغ کی دیکھ بھال کے لئے اجیر (ملازم) رکھا۔ تقریباً ایک سال بعد میں اپنے کچھ دوستوں کے ساتھ باغ میں گیا اور حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ سے کہا: ''ہمارے لئے چند میٹھے انار توڑ لاؤ۔'' وہ گئے اور چند انار ہمارے سامنے رکھے۔ جب ہم نے انہیں کھایا تو وہ بہت کھٹے تھے۔ میں نے ان سے کہا: ''تمہیں اس باغ میں پورا ایک سال گزر چکا ہے' ابھی تک تمہیں میٹھے اور کھٹے اناروں کی بھی پہچان نہ ہو سکی؟'' تو وہ فرمانے لگے: ''آپ مجھے بتا دیجئے کہ کس درخت کے انار میٹھے ہیں' میں ابھی حاضر کر دوں گا۔'' پھر میں نے انہیں میٹھے اناروں کے بارے میں بتایا تو وہ میٹھے انار لے آئے۔

پھر ایک شخص عمدہ اونٹ پر سوار ہو کر پاس آیا اور اس نے حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا: ''ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟'' میں نے اسے بتایا ''آپ رحمۃ اللہ علیہ فلاں جگہ موجود ہیں۔'' وہ شخص آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی دست بوسی کی اور نہایت مؤدبانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے استفسار فرمایا: ''تم یہاں کس سلسلے میں آئے ہو؟'' وہ شخص کہنے لگا: ''میں بلخ شہر سے آیا ہوں' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے چند غلاموں کا انتقال ہو گیا ہے' میں ان کا مال لے کر آپ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ یہ تیس ہزار درہم آپ رحمۃ اللہ علیہ ہی کے ہیں' آپ انہیں قبول فرمالیں۔''

تیس ہزار درہم فوراً تقسیم کر دیے

حضرت سیّدنا ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''تمہیں میرے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟'' وہ کہنے لگا ''حضور! میں اتنی دور سے سفر کی تکالیف برداشت کر کے حاضر ہوا ہوں' برائے کرم! یہ رقم قبول فرما لیجئے۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایک چادر بچھاؤ اور سارا مال اس پر ڈال دو۔'' اس نے ایسا ہی کیا۔ پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اس مال کے برابر برابر تین حصے کرو۔'' اس نے تین حصے کر دیئے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''ایک حصہ تیرے لئے کیونکہ تو سفر کی صعوبتیں اور مشکلات برداشت کر کے یہاں پہنچا ہے اور دوسرا حصہ لے جاؤ اور بلخ کے غرباء و مساکین میں تقسیم کر دینا۔''

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ حضرت سیّدنا یحییٰ کی طرف متوجہ ہوئے جن کے باغ میں آپ بطورِ اجیر کام کرتے تھے اور ان سے فرمایا: ''یہ ایک حصہ تم لے لو اور اسے ''عسقلان'' کے غرباء و فقراء میں تقسیم کر دینا۔'' اتنا کہنے کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ وہاں سے تشریف لے گئے اور ان تیس ہزار دراہم میں سے ایک درہم بھی نہ لیا۔ (روض الریاحین)

إن الله جميل يحب الجمال

(174)

شب برأت کے بارے احادیث

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ بیان کرتی ہیں:

فَقَدْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْلَةً فَخَرَجْتُ فَإِذَا هُوَ بِالْبَقِيعِ فَقَالَ: (أَكُنْتِ تَخَافِيْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ؟) قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنَّكَ اَتَيْتَ بَعْضَ نِسَآءِكَ فَقَالَ: (اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى: يَنْزِلُ لَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ اِلَى السَّمَآءِ الدُّنْيَا فَيَغْفِرُ لِاَكْثَرِ مِنْ عَدَدِ شَعْرِ غَنَمِ كَلْبٍ)

ایک رات میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (بستر سے) غائب پایا (میں نے تلاش کیا تو) آپ بقیع الغرقد (جنت البقیع) میں تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تمہیں یہ خطرہ محسوس ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟'' میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میرا یہ گمان تھا کہ آپ کسی دوسری اہلیہ کے ہاں چلے گئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات کو آسمانِ دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے: اور بنو کلب (قبیلے) کی بکریوں کے بالوں کی مقدار افراد کو بخش دیتا ہے۔'' (ترمذی الصوم باب ماجاء فی لیلۃ نصف الشعبان 739) ابن ماجہ 1389 احمد 26546 البیہقی فی شعب الایمان 3824 المعجم الاوسط للطبرانی 199 جمع الجوامع 1737)

اگر کوئی اس روایت کو ضعیف کہے تو اس کو کہہ دو کہ فضائل میں ضعیف روایت کا معتبر

ہونا محدثین کے ہاں مسلم امر ہے۔

جنت البقیع میں عبادت

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع قبرستان جانے کے سلسلہ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صحیح روایت بھی مروی ہے لیکن اس میں پندرہ شعبان کا تذکرہ نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ قَيْسِ بْنِ مَخْرَمَةَ بْنِ الْمُطَّلِبِ اَنَّهُ قَالَ يَوْمًا اَلَا اُحَدِّثُكُمْ عَنِّيْ وَعَنْ اُمِّيْ قَالَ فَظَنَنَّا اَنَّهُ يُرِيْدُ اُمَّهُ الَّتِيْ وَلَدَتْهُ. قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ اَلَا اُحَدِّثُكُمْ عَنِّيْ وَعَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. قُلْنَا بَلٰى. قَالَ قَالَتْ لَمَّا كَانَتْ لَيْلَتِيْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فِيْهَا عِنْدِيْ اِنْقَلَبَ فَوَضَعَ رِدَآءَهُ وَخَلَعَ نَعْلَيْهِ فَوَضَعَهُمَا عِنْدَ رِجْلَيْهِ وَبَسَطَ طَرَفَ اِزَارِهِ عَلٰى فِرَاشِهِ فَاضْطَجَعَ فَلَمْ يَلْبَثْ اِلَّا رَيْثَمَا ظَنَّ اَنْ قَدْ رَقَدْتُّ فَاَخَذَ رِدَآءَهُ رُوَيْدًا وَّانْتَعَلَ رُوَيْدًا وَّفَتَحَ الْبَابَ فَخَرَجَ ثُمَّ اَجَافَهُ رُوَيْدًا فَجَعَلْتُ دِرْعِيْ فِيْ رَأْسِيْ وَاخْتَمَرْتُ وَتَقَنَّعْتُ اِزَارِيْ ثُمَّ انْطَلَقْتُ عَلٰى اِثْرِهِ حَتّٰى جَآءَ الْبَقِيْعَ فَقَامَ فَاَطَالَ الْقِيَامَ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ ثُمَّ انْحَرَفَ فَانْحَرَفْتُ فَاَسْرَعَ فَاَسْرَعْتُ فَهَرْوَلَ فَهَرْوَلْتُ فَاَحْضَرَ فَاَحْضَرْتُ فَسَبَقْتُهُ فَدَخَلْتُ فَلَيْسَ اِلَّا اَنِ اضْطَجَعْتُ فَدَخَلَ فَقَالَ: (مَالَكِ يَا عَائِشُ حَشْيَا رَابِيَةً) قَالَتْ قُلْتُ لَا شَيْءَ قَالَ: (لَتُخْبِرِيْنِيْ اَوْ لَيُخْبِرَنِّي اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ) قَالَتْ قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ وَاُمِّيْ. فَاَخْبَرْتُهُ قَالَ: (فَاَنْتِ السَّوَادُ الَّذِيْ رَاَيْتُ اَمَامِيْ؟) قُلْتُ نَعَمْ. فَلَهَدَنِيْ فِيْ صَدْرِيْ لَهْدَةً اَوْجَعَتْنِيْ ثُمَّ قَالَ: (اَظَنَنْتِ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْكِ وَرَسُوْلُهُ.) قَالَتْ مَهْمَا يَكْتُمِ النَّاسُ يَعْلَمُهُ اللّٰهُ نَعَمْ.

قَالَ: (فَإِنَّ جِبْرِيلَ أَتَانِي حِينَ رَأَيْتُ فَنَادَانِي فَأَخْفَاهُ مِنْكِ فَأَجَبْتُهُ فَأَخْفَيْتُهُ مِنْكِ وَلَمْ يَكُنْ يَدْخُلُ عَلَيْكِ وَقَدْ وَضَعْتِ ثِيَابَكِ وَظَنَنْتُ أَنْ قَدْ رَقَدْتِ فَكَرِهْتُ أَنْ أُوقِظَكِ وَخَشِيتُ أَنْ تَسْتَوْحِشِي فَقَالَ إِنَّ رَبَّكَ يَأْمُرُكَ أَنْ تَأْتِيَ أَهْلَ الْبَقِيعِ فَتَسْتَغْفِرَ لَهُمْ.) قَالَتْ قُلْتُ كَيْفَ أَقُولُ لَهُمْ يَا رَسُولَ اللهِ قَالَ قُولِي (اَلسَّلَامُ عَلَى أَهْلِ الدِّيَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُسْلِمِينَ وَيَرْحَمُ اللهُ الْمُسْتَقْدِمِينَ مِنَّا وَالْمُسْتَأْخِرِينَ وَإِنَّا إِنْ شَاءَ اللهُ بِكُمْ لَلَاحِقُونَ)

اُمّ المومنین کا تجسس

''حضرت محمد بن قیس بن مخرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک دن کہا کیا میں آپ کو اپنی اور اپنی ماں کے ساتھ بیتی ہوئی بات نہ سناؤں۔ ہم نے گمان کیا کہ وہ ماں سے اپنی جننے والی ماں مراد لے رہے ہیں۔ ہم نے کہا کیوں نہیں! فرمایا حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس میری باری کی رات میں تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کروٹ لی اور اپنی چادر اوڑھ لی اور جوتے اتارے اور ان کو اپنے پاؤں کے پاس رکھ دیا اور اپنی چادر کا کنارہ اپنے بستر پر بچھایا اور لیٹ گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنی ہی دیر ٹھہرے کہ آپ نے گمان کر لیا کہ میں سو چکی ہوں' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آہستہ سے اپنی چادر لی اور آہستہ سے جوتا پہنا اور آہستہ سے دروازہ کھولا اور باہر نکلے پھر اس کو آہستہ سے بند کر دیا۔ میں نے اپنی چادر اپنے سر پر اوڑھی اور اپنا ازار پہنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے پیچھے چلی یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع میں پہنچے اور کھڑے ہو گئے اور کھڑے ہونے کو طویل کیا پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار اٹھایا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس لوٹے اور میں بھی واپس لوٹی آپ تیز چلے تو میں بھی تیز چلنے لگی' آپ صلی اللہ علیہ وسلم دوڑے تو میں بھی دوڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچے تو میں بھی پہنچی' میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سبقت لے گئی اور داخل

ہوتے ہی لیٹ گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: اے عائشہ تجھے کیا ہو گیا کہ تمہارا سانس پھول رہا ہے؟ میں نے کہا: کچھ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم بتا دو ورنہ مجھے باریک بین خبردار یعنی اللہ تعالیٰ خبر دے دے گا تو میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ پھر پورے قصہ کی خبر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دی۔ فرمایا میں اپنے آگے آگے جو سیاہ سی چیز دیکھ رہا تھا وہ تو تھی؟ میں نے عرض کیا جی ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر مارا جس کی مجھے تکلیف ہوئی پھر فرمایا تو نے خیال کیا کہ اللہ اور اس کا رسول تیری حق تلفی کرے گا۔ فرماتی ہیں جب لوگ کوئی چیز چھپاتے ہیں تو اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے جب تو نے دیکھا تو مجھے پکارا اور تجھ سے چھپایا تو میں نے بھی تم سے چھپانے ہی کو پسند کیا اور وہ تمہارے پاس اس لئے نہیں آئے کہ تو نے اپنے کپڑے اتار دیئے تھے اور میں نے گمان کیا کہ تو سو چکی ہے اور میں نے تجھے بیدار کرنا پسند نہ کیا۔ میں نے یہ خوف کیا کہ تم گھبرا جاؤ گی جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ کو حکم دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بقیع تشریف لے جائیں اور ان کے لئے مغفرت مانگیں۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کیسے کہوں؟'' آپ نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَلَاحِقُوْنَ۔

''سلام ہے ایماندار گھر والوں پر اور مسلمانوں پر اللہ ہم سے آگے جانے والوں پر رحمت فرمائے اور پیچھے جانے والوں پر ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔''

(صحیح مسلم الجنائز باب مایقال عند دخول القبور والدعاء لاھلھا 2256 النسائی 2036 3973 3974)

(175)

اندھیرے سے اجالے کی طرف

مولانا غازی احمد صاحب ایک ہندو گھرانے میں پیدا ہوئے۔ تیرہ سال کی عمر میں انہوں نے اسلام قبول کیا۔ ان کے والدین اور سارا خاندان متعصب ہندو تھے جس کی وجہ سے انہیں بڑی تکالیف سہنا پڑیں۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے اور اپنی زندگی کی ایمان افروز داستان "مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ" کے نام سے لکھی ہے جس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ جب ہندو 1947ء میں بھارت ہندوستان منتقل ہو رہے تھے اس زمانے کا وہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لوگ جب کیمپ میں منتقل ہو رہے تھے تو میری خالہ نے والدہ صاحبہ کی وساطت سے ایک بوری میں لپٹا ہوا کچھ مال میرے پاس بطور امانت رکھا کہ اگر ہم چکوال کیمپ میں زندہ بچ گئے تو اپنا مال واپس لے لیں گے، اگر ہم مارے گئے تو یہ مال تمہارے کام آئے گا۔ میں نے کہا: خالہ جان! اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے، میں مال کا طالب نہیں ہوں۔ میں نے یہ مال صوفی جان محمد صاحب کو بتایا اور سامان ان کے گھر رکھ دیا۔ ایک روز میں نے صوفی صاحب سے کہا دیکھیں تو سہی بوری میں کیا ہے..... جب کھول کر دیکھا تو کپڑے میں تقریباً دو سیر سونا، 80 پونڈ اور تقریباً بیس بائیس سیر چاندی تھی۔ مال کو اسی طرح باندھ کر بوری میں لپیٹ دیا گیا۔

ادائے امانت کی شاندار مثال

ایک دن شام کے وقت اطلاع ملی کہ صبح چکوال سے ایک سپیشل ٹرین کیمپ والوں کو لے کر انڈیا جا رہی ہے، مجھے فوراً امانت کا خیال آیا، صوفی صاحب بھی گھر نہ تھے۔ اللہ

تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے امانت کو سائیکل پر باندھا اور چکوال روانہ ہو گیا۔ سورج غروب ہو چکا تھا' اس دور میں راستہ بھی غیر محفوظ تھا۔ چکوال کے راستے میں ایک دو جگہ سکھوں کی لاشیں دیکھ چکا تھا مگر ضمیر کی آواز تھی کہ جلد چکوال پہنچ کر امانت خالہ کے حوالے کروں۔ عشاء کے وقت کیمپ میں پہنچ گیا۔ فوجی حضرات نے پوچھا: دیر سے آئے ہو' میں نے کہا: ایک ضروری کام تھا۔ جب میں کیمپ میں داخل ہوا تو میری خالہ اور خالو بہت خوش ہوئے کہ بھگوان کی دیا سے ہمارا مال پہنچ گیا ہے۔ کیمپ کے ہندو حضرات جمع ہو گئے۔ میں نے سائیکل سے امانت کھول کر خالو صاحب کے حوالے کی کہ اپنا مال دیکھ لیں۔ تمام حضرات میری دیانت داری پر بہت خوش ہوئے۔ ایک صاحب فرمانے لگے: ''ہندو خون ہے' دیانت داری کیوں نہ ہو' میں نے کہا: ''جی حضرت آپ غلط کہہ رہے ہیں' اگر میں مسلمان نہ ہوتا تو یہ مال کب کا ٹھکانے لگ چکا ہوتا' اسلام نے مجھے سکھایا ہے کہ امانت میں خیانت قبیح ترین جرم ہے' حق دار کو اس کا حق صحیح وسالم واپس کرو' خدا کا شکر ہے کہ میں مسلمان تھا اور آپ کا یہ حق واپس کر رہا ہوں۔'' وہ صاحب کہنے لگے ''اگر تمام مسلمان تمہاری طرح ہوتے تو شاید ہمیں اپنا حق اور علاقہ چھوڑ کر نہ جانا پڑتا۔'' والدہ صاحبہ بہت خوش تھیں کہ تو نے میری عزت میں اضافہ کر دیا۔ میں خود بھی امانت واپس کر کے بہت خوش تھا کہ الحمدللہ میں نے بددیانتی کا ارتکاب کر کے اسلام کے مقدس دامن کو داغدار نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ مجھے حرام رزق سے بچائے۔''

(من الظلمات الی النور ص 160)

(176)

میرا سینہ اور سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: غزوۂ خندق میں ہمارے ایک طرف تو کفار اور ان کے ساتھ دوسرے کافروں کے بہت سے گروہ تھے جو ہم پر چڑھائی کر کے آئے تھے اور حملہ کے لئے تیار تھے اور دوسری طرف خود مدینہ میں بنو قریظہ کے یہود ہماری دشمنی پر تلے ہوئے تھے جن سے ہر وقت اندیشہ تھا کہ کہیں مدینہ منورہ کو خالی دیکھ کر وہ ہمارے اہل و عیال کو بالکل ختم نہ کریں۔ ہم لوگ مدینہ منورہ سے باہر لڑائی کے سلسلے میں پڑے ہوئے تھے منافقوں کی جماعت گھر خالی اور تنہا ہونے کا بہانہ کر کے اجازت لے کر اپنے گھروں میں واپس جا رہی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر اجازت مانگنے والے کو اجازت دے دیتے تھے' اسی دوران میں ایک رات آندھی اس قدر شدت سے آئی کہ نہ اس سے پہلے اتنی آئی اور نہ اس کے بعد۔ اندھیرا اس قدر زیادہ تھا کہ اپنا ہاتھ بھی نظر نہ آتا تھا اور ہوا اتنی سخت تھی کہ اس کا شور بجلی کی طرح گرج رہا تھا۔ منافقین اپنے گھروں کو لوٹ رہے تھے۔ ہم تین سو کا مجمع اسی جگہ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایک کا حال دریافت فرما رہے تھے اور انہی اندھیروں میں تحقیقات فرما رہے تھے۔ اتنے میں میرے پاس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا۔ میرے پاس نہ تو دشمن سے بچاؤ کے واسطے کوئی ہتھیار تھا نہ سردی سے بچاؤ کے لئے کوئی کپڑا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کون ہے؟ میں نے عرض کیا حذیفہ رضی اللہ عنہ مگر مجھ سے سردی کے مارے اٹھا بھی نہ گیا اور شرم کی وجہ سے زمین سے چمٹ گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اٹھ کھڑا ہو اور دشمنوں کے جتھے میں جا کر ان کی خبر لا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں اس وقت گھبراہٹ' خوف اور سردی کی وجہ سے سب سے زیادہ خستہ تھا مگر میں تعمیل ارشاد میں اٹھ کر فوراً چل دیا۔ جب میں جانے لگا تو آپ

صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا دی۔ اے اللہ! اس کی حفاظت فرمائیے' سامنے سے اور پیچھے سے دائیں سے اور بائیں سے' اوپر سے اور نیچے سے۔

میں نے اپنا سینہ حضور کے قدموں سے چمٹا لیا

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعا فرمانا تھا کہ گویا مجھ سے خوف اور سردی بالکل جاتی رہی اور ہر ہر قدم پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا گرمی میں چل رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چلتے وقت یہ بھی ارشاد فرمایا: تھا کہ کوئی حرکت نہ کرنا' چپ چاپ دیکھ کر چلے آنا کہ کیا ہو رہا ہے۔ میں وہاں پہنچا تو دیکھا کہ آگ جل رہی ہے اور لوگ سینک رہے ہیں۔ ایک شخص آگ پر ہاتھ سینکتا اور کوکھ پر پھیر لیتا ہے اور ہر طرف سے واپس چل دو' واپس چل دو کی آوازیں آ رہی ہیں۔ ہر شخص اپنے قبیلہ والوں کو آواز دے کر کہتا ہے کہ واپس چلو' اور ہوا کی تیزی سے چاروں طرف سے پتھر ان کے خیموں پر برس رہے تھے' خیموں کی رسیاں ٹوٹتی جاتی تھیں اور گھوڑے وغیرہ جانور ہلاک ہو رہے تھے۔ ابوسفیان جو ساری جماعتوں کا اس وقت سردار تھا' آگ سینک رہا تھا۔ میرے دل میں آیا کہ موقع اچھا ہے اس کو نمٹاتا چلوں۔ ترکش سے تیر نکال کر کمان میں رکھ بھی لیا مگر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آ گیا کہ کوئی حرکت نہ کرنا' اس لئے تیر کو ترکش میں واپس رکھ لیا۔

ان کو بھی شبہ ہو گیا۔ کہنے لگے تم میں کوئی جاسوس ہے' ہر شخص اپنے برابر والے کا ہاتھ پکڑ لے' میں نے جلدی سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر پوچھا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا سبحان اللہ! تو مجھے نہیں جانتا میں فلاں ہوں۔ میں واپس پہنچا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک چادر اوڑھے نماز پڑھ رہے تھے۔ نماز سے فراغت پر میں نے وہاں کا منظر جو دیکھا تھا عرض کر دیا۔

جاسوسی کا قصہ سن کر چہرہ مبارک (خوشی سے) چمکنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پاؤں کے قریب لٹایا اور اپنی چادر کا حصہ مجھ پر ڈال دیا۔ میں نے اپنے سینے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تلووں سے چمٹا لیا۔ (تفسیر در منثور بحوالہ فضائل الاعمال' صفحہ 164)

(177)

دنیا کا اصلی روپ

عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحاق بن اسماعیل نے خبر دی' انہیں روح بن عبادہ نے خبر دی' انہیں عوف نے بتایا وہ اوفی بن دلہم سے روایت کرتے ہیں۔ وہ ابوالعلاء سے' وہ فرماتے ہیں: میں نے خواب میں انتہائی بوڑھی عورت کو دیکھا جس کے جسم پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں اور اس نے دنیا کی ہر زینت اختیار کر رکھی تھی۔ لوگ اس کے سامنے بیٹھے ہوئے للچائی ہوئی نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ میں نے اس کے قریب آ کر دیکھا تو لوگوں کے اس طرح اس کی طرف دیکھنے سے بڑا تعجب ہوا۔ میں نے اس عورت سے پوچھا: تیرا ستیاناس ہو' تو کون ہے؟ وہ کہنے لگی آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ میں نے کہا: مجھے کیا معلوم تو کون ہے؟ وہ کہنے لگی میں ہی دنیا ہوں۔ وہ کہتے ہیں میں نے کہا: میں تیرے شر سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔ وہ کہنے لگی اگر آپ میرے شر سے بچنا چاہتے ہیں تو پیسے روپے سے محبت نہ کرنا۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید جوہری نے خبر دی' انہیں سفیان بن عیینہ نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: مجھے ابوبکر بن عیاش نے کہا: میں نے دنیا کو خواب میں کبڑی' بدشکل بوڑھی عورت کی شکل میں دیکھا۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید کے علاوہ کسی اور نے بتایا: ابوبکر بن عیاش نے فرمایا: میں نے خواب میں ایک بدشکل بڑھیا کو دیکھا جس کے سر میں کھچڑی بال تھے جو تالیاں بجاتی جا رہی تھی۔ اس کے پیچھے پیچھے بے شمار لوگ تالیاں بجاتے اور ناچتے جا رہے تھے۔ جب وہ میرے قریب سے گزری تو میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگی

اگر تو میرے قابو میں آ گیا تو تیرا بھی یہی حال کروں گی جوان کا کر رکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں:
یہ کہہ کر ابو بکر رونے لگے اور فرمایا یہ خواب میں نے بغداد آنے سے قبل دیکھا تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام اور متشکل دنیا میں ہمکلامی

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابو علی طائی نے خبر دی' انہیں عبدالرحمٰن محاربی نے خبر دی' وہ لیث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دنیا کو بوڑھی و بوڑی عورت کی شکل میں دیکھا جو خوب اچھی طرح مزین تھی تو اسے کہا تو نے کتنے خاوند کیے ہیں؟ وہ کہنے لگی بے شمار ہیں تعداد معلوم نہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام نے پوچھا: ان سب کا انتقال ہو گیا یا انہوں نے تجھے طلاق دے دی؟ کہنے لگی میں نے سب کو قتل کر دیا۔ عیسیٰ علیہ السلام فرمانے لگے: تیرے باقی خاوندوں کا برا ہو! وہ تیرے سابق شوہروں سے کیوں عبرت حاصل نہیں کرتے؟

تو ایک ایک کو کس طرح قتل و ہلاک کر رہی ہے وہ پھر بھی تجھ سے نہیں بچتے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحٰق بن اسماعیل نے خبر دی۔ انہیں جریر نے خبر دی' وہ لیث سے روایت کرتے ہیں' وہ شہر بن حوشب سے' وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا دنیا کو معبود نہ بناؤ ورنہ یہ تمہیں غلام بنا لے گی' اپنا خزانہ اس ذات کے ہاں جمع کراؤ جو اسے ضائع نہ کرے گی۔ دنیا کے خزانچی کے پاس تو اس کی ہلاکت کا اندیشہ رہتا ہے مگر اللہ کے خزانچی کے ہاں اس کی ہلاکت کا کوئی اندیشہ نہیں ہے۔

(کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

(178)

حضرت تقی الدین ابن دقیق العید علیہ الرحمۃ

ان کی کنیت ابوالفتح اور نام ونسب تقی الدین محمد بن علی بن وہب بن مطیع قشیری منفلوطی ہے۔ ان کا عرف ابن دقیق العید ہے۔ یہ مالکی وشافعی دونوں مذہبوں کے پیشوا اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ ماہ شعبان 625ھ میں ان کی ولادت بحر ینبع (حجاز) میں ہوئی اور حافظ ذکی الدین منذری وابن عبدالدائم وغیرہ مشائخ حدیث سے دمشق میں علم حدیث حاصل کیا اور اپنے دور کے اہل علم پر اپنی وسعت علمی کی بناء پر فوقیت و فضیلت رکھتے تھے اور تقویٰ وعبادت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ لوگوں کو یقین تھا کہ ہر سات سو برس کے بعد جس عالم (مجدد) کے ظہور کی خوشخبری وارد ہوئی ہے وہ یہی ہے۔

طریق تصوف میں بھی بڑا کمال حاصل تھا اور آپ بلاشبہ ولی کامل وصاحب کشف وکرامات تھے۔ آپ کی ایک مشہور کرامت یہ ہے کہ جب ظالم تاتاریوں کی فوجیں دیارِ شام کی طرف حملہ آور ہوئیں تو سلطان نے علماء کو ختم بخاری شریف پڑھنے کا حکم دیا چنانچہ علماء نے ختم بخاری شریف پڑھا اور صرف چند اوراق کو باقی رکھا تھا کہ جمعہ کے دن ختم کر دیں گے۔ ابھی جمعہ نہیں آیا تھا کہ شیخ تقی الدین جامع مسجد میں تشریف لائے اور حاضرین سے پوچھا: کیا علماء ختم بخاری سے فارغ ہو گئے؟ لوگوں نے عرض کیا: صرف ایک دن کا وظیفہ باقی ہے۔ علماء کی رائے ہے کہ جمعہ کے دن ختم پورا کریں۔ آپ نے فرمایا الحمدللہ! اسلامی لشکر کو فتح مبین حاصل ہو گئی اور تاتاری فوج شکست کھا کر فرار ہو گئی اور اسلامی لشکر اس وقت فلاں گاؤں میں جشن فتح منا رہا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا: کیا اس خبر کو شائع کر دیں اور شہر میں اعلان کر دیں؟ آپ نے جواب دیا کہ ہاں ہاں! خوب

اچھی طرح اعلان کر دو چنانچہ اس کا اعلان کر دیا گیا اور چند دن کے بعد جب سلطانی ڈاک آئی تو اس خبر کی تصدیق ہو گئی اور بال برابر فرق نہیں نکلا۔

بے ادب کی موت ہو گئی:

ایک دن کسی دنیا دار بے ادب نے بھری مجلس میں آپ کی سخت بے ادبی کی۔ آپ کو جلال آ گیا اور تڑپ کر تین مرتبہ فرمایا: تو نے اپنے کو موت کے حوالے کر دیا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ تیسرے دن یہ بے ادب مر گیا۔ ان کے بھائی کو کسی ظالم امیر نے ناحق تکلیف پہنچائی۔ مظلوم بھائی کی مصیبت دیکھ کر طیش میں آ گئے اور ظالم امیر کے حق میں فرمادیا کہ "ہلاک ہو جائے" چنانچہ فوراً ہی وہ ظالم امیر ہلاک ہو گیا۔

اپنے اوقات کے بے حد پابند تھے۔ رات کو دو حصوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ آدھی رات حدیثوں کا مطالعہ اور تصنیف کرتے اور آدھی رات کو ذکر و تہجد میں گزارتے تھے۔ بہر حال ساری رات بیدار رہتے اور بعض وقت تو ایک ہی آیت کو بار بار پڑھتے پڑھتے صبح کر دیتے تھے چنانچہ ایک رات نماز تہجد میں جب اس آیت پر پہنچے کہ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَهُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ تو صبح تک اسی کو تلاوت کرتے رہے۔ غرض علم و عمل، زہد و تقویٰ، عبادت و ریاضت میں بے مثل و یگانہ روزگار تھے۔

ان کی تصنیفات میں سے "الہام فی احادیث الاحکام" وہ علمی شاہکار ہے کہ حدیثوں کے ایسے انمول دقائق و حقائق کا ذخیرہ شاید ہی کسی محدث کی تصنیف میں ملے گا۔ صرف ایک حدیث عَنْ بَرَآءِ بْنُ عَازِبٍ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِسَبْعٍ وَّنَهَانَا عَنْ سَبْعٍ سے چار سو فوائد و مسائل استنباط کر کے ان کو ایسے نفیس عمدہ طرز پر تحریر فرمایا: بلاشبہ اہل علم کے لئے یہ کتاب نوادرات کا ایک عجائب خانہ ہے۔

نماز میں وسوسوں کا علاج

ایک مرتبہ ان کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا: مجھے نماز میں

خطرات ووسوسے بہت آتے تھے تو میں نے ایک جاہل فقیر کے پاس جا کر اس سے اپنا حال کہا۔ اس فقیر نے میرا حال سن کر جواب دیا کہ اس دل پر افسوس ہے جس میں نماز کی حالت میں بھی غیر اللہ کا خیال آئے۔ فقیر کے ان الفاظ کو سن کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا اور ایک دم میرے دل سے خطرات و وسوسے جاتے رہے۔ شیخ تقی الدین نے فرمایا: تم اس خدا رسیدہ اللہ والے کو جاہل کہتے ہو؟ حالانکہ میرے نزدیک یہ شخص ایک ہزار فقیہوں سے بہتر ہے۔

آپ کا مطلب یہ تھا کہ خالی فقہ کی اصطلاحات جاننے والے فقہاء جو روح عمل اور علم باطن کی روشنی سے کورے ہیں، ایسے فقیہوں سے بے پڑھا لکھا عارف باللہ فقیر بڑھ کر ہے کہ اس کو معرفت الٰہی کی دولت حاصل ہے جو حقیقی فقہ اور تفقہ فی الدین کی روح ہے۔

آپ تصنیف و درس کے علاوہ چند سال دیارِ مصر میں قاضی بھی رہے اور 702ھ میں وفات پائی۔ (بستان المحدثین وغیرہ)

(179)

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا

شہر بصرہ کی ایک گلی میں بچے اخروٹ اور بادام سے باہم کھیل رہے تھے۔ حضرت بہلول دانا مجذوب کا گزر ہوا۔ انہوں نے دیکھا تھوڑی دوری پر ایک کمسن بچہ تنہا کھڑا ہے' چہرے پر حزن وغم کے آثار ہیں اور آنکھوں سے اشک رواں ہیں۔

حضرت بہلول: میاں صاحبزادے! آپ شاید اس لئے رو رہے ہیں کہ آپ کے پاس کھیلنے کو اخروٹ اور بادام نہیں ہیں۔ آیئے میں آپ کے لئے اخروٹ فراہم کردوں۔

بچہ: جناب! کیا ہم کھیل کود کے لئے پیدا ہوئے ہیں؟ حضرت بہلول: پھر کس کام کے لئے پیدا ہوئے؟ بچہ: ہم تو اس لئے پیدا کیے گئے ہیں کہ علم حاصل کریں اور رب تعالیٰ کی عبادت کریں۔ حضرت بہلول: رب تعالیٰ عمر دراز کرے' آپ کو اس مختصر سی عمر میں یہ علم کہاں سے ملا؟ بچہ: رب تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے: اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ○ (المومنون'23'116)

کیا تم خیال کرتے ہو کہ ہم نے تمہیں فضول اور بیکار پیدا کیا ہے اور تم پلٹ کر ہمارے پاس نہیں آؤ گے؟

حضرت بہلول: آپ تو مجھے صاحب عقل دکھائی دیتے ہیں ذرا مجھے کوئی نصیحت کریں۔ بچہ: دنیا محو سفر ہے نہ کسی کے لئے رہے گی اور نہ کوئی دنیا میں رہے گا۔ انسان کے لئے اس عالم میں حیات وموت ان دو تیز گھوڑوں کی طرح ہیں جو آگے پیچھے دوڑتے ہیں۔ اے وارفتہ دنیا! اس کو ترک کر اور اسی میں آخرت کے لئے زاد سفر بنا (یہ ان دو اشعار کا مفہوم ہے جو انہوں نے پڑھے)

صاحبزادہ نے آسمان کی جانب دیکھا اور ہاتھ سے کچھ اشارہ کیا۔ ان کے نورانی

رخساروں پر آنکھوں سے آنسو یاقوت کی طرح رُلنے لگے اور مناجات زبان پر جاری ہو گئی۔ مناجات کے اشعار نہایت پُر اثر اور رقت انگیز تھے۔ اس کے بعد بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ حضرت بہلول دانا نے فرشتہ صورت کو خاک پر گرا دیکھا تو فوراً سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھ لیا۔ گرد و غبار آستین سے صاف کرنے لگے۔ کچھ لمحے بعد آنکھیں کھولیں، خوف خدا نے ان کے رخسار و جسم کو پیلا کر دیا تھا۔

بچے کی حضرت بہلول کو نصیحت

حضرت بہلول: صاحبزادہ بلند اقبال! آپ کی یہ کیا حالت ہے؟ آپ تو ابھی کمسن بچے ہیں۔ گناہوں اور بدکاریوں کی سیاہی سے آپ کا دامن اعمال بالکل صاف ہے پھر اتنی فکرمندی کیوں؟

بچہ: بہلول! مجھے اپنے حال پر چھوڑ دیجئے میں نے اپنی ماں کو دیکھا ہے۔ وہ جب چولہا جلاتی ہیں تو بڑی لکڑیوں میں یک بیک آگ نہیں لگاتیں بلکہ پہلے گھاس پھوس اور لکڑی کے چھوٹے ٹکڑوں کو جلاتی ہیں۔ اس کے بعد بڑی لکڑیاں استعمال کرتی ہے، مجھے خوف ہے کہ جہنم کے ایندھن میں چھوٹی لکڑیوں کے طور پر استعمال ہونے والوں میں کہیں میرا بھی نام نہ ہو۔ حضرت بہلول: اے خشیت کے پیکر صاحبزادے! آپ تو عقل و فراست میں کمال رکھتے ہیں، مجھے کچھ اور نصیحت فرمائیں۔

بچہ: حیف! میں غفلت میں سرمست اور موت پیچھے لگی ہے۔ آج نہیں تو کل جانا یقینی ہے۔ اس دنیا میں اگر جسم کو خوبصورت، بیش قیمت اور ملائم لباس سے چھپایا تو کیا حاصل؟ آخر تو اسے ایک دن خاک ہونا ہے اور قبر میں خاک ہی کا بستر اور خاک ہی کی چادر ہو گی۔ وہاں سارا حسن و جمال زائل ہو جائے گا۔ ہڈیوں پر گوشت پوست کا نشان بھی نہیں رہے گا۔ افسوس عمر گزر گئی اور کچھ حاصل نہ کیا۔ سفر کے لئے کوئی زاد سفر تیار نہ کیا۔ مجھے اپنے مالک حقیقی اور احکم الحاکمین کے حضور اس انداز میں حاضر ہونا ہے کہ گناہوں کی گٹھڑی سر پر ہو گی۔ دنیا میں رہ کر چھپ چھپا کر جو معصیتیں کیں وہاں وہ سب ظاہر ہوں گے۔ دنیا میں اللہ تعالیٰ کے عقاب و عتاب سے بے خوف ہو کر گناہ نہیں کئے

بلکہ اس کی رحمت وکرم پر بھروسہ کر کے‘ اب وہ ارحم الراحمین اگر عدل کرے تو عذاب دے اور اگر فضل کرے تو معاف کر دے۔ سب اسی کے احسان وکرم پر ہے (یہ ان کے پڑھے ہوئے ناصحانہ اشعار کا مفہوم ہے)

ایسا پھل ایسے ہی درخت پہ لگتا ہے

نورانی پیشانی والے کمسن صاحبزادے کا دل ہلا دینے والا وعظ سن کر حضرت بہلول دانا بے خود ہو گئے۔ خوف و ہراس سے جسم کانپنے لگا اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش آیا تو وہ وہاں سے جا چکے تھے۔ حضرت بہلول کھیلتے ہوئے بچوں کے پاس گئے اور انہیں تلاش کیا۔ بچوں نے بتایا ”جناب عالی! آپ جس بچے کی بابت پوچھ رہے ہیں وہ تو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چمن کا پھول‘ گلشن مرتضوی کی بہار بوستان فاطمۃ الزہراء کی خوشبو ہے۔ شہزادۂ گلگوں قبا شہید کربلا سیّدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھر کا چراغ ہیں۔ حضرت بہلول دانا نے کہا یقیناً ایسا پھل ایسے ہی درخت پر ہو سکتا ہے۔ نفعنا اللہ بہ وبابائہ ۔

(روض الریاحین)

نبوت ان کے گھر آئی رسالت ان کے گھر آئی
تعالیٰ اللہ ہر روحانی نعمت ان کے گھر آئی
ہر اک آلودگی سے نسل سرور پاک ہے واللہ
طہارت اور علم و فضل و حکمت ان کے گھر آئی
اسی گلدان سے گلزار ہستی کی بہاریں ہیں
ہے شان الفقر فخری‘ ساری دولت ان کے گھر آئی
علوم ظاہر و باطن جو پائیں شیر مادر سے
تعجب کیا اگر جنس کرامت ان کے گھر آئی
حیات قلب سے اے بدر کیوں مایوس ہوتا ہے
عطا ہو گی گداؤں کو جو نعمت ان کے گھر آئی

(بزم اولیاء)

(180)

تمہارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی

قہرمان اور خرخرہ کسریٰ کے مقرر کردہ حاکم باذان کے سفیر کے طور پر مدینہ طیبہ میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے۔ جب ان کو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کے ذریعے بتایا: کسریٰ کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر کے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے تو وہ فوراً وہاں سے واپس یمن پہنچے اور باذان کو اپنے دورۂ مدینہ کی مکمل رپورٹ پیش کی۔ ابھی یمن سے کسریٰ کے قتل کی خبر نہیں پہنچی تھی۔ باذان یہ رپورٹ سن کر کہنے لگا: اللہ کی قسم! یہ گفتگو کسی بادشاہ کی نہیں ہے۔ میرے خیال میں یہ شخصیت واقعی نبی ہے اور جو اس نے کہا: ہے وہ سچ ثابت ہوگا اور اگر اس کی خبر کی تصدیق ہو جاتی ہے تو بلاشبہ وہ نبی ہے اور اگر اس کی خبر کی تصدیق نہیں ہوتی تو پھر ہم اس کے معاملہ کو دیکھیں گے۔

اسی دوران باذان کے پاس شیرویہ کا خط پہنچا جس میں لکھا تھا کہ میں نے اپنے باپ کسریٰ کو اہل فارس سے اس کی بدسلوکی ذلت آمیز رویے اور شرفاء کے قتل کی پاداش میں ہلاک کر دیا ہے۔ میرا یہ خط ملنے پر میری اطاعت اور فرماں برداری کرو اور میری حکومت تسلیم کرو اور ہاں! جس شخص کے بارے میں میرے باپ نے تمہیں لکھا تھا کہ اسے گرفتار کر کے پیش کرو اس کے معاملے کو میرے اگلے حکم تک موخر کر دو۔ باذان نے شیرویہ کا یہ مکتوب پڑھا تو بے اختیار کہنے لگا یہ مدینے والا شخص بلاشبہ اللہ کا رسول ہے چنانچہ اس نے اسلام قبول کر لیا بلکہ اس کے ساتھ اس کی اولاد اور دیگر فارسی لوگ جو وہاں مقیم تھے وہ بھی مسلمان ہو گئے۔ امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز کتاب البدایہ

والنہایہ میں لکھا ہے کہ قہرمان نے باذان سے ایک بڑی عجیب بات کہی۔
اس نے کہا: میں بڑا مشہور سفارت کار ہوں۔ آج تک میں کسی سے گفتگو کرتے ہوئے مرعوب نہیں ہوا مگر جب میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بات کی تو میں سخت مرعوب ہو گیا۔ باذان کہنے لگا: کیا ان کے پاس پولیس، خدم وحشم یا محافظوں کی فوج تھی؟ کہنے لگا نہیں بالکل نہیں، ان کے پاس ایک محافظ بھی نہیں تھا۔ (البدایہ والنہایہ 265/4)
اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کسریٰ کی حکومت کے پارہ پارہ ہونے کے بارے میں جو پیش گوئی کی تھی وہ من وعن پوری ہوئی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس کے بیٹے کی حکومت محض چھ ماہ تک چلی۔ اس کے بعد چار سال کے عرصے میں دس بادشاہ اقتدار کے سنگھاسن پر بیٹھے، بالآخر لوگوں نے یزدگرد پر اتفاق کیا جس نے حکومت سنبھالی۔ یہ بنی ساسان کا آخری بادشاہ تھا۔ اس کے بعد مسلمانوں نے ایران فتح کر لیا۔

یہی وہ غیب ہے علم غیب نبی جس کو کہتے ہیں

امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِذَا هَلَكَ كِسْرَى فَلَا كِسْرَى بَعْدَهُ "جب یہ کسریٰ ہلاک ہو جائے گا تو اس کے بعد کوئی اور کسریٰ نہیں ہوگا" (بخاری شریف، 3120، مسلم شریف، 2919) وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَتُنْفَقَنَّ كُنُوزُهُمَا فِي سَبِيلِ اللهِ "اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کیے جائیں گے۔" (ایضا) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کسریٰ کے پاس اللہ کے رسول کا نامہ مبارک پہنچا تو اس نے اسے چاک کر دیا اور اللہ نے اس کی حکومت پارہ پارہ کر دی مگر اس وقت کی دوسری بڑی طاقت کے سربراہ قیصر کے پاس نامہ مبارک گیا تو اس نے اس کا احترام کیا۔ اسے چوما اور خوشبو میں بسایا وَضَعَهُ فِي مِسْكٍ "چمڑے کی تھیلی میں محفوظ کر لیا"، تو اس کی حکومت بچ گئی۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، 393/4)
صحیح مسلم میں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ لَتَفْتَحَنَّ عِصَابَةٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَوْ مِنَ

الْمُؤْمِنِيْنَ كَنْزَ آلِ كِسْرَى الَّذِیْ فِی الْاَبْيَضِ ''مسلمانوں کی ایک جماعت کسریٰ کے خزانے اس کے سفید محل میں کھولے گی۔'' (مسلم شریف' 2919)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں اور میرے والد اس جماعت میں شامل تھے جنہوں نے کسریٰ کے خزانے کھولے اور ہمیں ان میں سے ایک ہزار درہم بھی دیئے گئے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی' 389/4)

(181)
دشوار گزار گھاٹی

حضرت سیّدنا ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ بن گئے تو ایک دن میں ان سے ملاقات کے لئے گیا۔ وہ کچھ لوگوں میں تشریف فرما تھے۔ میں انہیں نہ پہچان سکا لیکن انہوں نے مجھے پہچان لیا اور فرمایا: ''اے ابوحازم! میرے قریب آؤ۔'' میں ان کے قریب گیا اور عرض کی ''کیا آپ ہی امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ہیں؟'' انہوں نے فرمایا: ''جی ہاں میں ہی عمر بن عبدالعزیز ہوں۔''

میں بہت حیران ہوا اور عرض کی ''جس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ میں ہمارے امیر تھے اس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کا حسن و جمال عروج پر تھا' چہرہ انتہائی تاباں اور روشن تھا آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بہترین لباس اور بہت ہی عمدہ سواریاں تھیں' آپ رحمۃ اللہ علیہ کے کثیر خدام تھے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ بہت ہی عمدہ تھی۔ اب آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کس چیز نے اس حال میں پہنچا دیا حالانکہ اب تو آپ رحمۃ اللہ علیہ امیر المومنین ہیں' اب تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس زیادہ آسائشیں ہونی چاہیے تھیں۔'' امیر المومنین سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا: ''اے ابوحازم! اس وقت میرا کیا حال ہوگا جب میں اندھیری قبر میں پہنچ جاؤں گا اور میری آنکھیں بہہ کر میرے رخساروں پر آ جائیں گی' میرا پیٹ پھٹ جائے گا' زبان خشک ہو جائے گی اور کیڑے میرے جسم پر رینگ رہے ہوں گے' چاہے میں کتنا ہی انکار کروں۔''

پھر روتے ہوئے فرمانے لگے: ''اے ابوحازم! مجھے وہ حدیث سناؤ جو تم نے مجھے مدینہ منورہ میں سنائی تھی۔'' تو میں نے کہا: ''اے امیر المومنین! میں نے حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے سامنے دشوار گزار گھاٹی ہے جس سے صرف کمزور اور نحیف لوگ ہی گزر سکیں گے۔''

(حلیۃ الاولیاء، مسند عمر بن عبدالعزیز، رقم 7298، ج 5، ص 333)

حدیث سُن کر غشی طاری ہوگئی

یہ حدیث پاک سن کر حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ بہت دیر تک روتے رہے پھر فرمایا: ''اے ابوحازم! کیا میرے لئے یہ بہتر نہیں کہ میں اپنے جسم کو کمزور و نحیف بنالوں تاکہ اس ہولناک وادی سے گزر سکوں؟ لیکن مجھے اس خلافت کی آزمائش میں مبتلا کر دیا گیا ہے، پس معلوم نہیں کہ مجھے نجات ملے گی یا نہیں؟'' پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ پر غشی طاری ہوگئی۔ لوگوں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق باتیں بنانا شروع کر دیں، میں نے لوگوں سے کہا: ''تم امیر المومنین رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق باتیں نہ بناؤ تمہیں کیا معلوم! یہ کس مصیبت سے دوچار ہیں۔''

پھر انہوں نے اچانک رونا شروع کر دیا اور اتنا زور سے روئے کہ ہم سب نے ان کی آواز سنی پھر یکدم ہنسنے لگے۔ میں نے کہا: ''حضور ہم نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بڑی تعجب خیز حالت میں دیکھا۔ پہلے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ خوب روئے پھر ہنسنا شروع کر دیا، اس میں کیا راز ہے؟'' انہوں نے پوچھا: ''کیا تم نے مجھے اس حالت میں دیکھ لیا؟'' میں نے کہا: ''جی ہاں! ہم سب نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تعجب خیز حالت دیکھی ہے۔'' تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے: ''اے ابوحازم! بات دراصل یہ ہے کہ جب مجھ پر غشی طاری ہوئی تو میں نے خواب دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور مخلوق حساب و کتاب کے لئے میدان محشر میں جمع ہے، تمام امتوں کی 120 صفیں ہیں جن میں سے اسی (80) صفیں امت محمدیہ کی ہیں۔ تمام لوگ منتظر ہیں کہ کب حساب کتاب شروع ہوتا ہے۔

میدانِ محشر میں خلفاء کی پیشی

اچانک ندا آئی عبداللہ بن عثمان وابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم کہاں ہے؟ چنانچہ سیّدنا ابوبکر صدیق کو فرشتوں نے بارگاہِ خداوندی میں حاضر کیا۔ ان سے مختصر حساب لیا گیا اور انہیں دائیں جانب کی طرف جانے کا حکم ہوا پھر حضرت سیّدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو آواز دی گئی وہ بھی بارگاہ رب العزت میں حاضر کیے گئے اور مختصر حساب کے بعد انہیں بھی جنت کا مژدہ سنا دیا گیا۔ پھر حضرت سیّدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو بھی مختصر حساب کے بعد جنت میں جانے کا حکم سنایا گی پھر حضرت سیّدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو ندا دی گئی چنانچہ وہ بھی بارگاہِ احکم الحاکمین میں حاضر ہو گئے اور انہیں بھی مختصر حساب کے بعد جنت کا پروانہ مل گیا۔

جب میں نے دیکھا کہ اب میری باری آنے والی ہے تو میں منہ کے بل گر پڑا اور مجھے معلوم نہیں کہ خلفاء اربعہ کے بعد والوں کے ساتھ کیا معاملہ پیش آیا۔ پھر ندا دی گئی کہ عمر بن عبدالعزیز کہاں ہے؟ میری حالت خراب ہونے لگی اور میں پسینے میں شرابور ہو گیا۔ مجھے بارگاہِ خداوندی میں حاضر کیا گیا اور مجھ سے حساب کتاب شروع ہوا اور ہر اس فیصلے کے بارے میں پوچھا گیا جو میں نے کیا حتیٰ کہ گٹھلی، اس کے دھاگے اور گٹھلی کے چھلکے کے بارے میں بوچھ گچھ کی گئی پھر مجھے بخش دیا گیا (اور جنت میں جانے کا حکم صادر ہوا) راستے میں میری ملاقات ایک ایسے شخص سے ہوئی جو گلے سڑے جسم کے ساتھ راکھ پر پڑا تھا۔ میں نے فرشتوں سے پوچھا: یہ کون ہے؟ فرشتوں نے کہا آپ اس سے بات کیجئے، یہ آپ کو جواب دے گا۔ میں اس کے پاس گیا اور اسے ٹھوکر ماری تو اس نے آنکھیں کھول دیں اور سر اٹھا کر میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے اس سے پوچھا: تو کون ہے؟ اس نے کہا: آپ کون ہیں؟ میں نے کہا: میں عمر بن عبدالعزیز ہوں۔ پھر اس نے پوچھا اللہ رب العزت نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ میں نے کہا: مجھے میرے رحیم و کریم پروردگار نے اپنے فضل و کرم سے بخش دیا اور میرے ساتھ بھی وہی معاملہ فرمایا جو خلفاء اربعہ علیہم الرضوان کے ساتھ فرمایا اور مجھے بھی جنت میں جانے کا حکم

ہوا ہے۔ ان کے علاوہ باقی لوگوں کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوا۔

حجاج بن یوسف کا معاملہ

وہ شخص کہنے لگا آپ رحمۃ اللہ علیہ کو بہت بہت مبارک ہو آپ رحمۃ اللہ علیہ کامیاب ہو گئے۔ میں نے پوچھا: تم کون ہو؟ اس نے کہا: میرا نام حجاج بن یوسف ہے، مجھے جب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا گیا تو میں نے اپنے پروردگار کو بہت غضب وقہر کے عالم میں پایا اور مجھے ہر اس قتل کے بدلے سخت عذاب دیا گیا جو میں نے دنیا میں کیا تھا جن طریقوں سے میں نے دنیا میں بے گناہوں کو قتل کیا تھا انہی طریقوں سے مجھے بھی سخت عذاب دیا گیا۔ اب میں یہاں پڑا ہوا ہوں اور اپنے رب تعالیٰ کی رحمت کا امیدوار ہوں جس طرح کہ سب موحدین منتظر ہیں۔ اب یا تو ہمارا ٹھکانہ جنت ہو گا یا جہنم۔" حضرت سیّدنا ابوحازم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "حضرت سیّدنا عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کے بعد میں نے عہد کر لیا کہ آئندہ کبھی بھی کسی مسلمان کو قطعی جہنمی نہیں کہوں گا۔" (بندہ چاہے کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت بڑی وسیع ہے، وہ جسے چاہے بخش دے)۔ (عیون الحکایات)

(182)
طہارت کی اہمیت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر قبروں میں عذاب ہو رہا تھا' پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّهُمَا لَا يُعَذَّبَانِ فِيْ كَبِيْرٍ بَلٰى اِنَّهٗ كَبِيْرٌ' اَمَّا اَحَدُهُمَا فَكَانَ يَمْشِيْ بِالنَّمِيْمَةِ' وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَكَانَ لَا يَسْتَتِرُ مِنْ بَوْلِهٖ.

''ان لوگوں کو عذاب ہو رہا ہے اور وہ عذاب کسی بڑی بات پر نہیں ہو رہا (کہ جس سے یہ رک نہیں سکتے تھے) پھر فرمایا وہ بڑی بات ہی تو ہے ان میں سے ایک تو چغل خوری کرتا تھا اور دوسرا اپنے پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔''

پھر آپ نے ایک شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے۔ ان دونوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا گاڑ دیا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ آپ نے کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: ''امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہو جائیں ان دونوں پر عذاب میں کمی ہو رہے گی۔''

(بخاری الوضوء باب من الکبائر ان لا یستتر من بولہ 216' 218' 1361)

نماز میں ادائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا لحاظ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے'

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے جوتے اتارے اور اپنی بائیں طرف رکھ لیے جب لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا کرتے ہوئے دیکھا تو انہوں نے بھی اپنے جوتے اتار دیئے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو آپ نے پوچھا: ''تم نے اپنے جوتے کیوں اتارے؟'' لوگوں نے جواب دیا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جوتے اتارتے ہوئے دیکھا تو ہم نے بھی اتار دیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جبرئیل میرے پاس آئے اور بتایا: آپ کے جوتوں میں نجاست لگی ہے۔'' اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی مسجد میں آئے تو دیکھ لے اگر جوتوں میں گندگی یا نجاست لگی ہو تو ان کو زمین پر رگڑ دے اس کے بعد (ان کو پہن کر) نماز پڑھے۔'' (ابوداؤد الصلاۃ باب الصلاۃ فی النعل 650 الدارمی 320/1 ابن حبان 360 احمد 20/3 البیہقی 431/2 صحیح عند الالبانی)

اللہ تعالیٰ صاف ستھرا رہنے والوں کو پسند کرتا ہے

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

فِيْهِ رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ۝

(9 التوبہ: 108)

(یہاں کے) لوگ ایسے ہیں جو خوب طہارت حاصل کرنے کو محبوب رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی خوب پاک صاف رہنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔ اہل قباء کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ قباء کے لوگ (ڈھیلوں سے استنجے کے بعد) پانی سے طہارت حاصل کیا کرتے تھے اور اسی بناء پر یہ آیت ان کی شان میں نازل ہوئی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آزمائش

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے فرمان الٰہی:

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ (البقرہ: 124)

"اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو چند چیزوں کے ساتھ آزمایا۔"
کے متعلق مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اِبْتَلاہُ بِالطَّهَارَةِ خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ وَخَمْسٌ فِي الْجَسَدِ .
طہارت کے سلسلے میں آزمایا تھا جن میں پانچ کا تعلق سر اور پانچ کا تعلق جسم سے ہے۔

(خَمْسٌ فِي الرَّأْسِ) سر کی پانچ (سنتیں):
1- قَصُّ الشَّارِبِ ۔ مونچھیں کاٹنا۔
2- وَالْمَضْمَضَةُ ۔ کلی کرنا۔
3- وَالْاِسْتِنْشَاقُ ۔ ناک میں پانی چڑھانا۔
4- وَالسِّوَاكُ ۔ مسواک کرنا۔
5- وَفَرْقُ الرَّأْسِ ۔ سر میں مانگ نکالنا۔
(خَمْسٌ فِي الْجَسَدِ) جسم کی پانچ (سنتیں):
1- تَقْلِيمُ الْاَظَافِرِ ۔ ناخن کاٹنا۔
2- وَحَلْقُ الْعَانَةِ ۔ زیر ناف بال مونڈنا۔
3- وَالْخِتَانُ ۔ ختنہ کرنا۔
4- وَنَتْفُ الْاِبِطِ ۔ بغلوں کے بال اکھیڑنا۔
5- وَغَسْلُ اَثَرِ الْغَائِطِ وَالْبَوْلِ بِالْمَاءِ ۔ پانی کے ساتھ بول و براز کے نشانات دھونا۔ (تفسیر ابن کثیر 166/1)

تین چیزیں ایمان میں سے ہیں

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تین چیزیں ایمان میں سے ہیں:
1- اَنْ يَّحْتَلِمَ الرَّجُلُ فِي اللَّيْلَةِ الْبَارِدَةِ فَيَقُوْمُ فَيَغْتَسِلُ لَا يَرَاهُ اِلَّا اللّٰهُ .

"سرد رات میں آدمی محتلم ہو پس اٹھ کر اس نے غسل کیا جبکہ اسے اللہ کے

علاوہ کوئی نہیں دیکھ رہا تھا۔"

2- وَالصَّوْمُ فِي الْيَوْمِ الْحَارِّ.

"سخت گرمی (لمبے دنوں) کے روزے۔"

3- وَصَلَاةُ الرَّجُلِ فِي الْأَرْضِ الْفَلَاةِ لَا يَرَاهُ إِلَّا اللّٰهُ.

"گھنے جنگل میں آدمی کا نماز پڑھنا جبکہ اللہ کے علاوہ کوئی اسے دیکھ نہ رہا ہو۔" (البیہقی فی شعب الایمان 3/22، 2757)

اگر ہمارے دل پاک ہو جائیں.............

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

لَوْ طَهُرَتْ قُلُوْبُنَا مَا اَشْبَعَتْ مِنْ كَلَامِ رَبِّنَا.

"اگر ہمارے دل پاک ہوں تو دل کبھی بھی ہمارے پروردگار کے کلام (تلاوت قرآن) سے سیر نہ ہوں۔ (اغاثۃ اللھفان لابن القیم 1/55)

☆...... حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی عورت کے گھر میں نماز پڑھنی چاہی تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا: اے عورت!

هَلْ فِي بَيْتِكَ مَكَانٌ طَاهِرٌ فَنُصَلِّيَ فِيْهِ؟

"کیا تیرے گھر میں کوئی پاک جگہ ہے جہاں ہم نماز ادا کریں۔"

تو اس عورت نے کہا:

طَهِّرَا قُلُوْبَكُمَا ثُمَّ صَلِّيَا اَيْنَ اَحْبَبْتُمَا.

"تم اپنے دلوں کو پاک کرو پھر جہاں چاہو نماز پڑھو۔"

اس پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کہا: اے ابودرداء رضی اللہ عنہ تو نے مسئلہ ایک غیر فقیہہ سے سمجھ لیا۔ (ایضاً 1/153)

حوضِ کوثر پہ اُمت محمدیہ کی پہچان

سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی

طرف گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ .

''(اے) مومن! لوگوں کے گھر (والو) تم پر سلام ہو اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔''

(صحابہ رضی اللہ عنہم نے) کہا: یارسول اللہ! کیا ہم آپ کے بھائی نہیں ہیں؟ فرمایا تم میرے صحابہ ہو۔ میرے بھائی ابھی نہیں آئے ہیں۔ میں حوض (کوثر) پر سب سے آگے ہوں گا۔ لوگوں نے کہا: یارسول اللہ! آپ اپنے بعد والے امتیوں کو کس طرح پہچانیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا خیال ہے ایک آدمی کے کالے سیاہ گھوڑوں میں سیاہ جسم وسفید سر والے گھوڑے ہوں تو وہ اپنے گھوڑے پہچان نہیں لے گا؟'' لوگوں نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''پس وہ (امتی) قیامت کے دن وضو کی وجہ سے سفید چمکتے چہرے ہاتھوں قدموں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض پر ان کے آگے ہوں گا پھر میری امت کے کچھ لوگوں کو مجھ سے روکا جائے گا جس طرح گم شدہ اونٹ ہٹایا جاتا ہے میں آواز دوں گا آؤ آؤ (پانی پیو) تو کہا جائے گا انہوں نے دین کو بدل دیا تھا (بدعتی ہو گئے تھے) میں کہوں گا دور ہو جاؤ' دور ہو جاؤ۔''

(مسلم شریف' 249)

جنت میں جوتوں کی آواز سننا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا:

''اے بلال! مجھے اپنا اسلام میں کیا ہوا کوئی سب سے زیادہ پر امید عمل بتاؤ۔ بلاشبہ میں نے (خواب کے اندر) جنت میں اپنے سامنے تمہارے جوتوں کی آہٹ (حرکت) سنی ہے۔''

تو بلال رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے ایسا کوئی عمل نہیں کیا جو میرے نزدیک اس سے زیادہ پر امید ہو کہ میں نے رات اور دن کے اوقات میں جب بھی وضو کیا اس کے

ساتھ لازماً اس قدر نماز پڑھی جتنی کہ میرے لئے پہلے سے لکھ دی گئی تھی (میں ہر وضو کے بعد نوافل ادا کرتا ہوں)۔ (صحیح بخاری، الجمعۃ، باب فضل الطھور باللیل والنہار وفضل الصلاۃ بعد الوضوء، 1149، مسلم 2458، ابن خزیمۃ 1308)

طہارت کا اہتمام اور صحابہ کرام

سیّدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو مسلمان رات کو ذکر و اذکار اور وضو کر کے سوتا ہے تو وہ رات کو بیدار ہونے پر دنیا و آخرت کی جو بھلائی اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے وہ بھلائی اللہ تعالیٰ اسے دے دیتا ہے۔''
(سنن ابی داؤد 5042، سندہ صحیح)

☆......سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس شخص نے جمعہ کے دن غسل جنابت (کی طرح) غسل کیا پھر پہلی گھڑی میں (مسجد کی طرف) ہو گیا گویا اس نے اللہ کی راہ میں اونٹ کا نذرانہ دیا اور جو شخص دوسری گھڑی میں گیا گویا اللہ کا تقرب حاصل کرنے کے لئے اس نے گائے کا صدقہ کیا اور جو تیسری گھڑی میں گیا گویا اس نے سینگوں والے مینڈھے کا صدقہ کیا اور جو چوتھی گھڑی میں گیا گویا اس نے مرغی کا صدقہ کیا اور جو پانچویں گھڑی میں گیا گویا اس نے انڈے کا صدقہ کیا۔'' (بخاری 929، مسلم 850)

☆......حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَرَاَیْتُ زَیْدًا یَجْلِسُ فِی الْمَسْجِدِ وَاِنَّ السِّوَاکَ مِنْ اُذُنِہٖ مَوْضِعَ الْقَلَمِ مِنْ اُذُنِ الْکَاتِبِ فَکُلَّمَا قَامَ۔

''میں نے حضرت زید جہنی رضی اللہ عنہ کو مسجد میں بیٹھے ہوئے دیکھا اور بلاشبہ مسواک ان کے کان میں اس جگہ موجود تھی جہاں کاتب کے قلم ہوتا ہے اور جب بھی وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو مسواک کرتے۔ (اور

پھر مسواک کو اسی جگہ یعنی کان پر رکھ لیتے تھے)"
(ترمذی، الطہارۃ باب ماجاء فی السواک 23)

پاکیزگی نصف ایمان ہے:

ابو مالک، حارث بن عاصم اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلطُّهُوْرُ شَطْرُ الْإِيْمَانِ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَمْلَأُ الْمِيْزَانَ، وَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ، تَمْلَآنِ. أَوْ تَمْلَأُ مَا بَيْنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ، وَالصَّلَاةُ نُوْرٌ، وَالصَّدَقَةُ بُرْهَانٌ، وَالصَّبْرُ ضِيَاءٌ، وَالْقُرْآنُ حُجَّةٌ لَكَ أَوْ عَلَيْكَ كُلُّ النَّاسِ يَغْدُوْ، فَبَائِعٌ نَفْسَهُ فَمُعْتِقُهَا، أَوْ مُوْبِقُهَا.

"پاکیزگی نصف ایمان ہے (اجر و ثواب میں آدھے ایمان کے برابر ہے) اور الحمد للہ کہنا میزان کو بھر دینا ہے (بہت وزنی عمل ہے جس کے اجر و ثواب سے میزان اعمال بھاری ہو جائے گی) اور نماز روشنی ہے (جس سے اسے دنیا میں حق کی طرف رہنمائی ملتی ہے اور آخرت میں پل صراط سے گزرتے وقت بھی یہ روشنی مومن کے کام آئے گی) اور صدقہ دلیل ہے (اس بات پر کہ اس کا ادا کرنے والا مومن ہے) صبر روشنی ہے، قرآن تیرے لئے حجت (دلیل) ہے (اگر اس پر عمل کیا جائے بصورت دیگر) تیرے خلاف دلیل ہے۔ ہر ایک صبح صبح اپنے کاموں میں نکلنے والا ہے اور وہ اپنے نفس کا سودا کرتا ہے، پس اسے (عذاب سے آزاد کرنے والا ہے) یا اس کو (اللہ کی رحمت سے محروم کر کے) ہلاک کرنے والا ہے۔"
(صحیح مسلم الطہارۃ، باب فضل الطہور، 223)

آیہ تیمم کا نزول

ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں

ہم کسی سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، جب ہم بیداء یا ذات الجیش (مقام) پر پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ڈھونڈنے کے لئے قیام کیا اور لوگ بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے اور اس مقام پر کہیں پانی نہ تھا (اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی تھا) لہٰذا لوگ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور کہا: آپ نہیں دیکھتے کہ (ام المومنین) عائشہ نے کیا کیا ہے؟ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب لوگوں کو روک لیا اور لوگ ایسے مقام پر ہیں جہاں پانی نہیں ہے اور نہ ان کے پاس پانی ہے! سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ مجھ سے ناراض ہوئے اور جو اللہ نے چاہا وہ انہوں نے مجھے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں چوکے مارنے لگے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک میری ران پر تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سو رہے تھے اس لئے میں درد کی شدت کے باوجود حرکت نہیں کر سکتی تھی پھر صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ بیٹھے جب کہ آپ بغیر پانی والے (مقام پر) تھے چنانچہ اللہ بزرگ و برتر نے آیت تیمم نازل فرمائی۔ لوگوں نے تیمم کیا (اور نماز ادا کی) حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مَاهِيَ بِأَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلِ اَبِيْ بَكْرٍ۔

''اے آل ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔''

(تیمم والی سہولت کے علاوہ کئی سہولتیں صحابہ کو ابوبکر کی اولاد کی وجہ سے مل چکی تھیں) عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جس اونٹ پر میں سوار ہوا کرتی تھی اس کو اٹھایا تو اس کے نیچے سے ہار مل گیا۔ (صحیح بخاری التیمم، باب 334)

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک فرما دیں:

حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے:

فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ (وَيْحَكَ ارْجِعْ فَاسْتَغْفِرِ اللهَ وَتُبْ اِلَيْهِ) قَالَ فَرَجَعَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ يَارَسُوْلَ اللهِ طَهِّرْنِيْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (وَيْحَكَ ارْجِعْ

فَاسْتَغْفِرُ اللّٰہَ وَتُبْ اِلَیْہِ) قَالَ فَرَجَعَ غَیْرَ بَعِیْدٍ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ طَھِّرْنِیْ۔

اور عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کریں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”تیرے لئے ہلاکت ہو واپس جا' اللہ سے معافی مانگ اور اس کی طرف رجوع کر۔“ تو وہ تھوڑی دور ہی جا کر لوٹ آئے اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”ہلاکت ہو تیرے لئے۔ لوٹ جا اللہ سے معافی مانگ اور اس کی طرف رجوع کر۔“ وہ تھوڑی دور جا کر لوٹا پھر آ کر عرض کی اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کریں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی طرح فرمایا یہاں تک کہ چوتھی دفعہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”میں تجھے کس بارے میں پاک کروں؟“ اس نے عرض کیا زنا سے۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ”کیا یہ دیوانہ ہے؟“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی گئی کہ وہ دیوانہ نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا اس نے شراب پی ہے؟“ ایک آدمی نے اٹھ کر اسے سونگھا اور اس سے شراب کی بدبو نہ پائی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا تو نے زنا کیا؟“ اس نے کہا: ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اسے رجم کیا گیا۔

حضرت ماعز کی توبہ

لوگ اس کے بارے میں دو گروہوں میں بٹ گئے۔ ان میں سے ایک کہنے والے نے کہا یہ ہلاک ہو گیا اور اس کے گناہ نے اسے گھیر لیا اور دوسرے کہنے والے نے کہا: ماعزؓ کی توبہ سے افضل کوئی توبہ نہیں۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا اور اس نے اپنا ہاتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں رکھ کر عرض کیا مجھے پتھروں سے قتل کر دیں۔ پس صحابہ رضی اللہ عنہم دو دن یا تین دن اسی بات پر ٹھہرے رہے یعنی اختلاف رہا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اس حال میں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے

تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام فرمایا اور بیٹھ گئے اور فرمایا: "ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کے لئے بخشش مانگو۔" صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ نے ماعز بن مالک رضی اللہ عنہ کو معاف کر دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

(لَقَدْ تَابَ تَوْبَةً لَوْ قُسِمَتْ بَيْنَ أُمَّةٍ لَوَسِعَتْهُمْ) قَالَ ثُمَّ جَاءَتْهُ امْرَأَةٌ مِنْ غَامِدٍ مِنَ الْأَزْدِ فَقَالَتْ يَا رَسُولَ اللهِ طَهِّرْنِي.

"کہ انہوں نے ایسی خالص توبہ کی ہے کہ اگر اس کو امت میں تقسیم کر دیا جاتا تو ان سب کے لئے کافی ہو جاتی۔" پھر ایک عورت جو قبیلہ غامد سے تھی جو کہ ازد کی شاخ ہے آپ کے پاس حاضر ہوئی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کر دیں۔

عورت کو رجم کیا گیا

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تیرے لئے ہلاکت ہو واپس ہو جا اللہ سے معافی مانگ اور اس کی طرف رجوع کر۔" اس نے عرض کیا: میرا خیال ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے واپس کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ماعز رضی اللہ عنہ کو واپس کیا تو آپ نے فرمایا: "تو نے زنا کیا ہے؟" اس نے عرض کیا جی ہاں! آپ نے اس سے فرمایا: "وضع حمل تک جو تیرے پیٹ میں ہے اسے جننے تک چلی جا۔ ایک انصاری آدمی نے اس کی کفالت کی ذمہ داری لی یہاں تک کہ وضع حمل ہو گیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا: غامدیہ نے وضع حمل کر دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہم اس وقت اسے رجم نہیں کریں گے کیونکہ ہم اس کے بچے کو چھوٹا چھوڑیں گے تو اسے دودھ کون پلائے گا؟" انصار میں سے ایک آدمی نے عرض کیا: اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی رضاعت میرے ذمہ ہے پھر اسے رجم کر دیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی 4431 (1695))

ایک دوسری روایت میں اس طرح کے الفاظ ہیں:

حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ماعز بن

مالک اسلمی رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے عرض کی اے اللہ کے رسول! میں نے اپنی جان پر ظلم کیا اور زنا کیا اور میں ارادہ کرتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لوٹا دیا۔ اگلی صبح وہ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی اے اللہ کے رسول! تحقیق میں نے زنا کیا۔ آپ نے دوسری مرتبہ بھی واپس کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی قوم کی طرف پیغام بھیجا اور فرمایا: "کیا تم اس کی عقل میں کوئی خرابی جانتے ہو اور تم نے اس میں کوئی غیر پسندیدہ بات دیکھی ہے؟" انہوں نے عرض کیا: ہم تو اسے اپنے برگزیدہ لوگوں میں سے کامل العقل جانتے ہیں۔

حدود میں چھان بین

ماعز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تیسری مرتبہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم کے پاس پیغام بھجوایا اور اس نے اس بارے میں پوچھا تو انہوں نے آپ کو خبر دی کہ اسے کوئی بیماری نہیں ہے اور نہ ہی عقل میں خرابی ہے۔ جب چوتھی بار ہوئی تو اس کے لئے گڑھا کھودا گیا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تو اسے سنگسار کر دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں: پھر غامدیہ عورت آئی۔ اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! تحقیق میں نے زنا کیا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے پاک کر دیں۔ آپ نے اسے واپس کر دیا۔ جب اگلی صبح ہوئی تو اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کیوں واپس کرتے ہیں شاید کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اسی طرح واپس کرتے ہیں جیسا کہ آپ نے ماعز کو واپس کیا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں تو البتہ حاملہ ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اچھا اگر تو واپس نہیں جانا چاہتی تو جا یہاں تک کہ بچہ جن لے۔" جب اس نے بچہ جن لیا تو وہ بچہ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر آئی اور عرض کیا یہ میں نے بچہ جن دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جا اور اسے دودھ پلا یہاں تک کہ یہ کھانے کے قابل ہو جائے (دودھ چھڑا دے)" پس جب اس نے اس کا دودھ چھڑایا تو وہ بچہ لے کر حاضر ہوئی۔ اس حال میں کہ بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ٹکڑا تھا اور عرض کی اے اللہ کے نبی! میں

نے اس کا دودھ چھڑا دیا ہے اور یہ کھانا کھاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ بچہ مسلمانوں میں سے ایک آدمی انصاری کے سپرد کیا پھر حکم دیا تو اس کے سینے تک گڑھا کھودا گیا اور لوگوں کو حکم دیا تو انہوں نے اسے سنگسار کر دیا۔

بڑی عظیم توبہ

فَيُقْبِلُ خَالِدُ بْنُ الْوَلِيْدِ بِحَجَرٍ فَرَمٰى رَأْسَهَا فَتَنَضَّحَ الدَّمُ عَلٰى وَجْهِ خَالِدٍ فَسَبَّهَا فَسَمِعَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبَّهُ إِيَّاهَا فَقَالَ (مَهْلًا يَا خَالِدُ فَوَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ لَقَدْ تَابَتْ تَوْبَةً لَوْ تَابَهَا صَاحِبُ مُكْسٍ لَغُفِرَ لَهٗ) ثُمَّ أَمَرَ بِهَا فَصَلّٰى عَلَيْهَا وَدُفِنَتْ ۔

"پس خالد بن ولید رضی اللہ عنہ متوجہ ہوئے اور اس کے سر پر ایک پتھر مارا تو خون کی دھار خالد رضی اللہ عنہ کے چہرے پر آپڑی اور انہوں نے اسے برا بھلا کہا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس بات کو سنا تو روکتے ہوئے فرمایا: "اے خالد! اس ذات کی قسم! جس کے قبضہ میں میری جان ہے تحقیق اس نے ایسی توبہ کی ہے کہ اگر ناجائز ٹیکس وصول کرنے والا بھی ایسی توبہ کرتا تو اسے معاف کر دیا جاتا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور اس کا جنازہ ادا کیا گیا اور دفن کیا گیا۔

(صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسہ بالزنی 4431(1695))

(183)

احساسِ کمتری

انگریزوں نے غیر منقسم ہندوستان کے باشندوں کو ایک طویل عرصے تک نہایت کامیابی کے ساتھ اپنا غلام بنائے رکھا۔ اس کامیابی کا سہرا سول سروس کے سر جاتا ہے جس کے ارکان کی تعداد ایک وقت میں ہزار ڈیڑھ ہزار سے زیادہ کبھی نہیں رہی۔ یہ ہزار ڈیڑھ ہزار افراد ہندوستان کے کروڑوں عوام کی قسمت کے مالک تھے۔ اس سروس میں زیادہ تر انگریز ہوتے تھے لیکن ایک خاص تعداد میں ہندوستانیوں کو بھی لیا جاتا تھا۔ یہ کالے انگریز' انگریزوں سے بڑھ کر تاج برطانیہ کے وفادار تھے۔ یہی نہیں بلکہ وہ اپنے ہندوستانی ہونے پر نادم رہتے تھے۔ اس لئے نہیں چاہتے تھے کہ انہیں ان کے ماضی کے حوالے سے پہچانا جائے۔

مولوی عبدالحق نے اپنے ایک مضمون "آئی سی ایس" میں ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے۔ ایک کالا انگریز اپنے کسی دوست کے ساتھ بیٹھا تھا کہ اس کے والد کمرے میں بے تکلف چلے آئے۔ ان کی دیہاتی وضع قطع ایسی تھی کہ صاحب بہادر کو اپنے دوست کے سامنے انہیں اپنا والد بتاتے ہوئے شرم آئی لہٰذا یہ کہہ کر تعارف کرایا "یہ میرے والد کے ایک دوست ہیں۔" والد محترم کو غصہ آگیا۔ انہوں نے بیٹے کے دوست کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "میں ان کے والد کا نہیں والدہ کا دوست ہوں۔"

(خامہ بگوش کے قلم سے ص 28)

(184)

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑے

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کا قصہ احادیث میں کثرت سے آتا ہے۔ وہ اپنی سرگزشت بڑی تفصیل سے سنایا کرتے تھے۔ وہ فرماتے ہیں: میں تبوک سے پہلے کسی لڑائی میں بھی اتنا قوی و مال دار نہیں تھا جتنا کہ تبوک کے وقت تھا۔ اس وقت میرے پاس خود اپنی ذاتی دو اونٹنیاں تھیں۔ اس سے پہلے کبھی بھی دو اونٹنیاں میرے پاس نہیں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ عادت شریفہ یہ تھی کہ جس طرف لڑائی کا ارادہ ہوتا تھا اس کا اظہار نہیں ہوتا تھا بلکہ دوسری جانبوں کے احوال دریافت فرماتے تھے۔ مگر اس لڑائی میں چونکہ گرمی بھی شدید تھی اور سفر بھی دور کا تھا اس کے علاوہ دشمنوں کی بھی بڑی جماعت تھی اس لئے صاف اعلان فرما دیا تھا تاکہ لوگ تیاری کر لیں چنانچہ مسلمانوں کی اتنی بڑی جماعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گئی کہ رجسٹر میں ان کا نام بھی لکھنا دشوار تھا اور مجمع کی کثرت کی وجہ سے اگر کوئی شخص چھپنا چاہتا کہ میں نہ چلوں نہ پتہ چلے تو دشوار نہ تھا۔ اس کے ساتھ ہی پھل بھی پک رہے تھے میں بھی سفر کی تیاری صبح ہی سے کرتا مگر شام ہو جاتی اور کسی قسم کی تیاری کی نوبت نہ آتی لیکن میں اپنے دل میں خیال کرتا رہا کہ مجھے وسعت حاصل ہے۔ جب ارادہ پختہ کر دوں فوراً ہو جائے گا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو گئے اور مسلمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو گئے مگر میرا سامان تیار نہ ہوا پھر بھی یہی خیال رہا کہ ایک دو روز میں تیاری کر کے جا ملوں گا۔ اسی طرح آج کل پر ٹلتا رہا حتیٰ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں پہنچنے کا زمانہ تقریباً آ گیا۔ اس وقت میں نے کوشش بھی کی مگر سامان نہ ہو سکا۔ اب میں جب مدینہ طیبہ میں ادھر ادھر دیکھتا ہوں تو صرف وہی لوگ ملتے ہیں جن کے اوپر نفاق کا بدنما داغ لگا ہوا تھا یا وہ معذور تھے اور حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تبوک جا کر دریافت فرمایا: کعب نظر نہیں آتے کیا بات ہوئی؟
ایک صاحب نے کہا: یارسول اللہ! اس کو اپنے مال و جمال کی اکڑ نے روکا۔

حضرت کعب کی تبوک سے غیر حاضری

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: غلط کہا۔ ہم جہاں تک سمجھتے ہیں وہ بھلا آدمی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اور کچھ نہ بولے حتیٰ کہ چند روز میں میں نے واپسی کی خبر سنی تو مجھ پر رنج و غم سوار ہوا اور بڑا فکر ہوا۔ دل میں جھوٹے جھوٹے عذر آتے تھے کہ اس وقت کسی فرضی عذر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے جان بچا لوں پھر کسی وقت معافی کی درخواست کرلوں گا اور اس بارے میں اپنے گھرانے کے ہر سمجھدار سے مشورہ کرتا رہا مگر جب مجھے معلوم ہوگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے ہی آئے تو میرے دل نے فیصلہ کیا کہ بغیر سچ کے کوئی چیز نجات نہ دے گی اور میں نے سچ سچ عرض کرنے کی ٹھان لی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو اول مسجد میں تشریف لے جاتے اور دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے اور وہاں تھوڑی دیر تشریف رکھتے کہ لوگوں سے ملاقات فرمائیں چنانچہ حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے اور منافق لوگ آ کر جھوٹے جھوٹے عذر کرتے اور قسمیں کھاتے رہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ظاہر حال کو قبول فرماتے رہے اور باطن کو اللہ تعالیٰ کے سپرد فرماتے رہے۔

دربارِ رسالت میں پیشی

اتنے میں میں بھی حاضر ہوا اور سلام کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کے انداز میں تبسم فرمایا اور اعراض فرمایا میں نے عرض کیا یا نبی اللہ! آپ نے اعراض فرمایا اللہ کی قسم! نہ تو میں منافق ہوں نہ مجھے ایمان میں کچھ تردد ہے۔ ارشاد فرمایا: یہاں آ، میں قریب ہو کر بیٹھ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کس چیز نے روکا؟ کیا تو نے اونٹنیاں نہیں خرید رکھی تھیں؟ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر میں کسی دنیادار کے پاس اس وقت ہوتا تو مجھے یقین ہے کہ میں اس کے غصہ سے معقول عذر کے ساتھ خلاصی پالیتا

کہ مجھے بات کرنے کا سلیقہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق مجھے معلوم ہے کہ اگر آج صاف صاف عرض کر دوں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ آئے گا لیکن قریب ہے کہ اللہ پاک کی ذات آپ کے عتاب کو زائل فرما دے گی اس لئے سچ ہی عرض کرتا ہوں کہ واللہ مجھے کوئی عذر نہیں تھا اور جیسا فارغ اور وسعت والا میں ان زمانہ میں تھا کسی زمانہ میں بھی اس سلسلے سے پہلے نہیں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اچھا اٹھ جاؤ تمہارا فیصلہ اللہ جل شانہ فرمائے گا۔ میں وہاں سے اٹھا تو میری قوم کے بہت سے لوگوں نے مجھے ملامت کی کہ تو نے اس سے پہلے کوئی گناہ نہیں کیا تھا اگر تو کوئی عذر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے استغفار کی درخواست کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار تیرے لئے کافی تھا۔ میں نے ان سے پوچھا: کوئی اور بھی ایسا شخص ہے جس کے ساتھ یہ معاملہ ہوا ہو؟ لوگوں نے بتلایا کہ دو شخصوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا کہ انہوں نے یہی گفتگو کی جو تو نے کی اور یہی جواب ان کو ملا جو تجھ کو ملا۔ ایک ہلال رضی اللہ عنہ بن امیہ دوسرے مرارہ رضی اللہ عنہ بن ربیع۔ میں نے دیکھا کہ دو صالح شخص جو دونوں بدری ہیں وہ بھی میرے شریک حال ہیں۔

بول چال بند ہو گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تینوں سے بولنے کی ممانعت بھی فرما دی کہ کوئی شخص ہم سے کلام نہ کرے یہ قاعدہ کی بات ہے کہ غصہ اسی پر آتا ہے جس سے تعلق ہوتا ہے اور تنبیہ اسی کو کی جاتی ہے جس میں اس کی اہلیت بھی ہو۔ جس میں اصلاح و صلاح کی قابلیت ہی نہ ہو اس کو تنبیہ ہی کون کرتا ہے؟

حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ممانعت پر لوگوں نے ہم سے بولنا چھوڑ دیا اور ہم سے اجتناب کرنے لگے اور گویا دنیا ہی بدل گئی حتیٰ کہ زمین باوجود اپنی وسعت کے تنگ معلوم ہونے لگی۔ سارے لوگ اجنبی معلوم ہونے لگے۔ در و دیوار اوپرے بن گئے۔ مجھے سب سے زیادہ اس کا فکر تھا کہ میں اس حال میں مر گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنازے کی نماز بھی نہ پڑھیں گے اور خدانخواستہ حضور صلی اللہ علیہ

وسلم کا وصال ہو گیا تو میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ایسا ہی رہوں گا۔ نہ مجھ سے کوئی کلام کرے گا نہ میری نماز پڑھے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے خلاف کون کر سکتا ہے۔

غرض ہم لوگوں نے پچاس دن اس حال میں گزارے۔ میرے دونوں ساتھی تو شروع ہی سے گھروں میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ میں سب میں قوی تھا' چلتا پھرتا' بازار میں جاتا' نماز میں شریک ہوتا مگر مجھ سے بات کوئی نہ کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں شامل ہو کر سلام کرتا اور بہت غور سے خیال کرتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب مبارک جواب کے لئے ہلے یا نہیں۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہی کھڑے ہو کر نماز پوری کرتا اور آنکھ چرا کر دیکھتا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے بھی ہیں یا نہیں۔ جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھتے۔ جب میں ادھر متوجہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ادھر منہ پھیر لیتے اور میری جانب سے اعراض فرما لیتے۔ غرض یہی حالات گزرتے رہے اور مسلمانوں کا بات چیت بند کرنا مجھ پر بہت ہی بھاری ہو گیا تو میں ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی دیوار پر چڑھا۔ وہ میرے رشتے کے چچازاد بھائی بھی تھے اور مجھ سے تعلقات بھی بہت زیادہ تھے۔ میں نے اوپر چڑھ کر سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ان کو قسم دے کر پوچھا: کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھے محبت ہے تو انہوں نے اس کا بھی جواب نہ دیا۔ میں نے دوبارہ قسم دی اور دریافت کیا وہ پھر بھی چپ رہے۔ میں نے تیسری مرتبہ قسم دے کر پوچھا۔ انہوں نے کہا: اللہ جانے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ یہ کلمہ سن کر میری آنکھوں سے آنسو نکل پڑے اور وہاں سے لوٹ آیا۔

شاہِ غسان کا خط

اسی دوران ایک مرتبہ مدینے کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک قبطی کو جو نصرانی تھا اور شام سے مدینہ منورہ اپنا غلہ فروخت کرنے آیا تھا' یہ کہتے ہوئے سنا کہ کوئی کعب بن مالک کا پتہ بتا دے۔ لوگوں نے اس کو میری طرف اشارہ کر کے بتایا۔ وہ میرے پاس آیا اور غسان کے کافر بادشاہ کا خط مجھے لا کر دیا۔ اس میں لکھا ہوا تھا ہمیں معلوم ہوا کہ تمہارے

آقا نے تم پر ظلم کر رکھا ہے۔ تمہیں اللہ ذلت کی جگہ نہ رکھے اور نہ ضائع کرے تم ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔ دنیا کا قاعدہ ہوتا ہے کہ کسی بڑے کی طرف سے اگر چھوٹوں کو تنبیہ ہوتی ہے تو اس کو بہکانے والے اور زیادہ کھونے کی کوشش کرتے ہیں اور خیر خواہ بن کر اس قسم کے الفاظ سے اشتعال دلایا ہی کرتے ہیں۔ کعب رضی اللہ عنہ نے کہا میں نے یہ خط پڑھ کر اناللہ پڑھی کہ میری حالت یہاں تک پہنچ گئی کہ کافر بھی مجھ سے طمع کرنے لگے اور مجھے اسلام تک سے ہٹانے کی کوشش ہونے لگی۔ یہ ایک اور مصیبت آئی اور اس خط کو لے جا کر تندور میں پھینک دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر عرض کیا: یارسول اللہ! آپ کے اعراض کی وجہ سے میری حالت یہ ہوگئی کہ کافر مجھ سے طمع کرنے لگے۔

بیوی بھی روٹھ گئی

اسی حالت میں ہم پر چالیس روز گزرے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد میرے پاس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد لے کر آیا کہ اپنی بیوی کو بھی چھوڑ دو۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا منشا ہے کہ اس کو طلاق دے دوں؟ کہا نہیں بلکہ علیحدگی اختیار کرو اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی انہی قاصد کی معرفت یہی حکم پہنچا۔ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تو اپنے میکے چلی جا۔ جب تک اللہ اس امر کا فیصلہ نہ فرمائے وہیں رہنا۔ ہلال بن امیہ کی بیوی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا: ہلال بالکل بوڑھے شخص ہیں، کوئی خبر گیری کرنے والا نہ ہوگا تو ہلاک ہو جائیں گے اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گرانی نہ ہو تو میں کچھ کام کاج کر دیا کروں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا مضائقہ نہیں لیکن صحبت نہ کریں۔ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس چیز کی طرف ان کو میلان بھی نہیں جس روز سے یہ واقعہ پیش آیا آج تک ان کا وقت روتے ہی گزر رہا ہے۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے بھی کہا گیا کہ ہلال کی طرح تو بھی اگر بیوی کی خدمت کی اجازت لے لے تو شاید مل جائے۔ میں نے کہا: وہ بوڑھے ہیں، میں جوان ہوں نا معلوم مجھے کیا جواب ملے۔ اس

لئے میں جرأت نہیں کرتا۔ غرض اس حال میں دس روز اور گزرے کہ ہم سے بات چیت اور میل جول چھٹے ہوئے پورے پچاس دن ہو گئے۔ پچاسویں دن کی صبح نماز اپنے گھر کی چھت پر پڑھ کر میں نہایت ہی غمگین ہو کر بیٹھا ہوا تھا۔ زمین مجھ پر بالکل تنگ تھی اور زندگی دوبھر ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑ کی چوٹی پر ایک زور سے چلانے والے نے آواز دی کہ کعب رضی اللہ عنہ تم کو خوشخبری ہو۔

مجھے سچ نے نجات دلائی

میں سنتے ہی سجدے میں گر گیا اور خوشی کے مارے رونے لگا اور سمجھا کہ تنگی دور ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز کے بعد معافی کا اعلان فرما دیا جس پر ایک شخص نے پہاڑ پر چڑھ کر زور سے آواز دی کہ وہ سب سے پہلے پہنچ گئی۔ اس کے بعد ایک صاحب گھوڑے پر سوار ہو کر بھاگے ہوئے آئے۔ میں جو کپڑے پہن رہا تھا وہ نکال کر بشارت دینے والے کی نظر کر دیئے۔ اللہ کی قسم! ان دو کپڑوں کے سوا اور کوئی میرا میرے پاس نہیں تھا۔ اس کے بعد میں نے دو کپڑے مانگے ہوئے پہنے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسی طرح میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی خوشخبری لے کر لوگ گئے، جب مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوا تو وہ لوگ جو خدمت اقدس میں حاضر تھے مجھے مبارک باد دینے کے لئے دوڑے اور سب سے پہلے ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے بڑھ کر مبارکباد دی اور مصافحہ کیا جو ہمیشہ ہی یاد رہے گا۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جا کر سلام کیا تو چہرہ انور کھل رہا تھا اور آثار خوشی کے چہرے سے ظاہر ہو رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی کے وقت میں چاند کی طرح چمکنے لگتا تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے میری جائیداد جو ہے وہ سب اللہ کی راہ میں صدقہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس میں تنگی ہو گی کچھ حصہ اپنے پاس بھی رہنے دو۔ میں نے عرض کیا بہتر ہے۔ خیبر کا حصہ رہنے دیا جائے۔ مجھے سچ ہی نے نجات دی اس لئے میں نے عہد کیا کہ ہمیشہ ہی سچ بولوں گا۔

(رواہ البخاری کذا فی فضائل الاعمال صفحہ 34)

(185)

عیسیٰ علیہ السلام کا اپنے حواریوں سے خطاب

عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں اسحق بن اسماعیل نے خبر دی' انہیں یحییٰ بن ابو بکیر عبدی نے خبر دی' انہیں کسی عالم نے بتایا' وہ فرماتے ہیں: عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: اے جماعت حوارین! میں نے دنیا کو تمہارے سامنے سرنگوں کر دیا اور اسے پچھاڑ دیا ہے' تم لوگ میرے بعد اسے سہارا دے کر اٹھا نہ دینا' دنیا کی ایک نحوست اور خباثت یہ بھی ہے کہ دنیا میں اللہ کی نافرمانی کی جائے' اور ایک نحوست یہ ہے کہ اس چھوڑے بغیر آخرت نہیں مل سکتی' خبردار دنیا سے گزر و ضرور مگر اسے آباد نہ کرنا۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن علی بن شقیق نے خبر دی' انہیں محمود بن عباس نے خبر دی' انہیں حسن بن رشید نے خبر دی' وہ وہیب مکی سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام نے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے قبل فرمایا تھا اے جماعت حوارین! میں نے دنیا کو تمہارے سامنے پچھاڑ دیا ہے' تم اسے میرے بعد کھڑا نہ کر دینا' اس لئے کہ اس گھر میں کوئی خیر نہیں جس میں اللہ کی نافرمانی کی جائے اور نہ اس گھر میں کوئی بھلائی ہے جسے چھوڑ کر آخرت حاصل کی جائے' اسے گزرگاہ بنانا' اسے آباد نہ کرنا' خبردار! ہر برائی کی جڑ دنیا کی محبت ہے' بہت سی خواہشات ایسی ہیں کہ انہیں پورا کرنے والوں کو ایک طویل عرصے تک پریشان و غمگین ہونا پڑے گا۔

(الاحیاء 217/3' الاتحاف 82/8' نہایۃ الارب 243/5)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں محمد بن علی نے خبر دی' انہیں ابراہیم بن اشعث

نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے فضیل بن عیاض اور سفیان بن عیینہ سے سنا۔ وہ فرما رہے تھے: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا؛ دنیا تمہارے لئے سرنگوں ہے اور تم لوگ اس کی پیٹھ پر سوار ہو' دنیا کے بارے میں تم سے صرف بادشاہ اور عورتیں ہی جھگڑا کریں گے' تم لوگ بادشاہوں سے دنیا کے بارے میں نہ جھگڑنا' تم ان کی دنیا ان کے حوالے کر دو گے تو وہ تم سے کچھ تعرض نہ کریں گے' باقی رہی عورتیں' ان سے تم لوگ صوم وصلوٰۃ کے ذریعے بچتے رہنا۔

(الاحیاء' 217/3' اتحاف' 82/8)

(186)

حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور نام و نسب جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب ہے اور لقب "صادق" ہے۔ آپ حدیث میں اپنے والد ماجد امام محمد باقر اور دوسرے اکابر وقت کے شاگرد جلیل ہیں اور آپ کے شاگردوں میں امام اعظم ابوحنیفہ و امام مالک وسفیان ثوری وسفیان بن عیینہ و یحیٰی بن سعید و ابن جریج وغیرہ اکابر امت و اساطین ملت ہیں۔ آپ کے زہد و تقویٰ شعاری نیز ریاضت و مجاہدہ اور عبادت گزاری کے احوال بے شمار ہیں۔ امام مالک کا بیان ہے کہ میں ایک زمانے تک آپ کی خدمت میں آتا جاتا رہا مگر میں نے ہمیشہ آپ کو تین عبادتوں میں سے ایک میں مصروف پایا یا تو آپ نماز پڑھتے ہوئے ملتے یا تلاوت میں مشغول ہوتے یا روزہ دار ہوتے۔ آپ بلاوضو کبھی حدیث کی روایت نہیں فرماتے تھے۔ آپ کی دعا بہت جلد مقبول ہوتی تھی اور آپ اس درجہ مستجاب الدعوات و کثیر الکرامات تھے کہ جب آپ کو کسی چیز کی ضرورت محسوس ہوتی تو آپ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے کہ اے میرے رب! مجھے فلاں چیز کی حاجت ہے۔ آپ کی دعا ختم ہونے سے پہلے ہی وہ چیز آپ کے پہلو میں موجود ہو جاتی۔

جس کا حامی ہو خدا اس کو مٹا سکتا ہے کون؟

خلیفہ بغداد منصور عباسی آپ کا دشمن تھا۔ ایک دن اس نے اپنے وزیر سے کہا: تم امام جعفر صادق کو دربار میں حاضر کرو تا کہ میں انہیں قتل کرا دوں۔ وزیر نے امام ممدوح کو طلب کیا۔ خلیفہ نے جلادوں کو حکم دے رکھا تھا کہ جونہی امام جعفر صادق دربار میں حاضر ہوں اور میں اپنا تاج سر سے اتاروں تو فوراً تم لوگ انہیں قتل کر دینا۔ مگر ہوا یہ کہ جب امام دربار میں تشریف لائے تو ناگہاں منصور گھبرا کر کھڑا ہو گیا اور امام کو صدر مقام پر بٹھا

کر خود آپ کے روبرو مؤدب ہو کر بیٹھ گیا۔ جلادوں کو سخت تعجب ہوا کہ پروگرام تو کچھ اور ہی تھا' آخر یہ کیا ہو رہا ہے؟ منصور نے امام سے عرض کیا: آپ کو کوئی حاجت ہو تو بیان فرمایئے۔ امام نے فرمایا: بس میری حاجت یہی ہے کہ آئندہ مجھے دربار شاہی میں کبھی نہ بلایا جائے تاکہ میں یکسوئی واطمینان قلب کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول ہوں۔ منصور نے آپ کو رخصت کیا مگر اس کا بدن کانپ رہا تھا۔ امام کے تشریف لے جانے کے بعد وزیر نے اس حال کا سبب پوچھا تو منصور نے جواب دیا کہ جب امام دربار میں داخل ہوئے تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک اژدہا منہ پھیلائے ہوئے امام کے ساتھ ہے اور وہ گویا زبانِ حال سے کہہ رہا ہے کہ اگر تو نے امام کو ستایا تو میں تجھے نگل جاؤں گا چنانچہ اس کے خوف سے میرے جسم کا رونگٹا رونگٹا اور بدن کا بال بال کانپنے لگا اور میں نے خوف وہراس کے عالم میں امام کے ساتھ جو سلوک کیا اس کو تم لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

آپ کے ارشاداتِ عالیہ

آپ کا ارشاد ہے: جس کے رزق میں تنگی ہو وہ بکثرت استغفار پڑھے تو اس کے رزق میں بہت جلد کشادگی وفراخی ہو جائے گی۔ آپ یہ بھی فرماتے تھے: اگر کوئی چیز دیکھنے میں اچھی لگے تو مَا شَآءَ اللّٰہُ لَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لے تو وہ چیز نظر بد اور ہلاکت سے محفوظ رہے گی۔

آپ کا یہ بھی قول ہے: علماء رسولوں کے امین ہیں مگر شرط یہ ہے کہ یہ لوگ بادشاہوں اور امیروں کے دروازوں پر نہ جائیں ورنہ یہ لوگ امانت میں خیانت کرنے والے شمار کیے جائیں گے۔

آپ اکثر یہ دعا فرماتے تھے: یا اللہ تو مجھے اپنے مسکین بندوں کا قرب عطا فرما اور ان کی غمخواری کی توفیق دے۔

آپ نے مدینہ منورہ میں 148ھ میں وفات پائی اور جنت البقیع میں اپنے والد ماجد امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں مدفون ہوئے۔ (اکمال' طبقات' تہذیب' تذکرۃ الاولیاء)

(187)

جن کے رُتبے ہیں سوا

میدانِ عرفات اور یوم عرفہ رب ذوالجلال کے خاص انعام واکرام کا مقام و دن ہے۔ اسی میدان عرفہ میں رب ذوالجلال کا ایک عاشق زار محبت سے رو رو کر دعائیں کر رہا ہے۔ اس کی ذات سبوح وقدوس ہے اگر ہم سر بسجدہ رہیں اور اپنی اشک آلود آنکھوں کو کانٹوں اور سوئیوں پر رکھ لیں اس کے بعد بھی اس کی دس نعمتوں میں سے ایک کی شکرگزاری کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ بارالہٰ! ہم سے کتنی غلطیاں سرزد ہوئیں۔ اس وقت ہم تجھے بھولے رہے اور اے پروردگار تو ہمیں درپردہ یاد فرماتا ہے۔ ہم نے نادانی میں گناہ کیے اور اپنے خیال کے مطابق تجھ سے چھپایا اور تیرا انتہائی کرم کہ تو نے ہمارے ساتھ پھر بھی عفو کا سلوک کیا' اور ہماری خطاؤں کی پردہ پوشی کی۔

اسی واقعہ کے راوی حضرت بشر حافی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تھوڑی دیر بعد میں نے اس مرد خدا کو اس جگہ نہیں پایا تو لوگوں سے دریافت کیا وہ کون تھے کہاں گئے؟ لوگوں نے بتایا: وہ عصر حاضر کے عظیم عارف کامل شیخ ابوعبید خواص رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ انہیں نے ستر سال تک آسمان کی جانب سر اٹھا کر نہیں دیکھا۔ فرماتے تھے: مجھے اس محسن حقیقی کی طرف اپنا منہ کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ مقام تعجب ہے کہ نیک اور صالح حضرات انتہائی فرماں برداری اور حسن اطاعت کے باوجود اس طرح عجز وانکسار کریں اور نافرمان' سرکش لوگ بے خوف رہیں اور اپنی غلطیوں پر نادم نہ ہوں۔ سچ ہے۔

جن کے رتبے ہیں سوا
ان کو سوا مشکل ہے

(بزم اولیاء)

پانچ حرفوں کا زادِ راہ

حج بیت اللہ کے سفر میں حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے ایک ایسے نوجوان کو دیکھا جو ذوق وشوق میں جھومتا' پیدل سفر کر رہا تھا۔ اس کے پاس نہ کوئی سواری تھی نہ زادِ سفر' نہ توشہ دان تھا نہ پانی کی چھاگل۔ حضرت مالک بن دینار اس کی حالت کا جائزہ لینے کے بعد اس کے قریب گئے۔ سلام کیا۔ جواب ملا۔

مالک بن دینار: نوجوان! تم کہاں سے آ رہے ہو؟ نوجوان: اسی کے پاس سے۔

مالک بن دینار: کہاں جانا ہے؟ نوجوان: اسی کے پاس جانا ہے۔

مالک بن دینار: زادِ سفر کہاں ہے؟ نوجوان: اسی کے ذمہ۔

مالک بن دینار: پانی اور توشہ کے بغیر سفر کیسے تمام ہوگا۔ میں تو تجھے خالی ہاتھ دیکھ رہا ہوں۔

نوجوان: آپ فکر نہ کریں گھر سے نکلتے وقت اپنے ہمراہ میں پانچ حرفوں کا توشہ لے لیا ہے۔

مالک بن دینار: کون سے پانچ حرف؟ نوجوان: کلام ربانی **کھیعص** ۔

مالک بن دینار: ان حروف کا مطلب؟

نوجوان: ''ک'' کے معنی ''کافی'' ہ کے معنی ''ہادی'' ی کے معنی ''مووِدی'' (جگہ دینے والا) ع کا مطلب ''عالم'' ص کا مطلب ''صادق۔'' وہ کافی ہادی' مووِدی' عالم اور صادق ذات جس کی مصاحب ہو نہ وہ ضائع ہوسکتا ہے اور نہ اسے کوئی خوف ہوگا اور نہ اسے زادِ سفر اور پانی کی احتیاج ہے۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا کرتہ اتار کر نوجوان کو پیش کیا تا کہ اسے پہن لے مگر اس نے پہننے سے انکار کر دیا۔

نوجوان: اے شیخ! دینار کے کرتے سے ننگا رہنا اچھا ہے۔ یہاں کے حلال پر حساب ہوگا اور حرام پر عذاب' رات کے وقت حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کہ نوجوان آسمان کی طرف سر اٹھائے یوں عرض گزار ہے۔

"اے رحیم و کریم پروردگار! جسے طاعت پسند ہے اور گناہ سے اس کا کچھ نقصان نہیں' مولا! جو تجھے پسند ہے مجھے عطا فرما اور میرے گناہ جن سے تجھے کوئی نقصان نہیں' بخش دے۔"

اور ہم خود ہی کو قربان کیے جاتے ہیں

میقات پہنچ کر حاجیوں نے احرام باندھے۔ حضرت مالک بن دینار نے اس نوجوان سے کہا: "سب لوگ احرام باندھ کر لبیک پکار رہے ہیں۔ تم لبیک نہیں کہتے۔"

نوجوان: میں ڈرتا ہوں کہ میں لبیک (اے میرے رب میں حاضر ہوں) کہوں اور جواب میں اس طرف سے لا لبیك و لا سعديك نہ آ جائے۔

حضرت مالک بن دینار کو یہ جواب دے کر نوجوان وہاں سے چلا گیا۔ انہوں نے پھر اس کو منیٰ میں دیکھا۔ وہاں چند اشعار پڑھتا تھا جن کا مفہوم کچھ یوں ہے۔

وہ مزے قتل کا سامان کئے جاتے ہیں
دل میں برپا کوئی طوفان کئے جاتے ہیں
قتل جائز ہے مراحل و حرم میں ان کو
خود مرا مرحلہ آسان کئے جاتے ہیں
جان مری جائے تو مقتل کو خوشی ہو جائے
آج وہ مجھ پہ جو احسان کئے جاتے ہیں
گر ممکن ہو تو کریں عالم امکاں صدقے
ہم تو قربان بس اک جان کئے جاتے ہیں
عید کے دن سبھی چوپایوں کی نذریں لائے
اور ہم خود ہی کو قربان کئے جاتے ہیں

ایثار و قربانی و عشق کے جذبات میں ڈوبے ہوئے اشعار پڑھنے کے بعد نوجوان نے کہا: "خداوندا! آج لوگوں نے قربانی پیش کی اور تیرا قرب حاصل کیا۔ میرے پاس تقرب کے لئے کچھ بھی تو نہیں جو قربان کروں۔ ہاں تیرا ہی عطیہ یہ حقیر جان ہے اسے

تیرے حضور پیش کرتا ہوں۔ وادی منیٰ میں پھر ایک بھیانک چیخ ابھری جس نے گردو نواح میں سناٹا پیدا کر دیا۔ عشق الٰہی کی بادہ ناب کا سرمست نوجوان چیخ کے ساتھ ہی زمین پر گر پڑا۔ وادی منیٰ جہاں ہزاروں جانوروں کا خون خدا کے نام پر بہایا جا رہا تھا ایک نوجوان کے خون جگر سے بھی سیراب ہوئی۔ اس وقت لوگوں نے ہاتف غیبی کی آواز سنی۔

یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنا لیں

"خدا کا دوست ہے خدا کا مقتول ہے۔ عشق الٰہی کی تلوار سے قتل ہوا۔"

حضرت مالک بن دینار اور حجاج کرام کے جم غفیر نے اس مقتول محبت کو نماز جنازہ پڑھ کر سپرد لحد کیا۔ حضرت مالک پر نوجوان کی موت کا صدمہ گہرا تھا۔ بے چینی اور اضطراب میں بمشکل نیند آئی تو خواب میں وہی نوجوان ملا۔

مالک بن دینار: اے جوان صالح! رب غفور نے تیرے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟

نوجوان: یا شیخ! فضل و احسان والے رب نے میرے ساتھ وہ معاملہ فرمایا جو شہدائے بدر کے ساتھ فرمایا تھا بلکہ ان سے بھی زیادہ دیا۔

مالک بن دینار: ان سے زیادہ کیوں؟

نوجوان: ان سے زیادہ اس لیے کہ وہ حضرات کفار کی تلوار سے مارے گئے تھے اور میں خدائے جبار کی سیف محبت سے شہید ہوا۔ (ایضاً)

دیوانگی عشق بڑی چیز ہے سیماب
یہ ان کا کرم ہے جسے دیوانہ بنا لیں

(188)

یہی تو وسیلہ ہے

جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف بادشاہوں اور حکام کو مکاتیب مبارک ارسال فرمائے تو ان پر اپنی مہر ثابت فرمائی جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکھا ہوا تھا۔ ایک نامہ مبارک روم کے بادشاہ ہرقل کے پاس ارسال فرمایا۔ اس گرامی نامہ کو پہچانے کے لئے حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کا انتخاب ہوا۔ نامہ مبارک پہنچا تو ہرقل نے حکم دیا کہ کسی ایسے قریشی کو تلاش کیا جائے جو مکہ سے آیا ہو۔ اتفاق سے اس وقت ابوسفیان وہاں موجود تھے۔ انہیں ہرقل کے روبرو پیش کیا گیا۔ ابوسفیان (جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے) ہرقل کے پاس بیٹھ گئے۔ ہرقل کا ان سے ایک لمبا مکالمہ ہوا جس میں بہت سے سوال و جواب ہوئے۔ ایک سوال یہ تھا کیا اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متبعین کی اکثریت امیر لوگوں کی ہے یا غریب لوگوں کی؟ جواب ملا کہ ضعیف اور کمزور لوگوں کی اکثریت ہے۔ ہرقل کہنے لگا: وَھُمْ اَتْبَاعُ الرُّسُلِ ”پیغمبروں کے متبعین اسی طرح کے لوگ ہوتے ہیں۔“ (بخاری، حدیث 7) اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ایک حدیث میں ارشاد فرمایا: اَبْغُوْنِیْ ضُعَفَاءَ کُمْ فَاِنَّمَا تُرْزَقُوْنَ وَتُنْصَرُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ ”مجھے ضعیفوں میں تلاش کرو، کیونکہ تمہیں ان ہی کمزوروں اور ضعیفوں کی بدولت رزق اور فتح حاصل ہوتی ہے۔“ (ابوداؤد، 2594)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ مدینہ کی بوڑھی عورتوں کی ملاقات کے لئے تشریف لے جاتے، ان کی مشکلات، مسائل اور پریشانیاں پوچھتے، ان کے پاس بیٹھتے اور ان کے مسائل حل فرماتے۔ کبھی کبھار کوئی اعرابی راستہ میں روک لیتا اور اپنی حاجت

بیان کرتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی دلداری فرماتے تھے۔

بچوں کو اپنی گود میں لے لیتے' ان سے پیار کرتے اور ان سے کھیلتے تھے۔ فقیر اور مسکین لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ پکڑ لیتے' جہاں چاہتے لے جاتے اور عالم انسانیت کی سب سے بڑی شخصیت صلی اللہ علیہ وسلم اعلیٰ ترین اخلاق کے حامل امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے مصائب کا مداوا بن جاتے۔ رب تعالیٰ نے بھی ان کی شان اس طرح بیان فرمائی وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ ''بلاشبہ آپ حسن اخلاق کے بلند ترین منصب پر فائز ہیں۔'' (سورۃ القلم 4:68)

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ

(189)

مکار سانپ

حضرت سیّدنا محمد بن عینیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ حضرت سیّدنا حمیری بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ شکار کے لئے گئے۔ جب وہ ایک ویران جگہ پہنچے تو اچانک ان کی سواری کے سامنے ایک سانپ آ گیا اور اپنی دم پر کھڑا ہو گیا اور بڑی لجاجت سے حضرت سیّدنا حمیری بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض گزار ہوا "(خدا کے لئے) مجھے میرے دشمن سے پناہ دیجئے۔ اللہ رب العزت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے عرش عظیم کے سائے میں اس دن پناہ دے گا جس دن اس کے عرش کے علاوہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔ برائے کرم! مجھے میرے دشمن سے بچا لیجئے ورنہ وہ میرے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔" حضرت سیّدنا حمیری بن عبداللہ نے فرمایا: "میں تجھے کہاں چھپاؤں؟" وہ سانپ کہنے لگا "اگر آپ رحمۃ اللہ علیہ نیکی کرنا چاہتے ہیں تو مجھے اپنے پیٹ میں پناہ دے دیجئے۔" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: "آخر تو ہے کون اور مجھ سے پناہ کیوں چاہتا ہے؟" سانپ نے کہا: "میں مسلمان ہوں، مجھے مسلمان سمجھ کر پناہ دے دیجئے۔" حضرت سیّدنا حمیری بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے لئے اپنا منہ کھول دیا اور اسے اپنے پیٹ میں جانے دیا۔ کچھ دیر کے بعد ایک نوجوان آیا جس نے ایک تیز تلوار اپنے کندھے پر لٹکائی ہوئی تھی۔ اس نے آتے ہی کہا: "اے شیخ! کیا تم نے ایک سانپ دیکھا ہے، مجھے گمان ہے کہ شاید تم نے اسے اپنی چادر میں چھپا رکھا ہے؟" حضرت سیّدنا حمیری بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "میں نے کسی سانپ کو نہیں دیکھا۔" نوجوان یہ بات سن کر وہاں سے چلا گیا۔ اس نوجوان کے جاتے ہی سانپ نے اپنا منہ نکالا اور پوچھا: "کیا میرا دشمن جا چکا؟" آپ رحمۃ اللہ علیہ نے

فرمایا: ''ہاں وہ جا چکا' اب تو بھی میرے جسم سے باہر آ جا تا کہ مجھے تکلیف نہ ہو۔'' تو وہ مکار سانپ کہنے لگا ''اب تو میں تیرے جسم سے باہر نہیں آؤں گا' اب تیرے لئے دو راستے ہیں یا تو میں تجھے زہر سے ہلاک کر دوں گا یا تیرے دل میں سوراخ کر دوں گا۔''
آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے کہا: ''تو مجھے کس دشمنی کی وجہ سے سزا دینا چاہتا ہے؟''
سانپ نے کہا: ''تو بہت احمق ہے کہ تو نے مجھے نیکی کے لئے منتخب کیا' کیا تو مجھے نہیں جانتا کہ میں نے تیرے باپ آدم سے کس طرح دشمنی کی آخر تو نے میرے ساتھ احسان کیوں کیا؟''۔ ''آخر تجھے مجھ سے کیا لالچ تھا' نہ تو میرے پاس مال و دولت ہے اور نہ ہی کوئی سواری وغیرہ ہے کہ جسے بطور انعام تجھے دوں۔'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''میں نے تو صرف رضائے الٰہی کے لئے تیرے ساتھ نیکی کی تھی' اگر تو مجھے مارنا ہی چاہتا ہے تو مجھے پہاڑ پر جانے دے تا کہ میں وہیں رہ کر اپنی جان دے دوں۔'' سانپ نے کہا: ''ٹھیک ہے' تم پہاڑ پر چلے جاؤ۔'' چنانچہ آپ رحمۃ اللہ علیہ پہاڑ پر آئے اور موت کا انتظار کرنے لگے۔

غیبی مدد

جب آپ رحمۃ اللہ علیہ پہاڑ پر پہنچے تو وہاں ایک نوجوان نظر آیا جس کا چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح روشن تھا۔ اس نے کہا: ''اے شیخ! آپ رحمۃ اللہ علیہ یہاں زندگی سے مایوس ہو کر موت کا انتظار کیوں کر رہے ہیں؟'' آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سانپ والا سارا واقعہ بتایا اور کہا: ''اب سانپ میرے پیٹ میں موجود ہے' میں نے تو اسے دشمن سے بچانے کے لئے پناہ دی تھی مگر یہ مجھے مارنا چاہتا ہے۔''
اس نوجوان نے کہا: ''میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مدد کے لئے آیا ہوں۔'' پھر اس نے اپنی چادر سے ایک بوٹی نکالی اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو کھلائی جیسے ہی آپ نے وہ بوٹی کھائی آپ رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ متغیر ہو گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کپکپانے لگے پھر اس نوجوان نے دوبارہ وہی بوٹی کھلائی تو آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پیٹ میں شدید ہل چل ہوئی اور درد سا محسوس ہونے لگا۔ پھر جب تیسری بار وہ بوٹی کھلائی تو سانپ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر

پیچھے کے مقام سے نکل گیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کو سکون حاصل ہوا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس نوجوان سے پوچھا: ''اے محسن! آپ یہ تو بتاؤ کہ آپ کون ہو؟ آج آپ نے مجھ پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔''

نیک عمل نے جان بچالی

وہ نوجوان کہنے لگا ''کیا آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے نہیں پہچانا؟ ارے میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کا نیک عمل ہوں۔ جب سانپ نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کو دھوکا دیا اور آپ رحمۃ اللہ علیہ کی جان کے در پے ہو گیا تو تمام ملائکہ نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی ''یا اللہ تعالیٰ! اس کو سانپ کے شر سے محفوظ رکھ۔'' چنانچہ اللہ رب العزت نے مجھے حکم فرمایا: ''اے فلاں بندے کے نیک عمل تو جا کر میرے بندے کی مدد کر اور اس سے کہہ کہ تو نے محض ہماری رضا کی خاطر نیکی کی، جا تیری اس نیکی کے بدلے ہم نے تجھے احسان کرنے والوں میں شامل کر لیا اور ہم تیرا انجام بھی محسنین کے ساتھ فرمائیں گے اور ہم تیرے دشمنوں سے تیری حفاظت کریں گے۔'' (عیون الحکایات)

وضاحت: یہ حکایت اس لئے پیش کی گئی کہ گناہ و معاصی سے انسان کو ہمیشہ دور رہنا چاہئے ورنہ شیطان ہر طرح انسان کو ورغلانے کی کوشش کرتا ہے اور اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ انسان محض رضائے الٰہی کے لئے نیکی کرے تو اللہ رب العزت اس کی مدد فرماتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے وہ ہر صورت میں آ کر ہر طرح کی جھوٹی قسمیں کھا کر انسان کو ورغلاتا ہے لہٰذا سمجھدار وہی ہے جو اپنے دشمن کی جانب سے ہر وقت چوکنا رہے اور اس کے ہر وار کو ناکام بنا دے۔

(190)

ہمارے آقا علیہ السلام کی پسندیدہ چیز

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حُبِّبَ اِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا النِّسَاءُ وَالطِّيْبُ وَجُعِلَتْ قُرَّةُ عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ.

''دنیاوی اشیاء میں سے میرے دل میں عورتوں (اہل خانہ) اور خوشبو کی محبت پیدا کر دی گئی ہے اور نماز کو میری آنکھوں کی ٹھنڈک بنایا گیا ہے۔''

(سنن نسائی' عشرۃ النساء' باب حب النساء' 3949' البیھقی فی الکبری' 78/7' صحیح الجامع الصغیر' 3124)

☆..... حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

اَنَّہٗ کَانَ لَا یَرُدُّ الطِّیْبَ وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَا یَرُدُّ الطِّیْبَ.

''(انس رضی اللہ عنہ) خوشبو کو واپس نہیں کیا کرتے تھے اور ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی خوشبو کو واپس نہیں فرمایا کرتے تھے۔''

(صحیح بخاری' اللباس' باب من لم یرد الطیب' 5929' ترمذی' 2789' تحفۃ الاشراف' 499)

☆..... حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزوں کا تحفہ واپس نہ کیا جائے:

1- اَلْوَسَائِدُ۔ تکیہ (یا ٹیک لگانے کی کوئی چیز)

2- وَالدُّهْنُ۔ خوشبو۔

3- وَاللَّبَنُ۔ دودھ۔ (ترمذی' الادب' باب ماجاء فی کراھیۃ رد الطیب' 2790)

کائنات کی عمدہ ترین خوشبو

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر تشریف لائے اور آکر سو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ آیا اور میری والدہ محترمہ قارورہ (بوتل) لے آئیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینے کو صاف کر کے شیشی میں ڈالنے لگیں۔ اتنی میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہو گئے اور فرمانے لگے: یہ کیا ہے جو تو کر رہی ہے اے اُمّ سلیم؟ اُمّ سلیم نے کہا:

هٰذَا عَرَقُكَ نَجْعَلُهُ فِيْ طِيْبِنَا وَهُوَ مِنْ اَطْيَبِ الطِّيْبِ .

''یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ہے ہم اس کو اپنی خوشبو میں ملا لیتے ہیں اور یہ سب خوشبوؤں سے عمدہ خوشبو ہے۔''

(صحیح مسلم' الفضائل' باب طیب عرقہ...... 2331' 7055' بخاری' 6281)

ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں:

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے تو اُمّ سلیم کو دیکھ کر گھبرا گئے اور فرمانے لگے: ''اے اُمّ سلیم! تو کیا کر رہی ہے؟''

فَقَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَرْجُوْ بَرَكَتَهُ لِصِبْيَانِنَا قَالَ (اَصَبْتِ) .

تو اُمّ سلیم نے کہا: اے رسول اللہ! ہم اس کے ساتھ اپنے بچوں کے لئے (اللہ سے) برکت کے امیدوار ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ٹھیک ہے۔'' (صحیح مسلم' الفضائل' باب طیب عرقہ' التبرک' 7056)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ

قَالَتْ عَرَقُكَ اَدُوْفُ بِهٖ طِيْبِيْ .

کہتی ہیں یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ہے اور میں اس کو اپنی خوشبو میں ملا لیتی ہوں (تاکہ ہماری خوشبو کائنات کی عمدہ خوشبو بن جائے)۔

(صحیح مسلم' الفضائل' باب طیب عرقہ...... 7057)

نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ بھی عمدہ ترین خوشبو تھا۔ کیا خوب شاعر نے کہا ہے:

میں نے گلستان میں جا کر ہر گل کو دیکھا
نہ تیری سی رنگت نہ تیری سی بو ہے
نکل جائے جاں تیرے قدموں کے نیچے
یہی دل کی حسرت یہی آرزو ہے

احادیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی مقام سے گزرتے تو بے ساختہ لوگ کہہ دیتے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ آپ کی آمد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن مہکار سے معلوم ہو جاتی تھی۔ صحابی بیان کرتے ہیں:

كَانَ يُعْرَفُ بِرِيْحِ الطِّيْبِ اِذَا اَقْبَلَ ـ

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کا پتہ آپ کی حسن مہکار ہی بتا دیتی تھی۔"

(الجامع الصغیر 4988)

بقول شاعر:

ابھی اس رستہ سے گزرا ہے کوئی
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

☆..... کسی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روزوں کے متعلق بیان کرو؟ انہوں نے فرمایا: جب بھی میرا دل چاہتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزے سے دیکھوں تو میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو روزے سے ہی دیکھتا اور بغیر روزے سے چاہتا تو بغیر روزے ہی سے دیکھتا' رات میں کھڑے (نماز پڑھتے) دیکھنا چاہتا تو اسی طرح نماز پڑھتے دیکھتا اور سوتے ہوئے دیکھنا چاہتا تو اسی طرح دیکھتا۔

وَلَا مَسِسْتُ خَزَّةً وَلَا حَرِيْرَةً اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا

شَمِمْتُ مِسْكَةً وَّلَا عَبِيرَةً اَطْيَبَ رَائِحَةً مِّنْ رَّائِحَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھوں سے زیادہ نرم و نازک ریشم کے کپڑوں کو بھی نہیں دیکھا اور نہ مشک عبیر کو آپ کی خوشبو سے زیادہ خوشبودار پایا۔'' (صحیح بخاری' الصوم' باب مایذکر من صوم النبی' 1973)

کیا حسن پھول کھلا شاخ بنی ہاشم پر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو سے محبت کرتے تھے حتیٰ کہ آپ کی ظاہری اور روحانی خوشبو سے دو عالم معطر تھا۔ بقول شاعر:

شاہِ طیبہ کا ثنا گر ہے زمانہ سارا
محو توصیف پیمبر ہے زمانہ سارا
کیا حسن پھول کھلا شاخ بنی ہاشم پر
جس کی خوشبو سے معطر ہے زمانہ سارا

☆..... حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حَقًّا عَلَى الْمُسْلِمِيْنَ اَنْ يَّغْسِلُوْا يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَيَمَسَّ اَحَدُهُمْ مِنْ طِيْبِ اَهْلِهٖ فَاِنْ لَّمْ يَجِدْ فَالْمَاءُ لَهٗ طِيْبٌ.

''مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ جمعہ کے دن غسل کریں اور گھریلو خوشبو استعمال کریں اگر اسے میسر نہ آئے تو اس کے لئے پانی ہی خوشبو ہے۔'' (ترمذی' الجمعۃ' باب ماجاء فی السواک والطیب یوم الجمعۃ' 528)

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ثَلَاثٌ حَقٌّ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ: اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالسِّوَاكُ وَالطِّيْبُ.

''تین چیزیں ہر مسلمان پر حق ہیں جمعہ کے دن غسل کرنا' مسواک کرنا اور

خوشبو لگانا۔" (صحیح الجامع الصغیر' 3028' الصحیحۃ' 1796)

☆..... حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِبِنَآءِ الْمَسَاجِدِ فِی الدُّوْرِ وَاَنْ تُنَظَّفَ وَتُطَیَّبَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا محلوں میں مساجد بنانے' ان کو پاکیزہ رکھنے اور یہ کہ (مسجدوں کو) خوشبو لگائی جائے۔" (ابو داؤد' الصلاۃ' باب اتخاذ المساجد فی الدور' 455' صحیح ابی داؤد' 436' ترمذی' 594' 595' ابن ماجہ' 758' احمد' 17/5)

جس کی خوشبو سے معطر ہے زمانہ سارا

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک خطبہ دے رہے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے ایک کونے میں تھوک وغیرہ دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو جا کر کھرچ دیا اور پھر خوشبو منگوا کر وہاں لگائی اور تھوکنے والے کی سخت سرزنش کی۔

(صحیح مسلم' الزہد' باب حدیث جابر الطویل وقصۃ ابی الیسر' 7514' بخاری' 1213)

☆..... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جو شخص اللہ کے راستے میں زخمی ہوا وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس سے کستوری کی خوشبو آ رہی ہو گی اور اس کا رنگ زعفران کا ہو گا' اور اس پر شہداء کی مہر لگی ہو گی' اور جس نے اللہ تعالیٰ سے شہادت کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ اسے شہید کا اجر عطا فرمائے گا' اگرچہ وہ اپنے بستر ہی پر مر جائے۔"

(ابن حبان' موارد الظمآن' الجہاد' باب فیمن خرج فی سبیل اللہ' ص 389)

☆ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ كَلِمٍ يُكْلَمُ فِي سَبِيْلِ اللهِ تَعَالٰى اِلَّا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَهَيْئَتِهٖ حِيْنَ كُلِمَ لَوْنُهٗ لَوْنُ دَمٍ وَّرِيْحُهٗ مِسْكٌ

''اللہ کے راستے میں جس کو بھی کوئی زخم آیا روز قیامت وہ اس حالت میں آئے گا کہ اس کے زخم سے خون بہہ رہا ہوگا (جیسا کہ اس کو زخم لگا تھا) اس کا رنگ خون جیسا ہی ہوگا لیکن خوشبو کستوری کی آ رہی ہوگی۔''

(صحیح مسلم المغازی باب فضل الجہاد والخروج فی سبیل اللہ 4859 4862)

راہ جہاد کا غبار جنت کی خوشبو:

حضرت ربیع بن زیاد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لشکر کے ساتھ درمیانی رفتار سے چلے جا رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر ایک قریشی جوان پر پڑی جو راستے سے ہٹ کر چلا جا رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: ''کیا یہ منذب نہیں ہے؟'' لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! یہ وہی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اس کو بلاؤ۔'' وہ حاضر ہوا' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: تم راستے سے ہٹ کر کیوں چل رہے ہو؟ اس نے کہا: غبار اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''راستے سے ہٹ کر مت چلو اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بیشک یہ بھی ایک قسم کی جنت کی خوشبو ہے۔''

(مصنف ابن ابی شیبہ 305/5)

خوشبو لگا کر میدان میں کود پڑے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

جنگ یمامہ کے وقت میں حضرت ثابت بن قیس بن شماس رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرا' وہ خوشبو لگا رہے تھے۔ میں نے کہا: چچا جان! آپ دیکھ نہیں رہے کہ مسلمان کیا کر رہے ہیں اور آپ ادھر ہیں؟ وہ مسکرائے اور کہا: ابھی آیا' ہتھیار پہنے' گھوڑے پر سوار ہوئے' صف میں آ گئے تو کہا اُف! یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ اور دشمنوں سے کہا افسوس ان

پر اور جن کی یہ پوجا کرتے ہیں میرے گھوڑے کا راستہ چھوڑ دو تا کہ میں بھی جنگ میں داخل ہو جاؤں تو حملہ کر دیا لڑتے رہے حتیٰ کہ شہید ہو گئے۔ (بخاری الجہاد باب التحنط عند القتال 2845 کتاب الجہاد لابن مبارک 125/21 البیہقی 44/9 مجمع الزوائد 322/9)

مومن اور منافق کی مثال

حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالْأُتْرُجَّةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا طَيِّبٌ

''اس مومن کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے۔ ترنجبین (نارنگی) جیسی ہے کہ اس کی خوشبو بھی اچھی ہے اور اس کا ذائقہ بھی اچھا ہے۔''

وَالَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَالتَّمْرَةِ لَا رِيحَ لَهَا وَطَعْمُهَا حُلْوٌ.

''اس مومن کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے کھجور جیسی ہے اس کی خوشبو نہیں لیکن اس کا ذائقہ میٹھا ہے۔''

وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الرَّيْحَانَةِ رِيحُهَا طَيِّبٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ

''اس منافق کی مثال جو قرآن پڑھتا ہے۔ خوشبودار پودے (جیسے گلاب وغیرہ) کی طرح ہے کہ جس کی خوشبو اچھی ہے اور ذائقہ تلخ ہے۔''

وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ الَّذِي لَا يَقْرَأُ الْقُرْآنَ كَمَثَلِ الْحَنْظَلَةِ لَيْسَ لَهَا رِيحٌ وَطَعْمُهَا مُرٌّ.

''اس منافق کی مثال جو قرآن نہیں پڑھتا ہے۔ اندرائن (تمہ) جیسی ہے

جس میں خوشبو نہیں اور اس کا ذائقہ بھی کڑوا ہے۔''

(صحیح بخاری فضائل القرآن باب فضل القرآن علی سائر الکلام 5020 صحیح مسلم صلاۃ المسافرین 797)

☆ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا:

"قرآن پاک کی تعلیم حاصل کرو (اس کے بعد) اس کی تلاوت کرتے رہو یاد رکھو! قرآن پاک کی مثال جب کوئی اس کی تعلیم حاصل کرتا ہے پھر تلاوت کرتا ہے اور اس کے ساتھ قیام کرتا ہے اس تھیلے کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہے اور اس کی خوشبو ہر جگہ مہک رہی ہے اور اس شخص کی مثال جس نے قرآن کی تعلیم حاصل کی۔ پھر وہ (غافل ہو کر) سو یا رہا حالانکہ قرآن مجید اس کے دل میں اس تھیلے کی مانند ہے جو کستوری سے بھرا ہوا ہے لیکن اس کا منہ (اسی سے) باندھا گیا ہے۔"

(ترمذی' فضائل القرآن' باب جاء فی سورۃ البقرۃ' وآیۃ الکرسی' 2876' ابن ماجہ' 217' حدیث صحیح)

اچھے اور بُرے ساتھی کی مثال

حضرت موسیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَثَلُ الْجَلِيْسِ الصَّالِحِ وَالسُّوْءِ كَحَامِلِ الْمِسْكِ وَنَافِخِ الْكِيْرِ فَحَامِلُ الْمِسْكِ اِمَّا اَنْ يُّحْذِيَكَ وَاِمَّا اَنْ تَبْتَاعَ مِنْهُ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ مِنْهُ رِيْحًا طَيِّبَةً وَّنَافِخُ الْكِيْرِ اِمَّا اَنْ يُّحْرِقَ ثِيَابَكَ وَاِمَّا اَنْ تَجِدَ رِيْحًا خَبِيْثَةً.

"نیک اور اچھے دوست اور برے دوست کی مثال کستوری بیچنے والے اور لکڑیاں جلانے والے کی طرح ہے کستوری بیچنے والا یا تجھے خوشبو ہبہ کردے گا یا تو اس سے خرید ے گا اور اگر خریدے گا نہیں تو تجھے اس سے خوشبو آتی رہے گی اور لکڑیاں جلانے والا یا تو تیرے کپڑے جلادے گا یا تو اس سے برا دھواں یا بری بو پائے گا۔" (صحیح بخاری' الذبائح والصید' باب المسک' 5534)

دو قسم کے جہنمی

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

صِنْفَانِ مِنْ اَهْلِ النَّارِ لَمْ اَرَهُمَا قَوْمٌ مَعَهُمْ سِيَاطٌ كَاَذْنَابِ الْبَقَرِ

يَضْرِبُوْنَ بِهَا النَّاسَ وَنِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ عَارِيَاتٌ مُمِيْلَاتٌ مَائِلَاتٌ رُءُ وُسُهُنَّ كَاسْنِمَةِ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ لَا يَدْخُلْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يَجِدْنَ رِيْحَهَا وَإِنَّ رِيْحَهَا لَيُوْجَدُ مِنْ مَسِيْرَةِ كَذَا وَكَذَا۔

''جہنمیوں کی دو قسمیں ہیں جن کو میں نے دیکھا نہیں ہے۔ ایک قسم ان لوگوں کی ہے جن کے ہاتھوں میں گائے کی دم کی مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے (ظالم حکمران) دوسری قسم ان عورتوں کی ہے جو لباس پہن کر بھی ننگی ہوں گی مٹک مٹک کر' موونڈھوں اور کولہوں کو ہلا ہلا کر چلیں گی۔ ان کے سر اونٹ کے جھکے ہوئے کوہان کی طرح ہوں گے وہ نہ تو جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی خوشبو پائیں گی حالانکہ اس کی خوشبو دور دور تک پھیلی ہو گی۔'' (صحیح مسلم' اللباس والزینۃ' باب النساء الکاسیات...... الخ' 2128' احمد' 8673' ابن حبان' 7461' البیہقی' 234/2)

عادات الشباب الاخیار جنات مفتحۃ لھم الابواب

۱۴۲۸

(191)

دنیا کی محبت بد بختی ونحوست ومصیبت کی علامت

عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں ازہر بن مروان رقاشی نے خبر دی انہیں معتمر بن سلیمان کے ایک ہم مجلس شیخ نے بتایا انہیں شعیب بن صالح نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے دل میں دنیا کی محبت آ بسے گی اس کا دل تین چیزوں میں پھنس کر رہ جائے گا ایسی مشغولی کہ اس کی مشقت کبھی دور نہ ہوگی ایسا فقر کہ کبھی مالداری کو نہ پا سکے گا اور اتنی طویل امیدیں جو کبھی پوری نہ ہو سکیں گی کسی کی طلب میں دنیا لگی ہوئی ہے اور کوئی دنیا کی طلب میں لگا ہوا ہے دنیا آخرت کے طلب گار کی تلاش میں رہتی ہے حتیٰ کہ وہ دنیا میں اپنا رزق پورا کر لے اور آخرت دنیا کے طالب کے انتظار میں رہتی ہے حتیٰ کہ اس کی موت آتی ہے تو اس کو گردن سے پکڑ لیتی ہے۔

(الاحیاء 217/3 میں مختصراً ذکر کی ہے۔ مختصر تاریخ دمشق 120/20)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابو اسحٰق ریاحی نے خبر دی انہیں جعفر بن سلیمان نے خبر دی وہ فرماتے ہیں: میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ وہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت فرما رہے تھے کہ انہوں نے فرمایا چار چیزیں بد بختی کی علامت ہیں دل کی سختی آنکھوں کا منجمد ہونا (اللہ کے خوف سے نہ رونا) لمبی لمبی امیدیں رکھنا دنیا کی حرص رکھنا۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے احمد بن عاصم عبادانی نے خبر دی انہیں سعید بن عامر نے خبر دی وہ شعبہ سے روایت کرتے ہیں وہ عمرو بن مرہ سے وہ عبداللہ بن مسلم سے وہ فرماتے ہیں: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اے جماعت قراء! اس دنیا میں تمہارا کیا بنے گا جو تمہاری گردنوں کو کاٹ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کے قلب کو غنی کر

دے گا وہ تو کامیاب ہوگا ورنہ تو یہ دنیا اسے کوئی نفع نہیں پہنچا سکتی۔

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عباس عنبری نے بیان کیا' انہیں محمد بن جہضم نے' انہیں اسمٰعیل بن جعفر نے وہ عمارہ بن غزیہ سے روایت کرتے ہیں' وہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے وہ محمود بن لبید سے' وہ قتادہ بن نعمان سے' وہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ کسی انسان سے محبت فرمانے لگتا ہے تو اسے دنیا سے اس طرح بچا کر رکھتا ہے جس طرح تم اپنے مریض کو پانی سے محفوظ رکھتے ہو۔

(صحیح ابن حبان 444/2' مستدرک حاکم 207/4' اور اسے صحیح کہا ہے امام ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے)

اس جادوگرنی سے بچو

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن مسلم نے خبر دی' انہیں سیار بن حاتم نے' انہیں جعفر بن سلیمان نے' وہ فرماتے ہیں: میں نے مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اس جادوگرنی سے بچو! اس جادوگرنی سے بچو! یہ تو علماء کے دلوں پر بھی جادو کر دیتی ہے۔ مراد دنیا ہے۔ (حلیۃ الاولیاء 364/2' صفوۃ الصفوۃ 283/3)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: ہمیں سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں عبدالوہاب بن عطاء نے' وہ موسیٰ بن یسار سے روایت کرتے ہیں' انہیں یہ خبر پہنچی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ جل شانہ نے دنیا سے زیادہ مبغوض کوئی مخلوق پیدا نہیں فرمائی کہ جب سے اسے پیدا فرمایا ہے اس کی طرف (نظر رحمت سے) دیکھا تک نہیں۔

(جامع الصغیر للسیوطی 1780' امام بیہقی نے مرسلاً روایت کیا ہے)

☆...... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے علی بن حسن ابو مریم نے شاذان سے روایت کر کے خبر دی' وہ حماد بن سلمہ سے روایت کرتے ہیں' وہ ابو جعفر خطمی سے' وہ فرماتے ہیں: میرے دادا کے ہاں ایک غلام زیاد نامی ان کے بچوں کو تعلیم دیا کرتا تھا' ایک مرتبہ اس زیاد نے بچوں کے سامنے دنیا کا تذکرہ کیا (وہ سمجھے کہ شیخ سو رہے ہیں) حالانکہ شیخ ان کی سب باتیں سن رہے تھے' وہ فرمانے لگے: اے زیاد! تو نے میرے بچوں کے سامنے دنیا کا تذکرہ کر کے ان پر شیطانی قبہ تعمیر کر دیا ہے اب اللہ کا ذکر کر کے اسے ڈھا دو۔

عقل کا فتور

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں یزید بن ہارون نے خبر دی' انہیں ہشام نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ اللہ کی قسم! جس انسان پر دنیوی وسعت کر دی جائے اور پھر بھی اسے یہ خوف نہ ہو کہ یہ اس کی ہلاکت کی تدبیر کی جا رہی ہے تو سمجھو کہ اس کی عقل میں فتور آ چکا ہے اور اس کی اصابت رائے ختم ہو چکی ہے اور اللہ تعالیٰ جس انسان سے دنیا کو روک لے اور وہ اپنے لئے اس میں خیر اور بہتری نہ سمجھے اس کی بھی عقل میں فتور آ چکا ہے اور اصابت رائے ختم ہو چکی ہے۔

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج بن یونس نے خبر دی' انہیں مروان بن معاویہ نے خبر دی' وہ بنو بکر بن وائل کے ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں' وہ حضرت حسن سے یہی اوپر والی حدیث روایت کر کے فرماتے ہیں: پھر انہوں نے یہ آیتیں تلاوت فرمائیں' یعنی: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فَرِحُوْا بِمَاۤ اُوْتُوْۤا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ۝ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (انعام 6:44'45)

''پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی' تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے۔ یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اترا گئے ہم نے ان کو دفعتاً پکڑ لیا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے' پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔''

پھر حضرت حسن فرمانے لگے: رب کعبہ کی قسم! قوم کے لئے تدبیریں مکمل کر لی گئیں اور ان کی ضروریات کو پورا کر کے انہیں پکڑ لیا گیا۔ (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

(192)

سفیرانِ مصطفیٰ یعنی محدثین کرام

حضرت ثابت بن اسلم بنانی رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ابو محمد اور وطن بصرہ ہے۔ آپ کے والد کا نام صاحب اکمال نے اسلم اور علامہ شعرانی نے اسد تحریر کیا ہے۔ آپ تابعین بصرہ کے بڑے باوقار نامور علمائے حدیث میں سے ہیں۔ چالیس برس تک حضرت انس رضی اللہ عنہ کی صحبت میں رہے اور عبداللہ بن عمر و عبداللہ بن رباح انصاری و مطرف بن عبداللہ بن شخیر وغیرہ صحابہ و کبار تابعین رضی اللہ عنہم کی جماعت کثیرہ سے حدیث کی روایت کی ہے اور آپ کے شاگردوں کی جماعت میں شعبہ و اعمش و عطا بن ابی رباح و قتادہ و سلیمان تیمی جیسے بلند پایہ محدثین بھی ہیں۔

آپ پر خوفِ الٰہی کا بڑا غلبہ تھا' چنانچہ آپ کے سامنے جب جہنم کا ذکر کیا جاتا تو آپ کو ایسا اضطراب ہوتا کہ تڑپنے لگتے اور بدن پر اتنا شدید لرزہ طاری ہو جاتا کہ کسی نہ کسی عضو کا جوڑ الگ ہو جاتا۔ عبادت کا یہ عالم تھا کہ پچاس برس تک نماز تہجد فوت نہیں ہوئی۔ رات بھر نماز نفل پڑھتے رہتے اور صبح کو رو رو کر صرف یہی ایک دعا کرتے کہ اے اللہ! اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھ کو ضرور یہ توفیق عطا فرمانا میں اپنی قبر میں بھی نماز پڑھتا رہوں چنانچہ دعا کی قبولیت اور آپ کی کرامت دیکھئے کہ دفن کے بعد بالکل اچانک نیچے سے ایک اینٹ ٹوٹ گئی اور قبر میں ایک سوراخ ہو گیا تو لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ آپ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ تو آپ کی مشہور کرامت ہے کہ وفات کے بعد آپ کی قبر سے ایک مدت تک تلاوت قرآن مجید کی آواز آتی رہی اور ہزاروں انسان سنتے تھے۔

ابوبکر مزنیوابن حبان نے فرمایا: بصرہ میں ثابت بن اسلم بنانی سے بڑا کوئی عابد نہیں تھا۔ رات بھر نوافل پڑھنے کے علاوہ بلاناغہ روزانہ ایک ختم قرآن مجید کی تلاوت بھی کرتے تھے اور ہمیشہ روزہ دار بھی رہتے تھے۔ چھیاسی برس کی عمر شریف ہوئی اور 123ھ میں یہ مقدس طائر روح عالم بالا کو پرواز کر گیا۔ (اکمال، تہذیب التہذیب وغیرہ)

حضرت جعفر بن برقان رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی کنیت ابوعبداللہ جزری ہے۔ ان کا اصلی وطن رقہ تھا مگر کوفہ میں آئے تو یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہوں نے علم حدیث یزید اصم و زہری و عطاء و نافع مولیٰ ابن عمر وغیرہ کبار محدثین سے پڑھا اور عبداللہ بن مبارک و سفیان بن عیینہ و وکیع وغیرہ محدثین ان کی درسگاہ کے طالب علم رہ چکے ہیں۔ ابن معین و ابن سعد وغیرہ نے ان کو سچا، ثقہ اور صاحب فتویٰ فقیہ لکھا اور سفیان ثوری جیسے مسلم الثبوت بزرگ نے تو یہاں تک فرمایا: میں نے جعفر بن برقان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا۔ یہ بالکل امی تھے۔ لکھنا نہیں جانتے تھے۔ تمام احادیث زبانی اپنی یاد سے روایت فرماتے تھے مگر ان کا حفظ بے حد قابل اعتماد تھا۔ کبھی روایت حدیث میں ایک لفظ کی بھی غلطی نہیں کرتے تھے چنانچہ حدیث کو پرکھنے والے محدثین نے ان کو صحیح الروایت تسلیم کیا ہے۔

یہ بڑے عابد و زاہد اور صاحب کرامت ولی تھے۔ ان کے بارے میں عام طور پر یہ مشہور تھا کہ مستجاب الدعوات ہیں یعنی ان کی دعائیں بہت جلد اور بہت زیادہ بارگاہ خداوندی میں مقبول ہوتی تھیں اور بہت زیادہ آپ کی دعاؤں سے لوگوں کی مرادیں پوری ہوئی تھیں۔ 151ھ یا 155ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ:

آپ کی کنیت ابوسعید اور والد کا نام ابوالحسین یسار ہے۔ آپ مدینہ منورہ میں حضرت امیر المومنین سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت سے دو سال قبل پیدا ہوئے اور حضرت امیر المومنین نے آپ کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ آپ کی والدہ حضرت ام المومنین بی بی ام سلمہ رضی اللہ عنہا کی خادمہ تھیں۔ بچپن میں جب آپ کی والدہ کسی کام

سے باہر جاتیں اور آپ روتے تو حضرت اُمّ المومنین بی بی اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کو بہلانے کے لئے اپنا پستان آپ کے منہ میں لگا دیتیں اور آپ چوستے رہتے چنانچہ اہل مدینہ عام طور پر یہ کہا کرتے تھے کہ حسن بصری کا سینہ جو علم کا سفینہ بن گیا یہ فاروق اعظم کے لعاب دہن اور اُمّ المومنین بی بی اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ کی برکت ہے۔

پیکرِ حسن و جمال و فضل و کمال

آپ علم حدیث میں حضرت انس و عبداللہ بن عباس و ابوموسیٰ اشعری وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں میں بے شمار تابعین و تبع تابعین ہیں۔ آپ علم شریعت و علم طریقت دونوں میں امام الوقت تھے اور آپ کا زہد و تقویٰ اور آپ کی بے مثال عبادت و ریاضت مشہور خلائق ہے اور آپ کے فضل و کمال نیز خوارق عادات و کشف و کرامت کا چرچا محدثین و صوفیاء دونوں جماعتوں میں ہے۔ آپ امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد مدینہ منورہ سے بصرہ چلے آئے اور بصری کہلانے لگے۔ آپ کی وفات سے چند دن پہلے ایک بزرگ نے یہ خواب دیکھا کہ کوئی پرندہ آیا اور مسجد کی سب سے خوبصورت کنکری اٹھا کر لے گیا۔ ان بزرگ نے امام محمد بن سیرین سے اس خواب کی تعبیر دریافت کی۔ امام موصوف خواب سن کر غمگین ہو گئے اور فرمایا: اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ خواجہ حسن بصری کا وصال ہو گیا۔ آپ بڑے حسین و جمیل اور انتہائی وجیہ و صاحب وقار تھے۔ عاصم احول محدث کا بیان ہے کہ میں نے امام شعبی سے کہا: میں بصرہ جا رہا ہوں اگر کوئی کام ہو تو فرمائیے۔ ارشاد فرمایا: خواجہ حسن بصری سے میرا سلام عرض کر دینا۔ عاصم احول نے کہا: میں تو ان کو پہچانتا نہیں ہوں تو امام شعبی نے فرمایا تم بصرہ کی جامع مسجد میں داخل ہونا تو سب سے حسین و خوبصورت انسان جس کو دیکھتے ہی تمہارا سینہ ہیبت سے بھر جائے جب تم کو نظر آئے تو اس سے میرا سلام کہہ دینا چنانچہ عاصم احول کہتے ہیں میں جب بصرہ کی جامع مسجد میں گیا تو میں نے دیکھا کہ ایک پیکر حسن و جمال انتہائی وقار کے ساتھ رونق افروز ہے اور لوگ اس کے اردگرد حلقہ بنائے انتہائی ادب کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں چنانچہ میں نے حاضر خدمت ہو

کر امام شعبی کا سلام عرض کر دیا۔

امام باقر کی نگاہ میں حسن بصری کا مقام

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے دربار میں جب خواجہ حسن بصری کا تذکرہ ہوتا تو آپ فرماتے کہ سبحان اللہ! حسن بصری کا کیا کہنا؟ ان کے کلام میں تو انبیاء علیہم السلام کے کلاموں کی لذت و تاثیر ہوتی ہے۔ آپ کے مزاج میں تواضع و انکسار بہت زیادہ تھا۔ مجلس درس میں انتہائی سادگی کے ساتھ بغیر مسند لگائے بیٹھتے اور جب حدیث کی روایت یا وعظ فرماتے تو ایسا دردناک لہجہ ہوتا تھا کہ حاضرین کے دل دہل جاتے۔ خوف الٰہی کا یہ عالم تھا کہ جہنم کا ذکر ہوتا تو آپ مضطرب و بے قرار ہو کر اس قدر گریہ وزاری فرماتے کہ گویا جہنم آپ کے سامنے ہی ہے۔

آپ کا قول ہے: علماء کو سب سے زیادہ عیب دار بنانے والے چیز طمع ہے۔ یہ بھی اکثر فرمایا کرتے تھے: دنیا تمہاری سواری ہے، اگر تم اس پر سوار ہو گئے تو یہ تمہارا بوجھ اٹھاتی رہے گی اور دنیا تم پر سوار ہو گئی تو یہ تمہیں کچل ڈالے گی۔ ایک شخص نے آپ کے سامنے کہا: فلاں مسئلے میں فقہاء نے ایسا ایسا فرمایا ہے۔ آپ نے ڈانٹ کر فرمایا: تم نے کبھی کسی فقیہ کو دیکھا ہے؟ اے نادان فقیہ وہ ہے جس کی نگاہوں میں دنیا ایک مچھر سے بھی زیادہ ذلیل ہو اور جس کی نظر ہر وقت اپنے چھوٹے بڑے گناہوں پر ہو اور جو ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے رب کی یاد سے غافل نہ ہو۔

آپ یہ بھی ارشاد فرماتے تھے: عالموں کے تقویٰ کا امتحان لینا ہو تو مال و سامان دنیا کے معاملے میں آزما کر دیکھو۔ آپ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

لَیْسَ مَنْ مَّاتَ فَاسْتَرَاحَ بِمَیِّتٍ

اِنَّمَا الْمَیِّتُ مَیِّتُ الْاَحْیَاءِ

رجب 110 ھ میں آپ کا وصال ہوا۔ (اکمال، طبقات، تہذیب التہذیب وغیرہ)

(193)

چوں عشق شود زندہ

سفرِ حج کے دوران حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کی جنگل میں ایک نہایت حسین وجمیل نوجوان سے ملاقات ہوئی۔ اس کا چہرہ چاند کے مانند خوبصورت تھا۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اس کے رگ وپے میں سرایت کیے ہوئے تھی جس نے اسے سیماب صفت بنا دیا تھا۔ غلبہ محبت کے باعث دیوانوں جیسی حرکت کرتا۔ حضرت ذوالنون مصری نے اسے اپنا رفیق سفر بنالیا۔ ایک جگہ اس سے سفر کی دشواری اور بعد مسافت کی بات کر رہے تھے۔ اس نے کہا: ''کاہلوں اور آرام طلب لوگوں کے لئے بے شک دشوار اور دور ہے مگر سچے مشتاقانِ محبت کے لئے یہ سب کچھ نہیں۔''

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے: آپ حج کو تشریف لے گئے تو عرفہ کے دن آفتاب غروب ہونے تک کسی سے کوئی بات نہیں کی۔ سعی میں جب ''میلین اخضرین'' سے آگے بڑھے تو ان کی آنکھوں سے آنسو برسنے لگے۔ اس وقت ان کی زبان پر عشقیہ اشعار تھے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے عرفات میں فرمایا: اگر ہم کسی سخی سے ایک دانگ مانگیں تو کیا امید کرتے ہو وہ ہمیں دے گا یا واپس لوٹا دے گا؟ لوگوں نے کہا واپس نہیں لوٹائے گا بلکہ دے گا۔ آپ نے فرمایا: ''بخدا رب تعالیٰ کی عطا وکرم کے حضور ہم لوگوں کی مغفرت اس انسان کے ایک دانگ دینے کی بہ نسبت بہت کمتر ہے۔''

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے اکثر حج میں وقوف عرفہ کے دن سورج غروب ہونے کے وقت تک کسی سے کلام نہیں فرمایا۔ (روض الریاحین)

(194)

حرم پاک کی بے حرمتی کا انجام

صلح حدیبیہ کی جملہ شرائط میں ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی قبیلہ مسلمانوں کے ساتھ عہد و پیمان میں شامل ہونا چاہے تو بخوشی ہو سکتا ہے اور وہ ان کا حصہ سمجھا جائے گا چنانچہ بنوخزاعہ مسلمانوں کے ساتھ اور بنوبکر کفار کے ساتھ شامل ہو گئے۔ ان دونوں قبیلوں میں مدتوں سے باہمی دشمنی اور لڑائیاں چلی آ رہی تھیں۔ اس معاہدہ کے تحت وہ دونوں ایک دوسرے سے بے خطر اور محفوظ ہو گئے۔

ادھر بنوبکر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور بنوخزاعہ سے پرانا بدلہ لینا چاہا چنانچہ انہوں نے رات کی تاریکی میں بنوخزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش نے بنوبکر کی نہ صرف اسلحہ سے مدد کی بلکہ ان کے آدمی عملاً لڑائی میں شریک بھی ہوئے۔ بنوبکر کی قیادت نوفل بن معاویہ کر رہا تھا۔ یہ شعبان آٹھ ہجری کی بات ہے۔ بنوخزاعہ حرم میں داخل ہو گئے۔ زمانۂ جاہلیت میں بھی حرم کا تقدس موجود تھا۔ حدود حرم میں دشمنوں کو قتل نہیں کیا جاتا تھا۔ لڑائی سے ہاتھ روک لئے جاتے تھے چنانچہ بنوبکر نے نوفل سے کہا۔ اب ہم حدود حرم میں داخل ہو گئے ہیں۔ اپنے الٰہ سے ڈرو..... اپنے الٰہ سے ڈرو۔ نوفل کی زبان سے ایک بڑی غلط اور گستاخی کی بات نکل گئی۔ اس نے کہا: بنوبکر! آج کوئی الٰہ نہیں ہے۔ اپنا بدلہ لے لو۔ میری عمر کی قسم! تم لوگ حرم میں چوری کرتے ہو تو کیا حرم میں اپنا بدلہ نہیں لے سکتے چنانچہ بنوخزاعہ کے متعدد افراد مارے گئے۔ کچھ بھاگ گئے۔ ان میں سے عمرو بن سالم خزاعی نے مدینہ کا رخ کیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اشعار کی صورت میں دہائی دی۔ بنوبکر اور ان کے حلیف قریشیوں کے ظلم کی

داستان سنائی۔ بنو خزاعہ اور بنو ہاشم کے درمیان عہد و پیمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب کے زمانے ہی سے چلا آ رہا تھا۔ عرب زبان و بیان کے ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ اعلیٰ درجے کے شاعر بھی تھے۔ عمرو بن سالم کی شاعری اور اس میں مظلومیت کا روح فرسا تذکرہ سنا تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً فیصلہ سنا دیا کہ تم لوگوں کی مدد کی جائے گی۔ پھر دوسرا وفد بھی آیا۔ اس نے بھی لڑائی کی تفصیلات اور نقصانات سے آگاہ کیا۔ یہ قریش کی طرف سے کھلی بد عہدی اور معاہدے کی خلاف ورزی تھی۔

قریش کے ساتھ شرائط کا طے کرنا

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں کہ ان میں کوئی ایک منظور کی جائے۔

مقتولوں کا خون بہا دیا جائے۔

قریش بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

اعلان کر دیا جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا ہے۔

قرطہ بن عبد عمرو نے قریش کی طرف سے کہا: صرف تیسری شرط منظور ہے۔ قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش کو اپنے عاجلانہ فیصلے کی غلطی کا احساس ہوا۔ انہوں نے مجلس مشاورت بلائی۔ طے پایا کہ ابوسفیان تجدید صلح کے لئے مدینہ جائیں چنانچہ ابوسفیان مدینہ روانہ ہوا۔ راستے میں خزاعی وفد کے سردار بدیل سے ملاقات ہوئی۔ بدیل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ظلم کی داستان سنا کر واپس مکہ جا رہا تھا۔ ابوسفیان نے پوچھا: کیا تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے تھے؟ اس نے کہا: نہیں۔ جب بدیل چلا گیا تو ابوسفیان نے اس کے اونٹ کی مینگنی اٹھائی۔ اسے توڑا تو اس میں کھجور کی گٹھلی نظر آئی۔ اس نے کہا: میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ بدیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر ابوسفیان مدینہ میں سیدھا اپنی بیٹی ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کے گھر گیا۔ یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ تھیں۔ گھر میں داخل ہوا تو سامنے اللہ کے رسول صلی

اللہ علیہ وسلم کا بستر لگا ہوا تھا۔ وہ اس پر بیٹھنے لگا تو اُمّ المومنین حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا نے آگے بڑھ کر بستر لپیٹ دیا۔

یہ اللہ کے رسول کا بستر ہے

ابوسفیان کو بڑی حیرت ہوئی۔ اس نے چونک کر اپنی بیٹی سے پوچھا: کیا تم نے اس بستر کو میرے لائق نہیں سمجھا یا مجھے اس بستر کے قابل نہیں جانا۔ انہوں نے کہا: جی ہاں! یہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بستر ہے۔ آپ ناپاک مشرک ہیں لہٰذا آپ اس بستر کے لائق نہیں ہیں۔ ابوسفیان کے لئے یہ بات بڑے تعجب کا باعث تھی۔ اسے اپنی ہی بیٹی سے اس قسم کے سلوک کی ہرگز امید نہ تھی۔ کھسیانا ہو کر کہنے لگا خدا کی قسم! میرے بعد تمہیں شر پہنچ گیا ہے' پھر وہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا' اپنا مدعا بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ ابوبکر صدیق کے پاس گیا کہ سفارش کریں۔ انہوں نے انکار کر دیا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے لکڑی کا ایک ٹکڑا بھی دستیاب ہوگا تو میں تم سے اسی کے ساتھ لڑائی کروں گا۔ اب وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر آیا۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بھی وہیں تھیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی رشتہ داری کا واسطہ اور حوالہ دیا اور درخواست کی تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش کرو۔ انہوں نے بھی نفی میں جواب دیا تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوا۔

حضرت حسن رضی اللہ عنہ پانچ برس کے بچے تھے ابوسفیان نے ان کی طرف اشارہ کر کے کہا اگر یہ بچہ اپنی زبان سے اتنا کہہ دے کہ میں نے فریقین میں بیچ بچاؤ کرا دیا تو آج سے عرب کا سردار پکارا جائے گا۔ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بچوں کو ان معاملات سے کیا واسطہ؟ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر ابوسفیان کو کوئی پناہ بھی نہیں دے سکتا۔ ابوسفیان نے بے بسی کے ساتھ ایک مرتبہ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا۔ انہوں نے اسے مشورہ

دیا کہ تم لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر کے واپس چلے جاؤ چنانچہ ابوسفیان نے مسجد میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کر دیا کہ میں لوگوں کے درمیان امان کا اعلان کر رہا ہوں، پھر وہ واپس مکہ چلا آیا۔ وہاں لوگوں نے اس سے پوچھا: سناؤ کیا گزری؟ اس نے ساری بات سنا دی۔ لوگوں نے اس کا مذاق اڑایا اور کہا: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تو تم سے مذاق کیا ہے۔ وہ کھسیانا ہو گیا۔ کہنے لگا اس کے بغیر کوئی چارہ نہ تھا۔

(البدایۃ والنہایۃ 4/273-275، والسیرۃ النبویۃ لابن ہشام 4/31-39)

(195)

مقصد میں کامیابی

حضرت سیّدنا عبداللہ بن سہل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدنا حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میں تقریباً تیس سال حضرت سیدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت بابرکت میں رہا' ایک دن انہوں نے مجھ سے پوچھا: ''اے حاتم! تم اتنے دن ہمارے ساتھ رہے تم نے کیا سیکھا؟'' میں نے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں رہ کر جو اہم باتیں سیکھی تھیں وہ بیان کرنی شروع کر دیں کہ ''جب میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ میرے رزق کا مالک اللہ رب العزت ہے' میرے حصے کا رزق اسی کی ملکیت میں ہے تو میں اللہ رب العزت کے علاوہ تمام مخلوق سے بے نیاز ہو گیا۔

پھر میں نے دیکھا کہ اللہ رب العزت نے مجھ پر دو فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو میری بات کو لکھتے ہیں تو میں نے اپنے اوپر یہ بات لازم کر لی کہ حق کے سوا کچھ نہ بولوں گا۔ پھر میں نے غور کیا کہ مخلوق کی نظر ظاہر پر ہوتی ہے اور خالق انسان کی باطنی کیفیت کو دیکھتا ہے تو میں نے اپنے باطن کی اصلاح میں تگ و دو شروع کر دی اور لوگوں سے پہلو تہی اختیار کر لی۔

پھر جب میں نے دیکھا کہ ملک الموت علیہ السلام ہمیں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں ضرور لے جائیں گے تو میں نے اپنے آپ کو ان کی آمد سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہونے کے لئے تیار کر لیا تاکہ ان کی آمد کے وقت میں کسی چیز کی طرف محتاج نہ ہوں۔''

یہ سن کر حضرت سیّدنا شقیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''اے حاتم اصم! تمہاری

کوشش بے کار نہ گئی بلکہ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔''

چار چیزوں کا جھوٹا دعویٰ

حضرت سیّدنا حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایک مرتبہ مجھ سے حضرت سیّدنا شفیق بلخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ''لوگ چار چیزوں کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن ان کا عمل ان کے دعویٰ کے بالکل خلاف ہے:

1-لوگ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے غلام ہیں مگر وہ عمل آزاد لوگوں والے کرتے ہیں۔

2-ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ ہمارے رزق کا کفیل اللہ رب العزت ہی ہے لیکن وہ اس بات پر مطمئن نہیں ہوتے۔

3-ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ آخرت کی زندگی دنیاوی زندگی سے بہتر ہے لیکن پھر بھی وہ دنیا کا مال جمع کرنے میں سرگرداں ہیں۔

4-ان کا دعویٰ تو یہ ہے کہ موت برحق ہے لیکن ان کے اعمال ایسے ہیں جیسے انہوں نے مرنا ہی نہیں۔'' (عیون الحکایات)

(196)

غلامانِ فرنگ

مشہور کالم نگار جاوید چودھری اپنی کتاب میں پاکستان کے حکمران طبقہ کا ایک واقعہ لکھتے ہیں:

ذوالفقار علی بھٹو پوری طرح با اختیار تھے تو ایک بار امریکہ کے دورے پر گئے، وہاں بھٹو صاحب کے اعزاز میں پاکستان کے سفارتخانے نے ڈنر کا پروگرام بنایا جس کی صدارت کے لئے ''ہنری کسنجر'' کو دعوت دی گئی جسے انہوں نے سفارتی عملے کی کوششوں اور بھٹو صاحب کی ''کرشماتی شخصیت'' سے متاثر ہو کر قبول کر لیا جو یقیناً پاکستانی حکام کے لئے بڑے ''اعزاز'' کی بات تھی لہٰذا ڈنر سے دو روز قبل سفارت خانے میں ''مینو'' (کھانوں کی فہرست) تیار کرنے کے لئے اجلاس طلب کیا گیا جس میں بھٹو صاحب اپنی تمام تر مصروفیات ترک کر کے شریک ہوئے۔ اس اجلاس میں دنیا بھر کے ان تمام کھانوں کا جائزہ لیا گیا جو ہنری کسنجر کو مرغوب تھے یا جن کے مرغوب ہونے کا امکان تھا۔ کسی نے کہا کسنجر ایک بار حیدر آبادی دال کا بڑا ذکر کر رہے تھے، کسی نے بتایا ''بھارتی سفارت خانے کے ایک فنکشن میں انہوں نے بریانی کے پورے دو چمچ لئے تھے'' کوئی بولا ''اے صاحب! میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ کسنجر کیکڑے کے سوپ کے پورے دو پیالے چڑھا گئے'' وغیرہ وغیرہ لیکن بھٹو صاحب کا اصرار تھا کیونکہ ایک عرصے بعد امریکی برف ٹوٹی ہے لہٰذا یہی وقت ہے جب ہم کسنجر کو مٹھی میں لے کر امریکیوں کے دل جیت سکتے ہیں چنانچہ ہمیں مینو میں کوئی ایسی حیرت انگیز چیز رکھنی چاہئے جو کسنجر کی ساری توجہ کھینچ لے۔ بھٹو صاحب کا حکم تھا لہٰذا تمام سفارتی دماغ اس اہم نکتے پر سر جوڑ کر

بیٹھ گئے۔ اچانک ایک صاحب نے سر اٹھایا اور حاضرین کو مخاطب کر کے بولے "کیوں نہ ہم ہنری کسنجر کو کالے بٹیر کھلائیں۔" بس ان لفظوں کا ادا ہونا تھا کہ بھٹو صاحب نے چیخ کر کہا: "یس دیٹ از دی سجیشن" اور سب کے چہروں پر روشنی پھیل گئی۔ اس کے بعد واقفان حال بتاتے ہیں پاکستان کا پورا سفارتی عملہ اور بھٹو صاحب کے وفد کے تمام ارکان امریکہ میں کالے بٹیروں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے لیکن رات گئے تک کوشش کے باوجود بٹیر دستیاب نہ ہو سکے پھر کسی "سیانے" نے مشورہ دیا "جہاز بھیجیں اور کراچی سے جتنے چاہیں بٹیر منگوالیں۔" تجویز اچھی تھی لہٰذا وزیراعظم نے فوراً اس نیک کام کے لئے اپنا طیارہ وقف کر دیا۔

خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

قصہ مختصر اگلے روز وزیراعظم کے طیارے پر دو ہزار بٹیر امریکہ آ گئے تو پتہ چلا سفارتخانے کا خانساماں تو "بٹیر" بنانے کا اہل ہی نہیں اب کیا ہو سکتا تھا' ناچار وزیراعظم کا طیارہ دوبارہ کراچی آیا اور بٹیر بنانے کا ماہر لے کر واپس واشنگٹن گیا۔ اگلے روز ڈنر کا دن تھا چنانچہ سارا دن سفارتی عملہ بٹیر بنانے میں خانساماں کی مدد کرتا رہا۔ شام کو جب "ڈش" تیار ہو گئی تو مینو کارڈ پر اس کا خصوصی طور پر اندراج کیا گیا جس میں مرحوم بٹیروں کی تمام عادات' خصائل اور فوائد کا نہایت خوبصورت انگریزی میں ذکر تھا۔ بہرحال قصہ مزید مختصر' رات کو جب ہنری کسنجر نے "پاکستان ہاؤس" میں قدم رنجہ فرمایا تو بھٹو صاحب کو مخاطب کر کے کہنے لگے "مسٹر پرائم منسٹر! میں بہت مصروف ہوں' آپ لوگوں کو صرف پندرہ منٹ کمپنی دے سکوں گا' آیئے! کھانے کی میز پر ہی گپ لگاتے ہیں۔" سب نے فوراً گردن ہلا کر ان کی تائید کی جس کے بعد معزز مہمان ایک کرسی پر براجمان ہو گئے۔ سب سے پہلے کسنجر کے سامنے مینو رکھا گیا جو انہوں نے بغیر پڑھے گلاس کے نیچے رکھ دیا پھر بٹیروں کی ٹرے ان کے سامنے لائی گئی جسے دیکھ کر انہوں نے "نو تھینکس" کہا اور سلاد کی پلیٹ سے "کھیرے" کی چند قاشیں اٹھا کر بھٹو صاحب کا "حال چال" پوچھنا شروع کر دیا۔ ابھی یہ گفتگو جاری تھی کہ ان کی سیکرٹری آگے بڑھی اور نہایت احترام سے پوچھا:

''سر ہمارے لئے کیا حکم ہے؟'' کسنجر نے فوراً گھڑی کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بھٹو صاحب سے بولا ''تھینک یو ویری مچ پرائم منسٹر وی ول میٹ سون'' کرسی کھسکائی اور ہاتھ ہلاتا ہوا دروازے سے باہر نکل گیا۔ (زیرو پوائنٹ ص 120-121)

اقبال نے یہی تو رونا رویا ہے:

مثل ماہ چمکتا تھا جس کا داغ سجود
خرید لی ہے فرنگی نے وہ مسلمانی

قال اللہ تعالیٰ فی کتابہ الکریم

فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ

(197)

اپنے غلاموں کی دلجوئی کیلئے رخ والضحیٰ پر مسکراہٹ

حدیث شریف میں ہے کہ اپنے مسلمان بھائی سے مسکرا کر ملنا بھی صدقہ ہے۔
ایک صحابی کہتے ہیں اسلام لانے کے بعد میں جب بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکراتے ہوئے ہی پایا۔ چند واقعات اس حوالے سے ملاحظہ ہوں:

حضرت سلمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حدیبیہ آئے اور ہماری چودہ سو کی جماعت تھی پھر ایک جگہ ہم نے پڑاؤ ڈالا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت کے لئے بلایا۔ درخت کے نیچے میں نے سب سے پہلے گروہ میں بیعت کی۔ جب درمیان والا گروہ بیعت کے لئے آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سلمہ رضی اللہ عنہ آ کر بیعت کر۔ میں نے عرض کیا حضور میں بیعت کر چکا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بیعت کر۔ میں نے پھر بیعت کی۔ پھر لوگ بیعت کرتے رہے۔ جب آخری جماعت آئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے سلمہ رضی اللہ عنہ آ بیعت کر۔ میں نے عرض کیا حضرت میں پہلی اور درمیانی جماعت کے ساتھ بیعت کر چکا ہوں لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر بیعت کر۔ میں نے تیسری مرتبہ بیعت کی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ایک تلوار کی نیام عطا فرمائی۔ پھر ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: اے سلمہ! نیام کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا حضور وہ میں نے عامر کو دے دی۔ وہ مجھے بکریاں چراتے ہوئے ملا تھا۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے۔ پھر فرمایا تیری مثال اس شخص جیسی ہے جو یہ دعا کرے: اے اللہ میں تجھ سے حبیب مانگتا

ہوں ایسا حبیب جو مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب ہو۔ (جب اسے مل جائے پھر وہ کسی کو ہبہ کردے)۔ (ابن کثیر فی تفسیرہ ج 4 'صفحہ 228)

دم کرنے کا معاوضہ لینا

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت ایک سفر میں گئی تو عرب کے قبیلوں میں سے ایک قبیلہ میں پہنچ کر پڑاو ڈالا۔ جماعت صحابہ نے ان سے ضیافت چاہی یعنی کچھ کھانے کو مانگا' انہوں نے انکار کردیا۔ اتفاق سے اس قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا تو لوگوں نے ہر قسم کی کوشش کی مگر فائدہ نہ ہوا تو ان میں سے کسی نے کہا کاش! تم اسی جماعت کے پاس جاتے جو یہاں آکر اترے ہیں شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی کام کی چیز ہو تو وہ لوگ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور کہا: اے لوگو! ہمارے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا۔ ہم نے کوشش کی مگر فائدہ نہیں ہوا۔ کیا تمہارے پاس کوئی دم وغیرہ ہے؟ ایک نے کہا میں دم جانتا ہوں لیکن تم نے ہمیں کھانا کھلانے سے انکار کردیا تھا۔ اب اللہ کی قسم! میں بھی بغیر معاوضہ کے دم نہ کروں گا۔ انہوں نے ایک ریوڑ بکریوں پر رضامندی کرلی۔ اس شخص نے جاکر سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شروع کیا یہاں تک کہ وہ مریض تندرست ہوگیا۔ انہوں نے طے شدہ بکریوں کا ریوڑ صحابہ کے حوالے کردیا۔ انہوں نے بکریاں آپس میں تقسیم کرلیں لیکن دم کرنے والے نے کہا ایسا نہ کرو (ممکن ہے یہ اجرت جائز نہ ہو) بلکہ پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لو۔ جب یہ جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو تمام قصہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ سورہ دم کا کام دیتی ہے۔ اچھا جو تم نے کیا ٹھیک کیا' جاؤ مال کو آپس میں تقسیم کرلو لیکن تقسیم میں مجھے بھی شریک کرلینا۔ یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس پڑے یعنی مسکرا دیئے۔ (رواہ البخاری کذافی ترجمان السنۃ ج 4 'صفحہ 255)

عدی بن حاتم دربارِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں

حضرت عدی رضی اللہ عنہ بن حاتم بیان کرتے ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ لوگوں نے مجھے دیکھ کر کہا یہ عدی ہے۔ عدی کہتے ہیں: میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ مجھے پہلے یہ خبر مل چکی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے گا۔ انہوں نے کہا: چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر کھڑے ہو گئے۔ اتنے میں ایک عورت بچہ لئے ہوئے آئی اور اس نے درخواست کی کہ مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ضرورت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سنتے ہی اس کے ساتھ ہو لئے۔ یہاں تک کہ اس کی ضرورت پوری کی اور پھر آ کر میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور مجھے اپنے گھر میں لائے۔ لونڈی نے فوراً ایک گدا بچھا دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر بیٹھ گئے اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی اور اس کے بعد فرمایا: اے عدی کون سی چیز ہے جو تم کو سلام سے روکتی ہے؟ اور اس بات سے کہ تم کہو اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں' کیا تم سمجھتے ہو کہ اللہ کے سوا بھی کوئی معبود ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ پھر کافی دیر تک مجھ سے بات کرتے رہے پھر فرمایا کیا تم اس سے بھاگتے ہو کہ تم اللہ اکبر کہو؟ کیا تمہارے علم میں اللہ سے بڑھ کر کوئی چیز ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہود پر اللہ کا غضب ہے اور انصاری پرلے درجے کے گمراہ ہیں۔ میں نے عرض کیا میں تو دین حنیف کا مطیع بنتا ہوں۔ عدی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ انور خوشی سے کھل پڑا۔ پھر مجھے ایک انصاری کا مہمان بنا دیا گیا۔

(رواہ الترمذی کذافی ترجمان السنۃ ج 4' صفحہ 490)

فضلات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طہارت

ام ایمن رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں اٹھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مٹی کے ایک برتن میں جو گھر کے ایک گوشہ میں رکھا ہوا تھا جا کر پیشاب کیا' اسی شب میں اتفاق سے اٹھی تو اس وقت مجھ کو پیاس لگ رہی تھی' جا

کر جو کچھ اس برتن میں تھا پی لیا اور مجھ کو اس بات کا علم نہ تھا کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب رکھا ہوا تھا۔ جب صبح ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اُمّ ایمن جاؤ اور جو کچھ اس برتن میں ہے اس کو لے جا کر بہا دو۔ میں نے تعجب سے کہا بخدا میں تو (شب میں) اس کو پی گئی۔ وہ کہتی ہیں یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر مسکراہٹ کے آثار نمایاں تھے۔ یہاں تک کہ دندان مبارک بھی ظاہر ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا تیرے پیٹ میں کبھی کوئی تکلیف نہ ہوگی۔

(رواہ حاکم والدارقطنی والطبرانی وابونعیم کذافی شرح السنۃ ج 4، صفحہ 131)

قال الدارقطنی هو حديث حسن صحيح' قال النووی ان القاضی حسينا قال بطهارة جميع فضلاته صلى الله عليه وسلم وهذا قال ابوحنيفه رحمة الله عليه كما قال العينی وقال ابن حجر قد تكاثرت الاذلة على طهارة فضلا ته صلى الله عليه وسلم .

فائدہ: حضرت بدر الدین عینی شارح بخاری فرماتے ہیں: اس باب میں متعدد روایات آئی ہیں اور میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر دوسرے شخصوں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا لہٰذا اگر ان کے بول و براز نجس ہوں تو اس قیاس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فضلات کو بھی نجس کہہ ڈالنا بالکل بے بنیاد ہوگا۔ اس بارے میں میرا عقیدہ تو یہی ہے کہ اب کوئی شخص اس کے خلاف کہے تو میں اس کے سننے سے قاصر ہوں۔

(عمدۃ القاری شرح البخاری 1، صفحہ 778)

(198)

ذکر الٰہی اور دنیا داری

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے سریج نے بتایا، انہیں ولید بن مسلم نے خبر دی، وہ اوزاعی سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں: میں نے بلال بن سعد سے سنا، وہ فرما رہے تھے: اللہ کی قسم! گنہگار بننے کے لئے اتنی سی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا سے دور رکھنا چاہتا ہے اور ہم لوگ اس میں گھستے جا رہے ہیں، آج تمہارے زاہد بھی دنیا کی طرف راغب ہیں محنت کرنے والے کوتاہی برت رہے ہیں، تمہارے عالم جاہل بنے ہوئے ہیں۔ (اس کی سند صحیح ہے ابن مبارک نے بھی اسے کتاب الزہد میں بیان کیا ہے، 484 اور حلیۃ الاولیاء 313/2، احیاء 217/3)

☆..... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے محمد بن حارث مقری نے خبر دی، انہیں یسار نے خبر دی، انہیں جعفر نے، انہیں ابو عمران جونی نے، وہ فرماتے ہیں: سلیمان بن داؤد علیہ السلام اپنے لشکر کے ساتھ ہوا میں اس طرح اڑتے جاتے تھے کہ پرندے ان پر سایہ فگن تھے، انس و جان دائیں بائیں تھے، اسی حالت میں بنی اسرائیل کے ایک عبادت گزار کے پاس سے گزر ہوا۔ وہ عابد ان کی شان و شوکت دیکھ کر کہنے لگا اللہ کی قسم! اے داؤد! اللہ نے آپ کو ایک عظیم سلطنت عطا فرمائی ہے۔ سلیمان علیہ السلام نے اس کی بات سن کر فرمایا: مومن کے اعمال نامے میں ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنے کا اجر و ثواب ابن داؤد کی اس سلطنت سے بہتر ہے کیونکہ ابن داؤد کو جو کچھ ملا ہے وہ آخر کار فنا ہو جائے گا اور سبحان اللہ کا اجر و ثواب ہمیشہ باقی رہے گا۔ (حلیۃ الاولیاء 313/2، احیاء 2173)

☆..... عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے عصمہ بن فضل نے خبر دی، انہیں حارث بن مسلم

رازی نے (لوگ انہیں ابدال کہتے تھے) وہ زیاد سے روایت کرتے ہیں' وہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں' وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا جو شخص اس حال میں صبح کرے کہ اس کا آخری مقصد دنیا بنی ہوئی ہو وہ شخص اللہ (کی ذمہ داری) سے خارج ہے۔ (احیاء 217/3' ابن ابی الدنیا نے بروایت انس طبرانی نے بروایت ابی ذر اور حاکم نے بروایت حذیفہ روایت کیا ہے)

ایک عقل مند کی بادشاہ کو نصیحت

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابوجعفر قرشی نے بتایا جو بنو ہاشم کے والی میں سے ہیں' وہ فرماتے ہیں: کسی کتاب حکمت میں لکھا ہوا ہے کہ ایک دانا نے ایک بادشاہ سے کہا: اے بادشاہ! دنیا کی برائی کرنے اور اس سے بغض رکھنے کا سب سے زیادہ حق دار وہ شخص ہے جس کے واسطے اسے پھیلا دیا گیا ہو اور اس نے وافر مقدار میں اس سے اپنی ضروریات پوری کر لی ہوں کیونکہ اسے یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ کوئی ناگہانی آفت اس کے مال کو برباد نہ کر دے یا اس کی جمعیت خاطر کو منتشر اور پریشان نہ کر دے کہ اس کی سلطنت ہی برباد ہو جائے یا اس کا سکون وصحت امراض وآفات میں گھر جائے' یا اس سے وہ مال ودولت نہ چھین لے جسے اپنے دوستوں سے بھی چھپاتا تھا' چنانچہ دنیا تو ہے ہی قابل مذمت' جو کچھ یہ دیتی ہے لے لیتی ہے' جو ہبہ کرتی ہے اس کی واپسی کا مطالبہ کر دیتی ہے' کسی ایک کو ہنساتی ہے تو دوسرے کو اس پر ہنسا دیتی ہے' اگر کسی کے لئے روتی ہے تو دوسرے کو اس پر رلا دیتی ہے' کچھ دینے کے لئے ہاتھ بڑھاتی ہے تو فوراً لینے کے لئے بھی دست سوال دراز کر دیتی ہے۔ آج کسی کے سر پر تاج رکھتی ہے تو کل اسے قبر کے گڑھے میں دفن کر دیتی ہے' کوئی جاتا ہے تو جائے رہتا ہے تو رہے اسے اس کے ساتھ کوئی سروکار نہیں' جانے والے کا بدل رہے یا نہ رہے یہ ہر حال میں خوش ہے۔

(احیاء 225/3' الاتحاف 1000/8)

دنیا و آخرت کا تصور

عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ابراہیم بن سعید اصفہانی نے خبر دی' وہ فرماتے ہیں:

ایک عقل مند نے کہا جاہل انسان لاشی ءکوشی ء سمجھتا ہے اور شی ءکولاشی ء سمجھتا ہے جو شخص لاشی (دنیا) کو نہیں چھوڑے گا وہ کبھی شی ء (آخرت) کو نہیں پا سکتا اور جو شخص شی ءکو (آخرت کو) شی ء نہ سمجھے تو وہ کبھی بھی لاشئ (دنیا کو نہیں چھوڑ سکتا' مراد دنیا و آخرت ہے)

☆......عبداللہ فرماتے ہیں: مجھے ایک قریشی شخص نے بتایا' وہ فرماتے ہیں: مشہور زاہد ابو ہاشم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بیماری بھی پیدا فرمائی اور اس کی دوا و علاج بھی۔ دنیا ایک بیماری ہے' اس کا ترک کر دینا اس کا علاج اور دوا ہے۔ (کتاب الزہد لابن ابی الدنیا)

(199)

خوش نصیب لوگ

وہ ہیں جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی خاص دعا سے نوازا ہے کہ اللہ تعالیٰ تر وتازہ رکھے ان لوگوں کو جو میری احادیث سنتے ہیں اور من وعن دوسروں تک پہنچاتے ہیں انہی میں سے حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں جو فقیہ عراق ابو اسماعیل حماد بن ابی سلیمان کوفی بڑے جلیل القدر استاد حدیث ہیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور تابعین میں سے سعید بن مسیب وزید بن وہب وسعید بن جبیر وابووائل وابراہیم نخعی وامام شعبی وغیرہ فقہاء ومحدثین کے مایہ ناز شاگرد ہیں اور آپ کے شاگردوں میں حضرت امام ابوحنیفہ وامام اعمش وشعبہ وسفیان ثوری وحماد بن سلمہ و عاصم احول وہشام دستوائی وغیرہ ائمہ فقہ وحدیث ہیں۔

معمر محدث کا قول ہے: میں نے حماد بن ابی سلیمان وزہری وقتادہ سے بڑھ کر کسی کو فقہ حدیث کا ماہر نہیں پایا۔ یحییٰ بن معین وامام نسائی وامام بخاری وابن حبان وغیرہ بڑے بڑے نقادِ حدیث اماموں نے ان کو کثیر الحدیث وفقیہ وصاحب فتویٰ وثقہ تحریر کیا ہے۔

اگرچہ بعض محدثین نے تعصب یا دوسرے اسباب کی بناء پر ان کو ضعف وخطا کی طرف منسوب کیا مگر حق یہ ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ واعمش وشعبہ وسفیان ثوری وعاصم احول جیسے حدیث کے پہاڑوں کا ان کے روبرو زانوئے تلمذ تہ کرنا ان کی جلالت شان و عظمت علم واتقان کے لئے سورج سے زیادہ روشن دلیل ہے۔

مغیرہ محدث کا بیان ہے کہ جب حماد بن ابی سلیمان حج سے واپس لوٹے اور ہم لوگ ان کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے تو انہوں نے فرمایا: اے اہل کوفہ تمہیں

مبارک ہو۔ میں نے عطاء و طاؤس و مجاہد کو دیکھا مگر تمہارے بچے بلکہ بچوں کے بچے ان لوگوں سے زیادہ فقیہ ہیں۔

داؤد طائی کا قول ہے: حماد بن ابی سلیمان کوفہ میں سب سے زیادہ مہمان نواز' سب سے زیادہ سخی تھے۔ غرض علم و عمل' فقہ و حدیث' زہد و قناعت' سخاوت و عبادت ہر حیثیت سے آپ اپنے دور کے ممتاز و بے نظیر محدث تھے۔ ابوبکر بن ابی شیبہ کا قول ہے: 120ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب و عمدۃ القاری وغیرہ)

حضرت حارث بن یزید حضرمی رحمۃ اللہ علیہ:

یہ مصر کے رہنے والے تھے اور حدیث میں جنادہ بن امیہ و جبیر بن نفیر و علی بن رباح وغیرہ کے شاگرد ہیں اور لیث و امام اوزاعی وغیرہ مشہور محدثین کے استاد ہیں۔ امام احمد بن حنبل و امام نسائی و عجلی وغیرہ نے ان کو سچا' معتمد اور صحیح الروایت قرار دیا اور ان کے علم و فضل اور تقویٰ و عبادت کی شہادت دی۔ یہ درس حدیث کے بعد اپنا پورا وقت نفلی عبادتوں میں گزارتے تھے۔ لیث کا بیان ہے کہ یہ روزانہ بلاناغہ چھ سو رکعات نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ 130ھ میں ان کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت حمزہ بن حبیب زیات رحمۃ اللہ علیہ:

ان کی کنیت ابو عمارہ اور وطن کوفہ ہے۔ یہ علم حدیث و علم قرأت و علم فرائض تینوں علوم میں فاضل و کامل تھے۔ حدیث کا علم انہوں نے امام اعمش و ابو اسحق سبیعی وغیرہ کی شاگردی میں سیکھا اور عبداللہ بن مبارک و وکیع بن الجراح وغیرہ اعلیٰ درجہ کے محدثین نے ان کی درسگاہ سے فیض اٹھایا۔ ابن معین نے ان کو ثقہ فرمایا اور امام نسائی کا قول ہے: ان سے روایت کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ امام ابوحنیفہ کا ارشاد ہے: قرأت اور فرائض کے معاملہ میں تو حمزہ سب سے بڑھ کر ہیں۔ ابوبکر بن منجویہ فرماتے ہیں: حمزہ فن قرأت میں بہت ہی جید عالم تھے اور بہترین عبادت گزار و پرہیزگار تھے۔ امراء و سلاطین کے تحائف سے انتہائی متنفر و بیزار تھے بلکہ عمر بھر کبھی کسی کا نذرانہ قبول نہیں فرمایا۔ انہوں نے

تجارت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا تھا۔ یہ کوفہ سے روغن زیتون لا کر حلوان میں بیچا کرتے تھے اسی لئے ان کا لقب زیات (روغن زیتون والا) ہے۔ شہر حلوان کے اندر 156ھ میں آپ کی وفات ہوئی۔ (تہذیب التہذیب)

حضرت حیوہ بن شریح رحمۃ اللہ علیہ:

ان کی کنیت ابوزرعہ ہے۔ یہ مصر کے بہت ہی نامور فقیہ اور مشہور عابد و زاہد و باکرامت ولی تھے۔ یہ ابوہانی و سالم بن غیلان و ربیعہ بن یزید دمشقی وغیرہ سے حدیث کی روایت کرتے ہیں اور ان سے روایت حدیث کرنے والوں میں عبداللہ بن مبارک و ابن لہیعہ بھی ہیں۔

ابن یونس کا قول ہے: یہ بہت ہی صاحب فضیلت و باکرامت بزرگ تھے اور عام طور پر ان کے بارے میں مشہور تھا کہ یہ مستجاب الدعوات ولی ہیں اور مصر میں ان کی یہ کرامت بہت ہی مشہور ہے کہ یہ کنکریاں ہاتھ میں لے کر دعا فرماتے تو ان کی دعا سے کنکریاں کھجور بن جاتی تھیں اور یہ ان کھجوروں کو فقراء و مساکین میں تقسیم کر دیتے تھے۔

ابن وضاح سے منقول ہے: ایک شخص کعبہ معظمہ کا طواف کر رہا تھا اور وہ طواف کے وقت صرف یہی ایک دعا کرتا تھا: اے اللہ! میں بہت قرضدار ہوں تو میرے قرض ادا ہونے کا سامان پیدا فرما دے۔ یہ شخص طواف سے فارغ ہو کر سو گیا تو کسی نے خواب میں آ کر اس کو یہ بشارت دی کہ اگر تم اپنا قرض ادا کرنا چاہتے ہو تو یہاں سے اسکندریہ چلے جاؤ اور وہاں سے شیخ الحدیث حیوہ بن شریح سے دعا کراؤ چنانچہ یہ شخص اسکندریہ پہنچا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی اور طواف کعبہ اور اپنے خواب کا سارا ماجرا بیان کیا تو حیوہ بن شریح نے جمعہ کے دن نماز عصر کے بعد دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے تو تھوڑی دیر میں اس شخص نے دیکھا کہ آپ کے اردگرد سونے کے دیناروں کا ڈھیر لگا ہوا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے شخص دیکھ خدا سے ڈر اور اپنی حاجت سے زیادہ ان میں سے مت لے چنانچہ اس شخص کا بیان ہے کہ میں تین سو دینار کا قرض دار تھا تو میں نے گن کر تین سو دینار ان میں سے اٹھا لئے اور اسکندریہ سے اپنے وطن چلا آیا۔

اس طرح کی دوسری بہت سی کرامتیں بھی آپ سے منقول ہیں۔ 158ھ میں اس پیکر کرامت نے دنیا سے عالم آخرت کا سفر فرمایا۔ (تہذیب التہذیب وغیرہ)

حضرت حماد بن سلمہ بصری رحمۃ اللہ علیہ:

آپ کی کنیت ابو سلمہ ہے۔ آپ نے ثابت بنانی وقتادہ ویحیٰ بن سعید انصاری و سلیمان تیمی وغیرہ تابعی محدثین سے علم حدیث پڑھا اور آپ کی مجلس درس کے فاضل طالب علموں میں سفیان ثوری وشعبہ وعبداللہ بن مبارک ویحیٰ بن سعید قطان و امام ابوداؤد جیسے کبار محدثین ہیں۔

یحیٰ بن معین وابن مدینی وغیرہ ناقدین حدیث نے ان کو ثقہ وفقیہ اور کثیر حدیثوں والاتحریر کیا ہے۔ ابن حبان نے فرمایا: حماد بن سلمہ بصرہ میں اپنے تمام ہمعصر عالموں میں دین و دیانت اور کثرت حدیث کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھے اور حمایت سنت و ردّ بدعت میں بھی بے مثال تھے اور پرہیزگاری وعبادت گزاری میں بھی سب سے ممتاز اور مقبولیت دعا وکرامت کے اعتبار سے تو بہت مشہور تھے چنانچہ شہاب بن معمر بلخی نے تو یہاں تک فرمایا ہے: بصرہ کا بچہ بچہ یہ یقین رکھتا تھا کہ حماد بن سلمہ ابدال اولیاء میں سے ہیں۔ ابدال کی ایک خاص نشانی یہ بھی ہے کہ وہ صاحب اولاد نہیں ہوتے چنانچہ حماد بن سلمہ کے بارے میں منقول ہے: انہوں نے یکے بعد دیگرے ستر عورتوں سے نکاح کیا مگر کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ ابن مہدی کا قول ہے: حماد بن سلمہ دن رات میں اس قدر عبادت کرتے تھے کہ اگر ان سے کہہ دیا جاتا کہ کل آپ کی وفات ہونے والی ہے تو وہ اس سے زیادہ عبادت نہیں کر سکتے تھے۔ سلیمان بن حرب وابن حبان وامام بخاری وغیرہ کا قول ہے آپ نے ماہ ذی الحجہ 167ھ میں وفات پائی۔ (تہذیب التہذیب)

(200)

عیاں ہیں جن پہ شہادت کے راز اے دانش

جحفہ میں یا اس سے آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو چچا حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ ملے۔ وہ مسلمان ہو کر اپنے بال بچوں سمیت ہجرت کر کے تشریف لا رہے تھے۔ آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی ابوسفیان اور پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن امیہ ملے۔ آپ نے ان دونوں کو دیکھ کر منہ پھیر لیا کیونکہ یہ دونوں آپ کو سخت اذیت پہنچایا کرتے اور آپ کی ہجو کرتے تھے۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا ایسا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اور پھوپھی زاد بھائی ہیں۔ ادھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوسفیان بن حارث کو سکھایا کہ تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جاؤ اور وہی کہو جو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے کہا تھا: ”اللہ کی قسم! اللہ نے آپ کو ہم پر فضیلت بخشی اور یقیناً ہم خطا کار تھے۔“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سفر جاری رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ رضی اللہ عنہ روزے سے تھے لیکن عسفان اور قدید کے درمیان کدید نامی چشمے پر پہنچ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ توڑ دیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی روزہ توڑ دیا۔ ابوسفیان باہر جا جا کر خبروں کا پتا لگاتا رہتا تھا چنانچہ اس وقت بھی وہ، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقاء خبروں کی گن سن لینے کی غرض سے نکلے ہوئے تھے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے اس کی آواز پہچان لی اور کہا: ابوحنظلہ؟ اس نے بھی میری آواز پہچان لی اور بولا: ابوالفضل؟ میں نے کہا: ہاں! اور وہ

بولا کیا بات ہے میرے ماں باپ تجھ پر قربان...... میں نے کہا: ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں لوگوں سمیت۔ ہائے قریش کی تباہی واللہ!۔ تم اس خچر پر میرے پیچھے بیٹھ جاؤ۔ میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے چلتا ہوں اور تمہارے لئے امان طلب کئے لیتا ہوں۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں ابوسفیان کو لے کر چلا۔ جب کسی الاؤ کے پاس سے گزرتا تو لوگ کہتے کون ہے؟ مگر جب وہ دیکھتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خچر ہے تو راستہ چھوڑ دیتے یہاں تک کہ میں عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے الاؤ کے پاس سے گزرا۔ اس کے بعد وہ نکلے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دوڑے۔

ہے ان کی یاد کا عالم بھی بندگی کی طرح

بولے: اللہ کے رسول! یہ ابوسفیان ہے۔ مجھے اجازت دیجئے میں اس کی گردن اڑا دوں۔ میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میں نے اسے پناہ دے دی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عباس! اسے...... یعنی ابوسفیان کو...... اپنے خیمے میں لے جاؤ۔ صبح میرے پاس لے آنا۔ اس حکم کے مطابق میں اسے اپنے خیمے میں لے گیا اور صبح اسے خدمت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: ابوسفیان! تم پر افسوس، کیا اب بھی تمہارے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ تم یہ جان سکو کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں؟ ابوسفیان نے کہا میرے ماں باپ آپ پر فدا! آپ کتنے بردبار، کتنے کریم اور کتنے خویش پرور ہیں۔ میں خوب اچھی طرح سمجھ چکا ہوں کہ اگر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی الٰہ ہوتا تو اب تک یقیناً میرے کسی کام آیا ہوتا۔

(البدایہ والنہایہ 284/4، 285) الغرض ابوسفیان نے اسلام قبول کر لیا اور حق کی شہادت دی۔

اپنے اس مجموعے کو مشہور شاعر جناب احسان دانش کی ایک خوبصورت نعت پر ختم کر رہا ہوں۔ گر قبول افتد زہے عز و شرف۔

ہے ان کی یاد کا عالم بھی بندگی کی طرح
غموں میں بھی مجھے لذت سی ہے خوشی کی طرح

زہے ہوائے مدینہ زہے دیارِ رسول ﷺ
کہ بے خودی کا ہے عالم خود آگہی کی طرح

یہ آرزو ہے درِ مصطفیٰ ﷺ پہ دم نکلے
یہ فرض بھی ہو ادا' قرضِ زندگی کی طرح

ترے خیال سے محروم ہر قدم پہ حیات
گذر رہی ہے بالاقساط خودکشی کی طرح

ہیں کب سے تیرگیاں میرے غمکدے کا کفن
چلے بھی آؤ کسی روز چاندنی کی طرح

یہ عشق ہے کہ جنوں کا کوئی مقام بلند
ہجوم غم بھی ہے پندارِ بندگی کی طرح

مری نظر ہے تمہیں پر مری خبر لینا
پھروں نہ حشر کے میداں میں اجنبی کی طرح

کمال قلب و نظر ہو کہ روح کی معراج
''خدائی'' کی مرے آقا نے بندگی کی طرح

شہید اگرچہ نگاہوں سے ہو گئے روپوش

ہر اک ہے وقت کے پردے میں خلوتی کی طرح

دیے کی طرح ستارے بھی دے رہے ہیں جواب
دیارِ دل میں اتر آؤ روشنی کی طرح

وہ موجِ کیف ترے نام سے جو مشتق ہے
رواں ہے جسم کی رگ رگ میں سنسنی کی طرح

غمِ رسول فروزاں ہے جن کے سینوں میں
وہ ظلمتوں سے گزرتے ہیں روشنی کی طرح

عیاں ہیں جن پہ شہادت کے راز اے دانش
وہ لوگ موت پہ گرتے ہیں زندگی کی طرح

گنجینۂ لطف و عطا الوریٰ خیر الوریٰ ﷺ

( )

افسوس ناک اجتہاد کا خوشگوار نتیجہ

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عالم نے دریافت کیا کہ ''آپ کو کبھی اپنے کسی اجتہاد پر افسوس اور پشیمانی بھی ہوئی ہے؟'' فرمایا: ''ہاں ایک مرتبہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا: ایک حاملہ عورت مرگئی ہے اور اس کے پیٹ میں بچہ حرکت کر رہا ہے' کیا کرنا چاہیے؟'' میں نے ان سے کہا: ''عورت کا شکم چاک کر کے بچہ کو نکالا جائے'' لیکن بعد میں مجھے اپنے اجتہاد پر افسوس ہوا کیونکہ بچے کے زندہ نکلنے کا تو مجھے علم نہیں' تاہم ایک مردہ عورت کو تکلیف دینے کے فتویٰ پر مجھے افسوس رہا۔ پوچھنے والے عالم نے کہا: ''یہ اجتہاد تو قابل افسوس نہیں بلکہ اس میں تو اللہ کا فضل شامل رہا کیونکہ آپ کے اس اجتہاد کی برکت سے زندہ نکل کر اس مرتبہ کو پہنچنے والا وہ بچہ میں ہی ہوں۔''

(حدائق الحنفیۃ' ص 70)

بو حنیفہ بُد امام با صفا
آں چراغِ اُمتانِ مصطفیٰ
(صلی اللہ علیہ وسلم)

()

ایک سے زائد بیویوں میں عدل وانصاف

جس شخص کی دو یا دو سے زیادہ بیویاں ہوں اس پر فرض ہے کہ سب بیویوں کو کھانا' کپڑا اور خرچ اور بستر کا حق اور سب بیویوں کے پاس سونے میں بالکل برابری کرے۔ ہرگز ہرگز کسی بیوی کو کم کسی کو زیادہ نہ دے ورنہ وہ گناہ میں مبتلا ہوگا اور جہنم کی سزا کا حق دار ہوگا۔ اس بارے میں مندرجہ ذیل حدیثیں بہت عبرت خیز ونصیحت آمیز ہیں۔

1- حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس دو بیویاں ہوں اور وہ ایک ہی کی طرف مائل ہو جائے تو وہ قیامت میں اس حالت میں آئے گا کہ اس کے بدن کی ایک شق گری ہوئی ہوگی۔ (ایک طرف جھکی اور مڑی ہوئی ہوگی)۔ (الترغیب والترہیب ج3' ص60' بحوالہ نسائی)

2- حدیث: حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک عدل وانصاف کرنے والے اللہ تعالیٰ کے دربار میں نور کے ممبروں پر ہوں گے جو لوگ اپنے فیصلوں میں اور اپنی بیویوں کے معاملہ میں اور ان تمام کاموں میں جن کے وہ والی بنے ہیں عدل کرتے ہیں۔

(الترغیب والترہیب' ج3' ص60' بحوالہ مسلم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْشَأَ الْعَالَمَ وَاخْتَرَعَہٗ ۝ وَابْتَدَأَ شَکْلَہٗ وَابْتَدَعَہٗ ۝ وَاَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ صَنْعَہٗ ۝ وَاَحْکَمَ مُتَفَرِّقَہٗ وَمُجْتَمِعَہٗ ۝ اَحْمَدُہٗ عَلٰی مَا وَھَبَ مِنْ اِحْسَانِہٖ ۝ حَمْدَ مُعْتَرِفٍ بِالتَّقْصِیْرِ عَنْ شُکْرِ مِتْنَانِہٖ ۝ وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ شَھَادَۃَ مُعْلِنٍ بِلِسَانِہٖ ۝ عَمَّا فِیْ ضَمِیْرِہٖ وَجَنَانِہٖ وَاَشْھَدُ اَنَّ سَیِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ بَعَثَہٗ بِالْبَیِّنَاتِ مُرْشِدًا لِّلْاِیْمَانِ ۝ مُؤَیَّدًا بِمُعْجِزَاتِ الْقُرْآنِ ۝ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ فِیْ کُلِّ حِیْنٍ وَّ اَوَانٍ ۝ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ۔